ظاہر و باطن کی اصلاح کرنے والی مشہور و معروف کتاب ''احیاء العلوم'' کا نچوڑ

لُبَابُ الْاِحْیَاء

ترجمہ بنام

اِحیاءُ العُلوم کا خلاصہ

مُصنِّف

حُجّۃُ الاسلام

امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی

اَلْمُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجمِ کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	:	لُبابُ الْاِحْیَاء
ترجمہ بنام	:	احیاء العلوم کا خلاصہ
مؤلف	:	امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی
مترجم	:	مدنی علماء شعبہ تراجمِ کتب (المدینۃ العلمیۃ)
سن طباعت	:	صفر المظفر ۱۴۲۹ھ، بمطابق فروری 2008ء
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ، بابُ المدینہ کراچی، پاکستان۔
قیمت	:	روپے

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۷ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ حوالہ: ۱۵۲

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین وعلٰی الہ واصحا بہ اجمعین

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ''لُبابُ الْاِحْیَاء'' کے ترجمہ

''احیاء العلوم کا خلاصہ''

(مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کرلیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

20 - 02 - 2008

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِیْمِ ط

''شریعت سے طریقت جُدا نہیں'' کے اُنیس حُرُوف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی 19 نیّتیں

فرمانِ مُصطَفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم: نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر طبرانی ج ٦ ص ١٨٥ حدیث ٥٩٤٢ بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿١﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿٢﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿١﴾ ہر بار حمد و ﴿٢﴾ صلوٰۃ اور ﴿٣﴾ تعوُّذ و ﴿٤﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دوعَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا) ﴿٥﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا۔ ﴿٦﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿٧﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿٨﴾ قرآنی آیات اور ﴿٩﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿١٠﴾ جہاں جہاں ''اللہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿١١﴾ جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم پڑھوں گا اور ﴿١٢﴾ جہاں جہاں کسی صحابی کا نام مبارک آئے گا رضی اللہ تعالٰی عنہ پڑھوں گا ﴿١٣﴾ اس کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلف کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿١٤﴾ **اپنی اصلاح کیلئے اس کتاب کے ذریعے علم حاصل کروں گا** ﴿١٥﴾ (اپنے ذاتی نسخے کے) ''یادداشت'' والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿١٦﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی تَرغیب دلاؤں گا ﴿١٧، ١٨﴾ اس حدیثِ پاک ''تَھَادَوْا تَحَابُّوْا'' ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔'' ﴿مؤطا امام مالک ج٢ ص ٤٠٧ حدیث ١٧٣١﴾ پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿١٩﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

المدینۃ العلمیۃ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علاّمہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''**المدینۃ العلمیۃ**'' بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اوراشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱)شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲)شعبۂ تراجم کتب (۳)شعبۂ درسی کُتُب
(۴)شعبۂ اصلاحی کُتُب (۵)شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶)شعبۂ تخریج

''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالمِ شَرِیْعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللّٰہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللہ عزَّوجلَّ نے انسانوں کی تخلیق فرمائی اوران کی ہدایت وراہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاءورسل علیھم الصلوۃ والسلام مبعوث فرمائے جنہوں نے انسانیت کواللّٰہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْک کی بارگاہ میں سرنگوں کیااوران کے ظاہر وباطن کو ہرطرح کی آلودگیوں سے پاک فرمایا۔سب سے آخر میں **اللّٰہ** ربُّ العزّت نے اپنے محبوبِ پاک ،حضورسیّدُ المرسلین ،خاتم النبیین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کوتمام انسانیت کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔چنانچہ،

اللہ عزَّوجلَّ ارشادفرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ٥
(پ۱۷،الانبیآء:۱۰۶)

ترجمۂ کنز الایمان:اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

حضورنبی پاک ،صاحب لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی امت کوعلم سے مزین کیااورانہیں ظاہر وباطن کی پاکیزگی عطافرمائی۔جیساکہ اللہ عزَّوجلَّ نے قرآن حکیم میں ارشادفرمایا:

کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلاً مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ٥ؕ (پ۲، البقرۃ،۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان:جیساہم نے تم میں بھیجاایک رسول تم میں سے کہ تم پرہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہےاورتمہیں پاک کرتااورکتاب اور پختہ علم سکھاتا ہےاورتمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کاتمہیں علم نہ تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہواکہ ظاہر وباطن کی پاکیزگی کے لئے علم کا ہونا بےحدضروری ہے۔اورظاہر وباطن کی پاکیزگی ہی کواصلاحِ نفس کانام دیاجاتا ہے۔پھریہ کہ علم کے حصول کاحکم تو حدیث شریف میں بڑے واضح طور پر دیا گیا ہے۔چنانچہ،

حضورنبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ ترجمہ:ہرمسلمان مردوعورت پرعلم حاصل کرنافرض ہے۔'' (المقاصدالحسنۃ،حرف الطاء المھملۃ،الحدیث:۶۶۰،ص۲۸۲)

(ابن ماجۃ،کتاب السنۃ،باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،الحدیث۲۲۴،ص۲۴۹۱)

سیدی اعلیٰ حضرت ،امام اہلسنت ،مجدددین وملت ،حامی سنت ،ماحی شرک وبدعت امام احمدرضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:''ہراس شخص پراُس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنافرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام کہ ہرفردِبشر(یعنی انسان)ان کامحتاج ہےاورمسائلِ علمِ قلب یعنی فرائضِ قَلْبِیَّہ مثل تواضع

واخلاص وتوکل وغیرہا اوران کے طُرُقِ تحصیل (یعنی حاصل کرنے کے طریقے) اور محرماتِ باطنیہ (مثلاً) تکبرو ریا وعُجب وحسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق وفاجر ومرتکب کبائر (یعنی کبیرہ گناہ کرنے والا) ہے یونہی بعینہٖ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتا ہے۔ **نَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ** (یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے عفوو عافیت کا سوال کرتے ہیں) (فتاوی رضویہ، ج٢٣، ص٦٢٤)

بہرحال انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پھر اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ خلقِ خدا کی رہنمائی، انہیں علوم سے مزین کرنے اوران کی اصلاح نفس کے کام کوسرانجام دیتے رہے۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا، اصلاحِ نفس کے طریقوں میں بھی تبدیلیاں آتی گئیں اور تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کے ذریعے بھی لوگوں کی اصلاح کی کوششیں کی گئیں اور بزرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المتین نے تحریر وتقریر ہر ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کی سعیٔ بلیغ فرمائی اور بارہا سیاسی طور پر اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا مگر مذہبی اعتبار سے اسلام مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اصلاحِ نفس والی تحریک کے اثرات لوگوں میں موجود تھے۔ انہی بزرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المتین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج بھی گلشنِ اسلام ہرا بھرا اور لہلہاتا نظر آرہا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی شہرۂ آفاق تصنیف **''احیاء العلوم''** ظاہری وباطنی علوم پر مشتمل اور اصلاحِ نفس کرنے والی ایک مایہ ناز کتاب ہے جس کی تعریف میں بڑے بڑے ائمہ رطب اللسان ہیں جیسا کہ،

حضرت سیِّدُنا امام سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ''**احیاء العلوم** ان کتب میں سے ہے جن کی حفاظت اور اشاعت مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مخلوق ہدایت یافتہ ہو جو بھی اس کتاب میں غور کرتا ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہوجاتا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید فرمایا: ''اگر لوگوں کے پاس **احیاء العلوم** کے علاوہ اہل علم کی کوئی کتاب نہ رہے تو یہی اُن کے لئے کافی ہے۔ مَیں فقہاء کی تصنیفات میں نظر وفکر اور نقل واثر کے اعتبار سے اِس کتاب کی مثل کوئی کتاب نہیں پاتا۔''

(اتحاف السادۃ المتّقین، باب الاحوال المتعلقۃ بمصنف ھذا الکتاب، الفصل التاسع عشر، ج١، ص٣٧)

زیرنظر کتاب **''لُبابُ الاحیاء''** (یعنی احیاء کا خلاصہ) حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی اسی مشہور زمانہ تصنیف **''احیاء العلوم''** کا خلاصہ ہے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی تحریر فرمایا۔ اس کتاب میں انسان کے تمام معمولات زندگی کا جامع بیان ہے۔ اس میں ایک مقدَّمہ، ایک خاتمہ اور چالیس ابواب ہیں جن میں سے ہر دس ابواب بالترتیب **عبادات، عادات، مہلکات اور منجیات** پر مشتمل ہیں۔ **عبادات** میں بنیادی عقائد، ارکانِ اسلام، وظائف اور دعائیں بیان کی گئی ہیں۔ **عادات** میں سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا جامع بیان ہے۔ **مہلکات** میں انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں (مثلاً نفسانی خواہشات،

زبان، غصہ اور حسد کی آفات، بخل، تکبر، عُجب یعنی خود پسندی اور حبِّ مال اور حبِّ جاہ کی مذمت وغیرہ) بیان کی گئی ہیں اور **منجیات** میں انسان کو نجات دلانے والی اشیاء (مثلاً توبہ، صبر وشکر، خوف ورجاء، فقر وزہد، توحید وتوکل اور مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ) کا بیان ہے۔

مجلس المدینۃ العلمیۃ کے شعبۂ تراجم کتب کے **مدنی علماء** کَثَّرَھُمُ اللّٰہ تَعَالٰی کی **انتھک کاوشوں** سے اس کا **اُردو ترجمہ ''احیاء العلوم کا خلاصہ''** کے نام سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے **پیارے حبیب** صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی عطاؤں، **اولیائے کرام** رحمہم اللّٰہ تعالٰی کی عنایتوں اور شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطّارؔ قادری** دامت برکاتہم العالیہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللّٰہ الوالی چونکہ **شافعی** تھے اس لئے فقہی اعتبار سے اختلافی مسائل میں حتی الامکان **احناف کا مؤقف حاشیے** میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور تکبر، حسد، ریاکاری وغیرہ کی تعریفات کے لئے بھی حواشی کا التزام کیا گیا ہے۔

ترجمہ کے لئے ''**دَارُالْبَیْرُوْتِی دَمِشْق**'' کا نسخہ استعمال کیا گیا ہے۔

ترجمہ کرتے ہوئے درج ذیل امور کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا ہے:

☆......سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ کم پڑھے لکھے اسلامی بھائی بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔

☆......آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ترجمۂ قرآن **کنزالایمان** سے لیا گیا ہے۔

☆......بیان کردہ احادیث مبارکہ کی تخریج کا حتی المقدور اہتمام کیا گیا ہے۔

☆......جگہ بہ جگہ مفید حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے، بالخصوص فقہی مسائل میں احناف کے مؤقف کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆......کئی مقامات پر مشکل الفاظ کے معانی بریکٹ میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ نیز کئی الفاظ پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔

☆......علاماتِ ترقیم (رُموزِ اوقاف) کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں **''اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش''** کرنے کے لئے **مدنی اِنعامات** پر عمل اور **مدنی قافلوں** میں سفر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشمول **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجِم کتب (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

تعارفِ مُصَنِّف

نام ونسب:

آپ کی کنیت ابوحامد، لقب حجۃ الاسلام اور نام نامی، اسمِ گرامی محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی رحمہم اللہ تعالٰی ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ٤٥٠ھ خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے والد گرامی اسی شہر میں اُون کات کر بیچا کرتے تھے۔

علمی زندگی:

حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی اور فقہ کی کتابیں حضرت احمد بن محمد راذکانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پڑھیں۔ پھر 20 سال سے کم عمر میں جرجان میں امام ابونصر اسماعیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر طوس واپس تشریف لائے اور تین سال وہیں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد ٤٧٣ھ نیشاپور میں امام الحرمین امام جوینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے اصولِ دین، اختلافی مسائل، مناظرہ، منطق، حکمت اور فلسفہ وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی اور ان میں سے ہر فن میں بہترین اور مدلَّل کتب تصنیف فرمائیں۔ (ایک موقع پر امام الحرمین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''غزالی، علم کے دریائے ذخّار ہیں۔'')

اساتذہ کرام:

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں: فقہ میں علامہ احمد بن محمد راذکانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، امام ابو نصر اسماعیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، امام الحرمین ابو المعالی امام جوینی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور حافظ عمر بن ابی الحسن رواسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تصوف میں ابو علی فضل بن محمد بن علی فارمدی طوسی۔ اسی طرح آپ کے مشائخ میں یوسف سجاج، ابو سہل محمد بن احمد عبید اللّٰہ حفصی مروزی، حاکم ابوالفتح نصر بن علی بن احمد حاکمی طوسی، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد خواری، محمد بن یحیٰی، ابن محمد سجاعی زوزنی، حافظ ابوالفتیان عمر بن ابی الحسن رؤاسی دھستانی، نصر بن ابراھیم مقدسی وغیرہ شامل ہیں۔ اور علمِ کلام وجدل میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مشائخ کے بارے میں علم نہ ہوسکا اور فلسفہ میں آپ کا کوئی استاذ نہ تھا جیسا کہ اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خود صراحت فرمائی ہے۔

تلامذہ:

حجۃ الاسلام حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں سے اکثر اپنے وقت کے متبحر عالم، فقیہ، محدث، مفسر اور مصنف کی حیثیت سے معروف تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگردانِ گرامی میں محمد بن تومرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابوبکر عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، قاضی ابونصر احمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابوسعید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابوطاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ابوطالب عبدالکریم رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جمال الاسلام ابوالحسن علی بن مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مدرسہ نظامیہ میں تدریس:

٤٧٨ھ میں جب حضرت سیِّدُ نا امام الحرمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تو حضرت سیِّدُ نا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظامُ الملک کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی مجلس ان دنوں اہل علم کی مجلس ہوتی تھی۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف علماء سے مناظرے کئے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان پر غالب آئے اور سارے عالَم میں مشہور ہو گئے۔ وزیر نظامُ الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ٤٨٤ھ میں وہاں استاذ مقرر ہوئے، لوگوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت مقبولیت اور احترام حاصل ہوا۔ حضرت سیِّدُ نا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چار سال بغداد میں تدریس وتصنیف میں مشغول رہے۔ پھر آپ نے تدریس کے لئے اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود حج کے ارادے سے مکہ معظّمہ روانہ ہو گئے۔

دنیا سے بے رغبتی:

پھر حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا دل دُنیا سے اُچاٹ ہو گیا اور مکمل طور پر فکرِ آخرت میں منہمک ہو گئے اور ٤٨٩ھ میں دمشق پہنچے اور کچھ دن وہاں قیام فرمایا۔ پھر ایک عرصہ بیتُ المقدّس میں گزارا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوبارہ دمشق واپس تشریف لائے اور جامع دمشق (یعنی جامع اُموی) کے مغربی منارے پر ذکر وفکر اور مراقبے میں مشغول رہے (یہ شام کی ایک بڑی یونیورسٹی ہے)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شام میں تقریباً دس سال رہے۔ پھر حجاز، بغداد اور نیشاپور کے درمیان سفر جاری رہا۔ بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طوس واپس تشریف لائے اور اپنے گھر کو لازم پکڑ لیا اور تادمِ آخر وعظ ونصیحت، عبادت اور تدریس میں مشغول رہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف:

حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے کئی علوم وفنون میں سینکڑوں کتب تصنیف کیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

فقہ شافعی: (١) تعلیقہ فی فروع المذہب (٢) بیان القولین (٢)، الوجیز فی الفروع (٢)، الوسیط المحیط

بأقطار البسيط(۲)، البسيط فی فروع المذهب(۲)، خلاصه الوسائل إلی علم المسائل فی فروع المذهب(۲)، اختصار المختصر(۲)، غاية الغور (۲)، مجموعه فتاوٰی وغیرھا۔ **اصولِ فقہ:** (۲)تحسين المأخذ (۲) مفصَّل الخلاف فی اصول القياس (۲)، مأخذ فی الخلافيات، (۲)شفاء العليل، (۲) منتخل فی علم الجدل، (۲) المنخول، (۲) المستصفی۔ **منطق:** (۲)معيار العلم، (۲) محك النظر، (۲)ميزان العمل۔ **فلسفہ:** (۲)مقاصد الفلاسفة۔ **علم کلام:** (۲)تهافة الفلاسفة، (۲) المنقذ من الضلال و المفصح عن الاحوال، (۲) إلجام العوام عن علم الكلام، (۲) الإقتصاد فی الاعتقاد، (۲) المستظهری فی الرد على الباطنية، (۲) فضائح الاباحية و حقيقة الروح (۲) الرسالة القدسية (۲)، تفرقة بين الاسلام و الزندقة (۲)، مواهم الباطنية (۲)، القول الجميل فی رد على من غير الانجيل (۲)، القسطاس المستقيم۔ **تصوف و اخلاق:** (۲)منهاج العابدين الی جنَّة ربِّ العالمين (۲)، کیمیائے سعادت (۲)، احياء علوم الدين، (۲) القصد الاقصٰی (۲)، اخلاق الابرار (۲)، جواهر القرآن (۲)، جواهر القدس فی حقيقة النفس، (۲) مشكوٰة الانوار فی لطائف الاخيار (۲)، مزاج السالكين (۲)، نصيحة الملوك (۲) بداية الهداية (۲)، ايُّها الولد۔ **آپ** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ **کی بعض مشہور کتب کے نام یہ ہیں:** (۲)المقصد الاسنٰی فی شرح اسماء الحسنٰی، (۲)اربعین، (۲)المرشد الامين (۲)، تلبيس ابليس (علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی اسی نام سے ایک کتاب لکھی ہے)، (۲)قانون الرسول، (۲) عجائب صنع اللّٰه، (۲)القربة الی اللّٰه، (۲) المجلس الغزالية، (۲) تنبيه الغافلين (۲)، الفرق بين الصالح وغير الصالح (۲)، مكاشفة القلوب (۲)، اسرار الحروف و الكلمات۔

حضرت سیِّدُنا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کا مقام و مرتبہ:

حضرت سیِّدُنا علاَّمہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ الجلی سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر ۱۸ کے تحت (**تفسیر روح البیان**، ج۵،ص۳۷۴۔۳۷۵ پر) نقل فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا امام راغب اصفہانی قُدِّس سرہُ الرَّبَّانی نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ صاحبِ حزب البحر عارف باللہ حضرت سیِّدُنا امام شاذلی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''مَیں مسجد اقصٰی میں محوِ آرام تھا کہ خواب میں دیکھا مسجدِ اقصٰی کے باہر صحن کے درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جمِ عظیم گروہ در گروہ داخل ہو رہا ہے، میں نے پوچھا: ''یہ جمِ غفیر کن لوگوں کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ انبیاء ورُسُلِ کرام علی نبینا وعلیهم الصلوة والسلام ہیں جو حضرت سیِّدُنا حسین حلاج رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ظاہر ہونے والی ایک غلط بات پر ان کی سفارش کے لئے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ پھر میں نے تخت کی طرف دیکھا تو حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیاء

کرام جیسے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم، حضرت سیِّدُ نا موسیٰ، حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ اور حضرت سیِّدُ نا نوح علی نبینا وعلیھم الصلوۃ والسلام زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے لگا اور ان کا کلام سننے لگا۔

اسی دوران حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کی: ''آپ کا فرمان ہے: ''عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَأَنْبِیَاءِ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ یعنی میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔'' لہٰذا مجھے ان میں سے کوئی دکھائیں۔'' تو اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عزَّوجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک سوال کیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس جواب دیئے۔ تو حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہئے، سوال ایک کیا گیا اور تم نے دس جواب دیئے تو حضرت سیِّدُ نا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے عرض کی: ''جب اللہ عزَّوجلَّ نے آپ سے پوچھا تھا: ''وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ ترجمۂ کنزالایمان: تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔'' تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا کہ ''یہ میری چھڑی ہے۔'' مگر آپ نے اس کی کئی خوبیاں بیان فرمائیں۔'' (یہ واقعہ فتاوٰی رضویہ ج ۲۸، ص ۴۱۰ اور النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۴۷ پر بھی موجود ہے)

علماء کرام کَثَّرَھُمُ اللہ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ گویا امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی، حضرت سیِّدُ نا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ ''جب آپ کا ہم کلام، باری تعالیٰ تھا تو آپ نے وفورِ محبت اور غلبۂ شوق میں اپنے کلام کو طول دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہو سکے اور اس وقت مجھے آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا ہے اور کلیم خدا عزَّوجلَّ سے گفتگو کا شرف حاصل ہوا ہے اس لئے میں نے اس شوق و محبت سے کلام کو طوالت دی ہے۔'' (کوثر الخیرات، ص ۴۰)

وصالِ پُر ملال:

حضرت سیِّدُ نا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی تقریباً نصف صدی آسمانِ علم وحکمت کے اُفق پر آفتاب بن کر چمکتے رہے۔ بالآخر ۵۰۵ھ طوس میں وصال فرما گئے۔ بوقتِ وصال آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک 55 سال تھی۔

خُدا رَحمَتْ کُنَنَدْ اِیں بَندگانِ پَاکْ طِینَتْ رَا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک خصلت بندوں پر رحمت نازل فرمائے۔ (آمین)

(اللہ عزَّوجلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ علیہ وسلَّم)

(ماخوذ از اتحاف السادۃ المتقین، تفسیر روح البیان، فتاوی رضویہ، النبراس شرح شرح العقائد، کوثر الخیرات وغیرھا)

ضمنی فہرست

تفصیلی فہرست

مقدّمہ

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام نعمتوں پراوراس نے جو اپنی حمد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس پر اس کا شکر ہے، اور درود وسلام ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت سیِّدُنا محمد مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم پر جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی، رسول اور بندۂ خاص ہیں اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی آل، اصحاب، آپ کے خلفاء اور آپ کے وزراء پر رحمتیں ہوں۔

امَّا بعد!

(حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں) مجھ پر اپنے کچھ سفروں کے دوران یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اپنی کتاب **''احیاء علوم الدین''** کا خلاصہ مرتب کردوں کیونکہ اس کے بہت زیادہ ضخیم ہونے کی وجہ سے اس سے نفع حاصل کرنے میں مشکل پیش آرہی تھی پس میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے توفیق و بھلائی چاہتے ہوئے اور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا۔ (جو پایۂ تکمیل تک پہنچا)

اس خلاصہ کے چالیس ابواب ہیں جو چار حصوں پر مشتمل ہیں:

(۱)......عبادات **(۲)**......عادات **(۳)**......مہلکات **(۴)**......منجیات

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی سیدھی راہ کی توفیق بخشنے والا ہے۔

حصّہ اوّل

عبادات

حصّہ اوّل

عبادات

باب 1: علم سیکھنے اور سکھانے کا بیان

علم کے فضائل پر آیات مبارکہ:

علم کی فضیلت کے بارے میں قرآن مجید میں بے شمار دلائل ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ ۲۸، المجادلہ: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''علماء کرام، عام مؤمنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہوگی۔''

﴿۲﴾ قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۳﴾ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿۴﴾ وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعۡقِلُہَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ۝ (پ ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

علم کے فضائل پر احادیث مبارکہ:

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علماء، انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث ۳۶۴۱، ص ۱۴۹۳)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لوگوں میں سے افضل وہ

مؤمن عالم ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور جب اس سے بے نیازی برتی جائے تو وہ بھی بے نیاز ہو جائے۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی طلب العلم، فصل فضل العلم و شرفه، الحدیث ۱۷۲۰، ج۲، ص۲۶۹، مفهوماً)

سرکارِ والاتَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقوی، اس کی زینت حیاء اور اس کا پھل علم ہے۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۳۸۰، ج۱، ص۷۲)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''لوگوں میں درجۂ نبوت کے زیادہ قریب علماء اور مجاہدین ہیں۔ علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں جبکہ مجاہدین انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعت (کی حفاظت) کے لئے اپنی تلواروں سے جہاد کرتے ہیں۔''

(سیر أعلام النبلاء، الطبقة الخامسة والعشرون، الرقم ۴۳۳۷، الحسینی محمد بن محمد بن زید، ج۱۴، ص۵۲، مختصرًا)

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالم زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا امین ہوتا ہے۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب العین، الحدیث ۴۰۳۶، ج۲، ص۸۳)

حضور سیِّدُ المبلغین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''بروزِ قیامت تین طرح کے لوگ سفارش کریں گے (۱) انبیاء علیہم السلام (۲) علماء اور (۳) شہداء۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب ذکر الشفاعة، الحدیث ۴۳۱۳، ص۲۷۳۹)

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُ نا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاضرین سے استفسار فرمایا: ''جب مریض کو کھانے پینے اور دواء سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جاتا؟'' لوگوں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' تو آپ نے فرمایا: ''یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے تین دن تک علم وحکمت سے روکا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔''

مصنف (یعنی امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ القوی) فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُ نا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے سچ فرمایا کیونکہ دل کی غذاء علم وحکمت ہے اور ان دونوں سے دل زندہ رہتا ہے جیسے جسم کی غذا کھانا پینا ہے پس جس نے علم کو نہ پایا اس کا دل بیمار ہے اور اس کی موت یقینی ہے لیکن اسے اس بات کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ دنیا میں مشغولیت اس کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور جب موت ان مشاغل کو ختم کر دیتی ہے تو وہ بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسے بے انتہاء افسوس ہوتا ہے اور نبی اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: ''اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا ترجمہ: لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جائیں گے تو بیدار ہو

جائیں گے۔'' سے یہی مراد ہے۔'' (حلیة الاولیاء، سفیان ثوری، الحدیث ۹۵۷٦، ج۷، ص ۵٤)

علم دین سیکھنے کی فضیلت:

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے حصولِ علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَلَائِکَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رَضًا بِمَا یَصْنَعُ.

ترجمہ: بے شک فرشتے طالب علم دین کے کام سے راضی ہوکر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

(سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳/۲۲٦، ص ۲٤۹۱)

رحمتِ کونین، دُکھی دلوں کے چین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے:

لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَةَ رَکْعَةٍ.

ترجمہ: تمہارا صبح کے وقت علم کا ایک باب سیکھنے کے لئے جانا سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه، الحدیث ۲۱۹، ص ۲٤۹۰)

حضرت سیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص علمِ (دین) سیکھنے کے لئے جانے کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔''

علم دین سکھانے کی فضیلت:

علم دین سکھانے کی فضیلت کے بارے میں ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ ز (پ٤، اٰل عمران: ۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جب **اللہ** نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔

جب نبیِّ کریم، رءُوف رّحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی تو ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس عالِم کو علم عطا فرمایا اس سے وہی عہد لیا جو انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا کہ وہ اسے لوگوں سے بیان کرے گا اور اسے نہیں چھپائے گا۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، الحدیث ٦٦۱۹، ج۲، ص ۳۳۲، بدون ما اخذ......الی......یبینه)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے جب حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا: ''اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے دنیا و

مافیہا (یعنی اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہے۔'' (الزھد لابن المبارک ،الحدیث ۱۳۷۵،ص ۴۸۴)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور اس پر عمل کیا جائے تو اس کے لئے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہے۔''

حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت کے بارے میں مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں: ''علم حاصل کرو کیونکہ علم کا سیکھنا خشیت الٰہی کا باعث ہے، اس کی تلاش عبادت، اس کا درس تسبیح، اس کی جستجو کرنا جہاد، اس کی تعلیم دینا صدقہ اور علم کو اس کے اہل تک پہنچانا قربت (یعنی نیکی) ہے۔ علم تنہائی اور خلوت کا دوست، خوشی و تنگی میں رہنما، دوستوں میں نائب، اقربا میں سے قریب اور جنت کے راستے کا مینار ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندی عطا فرما کر بھلائی کے کاموں میں قائد اور ہادی بنا دیتا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے وہ اچھے کاموں میں رہنما ہوتے ہیں ان کے نقش قدم کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کے افعال کی قدر کی جاتی ہے فرشتے ان کی صحبت میں رغبت رکھتے ہیں اور انہیں اپنے پروں سے ڈھانپتے ہیں ہر خشک و تر چیز ان کے لئے استغفار کرتی ہے حتی کہ سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے و جانور، آسمان اور اس کے ستارے ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ علم دل کو اندھے پن سے بچا کر قوت بخشتا ہے بندہ اس کے ذریعے نیک لوگوں کی منازل اور بلند درجات کو پالیتا ہے اس میں غور و فکر روزہ رکھنے کے برابر اور اس کا درس رات کے قیام کے مساوی ہے، علم کے ذریعے ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت و فرمانبرداری ہوتی ہے اسی سے اس کی توحید و بزرگی کا اقرار ہوتا ہے اسی کے ذریعے صلہ رحمی کی جاتی ہے علم امام اور عمل اس کا تابع ہے علم نیک بخت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے اور بدبختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔''

عقلی اعتبار سے بھی علم کی فضیلت پوشیدہ نہیں کیونکہ اس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب اور اس کے جوارِ رحمت تک رسائی ہوتی ہے اور یہ ایسی ابدی سعادت اور سرمدی لذت ہے جس کی انتہا نہیں اس میں دنیا کی عزت اور آخرت کی سعادت ہے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس لئے بندہ اپنے علم کے ذریعے اپنے اخلاق کو سنوار کر ابدی سعادت حاصل کرسکتا ہے اور دوسروں کو علم سکھانا ابدی سعادت کا سبب ہے کیونکہ عالم لوگوں کے اخلاق کو سنوارتا اور اپنے علم کے ذریعے ایسی چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے جو انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب عطا کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ (پ۱۴، النحل:۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

پس عالم خواص کو حکمت، عوام کو نصیحت اور منکرین کو بحث و مباحثہ کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلاتا ہے اس طرح

وہ اپنی اور دوسروں کی نجات کا سامان کرتا ہے اور یہی انسان کا کمال ہے۔

فرضِ عین، فرضِ کفایہ، محمود اور مذموم علوم کا بیان:

اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ** ترجمہ: ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔"

(سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲٤، ص ۲٤۹۱)

ہر بالغ مسلمان پر صرف کلمۂ توحید و رسالت کی شہادت اور اس کا معنی و مفہوم سمجھنا ضروری ہے، اس کے احکام کو دلائل کے ساتھ جاننا لازمی نہیں پس بغیر شک وشبہ کے اس کا اعتقاد رکھنا ہی کافی ہے اگرچہ یہ بات تقلید سے حاصل ہو۔

عرب کے اَن پڑھ جب اسلام قبول کرتے تو حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتے، پھر وہ مستقل طور پر پیش آنے والے احکامِ الٰہی کو سیکھنے میں مشغول ہو جاتے جیسے نماز، روزہ۔ پس نماز فرض ہونے کی عمر میں وہ نماز سیکھتے اور فرض ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جاتے اور اسی طرح روزہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد سال گزرنے تک اگر وہ اتنے مال کا مالک رہتا ہے جس پر زکوۃ فرض ہے تو اس پر زکوۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اسے بقدرِ ضرورت سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح حج کے فرض ہونے سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن جس طرح فوراً حج ادا کرنا ضروری نہیں اسی طرح حج کا علم سیکھنا بھی فوراً ضروری نہیں اور پھر بقدرِ حاجت ان چیزوں کا علم حاصل کرنا بھی واجب ہے جو گناہوں کے ترک سے متعلق ہوں۔

پھر اگر اسے اپنے اعتقادات میں شک ہو تو اتنا علم حاصل کرنا اور غور وفکر کرنا ضروری ہے جس سے اس کا شک دور ہو جائے۔ اسی طرح اس علم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جس سے ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے نجات حاصل ہو اور درجات میں بلندی ہو۔ اس کے علاوہ دیگر علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔

معلوم ہوا کہ علوم کے درجات کا تعین علمِ آخرت سے قرب اور دوری کی بناء پر ہے۔ جس طرح علومِ شرعیہ دیگر علوم سے افضل ہیں اسی طرح حقائقِ شریعت سے تعلق رکھنے والا ظاہری علمِ احکام سے تعلق رکھنے والے علم سے افضل ہے پس فقیہ ظاہری طور پر احکام کے صحیح وغلط ہونے کے متعلق بتاتا ہے جبکہ ایک علم اس کے علاوہ ہے جو عبادت کے قبول ہونے یا رد کئے جانے کی وضاحت کرتا ہے اور وہ صوفیاء کرام کا علم ہے جس کی وضاحت آگے آئے گی۔

وہ مشہور علماء جن کے مذاہب کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی اقتداء کرتے ہیں وہ علم فقہ، علم حقائق اور ان پر عمل

کے جامع تھے اور یہ بات ان کے ظاہری احوال اور نقل کردہ اقوال سے عیاں ہے اور وہ پانچ علماء ہیں: حضرت سیِّدُ نا امام شافعی، سیِّدُ نا امام مالک، سیِّدُ نا امام اعظم ابوحنیفہ، سیِّدُ نا امام احمد بن حنبل اور سیِّدُ نا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ ان میں سے ہر ایک جس طرح لوگوں کے مصالح سے متعلق ظاہری علوم کا ماہر تھا، اسی طرح ہر ایک علوم آخرت کا ماہر اور عابد و زاہد تھا اور وہ ان تمام علوم کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے طالب تھے اور موجودہ دور کے فقہاء نے صرف ایک خصلت میں ان کی پیروی کی اور وہ فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی اشاعت ہے کیونکہ بقیہ چار خصائل کا تعلق آخرت سے ہے اور یہ خصلت دنیا و آخرت دونوں سے متعلق ہے۔

اب ہم آئمہ کرام کے ان احوال کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان چاروں خصائل پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی:

حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن ادریس شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے عابد ہونے پر دلیل یہ ہے کہ آپ نے رات کو تین حصوں میں تقسیم فرما رکھا تھا ایک تہائی علم کے لیے، دوسری تہائی عبادت کے لیے اور تیسری تہائی نیند کے لئے۔

حضرت سیِّدُ نا ربیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی رمضان المبارک میں نماز میں ساٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک دوست حضرت سیِّدُ نا بُوَیطِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی روزانہ ایک بار قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔''

حضرت سیِّدُ نا حسن کرابیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے ساتھ کئی راتیں گزاریں آپ تقریباً رات کا ایک حصہ نماز پڑھتے اور میں نے دیکھا کہ آپ پچاس آیات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو سو آیات ہو جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی آیتِ رحمت پر پہنچتے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب والی آیت پڑھتے تو عذاب سے پناہ مانگتے۔ اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پچاس آیات پر اکتفاء کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید کے اسرار و رموز میں تبحر و کمال حاصل تھا۔

امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی غذا:

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''میں نے سولہ سال سے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ پیٹ کا

بھر جانا بدن کو بھاری، دل کو سخت، دانائی کو زائل کرتا، نیند کو بڑھاتا اور عبادت میں سستی لاتا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام کی نہ کبھی سچی قسم کھائی نہ جھوٹی۔[1]

حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا مگر آپ خاموش رہے عرض کی گئی: "آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟" ارشاد فرمایا: "اس لئے کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میرے خاموش رہنے میں بہتری ہے یا جواب دینے میں۔"

حضرت سیِّدُنا احمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک دن حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی قندیلوں کے بازار سے نکلے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے دیکھا کہ ایک شخص کسی عالم کو بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: "فحش کلامی سننے سے اپنے کانوں کو پاک رکھو جیسے تم اپنی زبانوں کو برے کلام سے پاک رکھتے ہو کیونکہ (قصداً) سننے والا کہنے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے اور بے وقوف آدمی ہی اپنے برتن (یعنی دماغ) میں سے سب سے بری بات تمہارے برتنوں (یعنی دماغوں) میں ڈالنے کی حرص کرتا ہے۔ اگر بے وقوف کی بات اسی کی طرف لوٹا دی جائے تو لوٹانے والا نیک بخت ہوتا ہے جس طرح کہ اس کا قائل بد بخت ہوتا ہے۔"

حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: "ایک دانا نے دوسرے عقلمند کی طرف لکھا کہ تمہیں علم دیا گیا ہے لہٰذا تم اپنے علم کو گناہوں کی سیاہی سے آلودہ نہ کرو، ورنہ تم اس دن اندھیرے میں رہو گے جب اہل علم اپنے علم کی روشنی میں چلیں گے۔"

امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا زُہد:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زُہد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: "جس نے دعویٰ کیا کہ اس نے دنیا کی محبت اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت کو دل میں جمع کر لیا، اس نے جھوٹ بولا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عصا مبارک ہاتھ سے گر گیا ایک آدمی نے اُٹھا کر دیا تو آپ نے اسے بدلے میں پچاس دینار عطا فرمائے۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی سخاوت اَشْھَرُ مِنَ الشَّمْسِ یعنی سورج سے بھی واضح ہے۔

امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ:

آپ کے خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ اور فکرِ آخرت کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

---

[1]: عارف باللہ، حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی سچی قسم ترک کرنے پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "چاہئے یہ کہ سچی قسم چھوڑنے کو عمدہ خوبیوں میں اس وقت شمار کیا جائے جب قسم معاملات میں جھگڑے کے وقت ہو لہٰذا جھگڑے میں جو مطالبہ ہے پورا کر دے اور ایک اچھی بات پر عمل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے۔" (الحدیقة الندیة، النوع الرابع والاربعون من الانواع الستین کثرة الحلف.... الخ، ج۲، ص۳۲۶)

رِقّتِ قلبی کے بارے میں ایک حدیث حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے سامنے ذکر کی تو آپ پر غشی طاری ہوگئی حضرت سیِّدُ نا سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بتایا گیا: یہ تو انتقال کر گئے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ان کا انتقال ہوگیا ہے تو زمانے کا افضل ترین شخص فوت ہوگیا ہے۔''

ایک مرتبہ کسی نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ 0 وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ 0 (پ ۲۹، المرسلات: ۳۵،۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں۔

تو امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھا گیا کہ یہ (آیت مبارکہ سن کر) آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ رونگٹے کھڑے ہوگئے بہت زیادہ تڑپے اور بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو کہنے لگے: ''**یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں جھوٹوں کے مقام سے اور غافلوں کے انجام سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ **یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! عارفین کے دل تیرے لئے جھک گئے اور مشتاقین کی گردنیں تیری ہیبت کے سامنے خم ہوگئیں۔ **یا اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنے جود و کرم سے حصہ عطا فرما اور مجھے اپنے پردۂ کرم و رحمت میں چھپا لے اور اپنے لطف و کرم سے میری کوتاہیوں کو معاف فرما۔''

دلوں کے اسرار سے آپ کے واقف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ سے کسی نے ریاء کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا: ''ریاکاری ایک فتنہ ہے جسے خواہشات نفس نے علماء کی قلبی آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے انہوں نے اس کی طرف نفس کی بری چاہت کے ساتھ دیکھا تو ان کے اعمال برباد ہوگئے۔''

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہیں اپنے آپ پر خود پسندی کا ڈر ہو تو دیکھو تم کس کی رضا چاہتے ہو؟ کس ثواب میں رغبت رکھتے ہو؟ کس عذاب سے بھاگتے ہو؟ کس عافیت کا شکر ادا کرتے ہو؟ اور کس مصیبت کو یاد کرتے ہو؟''

آپ نے فقہ اور مناظرہ سے بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا طلب کی جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ارشاد فرماتے ہیں: ''میں چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم سے نفع اٹھائیں اور اس میں کچھ بھی میری طرف منسوب نہ ہو۔ یہ بات اس پر قطعی دلیل ہے کہ آپ نے علم سے لوگوں میں شہرت اور دنیا کی خواہش نہیں کی۔''

حضرت سیِّدُ نا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''میں نے کسی سے بھی مناظرہ کرتے ہوئے یہ نہیں چاہا کہ وہ غلطی کرے اور میں نے جس سے بھی کلام کیا اس لئے کیا کہ اسے توفیق حاصل ہو، تاکہ وہ سیدھے راستے پر رہے اور اس کی مدد کی جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اسے حمایت و حفاظت حاصل رہے اور میں نے جب بھی کسی سے کلام کیا تو چاہا کہ **اللہ**

عَزَّوَجَلَّ میری زبان سے حق کو واضح فرمائے یا اس کی زبان سے۔''

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''میں چالیس سال سے ہر نماز کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے لئے دعا مانگتا ہوں۔''

حضرت سیِّدُنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت سیِّدُنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان پانچ خصائل سے آراستہ تھے۔ چنانچہ،

جب پوچھا گیا کہ طلب علم کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا فرماتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''بہت اچھا ہے لیکن دیکھو جو صبح سے شام تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑے تم بھی اس کے ساتھ رہو۔''

حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے چالیس مسائل پوچھے گئے تو آپ نے بتیس مسائل کے بارے میں فرمایا: '' مجھے معلوم نہیں۔''

الغرض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زُہد وتقویٰ محتاج بیاں نہیں۔

حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نصف رات عبادت میں گزارتے تھے، ایک بار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ راستے سے گزر رہے تھے کسی شخص نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ وہ شخص ہے جو تمام رات عبادت میں گزارتا ہے۔'' اس کے بعد سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری رات عبادت میں گزارنا شروع کر دی اور فرماتے کہ ''مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میری اس بات پر تعریف کی جائے جو مجھ میں نہیں۔''

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل اور حضرت سیِّدُنا امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما:

ان دونوں آئمہ کرام کا زہد وتقویٰ بھی محتاج بیاں نہیں اور عنقریب اس کتاب میں ایسی حکایات آئیں گی جو ان کے زہد وتقویٰ پر دلالت کرتی ہیں۔

اب ان سب حضرات کی پیروی کا دعویٰ کرنے والوں کو دیکھو! کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔

مذموم علوم کا بیان:

مذموم علوم (یعنی جن کی مذمت کی گئی ہے) سے میری مراد علم سحر، علم طلسم، ستاروں اور فلسفہ وغیرہ کا علم ہے، طلسم اور جادو کا علم

شدید نقصان کا باعث ہے۔ رہا علم نجوم تو اس کی ممانعت حدیثِ پاک سے ثابت ہے۔ چنانچہ،

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان نصیحت بنیاد ہے: ''اِذَا ذُکِرَتِ النُّجُومُ فَاَمْسِکُوْا ترجمہ: جب ستاروں کے بارے میں گفتگو ہو تو خاموش رہو۔''

(المعجم الکبیر ،الحدیث۱۰۴۴۸،ج۱۰،ص۱۹۸)

اس حدیثِ پاک میں ہمیں علم نجوم کے ذکر پر خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ انسان اسباب پر انحصار کرنے میں دلچسپی لیتا ہے خواہ وہ اسباب ظاہری ہوں یا خیالی اور شاید اسی وجہ سے وہ حقیقی مسبب الاسباب یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہوجاتا ہے۔

اور علم فلسفہ خلاف شرع امور کی طرف لے جاتا ہے اس لئے ناپسندیدہ ہے اور علم حساب کی مخالفت اور اس کا انکار ممکن نہیں لیکن صرف اسی میں مشغول ہونا اپنے اصل مقصد سے ہٹ جانا ہے اس لئے اسے بقدرِ حاجت ہی سیکھا جائے اور علم طبیعیات کو بھی بقدرِ ضرورت سیکھا جائے اور علم نجوم کو سمتوں کے تعین اور سمتِ قبلہ جاننے کے لئے سیکھا جائے۔ (وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

اُستاذ اور شاگرد کے آداب کا بیان

شاگرد کے آداب:

طالب علم کے لئے آداب وفرائض تو بہت ہیں لیکن انہیں سات اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلا ادب: سب سے پہلے اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کرے۔ چنانچہ،

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ ترجمہ: دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔''

(المجروحین لابی حاتم محمد بن حبان البستی ،باب النون ،الرقم۱۱۱۹،نعیم بن مورع ،ج۲،ص۴۰۱،روایت بالمعنیٰ)

شرحِ حدیث:

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ) ''یہاں طہارت سے مراد صرف کپڑوں کا صاف ہونا ہی نہیں بلکہ دل کی صفائی بھی مراد ہے اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلیل ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (پ۱۰،التوبہ:۲۸)　ترجمۂ کنزالایمان: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اس آیتِ مقدّسہ سے ظاہر ہوا کہ نجاست صرف کپڑوں کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ جب تک باطن خبائث سے پاک نہ ہو اس وقت تک علمِ نافع حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی علم کے نور سے انسان روشنی پاسکتا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''علم کثرتِ روایات کا نام نہیں بلکہ یہ ایسا نور ہے جو دلوں میں ڈالا جاتا ہے۔

بعض محققین نے فرمایا: ''ہم نے غیر خدا کے لئے علم سیکھا لیکن علم نے غیر خدا کے لئے حاصل ہونے سے انکار کردیا، یعنی علم نے ہم سے کنارہ کشی کی اور ہمارے لئے حقیقت واضح نہ ہوئی اور ہم نے اس کے الفاظ اور باتیں حاصل کیں۔

دوسرا اَدب: دنیاوی معاملات میں اپنی مشغولیت کم کرے اور اپنے وطن سے دور رہے تاکہ تحصیلِ علم کے لئے اس کا دل فارغ ہوسکے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی بندے کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اسی لئے کہا گیا ہے: ''علم تجھے اپنا بعض حصہ بھی نہیں دے گا جب تک کہ تو اسے اپنا سب کچھ نہ دے دے۔''

تیسرا اَدب: طالب علم اپنے علم پر تکبر نہ کرے اور نہ اپنے استاد پر حکم چلائے بلکہ اپنی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے جیسے قریب المرگ مریض دوا کے معاملہ میں اپنا اختیار طبیب کو دے دیتا ہے اسے چاہئے کہ وہ ہمیشہ استاد کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہے جیسا کہ مروی ہے کہ،

حضرت سیِّدُ نا زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ کے سوار ہونے کے لئے آپ کا خچر قریب لایا گیا تو حضرت سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما آگے بڑھے اور اس کی رکاب پکڑ لی حضرت سیِّدُ نا زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''اے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے چچازاد بھائی! اسے چھوڑ دیں۔'' حضرت سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: ''ہمیں علماء واکابرین کے ساتھ اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' حضرت سیِّدُ نا زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا: ''ہمیں اپنے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اہل بیت سے اسی طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

مروی ہے کہ **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''**لَیْسَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ اِلَّا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ** ترجمہ: مؤمن کے اخلاق میں سے خوشامد کرنا نہیں مگر علم حاصل کرنے کے لئے خوشامد کرسکتا ہے۔'' (شعب الایمان للبیهقی، باب فی حفظ اللسان، الحدیث ٤٨٦٣، ج٤، ص٢٢٤)

ایک شاعر نے کہا ہے:

اَلْعِلْمُ حَرْبٌ لِلْفَتَی الْمُتَعَالِیْ   کَالسَّیْلِ حَرْبٌ لِلْمَکَانِ الْعَالِیْ

ترجمہ: علم کو اس نوجوان سے عداوت ہے جو تکبر کرتا ہے جس طرح سیلاب کو بلند مکان سے دشمنی ہوتی ہے۔

چوتھا اَدب: طالب علم لوگوں کے اختلاف میں غور وخوض کرنے سے احتراز کرے کیونکہ یہ بات اس کی عقل وذہن کو حیران و

ششدر کردے گی اس لئے کہ ابتداء میں دل اس بات کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جو اس کو بتائی جائے خصوصاً بے کار کاموں پر جو سستی و کاہلی کا سبب بنتے ہیں اس لئے ابتدائی طالب علم کو منتہی (زیادہ علم والے) کے افعال کی اقتداء کرنا درست نہیں حتی کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''جس نے ہمیں ابتداء میں دیکھا وہ دوست بن گیا اور جس نے ہمیں انتہاء میں دیکھا وہ زندیق ہوگیا۔'' کیونکہ آخر میں اس طرح کے لوگوں کے اعضاء فرائض کے علاوہ دیگر حرکات (یعنی اعمال) سے خاموش ہوجاتے ہیں اور وہ نوافل کی بجائے سیر قلوب کرتے ہیں اور ہمیشہ عالم شہود میں ہوتے ہیں اور غافل یہ سمجھتا ہے کہ یہ ان کی سستی و کاہلی ہے۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط (پ ۲۰، النمل: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال۔

پانچواں اَدب: طالب علم پسندیدہ علم کے فنون میں سے کوئی فن نہ چھوڑے بلکہ اس میں اس قدر غور کرے کہ وہ مقصود سے آگاہ ہوجائے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اس میں مہارت حاصل کرے ورنہ اس سے زیادہ اہم میں مشغول ہوجائے اور اہم علم کو اختیار کرنا تمام علوم پر مطّلع ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

چھٹا اَدب: طالب علم کو چاہئے کہ وہ اہم علم کی طرف مشغول ہو اور وہ علم آخرت ہے یعنی علم معاملہ اور علم مکاشفہ۔ علم معاملہ کی انتہاء علم مکاشفہ ہے جبکہ علم مکاشفہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے اور یہ وہ نور ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے کے دل میں ڈالتا ہے جس نے عبادت و مجاہدہ کے ذریعے اپنے باطن کو آلائشوں سے پاک کرلیا ہو اور اس نور کی انتہا امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رتبۂ ایمان پر ہوتی ہے اور ان کے ایمان کے بارے میں خود حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَهْلِ الْاَرْضِ بِاِيْمَانِ اَبِيْ بَكْرٍ لَرَجَحَ ترجمہ: اگر تمام اہل زمین کا ایمان ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ان کا ایمان بھاری ہو۔''

(شعب الایمان للبیهقی، باب القول فی زیادۃ الایمان ...... الخ، الحدیث ۳۶، ج ۱، ص ۶۹)

اور یہ فوقیت اس باطنی راز کے باعث تھی جو آپ کے سینے میں پختہ ہوگیا تھا نہ کہ دلائل و براہین کی ترتیب کی وجہ سے اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو رسول کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس قسم کے ارشادات سنتے ہیں پھر انہیں صوفیاء کے کلام کی طرح معمولی سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ صوفیاء کی بیہودہ باتیں ہیں پس انسان کو چاہئے کہ یہاں غور و فکر کرے کیونکہ اسی مقام پر اصل سرمایہ ضائع ہوجاتا ہے تو تجھے اس راز کے جاننے کا حریص ہونا چاہئے جو فقہاء و متکلمین کی طاقت سے باہر ہے تجھے اس وقت

تک اس کی راہ نہیں مل سکتی جب تک تو اس کی طلب میں حریص نہ ہو۔

بہترین علم:

جاننا چاہئے کہ بہترین علم وہ ہے جس کا مقصد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کرنا ہو اور یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں اور اس میں سب سے اعلیٰ درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے پھر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اور اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

منقول ہے کہ پہلے کے دو دانا شخصوں کے پاس دو ایسی تحریریں پائی گئیں جن میں سے ایک یہ تھی: ''اگر تم مکمل طور پر نیکی کرلو تو یہ گمان نہ کرو کہ تم نے کچھ نیکی کی ہے جب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل نہ ہو اور تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ وہی مسبِّب الاسباب اور تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے۔'' اور دوسری میں یہ لکھا ہوا تھا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہونے سے پہلے میں پانی پیتا تھا مگر پھر بھی پیاسا رہتا تھا لیکن جب مجھے اس کی معرفت حاصل ہوگئی تو میں کوئی چیز پیئے بغیر بھی سیراب رہتا ہوں۔''

ساتواں اَدب: طالب علم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے باطن کو ان چیزوں سے آراستہ کرے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور مقربین میں سے ملاءِ اعلیٰ (یعنی عالمِ ارواح) کے قریب لے جاتی ہوں اور اپنے علم و فضل سے حکومت، مال اور مرتبہ کی خواہش نہ کرے۔

استاذ کے آداب:

استاذ کی خوبیوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا وہ ایسا شخص ہے جسے ملکوت سماوی میں عظیم کہا جاتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس سوئی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کے لباس تو سیتی ہے مگر خود ننگی رہتی ہے یا اس چراغ کی بتی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جَل جاتی ہے۔ جیسے کہا گیا ہے:

صِرْتُ كَأَنِّيْ ذُبَالَةٌ نُصِبَتْ تَضِيْءُ لِلنَّاسِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ

ترجمہ: میں چراغ میں لگائی ہوئی بتی کی طرح ہوگیا جو لوگوں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جل جاتی ہے۔

تعلیم دینے میں مشغول ہونے والا بہت بھاری ذمہ داری اٹھاتا ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ اس کے آداب و شرائط کو یاد رکھے۔

پہلا ادب: طلباء پر شفقت کرے اور انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ چنانچہ،

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لئے اس طرح ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔''

(سنن ابن ماجة ،ابواب الطهارة ، باب الاستنجاء بالحجارة ......الخ ،الحديث٣١٣،ص٢٤٩٦)

حقیقت میں استاذ ہی باپ ہوتا ہے کیونکہ باپ فانی زندگی کا اور استاذ ابدی زندگی کا سبب بنتا ہے چنانچہ اس کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے۔

جب تک رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ پیشِ نظر نہ ہو تو دنیاوی مقاصد کے لئے علم سکھانا ہلاک ہونا اور ہلاک کرنا ہے پس ایک استاد کے طلباء کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں کیونکہ علماء اور آخرت کے طالب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ کے مسافر ہیں اور دنیا سے گزر کر اسی کی طرف جانے والے ہیں زندگی کے ماہ وسال راستے کی منزلیں ہیں اور جو مسافر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف سفر کرتے ہیں ان کے درمیان باہمی رفاقت ایک دوسرے سے محبت اور دوستی کا سبب بنتی ہے تو جو سفر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور فردوسِ اعلیٰ (یعنی جنت) کی طرف ہو اور اس میں تنگی بھی نہ ہو تو محبت کیسے نہ ہوگی پس انہیں چاہیے کہ وہ مقابلہ بازی اور جنگ و جدل سے دُور رہیں۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (پ۲۶، الحجرٰت:۱۰)　ترجمۂ کنز الایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

دوسرا اَدب: استاذ کو چاہیے کہ وہ حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی اقتدا کرے اور علم سکھانے پر اجرت طلب نہ کرے۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (پ۲۹، الدھر:۹)　ترجمۂ کنز الایمان: تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

استاذ کا شاگردوں کو علم سکھانا اگرچہ اس کا ان پر احسان ہے مگر شاگردوں کا بھی استاذ پر احسان ہے کیونکہ وہ طالب علموں کے دلوں میں علم و ایمان کو پختہ کرنے کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرتا ہے۔

تیسرا اَدب: استاذ کو چاہیے کہ نصیحت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے جیسے طالب علم کا اپنے حق سے پہلے رتبے کو حاصل کرنے کی خواہش کرنا اور ظاہری علوم حاصل کرنے سے پہلے پوشیدہ علوم میں غور و خوض کرنا، تو استاذ ایسی باتوں سے منع کرے۔

چوتھا اَدب: استاذ کو چاہیے کہ وہ طالب علم کو حتی الامکان اشاروں کنایوں سے نصیحت کرے اور اسے برے اخلاق سے روکے واضح الفاظ میں نہ کہے کیونکہ واضح الفاظ سے روکنا ہیبت کو ختم کر دیتا ہے نیز استاذ کو پہلے خود صاحبِ استقامت ہونا چاہیے پھر طالب علم سے استقامت کا مطالبہ کرے ورنہ نصیحت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ افعال کی پیروی اقوال کی پیروی سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔

علم کی آفات کا بیان

علماءِ آخرت اور علماءِ دنیا کی علامات:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَایَنْفَعُهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهِ ترجمہ: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے **اللہ** عزَّوَجلَّ نے اس کے علم سے نفع نہیں دیا۔

(شعب الایمان ،باب فی بر الوالدین ،فصل فی عقوق الوالدین ،الحدیث۷۸۸۸،ج۶،ص۱۹۷،بتغیرٍ)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنِ ازْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ یَزْدَدْ هُدًی لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا. ترجمہ: جس شخص کے پاس علم زیادہ ہو اور ہدایت زیادہ نہ ہو وہ **اللہ** عزَّوَجلَّ سے دور ہو جاتا ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب المیم ،الحدیث۶۲۹۸،ج۲،ص۳۰۳) ولم یزدد هدیً:بدله:فلم یزدد فی الدنیا زهداً)

جان لو! عالم کا علم میں مشغول ہونا اس کی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے پھر یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا خلیل بن احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''لوگ چار قسم کے ہیں (۱) وہ شخص جو علم رکھتا ہے اور اسے معلوم بھی ہے کہ اس کے پاس علم ہے تو یہ عالم ہے اس کی پیروی کرو۔ (۲) وہ شخص جو علم رکھتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ اس کے پاس علم ہے یہ شخص سویا ہوا ہے اس کو جگا دو۔ (۳) وہ شخص جو علم نہیں رکھتا اور اس کا خیال بھی یہی ہے کہ وہ علم نہیں رکھتا یہ ہدایت کا طالب ہے اس کی رہنمائی کرو۔ اور (۴) وہ شخص جو علم نہیں رکھتا اور اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے پاس علم نہیں ہے ایسا شخص جاہل ہے اسے چھوڑ دو۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ اس کا جواب دے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔''

اللہ عزَّوَجلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پ۹ ،الاعراف:۱۷۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا۔

علماءِ آخرت وہ ہیں جو اپنے دین کے بدلے میں دنیا نہیں کماتے اور نہ ہی دنیا کے بدلے میں آخرت کا سودا کرتے

ہیں کیونکہ وہ آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت سے آشنا ہوتے ہیں اور جو دنیا کو آخرت کی ضد اور اس کے نقصانات کو نہیں جانتا وہ حقیقی عالم نہیں اور جو اس بات کا انکار کرتا ہے تو اس نے قرآن وحدیث اور تمام آسمانی کتابوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے فرمان کا انکار کیا اور جو اس کا علم ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتا وہ شیطان کا قیدی ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اسے خواہش نفس نے ہلاک کر دیا اور اس کی بدبختی اس پر غالب آ گئی اس لئے جو ایسے شخص کی پیروی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا تو اس درجے کا شخص علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہوگا۔

حضرت سیِّدُنا داوٗد علیٰ نبیناوعلیہ الصلوٰۃو السلام کی مناجات میں ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''جو عالم اپنی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے میں اسے کم از کم یہ سزا دیتا ہوں کہ اسے اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں، اے داوٗد علیہ السلام مجھ سے ایسے عالم کے بارے میں سوال نہ کرنا جسے دنیا نے نشے میں ڈال دیا پس وہ تجھے میری محبت کے راستے سے روک دے گا اور یہ لوگ میرے بندوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، اے داوٗد علیہ السلام! جو آدمی کسی بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آتا ہے میں اسے دانا لکھ دیتا ہوں اور جسے میں دانا لکھ دوں اسے کبھی بھی عذاب نہیں دوں گا۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''علماء کی سزا دل کی موت ہے اور دل کی موت اُخرَوِی عمل کے ذریعے دنیا کو طلب کرنا ہے۔''

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت کرتا دیکھو تو سمجھ لو کہ تمہارے دین میں وہ تہمت زدہ ہے کیونکہ ہر محبت کرنے والا اسی محبت میں مشغول رہتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علماء دنیا سے فرماتے: ''اے علماء! تمہارے محلات قیصر کے محلات کی طرح اور تمہارے گھر کسریٰ کے گھر جیسے ہیں صرف تمہارے کپڑے (ظاہراً) پاک ہیں اور تمہارے موزے جالوت کے موزوں کی طرح ہیں، تمہاری سواریاں قارونی، برتن فرعونی اور محافلِ سوگ دورِ جاہلیت جیسی ہیں اور تمہارے طور طریقے شیطانی ہیں، شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہاں ہے؟'' شاعر کہتا ہے:

وَرَاعِی الشَّاةِ یَحْمِی الذِّئْبَ عَنْهَا   فَكَیْفَ إِذَا الرُّعَاةُ لَهَا ذِئَابُ

ترجمہ: بکریاں چرانے والا ان کو بھیڑیئے سے بچاتا ہے مگر اس وقت کیا کریں جب چرواہے ہی بھیڑیئے بن جائیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

یَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ یَا مِلْحَ الْبَلَدِ   مَا یُصْلِحُ الْمِلْحَ إِذَا الْمِلْحُ فَسَدَ

ترجمہ: اے علماء کے گروہ! اے شہر کے نمک! جب خود نمک ہی خراب ہو جائے تو وہ کسی کو کیسے درست کر سکتا ہے۔

جان لو! دین دار عالم کے زیادہ لائق یہ بات ہے کہ وہ اپنے کھانے، لباس، رہائش اور اپنی دنیوی زندگی سے متعلق تمام چیزوں میں میانہ روی اختیار کرے۔ آسودگی اور عیش وعشرت کی طرف توجہ نہ دے اور نہ اس میں مبالغہ کرے اگرچہ دنیا سے زہد اختیار کرنے میں مبالغہ نہ کرے اور علماء کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو حکمرانوں اور دنیاداروں کے پاس جانے سے بچیں تاکہ ان کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں۔

عقل اور اس کے شرف کا بیان:

عقل علم کا منبع ہے اس کی فضیلت کے متعلق سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔'' پھر اس سے فرمایا: ''آگے بڑھ۔'' وہ آگے بڑھی پھر فرمایا: ''پیچھے ہٹ۔'' وہ پیچھے ہٹی پھر فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے بڑھ کر معزز ہو میں تیرے سبب پکڑ کروں گا، تیری وجہ سے عطا کروں گا، تیرے سبب ثواب دوں گا اور تیری وجہ سے عذاب دوں گا۔'' (حیلة الاولیاء، سفیان بن عیینة، الحدیث ۱۰۸۹۴، ج۷، ص۳۷۲، بتغیرٍ قلیلٍ)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا: ''سرداری کس چیز میں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ''عقل میں۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب السین، الحدیث ۳۲۳۴، ج۱، ص۴۳۳)

عقل کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی طبیعت ہے جس کے سبب معلوماتِ نظریہ کا ادراک ہوتا ہے گویا یہ ایسا نور ہے جو دل پر ڈالا جاتا ہے اور جس کے ذریعے سے چیزوں کو جاننے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے عقل میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ (وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

باب2:

عقائد کا بیان

اس میں کئی فصول ہیں:

اہلسنت وجماعت کے عقائد کا بیان

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات مقدسہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی مثل نہیں، بے نیاز ہے اس کا کوئی مقابل نہیں، تنہا ہے اس کی کوئی نظیر نہیں، قدیم ہے اس سے پہلے کوئی نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اس کی ابتداء نہیں، اس کا وجود ہمیشہ رہے گا جس کی انتہاء نہیں، ابدی ہے اس کی نہایت نہیں، قائم ہے اس کے لئے اختتام نہیں، ہمیشہ کے لئے ہے اس کے لئے ٹوٹنا نہیں، وہ ہمیشہ صفاتِ جلالیہ سے متصف ہے اور رہے گا، مدتوں اور زمانوں کے گزر جانے سے اس کے لئے ختم ہونا اور جدا ہونا نہیں بلکہ وہی اوّل وآخر ہے، وہی ظاہر وباطن ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر عیب سے پاک ہے:

وہ نہ جسم صوری ہے نہ جوہر ہے جو کسی حد اور مقدار میں آسکے وہ جسموں کی مثل نہیں نہ اندازہ کرنے میں اور نہ تقسیم قبول کرنے میں، نہ وہ جوہر ہے نہ اس میں کوئی جوہر آسکتا ہے، نہ وہ عرض ہے اور نہ اس میں اعراض داخل ہوسکتے ہیں بلکہ وہ کسی موجود کی مثل نہیں اور نہ کوئی موجود اس کی مثل ہے نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے اور نہ وہ کسی چیز کی مثل ہے نہ ہی وہ مقدار میں آتا ہے نہ کنارے اس کا احاطہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی وہ جہات کے احاطہ میں آتا ہے، زمین وآسماں اس کو گھیر نہیں سکتے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے اور اس طریقہ پر جو اس کی مراد ہے وہ ایسا استواء ہے جو چھونے، قرار پکڑنے، ٹھہرنے، داخل ہونے اور منتقل ہونے سے پاک ہے۔ عرش اُسے نہیں اٹھاتا بلکہ عرش اور اس کو اٹھانے والے اس کی قدرت سے قائم ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، وہ عرش وآسمان اور تحت الثریٰ کی حدوں سے بالاتر ہے، اور یہ بالاتر ہونا ایسا نہیں جس کی وجہ سے وہ عرش وآسمان کے قریب اور زمین وتحت الثریٰ سے دور ہو بلکہ وہ عرش کے درجات سے بالا ہے جیسے وہ تحت الثریٰ کے درجات سے بالا ہے، اس کے باوجود وہ ہر چیز کے قریب ہے، وہ بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں جیسے اس کی ذات اجسام کی ذات کی مثل نہیں اور وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے، وہ اس بات سے بلند ہے کہ کوئی مکان اس کا احاطہ کرے جس

طرح وہ زمانے کے دائرے میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ وہ تو زمان ومکان کی تخلیق سے پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی پہلے کی طرح موجود ہے اور رہے گا۔ وہ اپنی صفات کے ساتھ مخلوق سے ممتاز ہے۔ اس کی ذات میں کوئی دوسرا نہیں اور وہ کسی دوسری ذات میں نہیں۔ وہ تبدیلی اور انتقال سے پاک ہے۔ حوادث وعوارض اس پر وارد نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ بزرگی کے ساتھ متصف اور زوال سے منزہ رہتا ہے۔ وہ اپنی صفات کمالیہ میں مزید کمال حاصل کرنے سے بے نیاز ہے۔ اس کی ذات عقل کے اعتبار سے معلوم وموجود ہے جنت میں نیک لوگ اس کے فضل وکرم اور مہربانی سے آنکھوں کے ساتھ اس کی زیارت کریں گے اور اس کے جمال اقدس کو آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے اس کی نعمتوں کی تکمیل ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حیات وقدرت:

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ زندہ وقادر ہے، جبار وغالب ہے، اسے کوئی عاجزی وکوتاہی لاحق نہیں ہوتی۔ نہ اسے اونگھ ونیند آتی ہے نہ اس پر فنا وموت طاری ہوتی ہے۔ وہ بادشاہی وملکوت کا مالک اور عزت وجبروت والا ہے، اسی کے لئے حکومت وغلبہ ہے، پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ تمام آسمان اسی کے قابو میں ہیں وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں یکتا ہے۔ کسی چیز کو ابتداءً وجود دینے اور کسی نمونہ کے بغیر پیدا کرنے میں وہ یکتا ہے۔ اس نے مخلوق اور ان کے اعمال کو پیدا کیا اور ان کے رزق اور موت کا تعین کیا۔ نہ اس کی مقدورات کا شمار ہے نہ ہی معلومات کی انتہا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم:

وہ تمام معلومات کا عالم ہے، زمین کی تہہ سے لے کر آسمانوں کی بلندی تک جو کچھ جاری ہے سب کو گھیرنے والا ہے۔ اس کے علم سے زمین وآسمان کا کوئی ذرہ باہر نہیں بلکہ سخت اندھیری رات میں سیاہ چٹان پر چلنے والی چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی جانتا ہے اور وہ فضاء میں ایک ذرے کی حرکت کو بھی جانتا ہے۔ پوشیدہ امور، دلوں کے وسوسوں، خطرات اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے اسکا علم قدیم وازلی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس علم کے ساتھ متصف ہے۔ اس کا علم نیا نہیں اور نہ ہی وہ اس کی ذات میں آنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ:

بے شک وہ کائنات کا ارادہ فرمانے والا اور نئے پیدا ہونے والے امور کی تدبیر فرمانے والا ہے اس کی بادشاہی وملکوت میں تھوڑی یا زیادہ، چھوٹی یا بڑی، بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان، ایمان یا کفر، عرفان یا انکار، کامیابی یا ناکامی، اطاعت یا نافرمانی ہر چیز اسی کے فیصلے اور قدرت اور اسی کی حکمت ومشیَّت سے واقع ہوتی ہے۔ پلک کا جھپکنا اور دل کا خیال اس کی مشیَّت سے باہر

نہیں نکل سکتا وہ جس چیز کو چاہتا ہے ہوجاتی ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ وہی ابتداءً پیدا کرنے والا اور دوبارہ (یعنی قربِ قیامت میں) لوٹانے والا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے فیصلے کو کوئی پیچھے نہیں کرسکتا۔ بندے کے لئے اس کی توفیق و رحمت کے بغیر اس کی نافرمانی سے بچنا ممکن نہیں۔ اس کی اطاعت کی قوت بھی اسی کی محبت و ارادہ سے حاصل ہوتی ہے اگر تمام انسان، جن، فرشتے اور شیطان دنیا میں کسی ذرہ کو حرکت دینے پر اتفاق کرلیں یا اسے ٹھہرا دیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ارادہ و مشیّت کے بغیر وہ اس سے عاجز رہ جائیں گے اس کا ارادہ دیگر صفات کے ساتھ اس کی ذات میں قائم ہے۔ وہ ہمیشہ سے اس سے موصوف ہے۔ اس نے اَزَل میں اشیاء کے وجود کا ان کے اوقات پر ظہور کا ارادہ فرمایا چنانچہ ہر چیز اس کے ازلی ارادہ کے مطابق بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اپنے وقت پر ظاہر ہوئی۔ اس نے امور کی تدبیر سوچ بچار اور وقت کی تاخیر کے بغیر فرمائی اس لئے اسے کوئی ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سماعت و بصارت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ سمیع و بصیر ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کی سماعت سے کوئی سنی جانے والی چیز اگرچہ وہ پوشیدہ ہو باہر نہیں اور باریک سے باریک چیز بھی اس کی بصارت سے غائب نہیں۔ اس کی سماعت میں دوری اور اندھیرا رکاوٹ نہیں، وہ آنکھوں کی پتلیوں اور پلکوں کے بغیر دیکھتا ہے اور کانوں اور ان کے سوراخ کے بغیر سنتا ہے جیسے وہ دل کے بغیر جانتا، کسی عضو کے بغیر پکڑتا اور کسی آلہ کے بغیر پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کی صفات مخلوق کی صفات جیسی نہیں جیسے اس کی ذات مخلوق کی ذات کی طرح نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام:

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اَزَلی و قدیم کلام کے ساتھ کلام فرمانے والا، حکم دینے والا، منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعید بتانے والا ہے اور اس کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں وہ ایسی آواز نہیں جو ہوا کے کھینچنے یا اجسام کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور نہ ایسے حروف کے ساتھ جو ہونٹوں کے بند ہونے یا زبان کے حرکت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

بے شک قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں قرآن مجید زبانوں سے تلاوت کیا جاتا، مصاحف میں لکھا جاتا اور دلوں میں محفوظ ہوتا ہے اس کے باوجود یہ کلام قدیم ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، دلوں اور اوراق کی طرف منتقل ہونے کے باوجود اس کی ذات سے جدا نہیں ہوا حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام آواز اور حرف کے بغیر سنا جس طرح نیک لوگ (بروزِ قیامت) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زیارت یوں کریں گے کہ نہ تو وہ جوہر ہوگا (یعنی جو خود قائم ہو) نہ عرض (یعنی جو دوسری چیز کے ساتھ قائم ہو)۔

جب وہ ان صفات سے متصف ہے تو وہ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کے ساتھ زندہ، عالم، قادر، ارادہ کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے محض ذات کی وجہ سے نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے افعال:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا جو کچھ موجود ہے وہ اس کے فعل سے پیدا ہوا اور اس کے عدل کا فیضان ہے کہ وہ نہایت اچھے طریقے پر حد درجہ کامل وتمام اور نہایت درست پیدا ہوا، وہ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے فیصلوں میں انصاف کرنے والا ہے لیکن اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بندے کے دوسرے کی مِلک میں تصرف کرنے سے ظلم کا تصور بھی ہوسکتا ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں ظلم کا تصور نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا تصرف ظلم بن جائے اس کے سوا جو کچھ ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن، فرشتہ ہو یا شیطان، زمین ہو یا آسمان، حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات، جوہر ہو یا عرض، اس چیز کا ادراک ہوتا ہو یا وہ محسوسات میں سے ہو اور ہر حادث چیز کو وہ اپنی قدرت سے عدم سے وجود میں لایا ہے اس کے بعد کہ وہ کچھ نہ تھا اسے پیدا کیا ازل سے صرف اور صرف وہی ذات تھی اس کے ساتھ دوسرا نہ تھا پس اس نے اپنی قدرت کے اظہار اور اپنے سابقہ ارادے کو ثابت کرنے کے لئے مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اَزَل میں اس کی بات ہو چکی تھی نہ اس لئے کہ وہ اس مخلوق کا محتاج وضرورت مند تھا۔ اس نے مخلوق کو پیدا کرکے اور مکلّف بنا کر احسان فرمایا یہ عمل اس پر لازم نہ تھا اس نے انعامات واصلاح سے نوازا لیکن یہ بات اس پر لازم نہ تھی اگر وہ اپنے بندوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرتا تو اس کی طرف سے عدل ہوتا ہے اور بندوں کو اطاعت پر جو ثواب عطا فرماتا ہے وہ محض اس کے کرم سے ہے نہ کہ وہ اس پر لازم ہے اس نے اپنا حق عبادات کی صورت میں انبیاء کرام علیھم السلام کی مبارک زبانوں سے لازم کیا محض عقل کی وجہ سے نہیں۔ اس نے رسولوں کو بھیجا اور واضح معجزات کے ذریعے ان کی سچائی کو ظاہر کیا۔ انہوں نے اس کے امر و نہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں تک پہنچایا پس جو کچھ انبیاء کرام علیھم السلام لائے لوگوں پر اس کی تصدیق واجب ہے۔

کلمہ شہادت کے دوسرے حصّے رسالت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اُمّی، ہادی، قریشی رسول حضرت سیّدُ نا محمد مصطفٰی، احمد مجتبٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو اپنی رسالت عطا فرما کر تمام عرب وعجم اور جن وانس کی طرف بھیجا پس آپ کی شریعت کے ذریعے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا سوائے ان باتوں کے جنہیں باقی رکھا گیا اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو تمام انبیاء کرام علیھم السلام پر فضیلت بخشی اور آپ کو تمام انسانوں کا سردار بنایا اور توحید یعنی لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی گواہی کو اس وقت تک قبول نہ فرمایا جب تک اس کے ساتھ شہادت رسالت یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ ملا ہوا نہ ہو اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دُنیوی واُخروی امور کے بارے میں جو کچھ بتایا ان سب کی تصدیق مخلوق پر لازم فرمائی۔

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک وہ ان باتوں پر ایمان نہ لائے جو نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے موت کے بعد کے حالات کے متعلق ارشاد فرمائیں؛ ان میں سے پہلی بات منکر نکیر کے سوالات ہیں، وہ دونوں فرشتے انتہائی مہیب وخوفناک ہیں، وہ بندے کو قبر میں سیدھا کر کے بیٹھا دیتے ہیں اور بندہ اس وقت روح وجسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اس سے توحید و رسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ دونوں قبر کی آزمائش ہیں اور ان کے سوالات موت کے بعد پیش آنے والی پہلی آزمائش ہے۔

بندے کو عذاب قبر پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ وہ حق ہے اور روح وجسم پر اس کی منشاء کے مطابق حکمت و عدل ہے۔

بعث بعد الموت پر ایمان لانا:

وہ مر کر زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لائے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو چکی ہوں گی زندہ فرمائے گا جیسا کہ پہلی مرتبہ انہیں پیدا کیا تھا اور روح کو جسم کی طرف لوٹائے گا جس طرح وہ موت سے پہلے دنیا میں تھا اور اسے صحیح وسالم انسان کی شکل دے گا اور میزان پر ایمان لائے جو دو ہتھیلیوں اور ایک زبان والا ہوگا اور وہ زمین وآسمان کے طبقات جتنا بڑا ہوگا **اللّٰـه** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت سے اس میں اعمال تولے جائیں گے اور باٹ (وزن کرنے کا آلہ) اس دن ذرے اور رائی کے دانے کے برابر ہوں گے تاکہ پورا پورا انصاف ہو نیکیوں کے درجات ہوں گے فضلِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے اسی قدر پلڑا بھاری ہوگا جبکہ برائیوں کے اعمال نامے ظلمت کے پلڑے میں رکھے جائیں گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عدل سے پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔

اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قیامت حق ہے اور پل صراط حق ہے، وہ ایسا پل ہے جو جہنم کی پشت پر رکھا گیا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، اس پر کفار کے پاؤں پھسل جائیں گے اور انہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا جبکہ مؤمنین ثابت قدم رہیں گے اور انہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

حوضِ کوثر پر ایمان لانا:

وہ اس حوضِ کوثر پر بھی ایمان لے آئے جس پر لوگ حاضر ہوں گے اور وہ ہمارے نبی حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰی، احمدِ مجتبٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا حوض ہے، مؤمنین جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور پل صراط پر سے گزرنے کے بعد اس سے پئیں گے جس نے اس سے ایک گھونٹ بھی پی لیا وہ اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہیں رہے گا، اس کی چوڑائی ایک مہینے کی مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے گرد پیالے رکھے ہوں گے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے اس میں دو پرنالے ہیں جو کوثر سے اس میں گرتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض......الخ، الحدیث ۵۹۷۱/۵۹۸۹/ ۵۹۹۰، ص ۱۰۸۴۔۱۰۸۵ بتغیرٍ قلیلٍ)

حساب وکتاب پر ایمان لانا:

بندے کا حساب وکتاب پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ حساب وکتاب، پوچھ گچھ اور درگزر کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف درجے ہوں گے اور اس بات پر ایمان لائے کہ کچھ لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ مقربین بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ ہوں گے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس نبی سے چاہے گا تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھے گا اور جس کافر سے چاہے گا رسولوں کو جھٹلانے پر اس کا مؤاخذہ فرمائے گا، بدعتی لوگوں سے سنت کے بارے میں اور مسلمانوں سے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔

اس بات کا اعتقاد رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ توحید پر ایمان لانے والے گنہگار مسلمانوں کو سزا کے بعد جہنم سے نکالے گا حتّٰی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے کوئی بھی موحِّد جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

شفاعت انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا:

اس بات پر ایمان لائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام شفاعت فرمائیں گے پھر علماء کرام پھر شہداء عظام پھر سب مؤمنین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنے مرتبہ ومقام کے اعتبار سے شفاعت کریں گے اور جو مؤمن کسی سفارش کرنے والے کے بغیر رہ جائے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل وکرم سے اسے جہنم سے نکالے گا پس جہنم میں کوئی مؤمن باقی نہیں رہے گا بلکہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ایمان لانا:

وہ صحابہ کرام کی فضیلت اور ان کی ترتیب پر بھی ایمان لائے وہ یہ کہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد سب سے افضل امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں پھر امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم ہیں

تمام صحابہ کرام کے بارے میں اچھا عقیدہ رکھے اور تمام صحابہ کرام کی اسی طرح تعریف کرے جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی تعریف کی ہے اور یہ تمام باتیں احادیث میں آئی ہیں اور آثار اس پر گواہ ہیں جو شخص یقین کے ساتھ ان باتوں پر اعتقاد رکھے وہ اہل حق اور اہل سنت میں سے ہے وہ گمراہ و بدعتی فرقے سے الگ ہے۔'' ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے کمال یقین اور دین میں ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔''

تدریجاً رہنمائی کرنے کی وجہ:

جان لو! بچہ فطری طور پر اپنی ابتدائی تربیت کے دوران بغیر کسی دلیل کے حق کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اس لئے چاہئے کہ اس کو اپنے عقائد سے واقفیت کرانی چاہئے تاکہ وہ اسے یاد کر لے، اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ اسے سمجھنے اور سینے میں اتارنے لگے گا پھر اسے ان عقائد کو دلائل سے ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر عقلمند کو چاہئے کہ وہ بقدرِ ضرورت ہی دلائل طلب کرے اور ضرورت یہ ہے کہ اسے کوئی شبہ لاحق ہو تو اس چیز کی تلاش میں مشغول ہو جس سے اس کا شبہ جاتا رہے۔ جہاں تک ابتداء علم کلام میں غور وفکر کا تعلق ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ناتجربہ کار شخص سمندر میں تیرنے کے لئے کود پڑے کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ شبہ کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے اعتقاد سلامت نہیں رہتا۔ ہاں! لوگوں میں سے کوئی ایسا ماہر شخص ہونا ضروری ہے جو ضرورت پڑنے پر بدعتیوں کا رد اور شبہات کا ازالہ کر سکے۔

اسلام کا معنی:

اسلام کا معنیٰ ہے ''اطاعت وتسلیم کرنا'' اور ایمان کا معنی ہے ''دل سے قبول کرنا'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دونوں کا ذکر اکٹھا فرمایا اور دونوں سے ایک ہی چیز مراد ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ پاک ہے:

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (پ ٢٧، الذّٰریٰت: ٣٥، ٣٦)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔

یعنی وہاں پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر تھا۔

ایک دوسرے مقام پر ان دونوں کا ذکر فرمایا اور دونوں سے الگ الگ معنی مراد لئے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (پ ٢٦، الحُجُرٰت: ١٤)

ترجمۂ کنز الایمان: گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔

یعنی تم نے اطاعت کا دم بھرا ہے مگر ابھی تک تمہارے سینے نہیں کھلے۔

باب3:

طہارت کے اسرار

نبیِ مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: **اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ**

ترجمہ:طہارت نصف ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء، الحدیث ۵۳۴، ص۷۱۸)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نظافت نشان ہے:**بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ** ترجمہ:دین کی بنیاد طہارت پر ہے۔''

(المجروحین لابی حاتم محمد بن حبان البستی، باب النون، الرقم۱۱۱۹۔نعیم بن مورع، ج۲،ص۴۰۱، روایۃ بالمعنی)

اورآپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:**مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ** ترجمہ:نماز کی کنجی طہارت ہے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فرض الوضوء، الحدیث ۶۱، ص۱۲۲۷)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْاط (پ۱۱،التوبۃ:۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان:اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔

طہارت کے چار مراتب ہیں:

(۱)اپنے ظاہر کواحداث (یعنی ناپاکیوں اورنجاستوں) سے پاک کرنا۔(۲)اعضاء کوجرائم اورگناہ سے پاک کرنا۔

(۳)اپنے دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا۔(۴)اپنے باطن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غیر سے پاک رکھنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اورصدیقین کی طہارت ہے۔

ہرمرتبہ میں طہارت اس عمل کانصف ہے جس میں وہ پائی جاتی ہے اور ہرمرتبہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اورتحلیہ (یعنی مزین کرنا) بھی پایاجاتا ہے تخلیہ عمل کانصف ہے کیونکہ اجرکاملنا اسی پرموقوف ہے اسی کی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان بھی اشارہ فرمارہا ہے۔ارشادفرمایا:

قُلِ اللّٰهُ لا **ثُمَّ ذَرْهُمْ** (پ۷،الانعام:۹۱) ترجمۂ کنزالایمان:اللہ کہو، پھرانہیں چھوڑ دو۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ''قُلِ اللّٰہ'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے دل کومزین کرنا ہے جبکہ (ثُمَّ ذَرْھُم) سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے دل کوخالی کرنا ہے اوراسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کرکے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اوراعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اوراطاعت سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔

احداث سے طہارت کا بیان:

یہ وضو، غسل اور تیمّم ہے اور ان سب سے پہلے استنجاء ہے اب ہم ان سب کا طریقہ آداب وسنتوں کے ساتھ بیان کریں گے لیکن ابتدا قضائے حاجت سے کریں گے کیونکہ وہ وضو کا سبب ہے۔

قضائے حاجت کے آداب:

انسان کو چاہئے کہ قضائے حاجت کے لئے صحراء یا کھلی جگہ میں لوگوں کی نظروں سے دور جائے اور اگر کوئی چیز میسر ہو تو اس کے ساتھ پردہ کرے اور بیٹھنے کی جگہ کے قریب ہونے سے قبل اپنا ستر ظاہر نہ کرے نیز قبلہ کی طرف چہرہ کرے نہ پیٹھ اور نہ ہی سورج اور چاند کی طرف رخ کرے لیکن اگر گھر میں ہو تو کر سکتا ہے اور گھر میں ہوتے ہوئے بھی قبلہ رخ ہونے یا پیٹھ کرنے سے بچنا مستحب ہے۔[1] ٹھہرے ہوئے پانی میں، پھل دار درختوں کے نیچے اور بلوں (یعنی سوراخوں) میں پیشاب نہ کرے۔ اسی طرح سخت جگہ اور ہوا کے رخ پر بھی پیشاب نہ کرے تاکہ اس کے چھینٹوں سے بچ سکے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالے اور کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے اور نہ ہی غسل خانہ میں پیشاب کرے کیونکہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے: ''عَامَّۃُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ ترجمہ: عام طور پر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی البول فی المستحم، الحدیث ۲۷، ص ۱۲۲٤)

---

[1] ہم احناف کے نزدیک: قبلے کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا مطلقاً منع ہے، چاہے میدان میں ہو یا بند کمرے میں۔ جیسا کہ **علامہ علاؤالدین حصکفی** علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ کی طرف منہ ہو نہ پیٹھ اور یہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو یا میدان میں اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف منہ یا پُشت کر کے بیٹھ گیا تو یاد آتے ہی فوراً رُخ بدل دے، اس میں امید ہے کہ فوراً اس کے لئے مغفرت فرما دی جائے۔''

(الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، مطلب فی الفرق بین الاستبراء......الخ، ج ۱، ص ۶۰۸)

اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ یا اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا نام نامی ہو اور نہ ہی ننگے سر اس میں داخل ہو۔ **بیت الخلاء** میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ،اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اَوْ مِنَ الْخَبِیْثِ الْمُخْبِثِ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور خبیث جنوں اور جنیوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں یا خبیث مردود شیطان سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء، الحدیث ۱۴۲، ص ۱۵)

اور نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ،وَاَبْقٰی فِیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ

ترجمہ: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ایذاء دینے والی چیز مجھ سے دور کی اور نفع دینے والی چیز کو مجھ میں باقی رکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الطہارات، باب ما یقول اذا خرج من المخرج، الحدیث ۶، ج ۱، ص ۱۲ بتغیرٍ)

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت اس سے باہر رہ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور بیٹھنے سے پہلے ڈھیلوں کو گن لے اور قضائے حاجت کی جگہ پانی سے استنجاء نہ کرے (یہ اس وقت ہے جب کسی زمین یا کھیتی وغیرہ میں قضائے حاجت کرے کیونکہ پانی سے نجاست پھیلنے کا خدشہ ہے) کھانس کر، تین مرتبہ جھاڑ کر اور عضوِ مخصوص کے نچلے حصے پر ہاتھ پھیر کر پیشاب نکلنے کا اطمینان کرے اس پر وسوسہ غالب آ جائے تو چاہیے کہ اپنی شلوار وغیرہ کی میانی پر پانی کے کچھ چھینٹے مارے۔[1] اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایسا ہی کیا (یعنی پانی کے چھینٹے مارے)۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الانتضاح، الحدیث ۱۶۷، ص ۱۲۳۴)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاستطابۃ، الحدیث ۶۰۷، ص ۷۲۳)

اور استنجاء تین پتھروں سے کرے اور مستحب یہ ہے کہ پتھر اور پانی کو جمع کرے (یعنی بعد میں پانی کا استعمال کرے) پتھر کا استعمال یوں کرے کہ اسے پچھلے مقام پر رکھ کر کھینچتا ہوا آگے کی طرف لے آئے اگر پیشاب گاہ کے گرد پھیرنے پر قادر ہو تو یہ بہتر

---

[1] امیر اہلسنت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری مدظلہ العالی اپنی کتاب ''نماز کے احکام'' میں وضو کے مستحبات بیان کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں: ''بعدِ وضو میانی (یعنی پاجامہ کا وہ حصہ جو پیشاب گاہ کے قریب ہوتا ہے) پر پانی چھڑکنا (پانی چھڑکتے وقت میانی کو کرتے کے دامن میں چھپائے رکھنا مناسب ہے نیز وضو کرتے وقت بھی بلکہ ہر وقت میانی کو کرتے کے دامن یا چادر وغیرہ کے ذریعہ چھپائے رکھنا حیا کے قریب ہے)۔'' (نماز کے احکام، وضو کا طریقہ، ص ۱۹)

ہے۔ڈھیلوں سے صفائی ضروری ہے جبکہ ان کی تعداد کا طاق ہونا مستحب ہے۔[1]

وضو کا طریقہ:

رسولِ اکرم،نورِ مجسم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو ہمیشہ اسی طرح دیکھا گیا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب بھی قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو وضو فرماتے (لیکن تعلیمِ امت کے لئے کبھی اس وقت وضو نہ بھی فرمایا)۔

شہنشاہِ خوش خِصال،پیکرِ حُسن وجمال،دافِعِ رنج ومَلال،صاحبِ جُود و نوال،رسولِ بے مثال،بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمان عالیشان ہے:''لَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُسْلِمٌ ترجمہ:مسلمان کے علاوہ کوئی وضو کی پابندی نہیں کرتا۔'' (سنن ابن ماجة ،ابواب الطهارة ،باب المحافظة علی الوضوء ،الحدیث ۲۷۷،ص۲۴۹۴)

وضو کی ابتداء مسواک سے کرنی چاہئے۔سرکارِ والا تَبار،بے کسوں کے مددگار،شفیعِ روزِ شُمار،دو عالَم کے مالک ومختار صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

صَلَاۃٌ عَلٰی اَثَرِ سِوَاکٍ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَّ سَبْعِیْنَ صَلَاۃً بِغَیْرِ سِوَاکٍ

ترجمہ:مسواک کرکے پڑھی جانے والی نماز بغیر مسواک کئے پڑھی جانے والی نماز سے پچھتر (۷۵) درجے افضل ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ،الرقم۱۷۹۹ـ مُسْلَمَةُ بْنُ عَلِيٍّ اَبُو سَعِيدٍ الْخُشَنِيُّ الشَّامِيُّ،ج۸،ص۱۷،بتغیرٍ)

پھر وضو کے لئے بیٹھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھے۔

تاجدارِ رِسالت،شہنشاہِ نُبوت،مَخزنِ جودوسخاوت،پیکرِ عظمت وشرافت،مَحبوبِ رَبُّ العزت،محسنِ انسانیت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان والاشان ہے:لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی ترجمہ:جوشخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو (کامل) نہیں۔''

(جامع الترمذی ،ابواب الطهارة ،باب ماجاء فی التسمیة عند الوضوء ،الحدیث ۲۵،ص۱۶۳۲،لم یسم اللہ:بدلہ:لم یذکر اسم اللہ)

---

[1] احناف کے نزدیک:پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کا استعمال کرنا مستحب ہے۔جیسا کہ فتاوی الہندیہ میں ہے:''پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کو اور جاڑوں میں پہلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین سنت نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہو جائے،تو اگر ایک سے صفائی ہوگئی سنت ادا ہوگئی اور اگر تین ڈھیلے لئے اور صفائی نہ ہوئی سنت ادا نہ ہوئی،البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں اور اگر ایک یا دو سے صفائی ہوگئی تو تین کی گنتی پوری کرے اور اگر چار سے صفائی ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہو جائیں۔''

(الفتاوی الهندیه،کتاب الطهارة،الباب السابع فی النجاسة واحکامها، الفصل الثالث،ج۱،ص۴۸)

پھر یہ دعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ، وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ. ترجمہ:اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! میں اُس کے آنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

پھر حدث کو دُور کرنے یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے اور نیت کو منہ دھونے تک باقی رکھے۔[1]

پھر اپنے دائیں ہاتھ میں ایک چلو پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے۔[2] اگر روزہ دار نہ ہو تو کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرے ورنہ روزہ میں آرام سے کرے۔ اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی قِرَاءَۃِ کِتَابِکَ وَ کَثْرَۃِ الذِّکْرِ لَکَ. ترجمہ:اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنے ذکر کی کثرت پر میری مدد فرما۔

پھر ناک صاف کرنے کے لئے چلو میں پانی لے اور ایک ہی چلو سے تین مرتبہ ناک صاف کرے۔[3] اور جو کچھ اس میں ہو اسے جھاڑ دے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ. ترجمہ:اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں جہنم کی بدبو اور برے گھر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

پھر چہرے کے لئے چلو میں پانی لے اور پیشانی کی سطح سے ٹھوڑی کے نیچے تک لمبائی میں اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چوڑائی میں دھوئے اور پیشانی کے دونوں کناروں پر بال جھڑنے کی جگہ تک کا دھونا واجب نہیں کیونکہ وہ سر کا حصّہ ہیں اور اس جگہ تک پانی پہنچانا واجب ہے جہاں سے عورتوں کے بال ہٹانے کی عادت ہوتی ہے۔ چار قسم کے بالوں کے اُگنے کی جگہ پر بھی پانی پہنچانا واجب ہے اور وہ مونچھیں، ابرو، پلکیں اور کان کے مقابل رخسار پر اُگنے والے بال ہیں۔ اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو داڑھی کی جلد پر پانی پہنچانا واجب ہے۔ نچلے ہونٹ کے نیچے کی جگہ کے بال کے پتلے اور گھنے ہونے میں داڑھی کے حکم میں ہے اور وہ لٹکی ہوئی داڑھی کے ظاہر پر پانی بہائے، آنکھ کے خانے میں اور سرمہ جمع ہونے کی جگہ میں انگلیاں داخل کرے اور ان کو صاف

---

[1]: شوافع کے نزدیک وضو میں نیت فرض ہے جبکہ احناف کے نزدیک سنت ہے۔ جیسا کہ **علامہ حسن بن عمار شرنبلالی** علیہ رحمۃ اللہ الوالی وضو کی سنتیں بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''وضو میں نیت کرنا سنت ہے۔'' (نور الایضاح، کتاب الطھارۃ، فصل فی سنن الوضوء، ج۱، ص۳۰)

[2]: احناف کے نزدیک: تین کلیوں کے لئے تین بار نیا پانی لینا سنت ہے۔ جیسا کہ **علامہ علاؤالدین حصکفی** علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے کہ ہر بار موُنھ کے ہر پرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔'' (الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، مطلب السواک، ج۱، ص۲۴۸)

[3]: احناف کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ ''تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔'' (المرجع السابق)

کرے۔پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِکَ یَوْمَ تَبْیَضُّ فِیْهِ وُجُوْهُ اَوْلِیَائِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ بِظُلُمَاتِکَ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِکَ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نور سے میرے چہرے کو روشن کردینا جس دن تیرے دوستوں کے چہرے روشن ہوں گے اور اپنے اندھیروں سے میرے چہرے کو سیاہ نہ کرنا جس دن تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

اور داڑھی کا خلال کرنا مستحب ہے۔[1] پھر بازوؤں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے اور انگوٹھی کو حرکت دے اور اعضاء کی چمک کو زیادہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ "بے شک (قیامت کا) زیور وضو کی جگہوں تک پہنچے گا۔" دائیں ہاتھ سے شروع کرے اور یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دینا اور میرا احساب آسانی سے لینا۔

بایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْمِنْ وَرَآءِ ظَھْرِیْ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے میرا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دے۔

پھر پورے سر کو مسح سے گھیرے کہ ہاتھوں کو تر کرکے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں سے ملائے اور انہیں سر کے اگلے حصہ پر رکھے اور کھینچتا ہوا گدی تک لے جائے پھر اگلے حصے کی طرف لائے اس طرح تین مرتبہ کرے[2] اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَتِکَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلَّکَ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ دے اور مجھ پر اپنی برکت نازل فرما اور مجھے اپنے عرش کے سائے کے نیچے رکھنا جس دن صرف تیرا سایہ ہوگا۔

پھر نئے پانی سے کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرے۔[2] شہادت کی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر انگوٹھوں کو کانوں

---

[1]: احناف کے نزدیک: "داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے سے نکالے۔"

(درمختار، کتاب الطھارۃ، مطلب السواک، ج۱، ص۲۵۵)

[2]: احناف کے نزدیک پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور اسی پانی سے کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ علامہ عبداللہ بن عمر نسفی علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں: "اور ایک بار پورے سر کا مسح کرنا اور اسی پانی سے اپنے کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔" (کنز الدقائق، کتاب الطھارۃ، ص۵)

کے باہر والے حصہ پر پھیرے پھر احتیاطاً ہتھیلیوں کو کانوں پر رکھے اور تین بار اس طرح کرے اور یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے نیک لوگوں کے ہمراہ جنت کے منادی کی آواز سنادے۔

پھر اپنی گردن کا مسح کرے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: مَسْحُ الرَّقَبَۃِ اَمَانٌ مِّنَ الْغُلِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ترجمہ: گردن کا مسح بروزِ قیامت طوق سے امن کا ضامن ہوگا۔''

(کشف الخفاء، حرف المیم، الحدیث ۲۲۹۸، ج۲، ص۱۸۶)

گردن کا مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری گردن آگ سے آزاد فرما اور میں طوق اور زنجیروں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے دائیں پاؤں کی انگلیوں کا نیچے سے اوپر کی طرف خلال کرے دائیں پاؤں کی چھنگلی (یعنی چھوٹی انگلی) سے ابتداء کرکے بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ اور یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ فِی النَّارِ.

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے قدم کو پل صراط پر قائم رکھنا جس دن قدم پھسل کر جہنم میں جائیں گے۔

(پاؤں دھوتے وقت) پانی نصف پنڈلی تک پہنچائے، اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دُعا پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ. ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں پل صراط پر سے قدم پھسلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس دن مجھے ثابت قدم رکھ جس دن منافقین کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔''

جب وضو سے فارغ ہو تو یوں کہے: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے بندۂ خاص اور رسول ہیں۔''

پھر یہ دعا کرے: ''سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمِ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِ الصّٰلِحِیْنَ، وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَکُوْرًا، وَاجْعَلْنِیْ اَذْکُرُکَ ذِکْرًا

کَثِیْرًا، وَاُسَبِّحُکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلاً ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تیری ذات پاک ہے میں تیری حمد بیان کرتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے برے اعمال کئے اور اپنے نفس پر ظلم کیا اب میں تجھ سے بخشش کا سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو مجھے بخشش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنادے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما مجھے صبر وشکر کرنے والا بنادے مجھے اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنادے کہ صبح وشام تیری پاکی بیان کروں۔''

(جامع الترمذی ،ابواب الطھارۃ ،باب فی مایقال بعد الوضوء ،الحدیث ۵۵،ص۱۶۳۶،ملخصًا)

جو شخص اس طرح کرتا ہے اس کے وضو پر مہر لگا کر اسے عرش کے سائے تک بلند کیا جاتا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہتا ہے اور وضو کرنے والے کے لئے قیامت تک ثواب لکھا جاتا ہے۔ اعضاء کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے اور پانی میں اسراف کرنا بھی مکروہ ہے اور اس طرح ہاتھ جھاڑنا کہ پانی ٹپک جائے اور وضو کے دوران گفتگو کرنا بھی مکروہ ہے۔

غسل کا طریقہ:

وہ استنجاء و وضو کرے جس کا طریقہ بیان ہو چکا ہے البتہ پاؤں کا دھونا مؤخر کرے پھر تین بار دائیں کندھے پر پانی بہائے پھر تین بار بائیں کندھے پر۔ پھر جسم کو آگے پیچھے سے ملے بالوں کا خلال کرے اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے خواہ گھنے ہو یا پتلے۔ کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے عورت پر چوٹیاں کھولنا ضروری نہیں البتہ جب علم ہو کہ بالوں کے درمیان پانی نہیں پہنچے گا (تو کھولنا لازم ہے) غسل کے دوران عضوِ مخصوص کو ہاتھ لگانے سے پرہیز کرے کیونکہ ایسا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بدن کی سلوٹوں کا خیال رکھے اور غسل کی ابتداء میں نیت ضرور کرے۔[2]

فرائضِ وضو:[3]

(۱) نیت کرنا (۲) چہرے کا دھونا (۳) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۴) مسح کرنا (۵) پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا

---

[1]: احناف کے نزدیک: ذکر اور عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ حضرت علامہ حسن بن عمار شرنبلالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''ذکر اور عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔'' (نورالایضاح،فصل عشرۃ اشیاء لاتنقض الوضوء،ص۲۸)

[2]: احناف کے نزدیک: غسل میں نیت کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ بہار شریعت میں ہے: ''غسل میں نیت کرنا سنت ہے۔'' (بہار شریعت،غسل کی سنتیں،حصہ۲، ص۴۱)

[3]: احناف کے نزدیک وضو کے چار فرائض ہیں: ''(۱) چہرہ دھونا (۲) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔ اور نیت کرنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔'' (فتاوٰی عالمگیری ـــــــــــ، ج۱،ص۳)

اور پے در پے وضو کرنا (یعنی ایک عضو سوکھنے نہ پائے کہ دوسرا اعضو دھولینا) واجب نہیں۔

غسل فرض ہونے کے اسباب:[1]

غسل چار چیزوں کی وجہ سے فرض ہوتا ہے: (۱) شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا (۲) مرد وعورت کی شرمگاہوں کا کسی رکاوٹ کے بغیر ملنا (۳) حیض اور (۴) نفاس کے ختم ہونے کے بعد۔ اس کے علاوہ باقی غسل سنت ہے جیسے جمعہ، عیدین، احرام، وقوفِ عرفہ ومزدلفہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کا غسل ایک قول کے مطابق ایامِ تشریق میں اور طوافِ وداع کے لئے غسل کرنا، کافر جب مسلمان ہو اور جنبی نہ ہو، پاگل کہ جب اسے افاقہ ہو اور جو آدمی میت کو غسل دے۔ ان سب کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھو تمہارے لئے مفید ہے۔

تیمّم کا طریقہ:

جو پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو مثلاً پانی تلاش کے باوجود نہ ملتا ہو یا اس تک پہنچنے میں تکلیف یا کوئی اور رکاوٹ موجود ہو یا پانی تو موجود ہے لیکن اپنی یا اپنے ساتھی کی پیاس کی وجہ سے پانی کی ضرورت ہے یا وہ کسی دوسرے کی ملکیت میں ہو اور وہ عام قیمت سے زیادہ پر بیچتا ہے یا اسے کوئی زخم یا بیماری ہے کہ پانی استعمال کرنے سے عضو کے خراب ہونے یا بہت زیادہ کمزوری کا ڈر ہو تو وہ صبر کرے حتیٰ کہ فرض نماز کا وقت داخل ہو جائے پھر وہ پاک زمین کا قصد کرے جس پر پاک خالص اور نرم مٹی ہو اور اپنی انگلیوں کو ملا کر اس پر دونوں ہاتھ مارے اور نماز کے جائز ہونے کی نیت کرے اور ایک مرتبہ پورے چہرے کا مسح کرے بالوں کی جڑوں تک مٹی پہنچانے کی تکلیف نہ اٹھائے اور غبار سے اچھی طرح چہرے کے ظاہری حصہ کا مسح کرے اور یہ بات ایک مرتبہ ہاتھ مارنے سے حاصل ہو جائیگی کیونکہ چہرے کی چوڑائی ہتھیلیوں کی چوڑائی سے زیادہ نہیں پھر اپنی انگوٹھی اتار دے اور اب دوسری مرتبہ انگلیوں کو کشادہ کر کے مٹی پر ہاتھ مارے پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ظاہر کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے باطن (اندر والے حصے) سے یوں ملائے کہ ایک طرف سے پوروں کے کنارے دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے باہر نہ ہوں پھر جس طرح بائیں ہاتھ کو دائیں بازو کے ظاہر پر رکھا تھا اسی طرح کہنی تک پھیرے پھر بائیں ہتھیلی کو الٹ کر دائیں بازو کے باطن پر پھیرے

---

[1]: احناف کے نزدیک غسل فرض ہونے کے پانچ اسباب ہیں: ''امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی نماز کے احکام میں نقل فرماتے ہیں (۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا (۲) احتلام یعنی سوتے میں منی کا نکل جانا (۳) شرمگاہ میں حشفہ (سپاری) داخل ہو جانا خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض ہے (۴) حیض سے فارغ ہونا (۵) نفاس (یعنی بچہ جننے پر جو خون آتا ہے اس) سے فارغ ہونا۔'' (نماز کے احکام، غسل کا طریقہ، ص۱۰۷)

اور کلائی تک لے آئے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر والے حصے کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ظاہر پر پھیرے پھر بائیں بازو کے ساتھ بھی اسی طرح کرے پھر ہتھیلیوں کا مسح کر کے انگلیوں کے درمیان خلال کرے اس تکلیف کا مقصد یہ ہے کہ ایک ہی ضرب کے ساتھ کہنیوں تک گھیرنا پایا جائے لیکن اگر ایک ضرب سے ایسا کرنا مشکل ہو تو دو یا زیادہ ضربوں سے گھیرنے میں حرج نہیں۔ اور ایک تیمّم کے ساتھ ایک فرض نماز اور جتنے چاہے نوافل پڑھ سکتے ہیں۔[1]

صفائی نصف ایمان ہے:

سر، کان اور ناک کے میل کو صاف کرنا مستحب ہے نیز انگلیوں کے کناروں اور ناخنوں کے نیچے جمع ہونے والی میل کچیل کی صفائی کرنا بھی مستحب ہے۔

ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھیڑنے اور موئے زیر ناف صاف کرنے میں چالیس دن سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے اور حمام میں اس شرط پر داخل ہوسکتا ہے کہ وہ اپنا ستر چھپائے اور دوسروں کا ستر دیکھنے سے بچے اور داخل ہوتے وقت نماز کے لئے طہارت کی نیت کرے اور حمام میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھے جو بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے اور اسی طرح باہر نکلتے وقت کی دعا پڑھے۔ جب ناخن کاٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اور سرمہ طاق عدد میں لگانا چاہئے۔ مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں پھیرتے تاکہ ان کا مجموعہ طاق ہو۔'' (العجم الکبیر، الحدیث ۱۳۳۵۳، ج ۱۲، ص ۲۷۹، مختصرًا)

چاہئے کہ تمہارا کوئی بھی کام ترتیب سے خالی محض اتفاق سے نہ ہو پس یہی انسان اور چوپائے میں فرق ہے کیونکہ چوپائے کی حرکت اتفاقی ہوتی ہے جبکہ انسان حکم کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ اور بچے کا ختنہ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے پیدائش کے ساتویں دن کرنا چاہئے۔ چنانچہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے: ''اَلْخِتَانُ سُنَّةُ الرِّجَالِ، وَمَكْرُمَةُ النِّسَاءِ ترجمہ: ختنہ کرنا مردوں کے لئے سنت اور عورتوں کے لئے باعثِ عزّت ہے۔''[2] (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث اسامۃ الھذلی، الحدیث ۲۰۷۴۴، ج ۷، ص ۳۸۱)

---

[1] حضرت علامہ حسن عمار بن عمر شرنبلالی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''ایک تیمّم سے جتنی چاہیں فرض اور نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔'' (نورالایضاح، باب التیمم، ص ۳۶)

[2] محدّث بریلوی، امام اہلسنت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لڑکیوں کے ختنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''لڑکیوں کے ختنہ کرنے کا تاکیدی حکم نہیں اور یہاں پاک وہند میں رواج نہ ہونے کے سبب عوام اس پر ہنسیں گے اور یہ ان کے گناہِ عظیم میں پڑنے کا سبب ہوگا اور حفظِ دینِ مسلماناں واجب ہے۔ لہٰذا یہاں (پاک وہند میں) اس کا حکم نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۶۸۰)

حضرت سَیِّدُنا امام نخعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے عقل مند آدمی پر تعجب ہے جس کی داڑھی لمبی ہے وہ اس سے کیوں نہیں کاٹتا تا کہ وہ دو داڑھیوں کے درمیان ہو جائے (یعنی نہ بہت چھوٹی ہو اور نہ بہت لمبی) کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہے۔''

داڑھی کو سیاہ خضاب لگانا، گندھک سے سفید کرنا، سفید بال اکھیڑنا، چھوٹی کرنا، بہت بڑی کر دینا، ریا کاری کی خاطر کنگھی کرنا اور ریا کاری کے لئے بالوں کو بکھرا ہوا رکھنا مکروہ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے وہ اپنی داڑھیاں کاٹیں گے جیسے کبوتر کی دم (یعنی گول کریں گے) اور اپنے جوتوں سے درانتیوں کی سی آواز نکالیں گے ان لوگوں کا (دین میں) کچھ حصہ نہیں۔''

فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سات اشخاص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) عادل حکمران (۲) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادتِ الٰہی میں گزری (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلتے وقت مسجد میں لگا رہے حتی کہ واپس لوٹ آئے (۴) وہ دو شخص جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے (۵) وہ شخص جو خلوت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں (۶) وہ شخص جسے کوئی مال و جمال والی عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں'' (۷) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا صدقہ کیا۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ، الحدیث ۲۳۸۰، ص ۸۴۰ بتقدمٍ وتاخر)

باب4:

نماز کے اسرار و مسائل

اس میں چند فصول ہیں:

نماز، سجدہ، جماعت اور اذان وغیرہ کے فضائل

فضیلتِ اذان:

نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تین آدمی قیامت کے دن مشک اذفر کے ٹیلے پر ہوں گے انہیں حساب غمزدہ نہیں کرے گا نہ انہیں گھبراہٹ ہوگی یہاں تک کہ لوگ اپنے حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں: (۱) وہ شخص جس نے رضائے الٰہی کے لئے قرآن مجید پڑھا (۲) وہ شخص جو کسی کا غلام ہو اس وجہ سے وہ آخرت کے عمل سے غافل نہ ہو (۳) وہ شخص جس نے نماز کیلئے اذان دی ہو۔''

(شعب الایمان، باب فی الصلوات، فضل الاذان و الاقامۃ للصلاۃ المکتوبۃ، الحدیث ۳۰۶۰، ج۳، ص ۱۲۰، بتغیرٍ قلیلٍ)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

یَدُ الرَّحْمٰنِ عَلٰی رَاْسِ الْمُؤَذِّنِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ اَذَانِہٖ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دستِ رحمت مؤذّن کے سر پر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہو جائے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۲۰۔ عمر بن حفص، ج۶، ص۹۹۔۱۰۰)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ (پ ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۳۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو **اللہ** کی طرف بلائے۔'' کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مؤذّن ہے، پس جب تم اذان سنو تو وہی الفاظ کہو جو مؤذّن کہتا ہے سوائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے۔ ان دو کلمات کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہو اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہو اور اذان سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا مانگو: ''اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ، وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ترجمہ: اے اس دعوتِ کامل اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب! حضرت سیِّدُنا محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور آپ کو اس مقامِ محمود پر پہنچا جس

کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔''

فرض نماز کی فضیلت:

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

اَلصَّلَوَاتُ كَفَّارَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ. ترجمہ: نمازیں ایک دوسری کے درمیان کئے گئے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الطهارة، باب ما يكفر الوضوء و الصلاة، الحديث ١٤٧، ج ١، ص ٣٧)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ غیب نشان ہے:

بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِيْنَ شُهُوْدُ الْعَتَمَةِ وَ الصُّبْحِ، لَا يَسْتَطِيْعُوْنَهُمَا. ترجمہ: ہمارے اور منافقین کے درمیان عشاء اور فجر کی نماز میں حاضر ہونے کا فرق ہے، وہ ان دو نمازوں میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(الموطأ للامام مالك، كتاب صلاة الجماعة، باب ماجاء في العتمة و الصبح، الحديث ٢٩٨، ج ١، ص ١٣٣، بتغير)

اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے پس جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو گرا دیا۔''

(شعب الايمان، باب في الصلوات، الحديث ٢٨٠٧، ج ٣، ص ٣٩، تقدم و تأخر، فقدهدم الدين "بدله" فلا دين له")

روایت ہے کہ ''بروزِ قیامت بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز دیکھی جائے گی اگر اسے ناقص پایا گیا تو نماز اور باقی تمام اعمال رد کر دیئے جائیں گے۔''

(الموطأ للامام مالك، كتاب قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة، الحديث ٤٢٨، ج ١، ص ١٦٩، مفهوماً)

ارکان کو مکمل ادا کرنے کی فضیلت:

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَمَثَلِ الْمِيْزَانِ مَنْ اَوْفٰى اِسْتَوْفٰى. ترجمہ: فرض نماز کی مثال ترازو کی سی ہے جس نے اسے پُورا کیا اسے پورا پورا اجر ملے گا۔

(الزهد لابن المبارك، الحديث ١١٩٠، ص ٤١٩)

نبی مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اِنَّ الرَّجُلَیْنِ مِنْ اُمَّتِیْ لَیَقُوْمَانِ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَرُکُوْعُھُمَا وَ سُجُوْدُ ھُمَا وَاحِدٌ ،وَاَنَّ مَا بَیْنَ صَلَاتَیْھِمَامَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ.

ترجمہ: بیشک میری امت کے دو آدمی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور (بظاہر) ان کے رکوع وسجود تو ایک جیسے ہیں لیکن ان کی نمازوں کے درمیان زمین آسمان کے درمیانی خلا جتنا فرق ہوتا ہے۔

(کشف الخفاء ،خاتمۃ یختم بھا الکتاب ،ج ۲،ص ۳۷۶)

مندرجہ بالا حدیثِ مبارکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

نبیِّ رحمت،شفیعِ اُمت،قاسم نعمت صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:''**اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً مَنْ سَرَقَ مِنْ صَلَاتِہٖ** ترجمہ: لوگوں میں سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔''[1]

(المسند للامام احمد بن حنبل ،حدیث ابی قتادۃ الانصاری ،حدیث ۲۲۷۰۵ ،ج۸،ص ۳۸۶)

باجماعت نماز کی فضیلت:

سَیِّدُ المبلغین،رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے:''**صَلاۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَ عِشْرِیْنَ دَرَجَۃً** ترجمہ: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔''

(صحیح البخاری ،کتاب الاذان ،باب فضل صلاۃ الجماعۃ ،الحدیث ۶۴۵،ص ۵۲)

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:''جو شخص مؤذِّن کی آواز سن کر اس کا جواب نہ دے اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔''شہنشاہِ خوش خِصال،رسولِ بے مثال،بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:''جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور اس کی تکبیرِ اُولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) فوت نہ ہو تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دو براءَتیں لکھ دیتا ہے: (۱) منافقت سے براءَت (۲) دوزخ کی آگ سے براءَت۔''

(جامع الترمذی ،ابواب الصلاۃ ،باب ماجاء فی فضیلۃ التکبیرۃ الاولی ،الحدیث ۲۴۱،ص ۱۶۶۱،بتغیرٍ)

---

[1]: شیخِ طریقت،امیرِ اہلسنّت،بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطار** قادری ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی مایہ ناز کتاب''**نماز کے احکام**'' میں ص ۱۷۹ پر نقل فرماتے ہیں کہ مفسرِ شہیر، حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:''معلوم ہوا کہ مال کے چور سے **نماز کا چور** بدتر ہے کیوں کہ مال کا چور اگر سزا بھی پاتا ہے تو کچھ نہ کچھ نفع بھی اٹھالیتا ہے مگر **نماز کا چور** سزا پوری پائے گا اس کے لئے نفع کی کوئی صورت نہیں۔ مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے جبکہ **نماز کا چور اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق۔ یہ حالت ان کی ہے جو نماز کو ناقص پڑھتے ہیں۔اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔'' (بحوالہ مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج ۲،ص ۷۸)

سجدہ کی فضیلت:

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے:

مَاتَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ سُجُوْدٍ خَفِیٍّ ترجمہ: بندہ ایک پوشیدہ سجدے سے بڑھ کر کسی چیز کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل نہیں کرتا۔

(الزھد لابن المبارک ،باب العمل والذکر الخفی ،الحدیث ۱۵٤،ص ۵۰)

روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شفاعت کا مستحق بنادے اور جنت میں مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی رفاقت عطا فرمائے نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''سجدوں کی کثرت کے ساتھ میری مدد کرو۔''

(الزھد لابن المبارک ،الحدیث ۱۲۸۷،ص ٤۵۵ ،مختصرًا)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''بندہ سجدے کی حالت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس وقت کثرت سے دعا مانگا کرو۔'' (صحیح مسلم ، کتاب الصلاۃ ،باب ما یقال......الخ؟،الحدیث ۱۰۸۳،ص ۷۵٤،مفھوماً)

خشوع کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ O (پ۱٦ ،طٰہٰ: ۱٤) ترجمۂ کنزالایمان: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''بے شک نماز سکون، عاجزی سے گڑگڑانے، خوف اور شرمندگی کا نام ہے اور یہ کہ تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پکارے یااللہ عَزَّوَجَلَّ، یااللہ عَزَّوَجَلَّ، اور جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔''

(السنن الکبری للنسائی، کتاب السھو،ذکر اختلاف شعبۃ واللیث......الخ ،الحدیث ٦۱۵،ج۱،ص ۲۱۲ بتغیرٍ)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''اِذَا صَلَّیْتَ صَلَاۃً ،فَصَلِّ صَلَاۃَ مُوْدِعٍ ترجمہ: جب تم نماز پڑھو تو رخصت ہونے والے کی طرح پڑھو۔''

(سنن ابن ماجۃ ،ابواب الزھد ،باب الحکمۃ ،الحدیث ٤۱۷۱،ص ۲۷۳۰،بتغیرٍ)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو اپنے نفس کو رخصت کرتا ہوا اور اپنی خواہشات کو الوداع کہتا ہوا اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ ربِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِلَمْ يَزْدُدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا. ترجمہ: جس شخص کو اس کی نماز بے حیائی اور بری باتوں سے نہ روکے اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دوری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(المعجم الکبیر ،الحدیث ۱۱۰۲۵،ج۱۱، ص٤٦)

جان لو! نماز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مناجات کرنے کا نام ہے پس وہ غفلت کی حالت میں کیسے ہوسکتی ہے؟

شاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

لا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى صَلَاةٍ لَمْ يُحْضِرِ الرَّجُلُ فِيْهَا قَلْبَهُ مَعَ بَدَنِهٖ. ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس نماز کو قبول نہیں فرماتا جس میں بندہ اپنے جسم کے ساتھ اپنے دل کو حاضر نہ کرے۔

(تعظیم قدر الصلاۃ لمحمدبن نصر المروزی، باب ضرر السهو من الصلاۃ، الحدیث۱۵۷، ج۱، ص۱۹۸، لم نجده بهذا اللفظ)

حضرت سیِّدُنا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام جب نماز میں ہوتے تو آپ کے دل کی دھڑکن دو میل کے فاصلے سے سنی جاتی۔

مسجد بنانے کی فضیلت:

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے:

مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ وَ لَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنٰى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ. ترجمہ: جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے تیتر کے گھونسلے جتنی مسجد بنائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا۔

(سنن ابی ماجة ،ابواب المساجد ،باب من بنی للّٰه مسجدا ،الحدیث۷۳۸،ص ۲۵۲۱، قصرًا: بدله: بیتًا)

حدیثِ قدسی میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور ان میں میری زیارت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو انہیں آباد کرتے ہیں۔ اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جو اپنے گھر سے پاک ہو کر آیا پھر میرے گھر میں میری زیارت کی تو جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کو عزت عطا کرے۔''

(شعب الایمان ،باب فی الصلوات ،فصل المشی الی المساجد ،الحدیث۲۹٤۳، ج۳، ص۸۲، بتغیرٍ قلیلٍ)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ. ترجمہ: جب تم کسی شخص کومسجد میں آتا جاتا دیکھوتواس کے ایمان کی گواہی دو۔

(جامع الترمذی ،ابواب تفسیر القرآن ،باب ومن سورۃ التوبۃ ،الحدیث۳۰۹۳،ص۱۹۶۴)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے مسجد میں چراغ روشن کیا تو جب تک مسجد میں روشنی رہتی ہے فرشتے اورعرش اٹھانے والے (فرشتے) اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔''

نماز کے ظاہری اعمال کی کیفیت:

نمازی کو چاہئے کہ جب وہ وضو، ناپاکی دور کرنے، دل اور جگہ کو پاک کرنے نیز ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپنے سے فارغ ہوجائے تو قبلہ رخ ہوکر سیدھا کھڑا ہوجائے اور تراوح کرے[1] اور پاؤں کوملاکرکھڑانہ ہوکیونکہ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے نماز میں صفن اور صفد سے منع فرمایاہے۔''

صفد کے معنی ہیں قدموں کوملانا۔اس کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کافرمانِ عالیشان ہے:

مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ۰ (پ۱۳، ابراھیم:۴۹) ترجمۂ کنزالایمان: بیڑیوں میں ایک دوسرے سے جڑے ہوں گے۔

اور صَفَن دونوں پاؤں میں سے ایک کا اٹھانا ہے،اس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کافرمانِ حقیقت بیان ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ۰ (پ۲۳،صٓ:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کوکہ روکئے تو تین پاؤں پرکھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پرلگائے ہوئے اور چلایئے تو ہوا ہوجائیں۔

اورنمازی کوچاہئے کہ وہ اپنے سر کو جھکائے، نگاہ کوجائے نماز (یعنی جائے سجدہ) پررکھے،نیت کوحاضرکرے اورقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے کہ شیطان سے حفاظت کے لئے پڑھنے میں حرج نہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز کی نیت کرے اوردل میں کہے:''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ظہر کے فرض ادا کرتا ہوں۔'' تاکہ نماز لفظ''ادا''کے ذریعے قضا سے،ظہر کے ذریعے عصر سے اورفرض کے ذریعے نفل سے ممتاز ہوجائے اور تکبیر کے آخر تک اس نیت کو برقراررکھنے کی کوشش کرے اوراپنی دونوں ہتھیلیوں کوکاندھوں کے برابرکردے اورانگوٹھوں کوکانوں کی لوؤں اورانگلیوں کے پوروں کوکانوں کے کناروں کے برابرلے جائے تاکہ اس سلسلے میں

---

[1]: نماز میں تراوح سنت ہے۔چنانچہ صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی **بہارشریعت حصہ۳ص۲۰۲** پرنقل فرماتے ہیں: ''تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پرزور دیا کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے۔'' (بحوالہ حلیہ ،کتاب الصلاۃ فصل فیما یکرہ فی الصلاۃ ومالا یکرہ، ج۱، ص۳۲۸)

وارد تمام احادیث پر عمل ہو جائے اور انگلیوں کو کھولنے یا بند کرنے میں تکلیف نہ کرے اور نیت کے حاضر ہونے کے ساتھ تکبیر کہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے رکھے اور دائیں ہاتھ کو (بائیں ہاتھ کے اوپر یوں رکھے) کہ وہ اٹھا ہوا ہو۔[1]

اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کھلی رکھتے ہوئے بائیں بازو کی لمبائی پر پھیلا دے اور چھوٹی انگلی نیز اس کے ساتھ والی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور ثناء کے ساتھ ابتداء کرے اور بہتر ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ یہ بھی ملالے، ''کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُلِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً'' پھر یہ پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O (پ۷،الانعام: ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

پھر ان الفاظ میں ثناء پڑھے: ''سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآاِلٰہَ غَیْرُکَ ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اس کے بعد: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'' پڑھے یعنی ''میں اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔''

پھر سورۂ فاتحہ کی تمام شَدّوں اور حروف کا لحاظ رکھتے ہوئے تلاوت کرے اور ''ض'' اور ''ظ'' کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کرے۔[2]

پھر آمین کہے اور اسے پوری مَد کے ساتھ پڑھے اور اسے ''وَلاالضّآلین'' کے ساتھ نہ ملائے۔

نمازِ فجر میں طوالِ مفصل (یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ نبأ تک کو طوال مفصل کہا جاتا ہے) مغرب میں قصارِ مفصّل (یعنی سورۂ ضحیٰ سے

---

[1]: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حنفی طریقہ: علامہ محمد ابراہیم حلبی علیہ رحمۃ اللہ الجلی تحریر فرماتے ہیں: ''بعد تکبیر فوراً ہاتھ باندھ لیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے: مرد ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھے، چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل (دائیں بائیں) رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے۔ عورت اور خنثیٰ بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی کو رکھے۔'' (غنیۃ المتملی، صفۃ الصلاۃ، ص ۳۰۰)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''بعض لوگ تکبیر کے بعد ہاتھ سیدھے لٹکا لیتے ہیں پھر باندھتے ہیں یہ نہ چاہئے بلکہ ناف کے نیچے لا کر باندھ لے۔'' (بہارِ شریعت حصہ۳، ص ۹۰)

[2]: ''ض'' کو ''داد'' یا ''ظاد'' پڑھنا حرام ہے اور اس طرح پڑھنے والے کی نماز فاسد و باطل ہے۔ جیسا کہ اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''عمداً ظاد یا داد دونوں حرام (یعنی دونوں طرح پڑھنا حرام ہے)، جو قصد (یعنی ارادہ) کرے کہ بجائے ''ض''، ''ظ'' یا ''د'' پڑھوں گا اس کی نماز کبھی تمام (یعنی مکمل) فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی، ''مغدوب و مغظوب'' کہتے ہی بلاشبہ فاسد و باطل ہو جائے گی۔'' (فتاوی رضویہ، ج۶، ص ۳۲۲)

سورۂ ناس تک کو قصارِ مفصَّل کہا جاتا ہے) اور باقی نمازوں میں سورۂ طارق وسورۂ بروج جیسی سورتیں پڑھے اور سفر میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھے اور اسی طرح فجر کی سنتوں، طواف کی نماز تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد میں بھی یہی سورتیں پڑھے۔

رکوع: پھر رکوع کرے اور اس میں چند امور کا خیال رکھے: (۱) رکوع کے لئے تکبیر کہے (۲) رکوع کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے[1] اور تکبیر کو رکوع میں پہنچ کر ختم کرے۔ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر یوں رکھے کہ انگلیاں پنڈلی کی لمبائی پر پھیلی ہوئی ہوں اور اپنے گھٹنوں کو سیدھا رکھے اور پیٹھ کو بھی سیدھا کرتے ہوئے کھینچ کر رکھے کہ گردن، پیٹھ اور سر ایک سیدھ میں آجائیں عورتوں کے برخلاف اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے اور تین مرتبہ تسبیح ''**سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم**'' کہے اور اگر تنہا ہے تو زیادہ بار پڑھنا بہتر ہے پھر قیام کی طرف آئے اور ''**سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ**'' کہتا ہوا اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو جائے اور کہے:

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَاوَاتُ وَمَلَأَ الْاَرْضُ وَمَلَأَمَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ. ترجمہ: اے ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے تعریف ہے آسمان و زمین بھری ہوئی اور اس کے بعد جو کچھ تو چاہے بھرا ہوا۔

اور نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کے لئے طویل قیام کرے۔[2]

سجدہ: پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں جائے اور تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کو سجدے میں پہنچ کر ختم کرے پس اپنے گھٹنے اور پیشانی (زمین پر) رکھے اور ہتھیلیوں کو زمین پر کھلا ہوا رکھے اور عورتوں کے برعکس اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھے جبکہ عورت اس طرح نہ کرے نیز پیٹ رانوں سے الگ ہو جبکہ عورت ایسا نہ کرے وہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر کندھوں کے برابر رکھے اور انگلیوں کو کھلا ہوا نہ رکھے اور بازوؤں کو زمین پر کتے کی طرح نہ بچھائے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے تین مرتبہ **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** پڑھے جب تنہا ہو تو زیادہ بار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنا سر سجدے سے اٹھائے پھر اطمینان سے بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو ملانے کا تکلف نہ کرے (یعنی اپنی حالت پر چھوڑ دے) اور کہے: ''**رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ** ترجمہ: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے رزق دے، ہدایت عطا فرما، عافیت دے اور معاف کر دے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بین السجدتین، الحدیث ۸۵۰، ص۱۲۸۶، بدون وَاعْفُ عَنِّی)

---

[1]: احناف کے نزدیک: تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین منسوخ ہے۔ مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی طرف رجوع کریں۔ (فتاوی رضویہ، ج۶، ص۱۵۳)

[2]: احناف کے نزدیک: نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ **علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ** رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ منسوخ ہے۔'' (تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل ج۲، ص۵۳۸)

اور اسی طرح دوسرا سجدہ کرے پھر سیدھا ہو کر تھوڑی دیر استراحت کے لئے بیٹھے[1] پھر زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے[2] اور کسی پاؤں کو آگے نہ بڑھائے اور قیام میں پہنچ کر تکبیر کو ختم کرے۔

تشہد: پھر دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھے۔ پہلے تشہد میں بائیں پاؤں پر بیٹھے اور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود شریف پڑھے[3] اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں سوائے انگشت شہادت کے بند ہوں پھر جب اِلَّا اللّٰہُ کہے تو اس وقت انگشت ِشہادت سے اشارہ کرے (یعنی لَااِلٰہَ پر انگلی کو کھڑا کرے اور اِلَّا اللّٰہُ پر چھوڑ دے) اور آخری تشہد میں وہ دعا پڑھے جو روایات سے ثابت ہیں اور بائیں سرین پر بیٹھے جب فارغ ہو تو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ'' کہے اور یہ کہتے وقت دائیں طرف اس طرح چہرہ پھیرے کہ رخسار نظر آئیں اسی طرح بائیں طرف کرے اور سلام کے ساتھ نماز سے نکلنے کا ارادہ کرے اور سلام کرتے وقت اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور سلام کو کھینچ کر نہ کہے۔

نماز کے فرائض:[4]

نماز میں بارہ چیزیں فرض ہیں: (۱) نیت (۲) تکبیر تحریمہ (۳) قیام (۴) فاتحہ (۵) رکوع میں اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنوں تک اطمینان سے پہنچ جائیں (۶) رکوع سے معتدل انداز سے کھڑا ہونا (۷) اطمینان سے سجدہ کرنا (۸) سجدے سے اٹھنے کے بعد معتدل انداز میں بیٹھنا (۹) قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا (۱۰) قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا (۱۱) نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود شریف پڑھنا (۱۲) پہلا سلام پھیرنا۔

---

[1] احناف کے نزدیک دوسجدوں کے بعد استراحت نہیں۔ جیسا کہ **علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ''دوسجدوں کے بعد استراحت نہ کرے (یعنی نہ بیٹھے) اور نہ ہی زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھے بلکہ سیدھا کھڑا ہو جائے۔'' (الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، ج۱، ص۵۲)

[2] **علامہ علاؤالدین حصکفی** علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''جب دونوں سجدے کرلیں تو دوسری رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ ہاں کمزوری یا پاؤں میں تکلیف وغیرہ مجبوری کی وجہ سے زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے میں حرج نہیں۔'' (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ ج۲، ص۲۶۲)

[3] احناف کے نزدیک پہلے: ''نوافل اور سنت غیر مؤکدہ کے علاوہ قعدہ اُولیٰ میں درود شریف نہیں۔'' (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۲۸۲)

[4] احناف کے نزدیک: ''نماز میں یہ سات چیزیں فرض ہیں: (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدہ اخیرہ (۷) خروج بصنعہ۔'' (درمختار، کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ، ج۲، ص۱۵۸۔۱۷۰) اور نماز میں: ''تعدیلِ ارکان (یعنی رکوع وسجود، قومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک بار سُبحَانَ اللّٰہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا)، **سورۂ فاتحہ پڑھنا**، دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا اور لفظ ''**السلام**'' دوبار کہنا واجب ہے۔'' (ماخوذ از فتاوٰی عالمگیری، ج۱، ص۷۱ و بہار شریعت، حصہ۳، ص۸۵۔۸۶) اور ''بعد تشہد دوسرے قعدہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے، درودِ ابراہیمی پڑھنا افضل ہے۔''

(ماخوذ از بہارِشریعت، حصہ ۳، ص۹۹)

باطنی شرائط

اعمالِ قلبیہ کا بیان:

ان میں سے ایک خشوع ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ O (پ۱۶، طٰہٰ:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بہت سے (نماز میں) کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ انہیں نماز سے تھکاوٹ اور مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

(السنن الکبری للنسائی، کتاب الصیام، باب ماینھی عنه الصائم......الخ ،الحدیث ۳۲۴۹،ج۲،ص۲۳۹،مفهوماً)

جان لو! نماز ذکر و قراءت، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات و کلام کرنے کا نام ہے اور یہ حضورِ قلب (یعنی دل کی حاضری) کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ تعظیم، ہیبت، امید، حیاء اور سمجھ سے حاصل ہوتا ہے اور بالجملہ جتنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کا علم بڑھتا ہے اتنا ہی خشیت (یعنی خوفِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ) میں اضافہ ہوتا ہے اور حضورِ قلب نصیب ہوتا ہے پس جب تم اذان کو سنو تو دل میں اس پکار کی دہشت کو حاضر کرو جو بروزِ قیامت ہوگی اور اپنے ظاہر و باطن کو جواب دینے اور نماز کی طرف جلدی کرنے پر تیار کرو کیونکہ جو لوگ اس پکار کی طرف جلدی کرتے ہیں وہ بروزِ قیامت لطف و کرم کے ساتھ پکارے جائیں گے اگر تم اپنے دل کو پاؤ کہ وہ خوشی و خوشخبری سے بھرپور ہے اور اس کی طرف جلدی کرنے کی رغبت پیدا ہورہی ہے تو جان لو کہ قیامت کے دن کی نداء میں اسی طرح کی (خوشخبری اور کامیابی) حاصل ہوگی۔ اسی لئے نبی رحمت، شفیع امت، قاسم نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ! ہمیں راحت پہنچاؤ۔'' (سنن ابی داؤد، کتا ب الادب ،باب فی صلاۃ العتمة ،الحدیث ۴۹۸۶،ص۱۵۸۸)

یہ اس لئے فرمایا کہ نماز آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اپنے باطن کو غیر اللہ سے پاک کرنے کا نام طہارت ہے اور اسی کے ذریعے نماز مکمل ہوتی ہے اگر تم نے کپڑے سے اپنے ستر کو ڈھانپا ہے تو تمہارے باطنی ستر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کونسی چیز چھپائے گی؟ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور باادب ہوجاؤ۔

جان لو! وہ تم سے اور تمہارے باطن سے آگاہ ہے اس لئے اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ عاجزی اختیار کرو اور دیکھو کہ اگر تم کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو تو تمہاری کیا حالت ہوگی؟ جبکہ اللہ تبارک وتعالٰی اور دنیاوی بادشاہوں کے درمیان کیا نسبت؟ کیونکہ وہ سارے کے سارے اسی کے بندے ہیں۔ جب تم ایسا کروگے تو تم اپنے قول: ''وَجَّھْتُ وَجْھِیَ یعنی میں نے اپنے

آپ کو متوجہ کیا، حَنِیۡفًا مُّسۡلِمًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ یعنی ہر باطل سے الگ مسلمان اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ یعنی میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے۔'' **میں جھوٹے نہ ہوگے اور اس میں جھوٹا ہونا بھی نہیں چاہئے ورنہ یہ تمہاری ہلاکت کا سبب ہوسکتا ہے اور تمہیں اپنے رکوع وسجود میں اللہ ربُّ العزت کی کبریائی اور عظمت کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے اور اپنے چھوٹوں کو بھی اس کی تعلیم دو کیونکہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ **نے اپنی رحمت سے تمہیں اس قابل بنایا کہ تم اس کی بارگاہ میں گڑ گڑ اسکو تو اس کی بارگاہ میں باادب رہنے اور دل کو حاضر رکھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔**

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''**بیشک اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کی رحمت) **نمازی کی طرف متوجہ ہوتی ہے جب تک وہ اپنی توجہ نہ ہٹائے۔ پس اپنے ظاہر و باطن کو ادھر ادھر متوجہ ہونے سے بچاؤ۔**''

(السنن الکبری للنسائی، کتاب السھو، باب النھی عن الالتفات فی الاصلاۃ، الحدیث ۵۲۷، ج ۱، ص ۱۹۱)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''**بے شک آدمی نماز پڑھتا ہے لیکن اس کے لئے اس کا نصف، تہائی، چوتھائی، پانچواں، چھٹا حتی کہ دسواں حصہ بھی (ثواب) نہیں لکھا جاتا بلکہ بندے کیلئے اس کی نماز میں سے وہی کچھ لکھا جاتا ہے جسے وہ سمجھ کر ادا کرتا ہے۔**'' (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عمار بن یاسر، الحدیث ۱۸۹۱۶، ج ۶، ص ۴۸۳۔ حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، الحدیث ۹۶۳۰، ج ۷، ص ۶۳)

بعض نے کہا ہے کہ ''بندہ سجدہ کرتا ہے، اس کا خیال ہوتا ہے کہ اس نے اس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کا قرب حاصل کر لیا حالانکہ اس نے سجدے میں جو گناہ کئے ہیں اگر انہیں اہل مدینہ پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں۔**'' پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''**وہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ **کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا دل خواہشات کی طرف جھکا ہوتا ہے، وہ باطل کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے جو اس وقت اس پر غالب ہوتا ہے۔**''

پیشوائی اور امامت کا بیان:

سَیِّدُ المبلغین، رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''**امام ضامن ہوتے ہیں۔**''

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب المؤذن أمین والامام ضامن، الحدیث ۱۸۴۳، ج ۱، ص ۳۵۶)

لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بننا چاہئے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور بندہ جب تک اذان دینے پر قادر نہ ہو اس وقت تک امامت نہ کرے، یہی اس کے لئے بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ امامت اس کے لئے افضل ہے جو اس کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہو، اسی وجہ سے پیارے آقا صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم **نے ہمیشہ امامت فرمائی۔**

اور نماز کے اوقات کا خیال رکھنا چاہئے اور اسے اوّل وقت میں پڑھنا چاہئے۔[1] کیونکہ اوّل وقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور آخری وقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بخشش ہے پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا اس کی طرف سے معافی سے بہتر ہے۔

امام کو تین سکتے کرنے چاہئیں کیونکہ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم سے اسی طرح منقول ہے۔''

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلاۃ ، باب السکتۃ عند الافتتاح ، الحدیث ۷۷۷، ص ۱۲۸۰ ، مفہوماً)

پہلا اس وقت جب وہ ثناء پڑھے اور یہ سب سے طویل ہے۔ دوسرا سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد اور سورت شروع کرنے سے پہلے، یہ پہلے کا نصف ہے اور تیسرا سورت پڑھنے کے بعد اور رکوع کرنے سے پہلے اور اس سکتے کی مقدار سب سے کم ہے۔[2] مقتدی کو امام سے سبقت نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس وقت تک رکوع میں نہ جائے جب تک امام پورے طور پر رکوع میں نہ چلا جائے اور ایسی اقتداء تمام ارکان میں بجالائے۔

کہا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے والے لوگ تین قسم کے ہیں (۱) ایک گروہ وہ ہے جو پچیس نمازوں کا ثواب پانے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کے رکوع کے بعد تکبیر کہتے اور رکوع کرتے ہیں (۲) دوسرا گروہ وہ ہے جو ایک نماز کا ثواب حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو امام کے ساتھ برابری کرتے ہیں (۳) تیسرا گروہ وہ ہے جو نماز کے بغیر ہوتا ہے۔ یہ وہ ہیں جو امام سے سبقت کرتے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا امام کو رکوع میں لوگوں کے شامل ہونے کا انتظار کرنا چاہئے تاکہ انہیں جماعت کی فضیلت حاصل ہو؟ شاید بہتر یہ ہے کہ اخلاص ہوتے ہوئے ایسا کرنے میں حرج نہیں جبکہ (نمازیوں کی تعداد میں) کوئی فرق نہ پڑے۔

اور نمازِ فجر میں امام دعائے قنوت (اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا......الخ) پڑھے اور مقتدی آمین کہنا شروع کریں اور جب امام قنوت کے ان الفاظ پر پہنچے: ''اِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ ترجمہ: بیشک تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔'' (السنن الکبری للبیھقی ، کتاب الصلاۃ ، باب دعاء القنوت ، الحدیث ۳۱۴۱ ، ج ۲ ، ص ۲۹۷ـ۲۹۸ ، بدون فلک الحمد......الخ)

تو آمین کہنا ختم کریں اور بقیہ قنوت میں امام سری (یعنی آہستہ آواز میں) قراءت کرے گا اور مقتدی بھی اس کی موافقت میں سری

---

[1] احناف کے نزدیک: ''بعض نمازوں میں تاخیر کرنا اور بعض میں تعجیل کرنا (یعنی جلدی پڑھنا) افضل ہے اور موسمِ گرما و سرما کے اعتبار سے بھی حکم مختلف ہے، اس کی تفصیل جاننے کے لئے **بہارِ شریعت، حصہ سوم، ص ۱۹ تا ۲۱** کا مطالعہ کریں۔'' (بہارِ شریعت، نماز کے وقتوں کا بیان، حصہ ۳، ص ۱۹ تا ۲۱)

[2] احناف کے نزدیک: ''اگر تین بار **سبحان اللہ** کہنے کی مقدار ٹھہرا رہا تو سجدہ سہو واجب ہے۔'' (ماخوذ از بہارِ شریعت، سجدۂ سہو کا بیان، حصہ ۳، ص ۶۴)

قراءَت کریں گے یا اس کے بدلے میں اَشْھَدُ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں) کہیں گے۔[1]

جمعۃ المبارک کی فضیلت، آداب، فرائض اور سنتیں:

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحب جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''جو شخص تین جمعوں کی نمازیں بلا عذر چھوڑتا ہے اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔''

(صحیح ابن خزیمة، کتاب الجمعة، باب ذکر الدلیل علی أن الوعید لتارك الجمعة ......الخ ،الحدیث۱۸۵۷، ج۳، ص۱۷٦ بدون من غیر عذرٍ)

ایک دوسری روایت میں ہے: ''ایسے شخص نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا۔''

(شعب الایمان ،باب فی الصلوات ،فضل الجمعة ،الحدیث۳۰۰٦، ج۳، ص۱۰۳)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا شیشہ تھا انہوں نے عرض کی: یہ جمعہ ہے جسے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے رب عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر فرض کیا ہے تاکہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی امت کے لئے یہ عید ہو جائے۔'' میں نے پوچھا: ''اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اس میں ایک بہترین گھڑی ہے جو شخص اس میں اس بھلائی کی دعا کرے جو اس کی قسمت میں ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمائے گا اگر اس کی قسمت میں نہیں تو اس سے بڑی چیز اس کیلئے جمع کی جائے گی ہمارے نزدیک یہ تمام دنوں کا سردار ہے اور آخرت میں ہم اسے یومِ مزید کے نام سے پکاریں گے۔'' میں نے پوچھا: ''ایسا کیوں؟'' انہوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو سفید کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ عِلِّیِین کے لئے (اپنی شان کے مطابق) کرسی پر نزول فرمائے گا اور ان لوگوں پر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا حتی کہ وہ اس کی ذاتِ اقدس کا دیدار کریں گے۔''

(المعجم الاوسط ،الحدیث٦۷۱۷، ج۵، ص۹۹۔۱۰۰، مفھوماً)

---

[1] احناف کے نزدیک: نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔ جیسا کہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''نمازِ فجر میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ یہ منسوخ ہے۔'' (تنویر الابصار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل ج۲، ص۵۳۸) اور مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرے گا۔ جیسا کہ علامہ حسن عمار بن عمر شرنبلالی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''اور مقتدی کو کسی نماز میں قراءت جائز نہیں، نہ فاتحہ، نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی نماز میں۔ امام کی قراءت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔'' (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ وارکانھا ص۵۱)

جان لو! ایسے چالیس آدمیوں کے بغیر جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔[1] جو مکلّف، آزاد، اور مقیم ہوں اور گرمی سردی میں ایک سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوتے ہوں۔

ایک کے بعد دوسرا جمعہ نہیں ہونا چاہئے مگر یہ کہ شہر بڑا ہو اور یہ گمان ہو کہ ایک جامع مسجد میں لوگ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو اس صورت میں دو، تین یا بقدرِ حاجت زیادہ جگہوں پر پڑھ سکتے ہیں۔ جمعہ میں دو خطبے فرض ہیں اور ان دونوں میں قیام بھی فرض ہے اور دونوں میں بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبہ کے چار فرض ہیں: (۱) تحمید اور اس کی کم از کم مقدار **الحمد للّٰہ** کہنا ہے (۲) نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر درود پڑھنا (۳) **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرنا (۴) قرآن مجید سے ایک آیت کا تلاوت کرنا اسی طرح دوسرے خطبے کے بھی چار فرائض ہیں البتہ اس میں قراءت کی جگہ دعا ہے اور چالیس آدمیوں پر دونوں خطبوں کا سننا واجب ہے۔[2]

جمعہ کی سنتیں:

جب سورج ڈھل جائے مؤذن اذان دے اور امام منبر پر بیٹھ جائے تو تحیۃ المسجد کے علاوہ نماز نہیں پڑھ سکتے اور خطبہ شروع ہونے تک گفتگو منع نہیں۔ اور جمعہ کے دن سفید کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، غسل کرنا اور اوّل وقت میں آنا مستحب ہے۔

نبیٔ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر نماز (جمعہ) کے لئے پہلی گھڑی گیا گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری گھڑی میں گیا گویا اس نے گائے کی قربانی دی، جو تیسری ساعت میں گیا گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی صدقہ کی جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈا صدقہ کیا اور جب امام (منبر کی طرف) نکلتا ہے تو اعمال نامے لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور قلم روک دیئے جاتے ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں پس اس کے بعد جو شخص آتا ہے وہ صرف نماز کا حق ادا کرنے

---

[1]: احناف کے نزدیک نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے خطیب کے سوا تین آدمی کافی ہیں۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ''اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا اَن پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔'' (الفتاوی الھندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ج۱، ص۱۴۸ و الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج۳، ص۲۷)

[2]: احناف کے نزدیک خطبۂ جمعہ میں مذکورہ چیزیں سنت ہیں۔ جبکہ اس کی شرائط یہ ہیں: ''(۱) وقت میں ہو (۲) نماز سے پہلے اور (۳) ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور (۴) اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سُن سکیں اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو۔''

(بہارِ شریعت، حصہ ۴، ص ۱۱۵، ۱۱۶)

لئے آتا ہے اس کیلئے مزید کوئی فضیلت نہیں۔" (صحیح البخاری ،کتاب الجمعة ،باب فضل الجمعة ،الحدیث ۸۸۱،ص ۶۹)

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الجمعة ،باب فضل التکبیر الی الجمعة ،الحدیث ۵۸۶۴، ج ۳،ص ۳۲۰۔۳۲۱)

(سنن ابن ماجة ،ابواب اقامة الصلوات ،باب ما جاء فی التھجیر الی الجمعة ،الحدیث ۱۰۹۲،ص ۲۵۴۱،بدون "لیس له من الفضل شئ)

ساعات کی تفصیل:

پہلی ساعت سے مراد طلوعِ آفتاب تک کا وقت ہے دوسری ساعت اس کے بلند ہونے تک ہے اور تیسری ساعت وہ وقت ہے جب سورج کی روشنی پھیل جائے چوتھی اور پانچویں ساعت چاشت سے زوال تک ہے۔

نمازی کو چاہیے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور نہ ان کے سامنے سے گزرے اور ایسی جگہ بیٹھے کہ کوئی اس کے سامنے سے نہ گزرے اور پہلی صف کی کوشش کرے۔ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو بکثرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس (خاص) گھڑی کا اچھی طرح خیال رکھے جو روز جمعہ میں ہے۔

اور نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر کثرت سے درود بھیجے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "میرے اوپر چمکتی رات اور روشن دن (یعنی شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن) میں بکثرت درود بھیجو۔" (المعجم الاوسط ،الحدیث ۲۴۱، ج ۱،ص ۸۴)

جمعہ کے دن صدقہ کرنا خاص طور پر مستحب ہے اور جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ اور ان میں دو سو مرتبہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے اور اگر ہوسکے تو جمعہ کا دن آخرت کی تیاری کے لئے مقرر کرلے اس طرح کہ اس دن دنیوی مصروفیات میں مشغول نہ ہو پس جس نے ایسا کیا تو اس کا یہ عمل دونوں جمعوں کے درمیان (گناہوں کا) کفارہ ہوجائے گا۔

مروی ہے کہ "جو شخص جمعہ کی رات سفر کرے اس کے ساتھ والے فرشتے اسے بددعا دیتے ہیں۔" (امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے نزدیک بروزِ جمعہ) طلوعِ فجر کے بعد سفر کرنا حرام ہے۔ البتہ! رفقائے سفر کے چلے جانے کا اندیشہ ہو تو جائز ہے۔[1]

نوافل کا بیان:

نوافل کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ فرائض کی کمی پوری کرنے والے ہیں۔ فرائض بمنزلہ اصل سرمایہ کے ہیں اور نوافل نفع کی طرح ہیں اور سننِ مؤکدہ کو بھی نہ چھوڑے جیسا کہ عرف ہے۔ نہ ہی چاشت کی نماز چھوڑے یہ دو یا چار یا اس سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح نمازِ تہجد اور مغرب وعشاء کے درمیانی وقت کو عبادت کے ساتھ زندہ کرنا نیز صبح کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کو بھی نہ

---

[1]: احناف کے نزدیک: جمعہ کے دن بھی طلوعِ فجر کے بعد سفر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "جمعہ کے دن اذانِ جمعہ سے پہلے سفر جائز ہے۔" (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،باب آداب السفر،الفصل الثالث، ج۵، ص ۴۹۹)

چھوڑے کیونکہ یہ دو رکعتیں دُنْیَا وَمَا فِیْهَا (یعنی دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں۔ ان کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کی روشنی کناروں میں پھیلتی ہے نہ کہ لمبائی میں۔

عیدین کی نماز کا بیان:

عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[1]

اس میں چند امور کا لحاظ رکھا جائے۔

اول: تین بار اس طرح تکبیر کہنا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ.

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، وہ بہت بڑا ہے، اسی کے لئے بکثرت حمد ہے، صبح وشام میں اسی کے لئے پاکی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔

عید الفطر کی رات سے لے کر نمازِ عید شروع کرنے تک تکبیر کرے جبکہ عید الاضحیٰ میں نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک پڑھے۔ یہ کامل ترین اقوال میں سے ہے اور تکبیر فرض نمازوں کے بعد کہے۔ ایک قول کے مطابق نوافل کے بعد بھی کہے۔[2] نماز کے لئے نکلتے وقت غسل کرنا اور زینت کرنا مستحب ہے اور بچوں اور بوڑھی عورتوں کا نکلنا مستحب ہے اور ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے لوٹنا بھی مستحب ہے مکۂ مکرمہ اور بیت المقدس کے علاوہ (عید کی نماز کے لئے) صحرا (یعنی میدان) میں جانا مستحب ہے لیکن اگر بارش ہو (تو مسجد میں نماز پڑھنے میں حرج نہیں)

نماز کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے اور جانوروں کی قربانی کا وقت سورج نکلنے کے بعد دو رکعتوں اور دو خطبوں جتنی دیر کے بعد اس وقت سے لے کر تیرہ تاریخ کے آخر (یعنی غروب آفتاب سے پہلے) تک ہے قربانی کی وجہ سے عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے اور عید الفطر میں تاخیر مستحب ہے تاکہ پہلے صدقہ فطر تقسیم ہو جائے۔

لوگ تکبیر کہتے ہوئے نمازِ عید کے لئے جائیں اور جب امام عید گاہ پہنچے تو نہ بیٹھے نہ نفل پڑھے جب کہ دیگر لوگ ایسا

---

[1] **صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ''عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر جن پر جمعہ واجب ہے۔'' (بہار شریعت، حصہ ٤، ص ١٢٨)

[2] **حضرت علامہ علاؤالدین حصکفی** علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''نفل وسنت و وتر کے بعد تکبیر (تشریق) واجب نہیں اور جمعہ کے بعد واجب ہے اور نمازِ عید کے بعد بھی کہہ لے۔'' (الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، مطلب المختار ان الذبیح اسماعیل، ج ٣، ص ٧٣)

کر سکتے ہیں پھر لوگ نمازنفل پڑھنا چھوڑ دیں۔[1] ایک منادی نماز کھڑی ہونے کا اعلان کرے امام دو رکعتیں پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں کہے۔[2] ہر دو تکبیروں کے درمیان ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ''وَجَّھْتُ وَجْھِیَ'' پڑھے اور آٹھویں تکبیر تک ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ '' نہ پڑھے نیز پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ ق اور دوسری میں سورۂ قمر پڑھے۔ دوسری رکعت میں زائد تکبیریں پانچ ہیں۔ نماز کے بعد دو خطبے دے اور ان کے درمیان بیٹھے اور جس کی نماز عید رہ جائے وہ قضا کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو قربانی میں مشغول ہو جائے۔''

کیونکہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک مینڈھے کی قربانی کی اور یہ پڑھا ''بِسْمِ اللّٰہِ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، ھٰذَا عَنِّی وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکتے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاہ یضحی بھا عن جماعۃ، الحدیث ۲۸۱۰، ص ۱۴۳۳)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کچھ نہ لے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الاضاحی، باب ترک أخذ الشعر......الخ، الحدیث ۱۵۲۳، ص ۱۸۰۷)

سورج وچاند گرہن کی نماز:[3]

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''بے شک

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''نمازِ عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے، عیدگاہ میں ہو یا گھر میں، اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو (عید کی) نماز ہو جانے کے بعد پڑھے اور نمازِ عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں پڑھ سکتا ہے بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے۔ یہ احکام خواص کے ہیں، عوام اگر نفل پڑھیں اگرچہ نمازِ عید سے پہلے، اگرچہ عیدگاہ میں انہیں منع نہ کیا جائے۔'' (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ج ۳، ص ۵۷ تا ۶۰)

[2]: احناف کے نزدیک: ''عیدین میں چھ زائد تکبیریں ہیں تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں۔ اگر امام اس سے زائد تکبیریں کہے تو مقتدی تیرہ تکبیروں تک امام کی اقتداء کر سکتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک نمازِ عید کی قضا بھی نہیں۔'' (ملخص از بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱۔۱۳۲)

[3]: **احناف کے نزدیک نمازِ کسوف پڑھنے کا طریقہ:** **فتاویٰ شامی** میں اس کا طریقہ یوں بیان کیا گیا ہے: ''یہ نماز اور نوافل کی طرح دو رکعت پڑھیں یعنی ہر دو رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ نہ اس میں اذان ہے، نہ اقامت، نہ بلند آواز سے قراءت۔ اور نماز کے بعد دُعا کریں یہاں تک کہ آفتاب کُھل جائے اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دو دو رکعت پر سلام پھیریں یا چار پر۔'' (الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الکسوف، ج ۳، ص ۷۸)

سورج اور چاند **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں،انہیں کسی کی موت یا زندگی کے باعث گرہن نہیں ہوتا پس جب تم اس چیز (یعنی گرہن) کو دیکھو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔''

(صحیح مسلم ،کتاب الکسوف ،باب صلاۃ الکسوف ،الحدیث ۲۰۹۱،ص۸۱۹)

جب سورج یا چاند گرہن ہو تو یہ آواز دی جائے:''نماز کھڑی ہونے والی ہے۔''

امام لوگوں کو مسجد میں دو رکعتیں پڑھائے ، ہر رکعت میں دو رکوع کرے، پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کرے، اور بلند آواز سے قراءت کرے۔اور سورج یا چاند کے روشن ہونے تک نماز کو طویل کرنا مستحب ہے۔

نمازِ استسقاء کا بیان:[1]

امام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے، طاقت کے مطابق صدقہ کرنے،توبہ واستغفار کرنے اور ظلم وزیادتی سے باز رہنے کا حکم دے پھر چوتھے دن تمام مردوں، بوڑھی عورتوں اور بچوں کو لے جائے،لوگوں کے کپڑے پاک صاف لیکن پھٹے پرانے ہوں جس سے ان کی عاجزی اور مسکینی ظاہر ہو البتہ یہ بات عید میں نہیں اور انہیں نماز عید کی طرح دو رکعتیں پڑھائے اور دو خطبے دے،ان کے درمیان تھوڑا سا بیٹھے۔دونوں خطبوں میں زیادہ تر استغفار ہونا چاہئے۔دوسرے خطبہ میں امام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرے۔''

اور اس حالت میں چادر کو الٹائے اس طرح الٹانا نیکیوں سے خالی ہونے کے طور پر ہے۔''نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے بھی اسی طرح کیا، چادر کے اوپر والے حصے کو نیچے اور دائیں والے کو بائیں کر دے۔لوگ بھی اسی طرح کریں اور اس

---

[1]: **صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی **نماز استسقا کا طریقہ بہارِ شریعت میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:**''استسقاء دُعا واستغفار کا نام ہے۔استسقا کی نماز جماعت سے جائز ہے مگر جماعت اس کے لئے سنت نہیں۔چاہیں جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا دونوں (طرح) اختیار ہے۔استسقاء کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلّل وخشوع وخضوع وتواضع کے ساتھ سَر برہَنہ پیدل جائیں اور پا(یعنی پاؤں) برہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں۔کفّار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے تین دن پیشتر سے روزے رکھیں اور توبہ واستغفار کریں۔پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے۔کمزوروں، بُوڑھوں، بُڑھیوں، بچوں کے توسّل سے دُعا کرے اور سب آمین کہیں کہ

صحیح بخاری شریف میں ہے: حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعہ سے ملتی ہے۔''اور ایک روایت میں ہے،''اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع...... بقیہ اگلے صفحہ پر

حالت میں اس گھڑی دل میں دعا مانگیں پھر امام ان کی طرف منہ کرکے خطبہ ختم کر دے اور چادریں اسی طرح الٹی ہوئی ہوں حتی کہ چادریں بھی تب اتاریں جب کپڑے اتار دیں اور دعا کریں: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس طرح تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہم نے تیرے حکم کے مطابق دعا مانگی تو اپنے وعدۂ کرم کے مطابق قبول فرما اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم پر احسان فرما اور ہمارے گناہ بخشش دے، ہمیں بارش عطا فرما اور اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے ہمارے لئے رزق کو کشادہ کر دے۔

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے **مدنی قافلوں** میں سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے **مدنی انعامات** کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے اِنْ شَاءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے **پابندِ سنت** بننے، **گناہوں سے نفرت** کرنے اور **ایمان کی حفاظت** کے لئے کُڑھنے کا ذہن بنے گا۔

بقیہ حاشیہ...... کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدّت سے عذاب کی بارش ہوتی۔“

اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں۔ غرض یہ کہ توجہ رحمت کے تمام اسباب مہیّا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دُعا کریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام دو رکعت کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں ھَلْ اَتٰکَ پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دُعا و تسبیح و استغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال ہو۔

خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کرکے دُعا کرے۔ بہتر وہ دُعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں اور دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشتِ دست (یعنی ہاتھوں کی پشت) جانب آسمان رکھے (یعنی اور دعاؤں میں تو قاعدہ یہ ہے کہ ہتھیلی آسمان کی طرف ہو، اور اس میں ہاتھ لوٹ دیں کہ حال بدلنے کی فال ہو)۔“ (بہار شریعت، نماز استسقا کا بیان، حصہ ٤، ص ١٤٢)

باب5:

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالَّذِیۡنَ یَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَ الۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۰ (پ۱۰،التوبہ:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے **اللہ** کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔

اس آیت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہے۔

زکوٰۃ اسلام کی بنیاد اور اس کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں **اللہ** کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت سراپا عظمت میں حاضر ہوا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کعبۃُ اللّٰہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے، جب مجھے دیکھا تو فرمایا: ''**ربِّ کعبہ کی قسم!** وہ زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''کون سے لوگ؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''وہ لوگ جو زیادہ مال والے ہیں البتہ! وہ لوگ (اس سے خارج ہیں) جو اپنے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں اس طرح، اس طرح خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو شخص اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک ہو اور ان کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن وہ جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے آئیں گے وہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور پاؤں سے روندیں گے جب آخری گزر جائے گا تو پہلا دوبارہ آئے گا حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاۃ، الحدیث ۲۳۰۰، ص۸۳۴)

وجوبِ زکوٰۃ کے اسباب

اپنے متعلقات کے اعتبار سے اس کی چھ قسمیں ہیں:

(۱) جانوروں کی زکوٰۃ (۲) سونے اور چاندی کی زکوٰۃ (۳) مالِ تجارت کی زکوٰۃ (۴) خزانے و معدنیات کی زکوٰۃ (۵) زمین کی فصل کی زکوٰۃ اور (۶) صدقۂ فطر۔

جانوروں کی زکوٰۃ:

یہ زکوٰۃ اور اس کے علاوہ دوسری قسم کی زکوٰۃ آزاد مسلمان پر واجب ہے۔ بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ بچے اور پاگل کے مال

میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

مال میں زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط:[1]

جہاں تک **مال** کا تعلق ہے تو اس کی **پانچ شرائط** ہیں: (۱) جانور ہو (۲) چرنے والا ہو (۳) سال تک باقی رہنے والا ہو (۴) نصاب کامل ہو اور (۵) مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہو۔

پہلی شرط: اس کا جانور ہونا ہے اور اونٹ، گائے اور بکری کے علاوہ جانوروں میں زکوٰۃ فرض نہیں، بکری اور ہرن ،گھوڑے اور خچر کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانوروں میں بھی زکوٰۃ نہیں۔

دوسری شرط: چرنے والا ہو، پس پالتو جانور (یعنی جو گھر میں پالا جائے اس) پر زکوٰۃ نہیں اور نصاب کامل ہونا چاہئے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ:

جب تک پانچ اونٹ نہ ہوان پر زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں میں ایک سالہ بھیڑ ہوگی یا بکری جو تیسرے سال میں داخل ہو۔[2] دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکریاں ہوں گی پچیس (۲۵) اونٹوں میں بنتِ مَخاض (یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) لازم ہوگا۔ اگر ایسا بچہ نہ ہو تو ابنِ لبون (یعنی وہ نر جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) ہوگا اگرچہ بنت مخاض کو دوسرے سے خرید سکتا ہو۔ چھتیس (۳۶) اونٹوں میں ایک بنتِ لبون (دو سالہ مادہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔) ہو گی اور جب چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو اس میں ایک حِقّہ ہے (یعنی جو اونٹ چوتھے سال میں داخل ہو) جب اکسٹھ (۶۱) ہو جائیں تو ان میں ایک جِذعہ (یعنی جو پانچویں سال میں داخل ہو) ہوگا۔ جب چھہتر (۷۶) ہوں تو ان میں دو بنتِ لبون ہوں گے۔ جب اکیانوے (۹۱) ہو جائیں تو ان میں دو حِقّے ہوں گے۔ جب ایک سو اکیس (۱۲۱) ہو جائیں تو ان میں تین بنتِ لبون ہوں گے۔ جب ایک سو تیس (۱۳۰) ہو جائیں تو ان میں تین بنت لبون ہوں گے جب ایک سو تیس ہو جائیں تو حساب ٹھہر جائے گا تو اب ہر

---

[1]: احناف کے نزدیک: زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے یہ شرائط ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) آزاد ہونا (۵) مال بقدرِ نصاب اس کی ملک میں ہونا (۶) پورے طور پر اس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو (۷) نصاب کا دین سے فارغ ہونا (۸) نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو (۹) مال نامی ہونا اور (۱۰) سال گزرنا۔'' (بہارشریعت، زکوٰۃ کا بیان، حصہ ۵ ص ۱۰ تا ۱۹) زکوٰۃ کی شرائط و مسائل تفصیلی طور پر جاننے کے لئے **بہارشریعت، حصہ ۵** کا مطالعہ فرمائیں۔

[2]: احناف کے نزدیک: ''زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو۔ بکری دیں یا بکرا، اس کا اختیار ہے۔''

(ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب نصاب الابل، ج۳، ص۲۳۸)

چالیس پر ایک بنتِ لبون اور ہر پچاس پر ایک حِقّہ ہوگا۔[1]

گائے کی زکوٰۃ:[2]

تیس سے کم گائیں ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں جب تیس ہو جائیں تو ایک تبیع ہوگا یعنی وہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو، پھر چالیس گائے میں ایک مُسِنّہ ہے یعنی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، پھر ساٹھ میں دو تبیع ہوں گے اور حساب ٹھہر جائے گا پھر چالیس پر ایک مُسِنّہ اور ہر تیس پر ایک تبیع ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

بکریوں کی زکوٰۃ:

بکریاں جب تک چالیس نہ ہوں ان پر زکوٰۃ فرض نہیں، جب چالیس ہو جائیں تو ایک بکری یا بکری کا دو سالہ بچہ ہوگا، پھر ایک سو بیس تک یہی حکم ہے۔ ایک سو اکیس میں دو بکریاں لازم ہوں گی، پھر دو سو ایک میں تین بکریاں ہوں گی اور چار سو میں چار بکریاں ہوں گی، پھر حساب رُک جائے گا اور اب ہر سو میں ایک بکری ہوگی۔

دو آدمی شریک ہوں تو ان پر بھی اس طرح زکوٰۃ ہوگی جس طرح ایک مالک نصاب کے مال میں زکوٰۃ ہوتی ہے اور شرکت میں شرط یہ ہے کہ وہ تمام احوال میں اکٹھے ہوں گے، پڑوس کی شرکت حصوں کی شرکت کی طرح ہے۔

زمین کی فصل کی زکوٰۃ:

ہر وہ اُگنے والی چیز جسے بطورِ غذاء استعمال کرتے ہیں جب بیس من ہو تو اس میں عشر واجب ہے۔[3]

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''پانچ اونٹ سے کم میں زکاۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ہوں تو دو۔ وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ. اور اگر پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا، دوسری برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں حِقّہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھہتر سے نوے تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو حِقّہ۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حِقّہ اور ہر پانچ میں ایک بکری۔ مثلاً ایک سو پچیس میں دو حِقّہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حِقّہ دو بکریاں۔ وعلٰی ھذا القیاس.'' (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۲۹)

[2]: احناف کے نزدیک: ''گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نر زیادہ ہوں تو بچھڑا۔''

(الفتاوٰی الھندیة، کتاب الزکاة، الباب الثانی في صدقة السوائم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۷۸)

[3]: احناف کے نزدیک: ''اس میں نصاب بھی شرط نہیں۔ ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر (یعنی دسواں حصہ) واجب ہے۔''

(الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۱۳)

سونے چاندی کی زکوٰۃ:

جب مکہ مکرمہ کے وزن کے مطابق دوسودرہموں پر سال گزر جائے اور خالص چاندی ہوتو اس میں پانچ درہم ہوں گے، جبکہ مکہ مکرمہ کے وزن کے مطابق بیس دینار کا خالص سونا ہوتو اس پر چالیسواں حصہ ہے اور جو زیادہ ہو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی اگرچہ ایک دانق ہو(یعنی درہم کے چھٹے حصّہ کا سکہ) سونے کی ڈلی اور ممنوعہ زیور (جیسے سونے چاندی کے برتن وغیرہ) میں زکوٰۃ واجب ہے۔سونے چاندی کے علاوہ معدنیات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔سونے چاندی کو نکالنے، حاصل کرنے، بھٹی سے گزارنے اور خالص کر لینے کے بعد چالیسواں حصہ لیا جائے گا۔دو اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہی ہے سال گزرنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ایک قول کے مطابق پانچواں حصّہ لازم ہوگا۔اس صورت میں سال گزرنے کا اعتبار نہ ہوگا۔اور کیا نصاب کا اعتبار کیا جائے گا؟اس کے متعلق دو قول ہیں (یعنی بعض کے نزدیک سال گزرنے کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ بعض کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں)۔

صدقۂ فطر:[1]

صدقۂ فطر سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زبانِ مبارک سے ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اپنے اور اپنے زیرِ کفالت لوگوں کے لئے عید الفطر اور اس کے رات کے کھانے سے ایک صاع زائد ان چیزوں میں سے ہو جن کو بطورِ غذا استعمال کیا جاتا ہے،اور اس کا اندازہ رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صاع سے ہوگا یہ دوسیر اور ایک سیر کا تہائی حصہ ہے وہ اسے اپنے کھانے کی جنس سے یا اس سے افضل سے نکالے گا اور اسے اس طرح تقسیم کرے گا جس طرح زکوٰۃ کا مال تقسیم کیا جاتا ہے۔نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''ان لوگوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرو جو تمہاری کفالت میں ہیں۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الزکاۃ، باب اخراج زکاۃ الفطر ......الخ، الحدیث ۷٦۸۵، ج ٤، ص ۲۷۲، مفہوماً)

زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی شرائط:

زکوٰۃ میں پہلی شرط نیت ہے یعنی دل سے فرض زکوٰۃ کی نیت کرے۔مجنون اور بچے کی طرف سے ولی کی نیت قائم مقام ہو جاتی ہے جو شخص مال زکوٰۃ نہیں دیتا تو بادشاہ کی نیت اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

صدقۂ فطر کو عید کے دن سے مؤخر نہیں کرنا چاہئے اور اس کے وجوب کا وقت رمضان المبارک کے آخری دن غروب

---

[1]: احناف کے نزدیک:''صدقۂ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کی نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔'' (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳٦۲۔۳٦۵)

آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے۔[1] اور جلدی دینے کا وقت رمضان المبارک کا پورا مہینہ ہے۔ جوشخص قدرت ہونے کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو وہ گناہگار ہوگا اگرچہ مال ہلاک ہوجائے لیکن زکوٰۃ اس سے ساقط نہ ہوگی۔[2] اور قدرت کا مطلب یہ ہے کہ اُسے مستحقِ زکوٰۃ مل جائے اور اگر مستحق نہ ملنے کی وجہ سے تاخیر کرے اور مال ہلاک ہوجائے تو زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اس شہر میں مصارفِ زکوٰۃ کی تعداد کے مطابق مال تقسیم کرنا چاہئے اور مصارف کی تمام اقسام کا احاطہ کرنا چاہئے۔ ان آٹھ مستحقین میں سے دو اقسام اکثر شہروں میں نہیں پائی جاتیں وہ مؤلفة القلوب[3] اور زکوٰۃ کے لئے کام کرنے والے ہیں۔ چار اقسام تمام شہروں میں پائی جاتی ہیں: فقراء، مساکین، مقروض اور مسافر۔ اور دو اقسام بعض شہروں میں پائی جاتی ہیں، بعض میں نہیں وہ جہاد کرنے والے اور مکاتب ہیں۔[4]

جتنی اقسام کے لوگ اپنے شہر میں مل جائیں ان کی تعداد کے مطابق ان میں مال تقسیم کردے پھر ہر قسم کو تین قسموں میں تقسیم کرے یا زیادہ حصے کردے ایک قسم کے تحت سب کو برابر برابر دینا واجب نہیں اور جب نیک آدمی کو زکوٰۃ دینے پر قادر ہو تو بہتر ہے کہ اسے دے اور وہ متقی، عالم اور مستور الحال (یعنی جس کے حالات لوگوں سے پوشیدہ ہوں) اور (جسے زکوٰۃ دے) وہ اس کے رشتہ داروں میں سے ہو اور جب اس میں یہ باتیں پائی جائیں تو ثواب زکوٰۃ کی قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا بیان

زکوٰۃ کا مستحق وہ ہے جو آزاد ہو، مسلمان ہو اور وہ ہاشمی و مطلبی نہ ہو اور بچے اور پاگل کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ ان کا ولی قبضہ کرے۔

---

[1]: احناف کے نزدیک: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہوگیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب نہ ہوا۔ اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب ہے۔" (الفتاوى الهندية"، كتاب الزكاة، الباب الثامن في صدقة الفطر، ج ١، ص ١٩٢)

[2]: احناف کے نزدیک: اگر کل مال ہلاک ہوگیا تو کل کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب اگرچہ وہ بقدرِ نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہوگیا مثلاً چوری ہوگئی یا کسی کو قرض و عاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مرگیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صَرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا تو زکوٰۃ بدستور واجب الادا ہے ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادار ہو۔" (الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة، الباب الأول، ج ١، ص ١٧١)

[3]: "مؤلفة القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جائے۔" (لغة الفقهاء، ص ٤٩٧)

[4]: "مکاتب وہ غلام ہے جس کو مالک نے کہا ہو اتنی رقم دے دے تو تو آزاد ہے۔" (لغة الفقهاء، ص ٤٥٥)

مصارفِ زکوٰۃ کی اقسام:[2]

اس کی آٹھ اقسام ہیں: (۱) فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس نہ مال ہو نہ وہ کمانے پر قادر ہو۔ (۲) مسکین: وہ شخص ہے جس کی آمدنی سے خرچ پورا نہ ہوتا ہو۔ (۳) عامل: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کا مال جمع کرتے ہیں۔ (۴) مؤلفۃُ القلوب: یہ وہ معزز لوگ ہیں جو اسلام قبول کرتے ہیں اور قوم ان کی اطاعت کرتی ہے اور انہیں دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کی قوم کو اسلام قبول کرنے میں رغبت ہو۔

(۵) مکاتب: اس کا حصّہ اسے اور اس کے آقا کو دینا جائز ہے اور آقا اپنے مکاتب غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے مال معین کے بدلہ میں آزادی طے کی ہو)

(۶) غارم: اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی جائز کام کے لئے قرض لیتا ہے اور یہ فقیر ہے جو اتنے مال کا مالک نہیں ہوتا کہ قرض ادا کر سکے پس اگر اس نے کسی گناہ کے کام کے لئے قرض لیا تو جب تک توبہ نہ کرے اسے زکوٰۃ نہ دی جائے اور اگر قرض کسی امیر نے لیا لیکن کسی مصلحت کے لئے یا کسی فتنے کو ختم کرنے کے لئے لیا تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(۷) مجاہد: وہ ہے جس کا نام وظیفہ حاصل کرنے والوں کے رجسٹر میں نہ ہو اگرچہ وہ مالدار ہو لیکن اسے اُس کا حصہ دیا جائے گا۔

(۸) مسافر: جس کے پاس سفر میں اپنے گھر تک پہنچنے کیلئے زادِ راہ نہ ہو اور اسے اس صورت میں زکوٰۃ دنیا جائز ہے جب سفر کسی جائز مقصد کے لئے ہو۔

فقیر، مسکین، مسافر اور نمازی کے کہنے پر کہ وہ ایسا ہے اعتماد کیا جائے گا، غازی اور مجاہد اگر اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو ان سے مال واپس لے لیا جائے اور دیگر اقسام میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

نفلی صدقہ کا بیان

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہو، اگر یہ نہ پاؤ تو اچھے کلمہ کے ذریعے بچو۔“

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ......الخ، الحدیث ۲۳۵۰، ص۸۳۸)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ”جو بندہ

---

[2]: احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے مصارف سات ہیں: ”(۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) ابن سبیل۔“ (الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۳، ص۳۳۳۔۳۴۰) ان کی تفصیل جاننے کے لئے **بہارِ شریعت، حصہ ۵، ص ۵۹** کا مطالعہ کریں۔

اچھا صدقہ دیتا ہے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اس کی اولاد کے ساتھ اچھا برتاؤ فرماتا ہے۔''

(الزهد لابن مبارك ،باب الصدقة ،الحديث٦٤٦،ص٢٢٧، ذريته: بدله: تركته)

شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب وسینہ،صاحبِ معطر پسینہ،باعثِ نُزولِ سکینہ،فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشادِ پاک ہے:

''صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔'' (المعجم الكبير ،الحديث٤٤٠٢، ج٤،ص٢٧٤)

نبی ٔکریم ،رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا:''کون سا صدقہ افضل ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:''تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تندرست ہو، مال کی حرص رکھنے والے نہ ہو،غناء کی امید رکھنے والے اور فاقے سے ڈرنے والے ہو اور تاخیر نہ کرو یہاں تک کہ موت آجائے تم کہو فلاں کے لئے اتنا ہے اور فلاں کے لئے اتنا ہے۔''

(صحيح البخارى ،كتاب الزكاة ،باب فضل صدقة الشحيح الصحيح ،الحديث١٤١٩،ص١١١)

صدقہ کو چھپا کر یا علانیہ دینے میں کوئی حرج نہیں حضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص اور حضرت سیِّدُنا جنید رضی اللہ عنہما کے خیال میں صدقے کا مال لینا زکوٰۃ کا مال لینے سے افضل ہے کیونکہ زکوٰۃ لینے میں فقراء کی مزاحمت ہے اور کیونکہ زکوٰۃ کے لئے بہت سی شرائط ہیں اور اکثر زکوٰۃ لینے والے میں وہ شرائط مکمل طور پر نہیں پائی جاتیں۔بعض بزرگوں کا قول ہے کہ زکوٰۃ میں سے لینا بہتر ہے کیونکہ یہ واجب کی ادائیگی پر مدد کرنا ہے اور اس میں نفس کی سرکشی کو توڑنا اور اسے رسوا کرنا پایا جاتا ہے اس صورت میں بھی معاملہ قریب قریب ہی ہے،اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

اللّٰه عزوجل کے نیک بندے حاجات کو پورا کرتے ہیں

دو فرامین مصطفٰی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم:

(۱)......''بے شک **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے بعض بندوں کو اپنی رضا کے لئے لوگوں کی حاجات پورا کرنے کے لئے خاص کر لیا ہے اور اس نے عہد فرمایا ہے کہ انہیں عذاب نہ دے گا، پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا، وہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے کلام کرتے ہوں اور لوگ حساب میں ہوں گے۔''

(فيض القدير،حرف الهمزه تحت الحديث٢٣٥٠، ج٢،ص٦٠٥)

(۲)......''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے کچھ بندے ہیں کہ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجات ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے قیامت کے دن عذابِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے امن میں ہوں گے۔''

(كنز العمال ،كتاب الزكاة ، الحديث ١٦٤٦١،ج٦، ص١٩٠)

باب 6:
روزے کے اسرار کا بیان

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرماتے ہیں۔ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''ہر نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک ہے سوائے روزے کے، بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

(موطأ للامام مالك ، كتاب الصيام ، باب جامع الصيام ، الحديث ٧٠٤ ، ج ١ ، ص ٢٨٥)

رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! روزے دار کے منہ کی بُو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کہ: ''یہ شخص اپنی خواہش اور کھانے پینے کو میرے لئے چھوڑتا ہے، پس روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''

(موطأ للامام مالك ، كتاب الصيام ، باب جامع الصيام ، الحديث ٧٠٤ ، ج ١ ، ص ٢٨٥)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، پس بھوک کے ذریعے اس کے راستوں کو تنگ کرو۔''

(سنن ابی داؤد ، كتاب السنة ، باب فی ذراری المشركين ، الحديث ٤٧١٩ ، ص ١٥٧٠ ، بدون: فضيقوا مجاريه بالجوع)

اسی لئے نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: ''جنت کا دروازہ ہمیشہ کھٹکھٹاتی رہو۔'' انہوں نے عرض کیا: ''کس چیز کے ساتھ؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''بھوک کے ساتھ۔''

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''اگر انسانوں کے دلوں پر شیطانوں کی آمدورفت نہ ہوتی تو وہ آسمانوں کی بادشاہی دیکھ لیتے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل ، مسند ابی هريرة ، الحديث ٨٦٤٨ ، ج ٣ ، ص ٢٦٩ تا ٢٧٠ ، بتغيرٍ قليلٍ)

روزہ خواہشات کے ختم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ (یہ خواہشات کو توڑنے کے باب میں آئے گا ان شاء **اللہ** عَزَّوَجَلَّ)

جان لو! رمضانُ المبارک کے چاند کا ثبوت ایک عادل شخص کی گواہی سے ثابت ہوجاتا ہے اور شوال المکرّم کا چاند دو عادل آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ قاضی اس کا فیصلہ کرے یا نہ کرے، ہر شخص اپنے غلبۂ ظن کے مطابق عمل کرے گا اور اس پر رات کو نیت کرنا لازم ہے۔[1] اور اس پر واجب ہے کہ وہ رمضان المبارک کے روزے کے فرض ہونے کی نیت کرے

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''ادائے روزۂ رمضان اور نذرِ معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیّت کا وقت غروبِ آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے۔ اس وقت میں جب نیّت کرلے یہ روزے ہوجائیں گے۔ لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیّت کی کہ کل روزہ رکھوں گا۔ پھر بے ہوش ہوگیا اور ضحوۂ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیّت کی تھی تو ہوگیا۔'' (الدرالمختار و ردالمحتار ، كتاب الصوم ، ج ٣ ، ص ٣٩٣)

اور اگر شک کی رات نیت کی کہ اگر صبح رمضان المبارک کا دن ہوا تو روزہ رکھوں گا تو نیت صحیح نہ ہوگی۔[1]

روزہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی بھی چیز کو پیٹ میں داخل ہونے سے روکے، پس کھانے، پینے، ناک میں کسی چیز کے چڑھانے اور حقنہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور رگ کٹوانے، پچھنہ لگوانے، سرمہ ڈالنے اور کان یا عضوتناسل کے سوراخ میں سلائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ! اگر عضوتناسل کے سوراخ میں ایسی چیز ڈالی جو مثانے تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔[2]

اور جو چیزیں ارادے کے بغیر داخل ہوجائیں، جیسے راستے کا گردوغبار یا مکھی پیٹ میں چلی جائے، کلی کرتے یا ناک میں پانی ڈالتے ہوئے پانی پیٹ تک پہنچ جائے، جب تک مبالغہ نہ کرے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[3] اگر غروبِ آفتاب سے قبل یہ گمان کرتے ہوئے کھائے کہ رات ہے پھر پتہ چلے کہ دن ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اگر بھول کر کھائے پیئے تو نہیں ٹوٹے گا اگر اپنے حلق یا سینے سے بلغم کھینچ کر نگل لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ ابتلائے عام (یعنی اس میں عوام وخواص کے مبتلا ہونے) کی وجہ سے رخصت ہے۔

کفّارہ صرف جماع (یعنی ہم بستری) سے واجب ہوتا ہے۔ مَنی نکالنے اور کھانے پینے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔[4]

روزے کا کفّارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر غلام نہ ہو تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا ہے۔ اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو ایک ایک مد (یعنی ایک کلو) کھانا کھلانا ہے۔[5]

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''یـوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کرلے کہ یہ روزۂ نفل ہے تردُّد نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہوجائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہرحال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیّت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔''

(الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الأول، ج١، ص٢٠٠ والدرالمختاروردالمحتار، كتاب الصوم، مبحث في صوم يوم الشك، ج٣، ص٤٠٣)

[2]: **احناف کے نزدیک:** ''مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا۔''

(الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٤)

[3]: احناف کے نزدیک: ''کلی کررہا تھا بلاقصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جب کہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصداً ہو۔ یونہی کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی وہ اُس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔''

(الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، ج١، ص٢٠٢)

[4]: احناف کے نزدیک: ''قصداً کھانے پینے اور جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفّارہ لازم ہوتا ہے۔'' (ملخصاً از بہارِشریعت، حصۃ٥، ص١٢٦)

[5]: **روزہ توڑنے کا کفارہ** یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کرسکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ (یعنی غلام) میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں۔ تو پے درپے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کرسکے تو ساٹھ (٦٠) مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا...... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

روزے کے درجات کا بیان:

جان لو! روزے کے تین درجے ہیں: (۱) عوام (یعنی عام لوگوں) کا روزہ (۲) خواص (یعنی خاص لوگوں) کا روزہ (۳) خاص الخاص کا روزہ۔

عام لوگوں کا روزہ پیٹ اور شرمگاہ کو خواہش کی تکمیل سے روکنا ہے۔

خاص لوگوں کا روزہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنا ہے۔

خاص الخاص کا روزہ دل کو تمام بُرے خیالات اور دنیاوی افکار بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے بالکل خالی کر دینا ہے۔

اور روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو روزے کے منافی ہو۔

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسَلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''پانچ چیزیں روزہ دار کے روزے کو توڑ دیتی ہیں: ''جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم اور شہوت کی ساتھ کسی کو دیکھنا۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب الخاء ،الحدیث ۲۸۰۱ ،ج ۱ ،ص ۳۷۷)

پس حالتِ روزہ میں اعضاء کو گناہوں سے بچانا خاص لوگوں کے لئے زیادہ ضروری ہے۔ چاہئے کہ حلال کھانا بھی پیٹ بھر کر نہ کھائے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیٹ سے بُرا کوئی برتن نہیں جو بھرا ہوا ہو، اور اس کا دل خوف اور امید کے درمیان مضطرب رہنا چاہئے، کہ کیا اس کا روزہ قبول بھی ہوا یا اس کی قسمت میں بھوک، پیاس اور تھکاوٹ ہی تھی؟

مروی ہے کہ ''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک و پیاس کے سِوا کچھ نہیں ملتا۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الصیام ،باب ماجاء فی الغیبة و الرفث للصائم ،الحدیث ۱۶۹۰ ،ص ۲۵۷۸ ،مفهوماً)

کیونکہ روزے کا مقصد خواہش سے رُکنا ہے اور یہ چیز کھانے پینے سے رُکنے پر ہی محدود نہیں ہو سکتی، کہ وہ کسی کو شہوت کی نظر سے دیکھ لے، غیبت کرے، چغلی کھائے یا جھوٹ بولے یہ تمام چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں۔

بقیہ حاشیہ......تو اب سے ساٹھ (۶۰) روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب (یعنی شمار) نہ ہوں گے اگرچہ اُنسٹھ (۵۹) رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چُھوٹا ہو۔ مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کئے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مِل کر ساٹھ (۶۰) ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔'' (ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، مطلب في الکفارة، ج ۳، ص ٤٤٧۔ الفتاوی الرضویة (مخرَّجه)، ج ۱۰، ص ۵۹۵ وغیرهما)

نفلی روزوں کا بیان

جان لو! فضیلت والے دِنوں میں روزوں کا مستحب ہونا مؤکّد ہے اور فضیلت والے دنوں میں سے بعض سال میں ایک بار، بعض ہر مہینے اور بعض ہر ہفتے میں پائے جاتے ہیں۔

سال میں رمضان المبارک کے بعد عَرَفہ (یعنی نو ذوالحجہ) کا دن،[1] دسویں محرم کا دن، ذوالحجہ کے پہلے دس دن، محرم الحرام کے پہلے دس دن اور عزت والے مہینے (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) روزوں کے لئے عمدہ دن ہیں اور سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم شعبان المعظم میں بکثرت روزے رکھتے، حتی کہ گمان ہونے لگتا کہ یہ رمضان ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، الحدیث ۱۹۶۹، ص ۱۵۴، بتغیرٍ)

حدیثِ مبارکہ میں ہے: "رمضان المبارک کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں۔"

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث ۲۷۵۶، ص ۸۶۶)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے "ماہ محرم کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے تیس روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ محرّم الحرام کے تیس روزوں سے افضل ہے۔"

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۹۶۰، ج ۲، ص ۷۱، بتغیرٍ قلیلٍ)

اور جو شخص عزت والے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔" فضیلت والے مہینے ذوالحجۃ الحرام، محرم الحرام، رجب المرجب اور شعبان المعظم ہیں اور عزت والے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ان میں ایک (رجب کا) مہینہ الگ ہے اور تین مسلسل ہیں۔"

روزوں کے وہ دن جو مہینے میں تکرار سے آتے ہیں (یعنی ہر مہینے آتے ہیں) وہ مہینے کا پہلا، درمیانی یعنی ایام بیض اور آخری دن ہیں اور ایامِ بیض تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ اور ہر ہفتے میں آنے والے روزوں کے دن پیر، جمعرات اور جمعہ کے ہیں۔

صومُ الدھر (یعنی عمر بھر روزے رکھنا) تمام دنوں کو شامل ہے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

---

[1]: امیرِ اہلسنت، امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ "فیضانِ سنت، صفحہ ۱۴۰۵" پر نقل فرماتے ہیں: "حج کرنے والے پر جو عَرَفات میں ہے، اسے عرفہ (یعنی ۹ ذوالحجۃ الحرام) کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ حضرت سیدنا ابن خزیمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی (یعنی راویت فرماتے ہیں) کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم نے عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذوالحجۃ الحرام کے روز حاجی کو) عَرَفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔" (صحیح ابن خزیمہ، ج۳، ص ۲۹۲، الحدیث: ۲۱۰۱)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بہترین روزے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔'' (جامع الترمذی ،ابواب الصوم ،باب ماجاء فی سرد الصوم ،الحدیث ۷۷۰،ص۱۷۲۳)

اور آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ''مجھ پر دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لینے سے انکار کر دیا اور میں نے کہا میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن کھاؤں گا، جب میں کھاؤں گا تو تیری حمد بیان کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری بارگاہ میں اِلتجا کروں گا۔''

(جامع ترمذی ،ابواب الزھد ،باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ ،الحدیث۲۳۴۷،ص۱۸۸۷تا۱۸۸۸، مفھوماً)

حدیث پاک میں ہے کہ ''آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی بھی رمضان المبارک کے علاوہ کسی مہینے کے مکمل روزے نہ رکھے۔'' (صحیح مسلم ،کتاب الصیام ،باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان ......الخ ،الحدیث ۲۷۲٤،ص۸٦۳)

آسمانوں میں شہرت رکھنے والے بندے

فرمانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہے: ''دنیا میں بھوکے رہنے والے لوگوں کی ارواح کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا، اگر موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں پوشیدہ ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہوتی ہے، جب جاہل و بے علم شخص انہیں دیکھتا ہے تو ان کو بیمار گمان کرتا ہے جبکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے، قیامت کے دن یہ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

(مسند فردوس الاخبار،الحدیث:۱٦۵۹،ج۱،ص۲۳۵)

باب 7:

حج کے اسرار کا بیان

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حج کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (پ٦ ،المآئدہ:٣)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''جو شخص (طاقت ہونے کے باوجود) حج نہ کرے اور مر جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔''

(جامع الترمذی ، کتاب الحج ،باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج ،الحدیث ٨١٢،ص١٧٢٨)

حج اور مساجد کی فضیلت:

اللّٰہ عَزَّوَجل اِرشاد فرماتا ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا (پ١٧، الحج:٢٧)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''شیطان یومِ عرفہ میں جس قدر ذلیل، راندہ ہوا اور غضب ناک ہوتا ہے اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا۔''

(الموطألاامام مالک ، کتاب الحج ،باب جامع الحج ،الحدیث ٩٨٢،ج١،ص٣٨٦)

اللہ کےمَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے، تو اسے قیامت تک حج وعمرہ کرنے والے کا اجر دیا جاتا رہے گا۔''

(شعب الایمان للبیہقی ،باب فی المناسک ،فضل الحج والعمرۃ ،الحدیث ٤١٠٠،ج٣،ص٤٧٤)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب عرفہ کا دن یومِ جمعہ کو آئے تو تمام اہلِ عرفات کی بخشش ہو جاتی ہے اور یہ دنیاوی دنوں میں سے افضل ہے اسی دن نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور آپ حالتِ وقوف میں تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (پ٦، المآئدۃ:٣)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

اہلِ کتاب نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر دو عیدوں (یعنی عرفہ اور جمعۃ

المبارک) کے دن نازل ہوئی، جبکہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم عرفات میں وقوف کی حالت میں تھے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، الحدیث ٤٥، ص ٥)

اور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: ''**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَ لِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَہُ الْحَاجُّ** ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حج کرنے والوں کو بخش دے اور جس کے لئے حاجی بخشش مانگے اسے بھی بخش دے۔''

(المستدرک، کتاب المناسک، باب وفد اللہ ثلاثۃ الغازی والحاج والمعتمر، الحدیث ١٦٥٤، ج ٢، ص ٨٤)

روایت ہے کہ حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف سے کئی حج کئے، وہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی خواب میں زیارت کی تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے استفسار فرمایا: ''اے ابن موفق! کیا تم نے میری طرف سے حج کئے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''تم نے میری طرف سے تلبیہ کہا؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ اور میں مَوْقِف (یعنی محشر) میں تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے جنت میں داخل کروں گا جبکہ لوگ ابھی تک حساب کی سختی میں ہوں گے۔''

''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس گھر سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ آدمی اس کا حج کریں گے اگر کم ہو جائیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کے ذریعے انہیں پورا کرے گا اور بروزِ قیامت کعبہ کو دلہن کی طرح مَوْقِف کی طرف لے جایا جائے گا اور جن جن لوگوں نے اس کا حج کیا ہوگا وہ اس کے پردوں سے لٹکے ہوں گے اور اس کے گرد چکر لگا رہے ہوں گے، حتی کہ کعبہ جنت میں داخل ہو جائے گا، تو وہ لوگ بھی اس کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے۔''

ایک حدیث مبارک میں ہے: ''بے شک ''حجرِ اسود'' جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا، کہ اس کی دو آنکھیں اور زبان ہوگی، جس کے ذریعے وہ اس شخص کی گواہی دے گا، جس نے اسے حق و صداقت کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔'' (جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، الحدیث ٩٦١، ص ١٧٤٣)

(صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، باب ذکر الدلیل علی ان الحجر......الخ، الحدیث: ٢٧٣٤، ج ٤، ص ٢٢٠)

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم حجرِ اسود کو بہت زیادہ بوسے دیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: ''بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔'' اگر میں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔'' پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ رو پڑے، جب پیچھے متوجہ ہوئے، تو حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا تو حضرت سیِّدُنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایسا نہ کہیں۔'' حضرت سیِّدُنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''اے ابوالحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ! یہاں

آنسو بہائے جاتے ہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اے امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔'' انہوں نے پوچھا: ''وہ کس طرح؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اولادِ آدم سے وعدہ لیا، تو ان کے متعلق ایک تحریر لکھ کر اس پتھر کو کھلا دی، پس یہ مؤمن کے حق میں وفائے عہد کی اور کافر کے خلاف اس کے انکار کی گواہی دے گا۔''

(المستدرک، کتاب المناسک، باب الحجر الأسود یمین اللّٰہ التی یصافح بھا خلقه، الحدیث ۱۷۲۵، ج۲، ص۱۰۹۔۱۱۰، مفھوماً)

کہا گیا ہے کہ: ''لوگ اس کو بوسہ دیتے وقت جو کلمات پڑھتے ہیں ان کا یہی مطلب ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَ وَفَاءً بِعَھْدِکَ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے وعدے کو پورا کرتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے مروی ہے۔ کہ مکّہ مکرمہ میں ایک دن کا روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر اور ایک درہم صدقہ کرنا ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کے برابر ہے اور اس طرح ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔''

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ''سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، پھر میں جنت البقیع والوں کے پاس جاؤں گا، تو وہ میرے ساتھ اکٹھے ہوں گے، پھر اہل مکہ کے پاس جاؤں گا اور حرمینِ شریفین کے درمیان ان سے آملوں گا۔''

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب أنا أول من تنشق ...... الخ، الحدیث ۳۶۹۲، ص۲۰۳۲)

منقول ہے کہ: ''جب تک کوئی ابدال اس گھر کا طواف نہ کرلے اس دن کا سورج غروب نہیں ہوتا اور رات سے فجر طلوع نہیں ہوتی جب تک کوئی اوتاد اس کا طواف نہ کرلے اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تو یہی اس کے زمین سے اٹھ جانے کا سبب ہوگا۔ لوگ صبح کریں گے تو کعبہ شریف اٹھا لیا گیا ہوگا، اس کا کوئی نشان دکھائی نہ دے گا اور یہ بات اس وقت ہوگی جب سات سال تک کعبۃ اللہ کا حج نہ ہوگا، پھر قرآن کو مصاحف سے اٹھا لیا جائے گا۔ لوگ صبح اٹھیں گے تو کاغذ سفید چمکتے ہوں گے، ان پر حروف نہ ہوں گے، پھر قرآن کو دلوں سے نکال دیا جائے گا، تو اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں رہے گا، پھر لوگ اشعار، گانوں اور دورِ جاہلیت کی خبروں کی طرف رجوع کریں گے، پھر دجال نکلے گا اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام اتریں گے اور اسے قتل کر دیں گے، قیامت اس وقت اتنی قریب ہوگی، جیسے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی توقع کا وقت ہوتا ہے۔''

مکۂ مکرمہ میں قیام کی فضیلت وکراہیت:

بعض علماء نے مکّہ مکرمہ سے اُکتا جانے کے خوف سے وہاں سکونت اختیار کرنا ناپسند سمجھا ہے، اس لئے امیر المؤمنین

حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خوف سے حجّاج کرام کو حج کرنے کے بعد واپس بھیج دیتے، کہ لوگوں کو اس سے اُکتاہٹ پیدا نہ ہوجائے اور فرماتے اے اہل یمن! یمن کو جاؤ، اے شام والو! شام کی طرف جاؤ، اے اہل عراق! عراق کی طرف جاؤ۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ وہاں سے جدا ہونے کی وجہ سے دوبارہ آنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًاؕ (پ۱، البقرہ: ۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس خوف سے (وہاں ٹھہرنا ناپسندیدہ ہے) کہ کہیں گناہ اور خطاؤں کا ارتکاب نہ ہوجائے اور یہ ممنوع ہے۔ جو مکہ کے حقوق پورے کرسکے اس کے لئے وہاں ٹھہرنے کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جب نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم دوبارہ مکہ تشریف لائے تو کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ''بلاشبہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہترین زمین ہے اور مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اگر مجھے یہاں سے جانے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں یہاں سے نہ جاتا۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب المناسك، باب فضل مكة، الحديث ۳۱۰۸، ص۲۶۶۵)

مدینۂ منورہ کی فضیلت وعظمت:

مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ سے افضل کوئی زمین نہیں۔ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''میرا اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاری، كتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدينة، باب فضل الصلاة فی مسجد......الخ، الحديث: ۱۱۹۰، ص۹۲)

مدینۂ منورہ کے بعد بیتُ المقدّس کی فضیلت ہے۔ نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''اس میں ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔''

(شعب الايمان للبيهقی، باب فی المناسك، فضل الحج والعمرة، الحديث ۴۱۴۰، ج۳، ص۴۸۵، بتغيرٍ)

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مسجدِ مدینہ (یعنی مسجدِ نبوی) میں ایک نماز دس ہزار نمازوں کے برابر ہے، مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔''

حج کی شرائط، صحت، ارکان، واجبات اور ممنوعات کا بیان

حج کے صحیح ہونے کی شرائط:

حج کے صحیح ہونے کی شرائط **وقت کا پایا جانا اور مسلمان ہونا** ہے، اور بچے کا حج صحیح ہے اگر وہ خود سمجھدار ہے تو احرام باندھے اور سمجھدار نہیں ہے تو اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھ لے اور اس سے تمام افعال حج کروائے جو وہ خود کر سکتا ہے۔

حج کے احرام کا وقت شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے نو دن اور قربانی کے دن طلوع فجر تک ہے جو ان اوقات کے علاوہ حج کا احرام باندھے گا تو وہ عمرہ ہوگا اور عمرے کا وقت پورا سال ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط:[1]

فرض حج کے وقوع (یعنی لازم ہونے) کے لئے پانچ شرائط ہیں: (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا اور (۵) وقت کا پایا جانا۔

اگر بچے یا غلام نے احرام باندھا لیکن عرفات یا مزدلفہ میں غلام کو آزاد کر دیا گیا یا بچہ بالغ ہوگیا اور وہ قربانی کے دن کی طلوعِ فجر سے پہلے عرفات لوٹ گیا تو ان دونوں کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ حج وقوفِ عرفات کا نام ہے اور ان دونوں پر کوتاہی کا دم لازم نہ ہوگا اور عمرہ کے لئے بھی یہی شرائط ہیں البتہ اس میں وقت شرط نہیں۔

آزاد بالغ آدمی کی طرف سے نفلی حج کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فرض حج ادا کر چکا ہو، کیونکہ فرض حج مقدَّم ہے پھر اس حج کی قضاء ہے جسے حالتِ وقوف میں فاسد کیا ہو، پھر نذر کا حج، پھر دوسرے کی نیابت میں حج کرنا اور اس کے بعد نفلی ہے۔ یہ ترتیب ضروری ہے اور حج اسی ترتیب سے واقع ہوگا اگرچہ اس کے خلاف نیت کرے۔

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''حج فرض ہونے کی آٹھ شرائط ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔ **صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی حج کی شرائط بیان فرماتے ہیں: ''(۱) اسلام (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے (۳) بلوغ (۴) عاقل ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) تندرست ہو کہ حج کو جا سکے، اعضاء سلامت ہوں۔ انکھیارا ہو (۷) سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے (۸) وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔''
حج کے تفصیلی مسائل جاننے کے لئے **بہارِ شریعت، حصہ ششم** کا مطالعہ فرمائیں۔'' (بھار شریعت، حج کا بیان حصہ٦، ص٨)

آزادی اور استطاعت:

حج فرض ہونے کے لئے آزادی اور استطاعت بھی شرط ہے۔جس شخص پر فرض حج لازم ہو اس پر فرض عمرہ بھی لازم ہے۔[1] جو شخص مکہ مکرمہ میں زیارت یا تجارت کی نیت سے داخل ہو اور لکڑیاں بیچنے والا نہ ہو تو ایک قول کے مطابق اس پر احرام لازم ہے پھر وہ عمرہ یا حج کے عمل کے ذریعے اس سے باہر آئے۔

استطاعت:

استطاعت دو اعتبار سے ہوتی ہے۔

(۱) خود اعمالِ حج کا بجالانا اور اس کے لئے صحت کا ہونا، راستے کا پر امن، سبزہ والا ہونا (یعنی کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں) اور سمندری خطرہ نہ ہو، جانے اور وطن واپس لوٹنے تک کے اخراجات کا مالک ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد اس مدت کے دوران ان لوگوں کے اخراجات بھی اس کے پاس ہوں جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے اور سفری اخراجات پر بھی قادر ہو۔

(۲) اپاہج آدمی کے لئے استطاعت یہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو حج پر بھیجے جو اپنے فرض حج سے فارغ ہو چکا ہو، اگر اپاہج آدمی کا بیٹا اپنے باپ کی خدمت کے لئے تیار ہو جائے تو وہ استطاعت والا ہو جائیگا۔

اِستطاعت کے بعد تاخیر ہو جانا اگرچہ جائز ہے۔لیکن چونکہ اپنی موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں لہٰذا جلد حج کر لینا بہتر ہے۔کیونکہ اگر بغیر حج کئے مر گیا تو وہ ترکِ حج کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گناہگار حاضر ہوگا۔

ارکانِ حج:[2]

حج کے پانچ ارکان ہیں: (۱) احرام (۲) طواف (۳) طواف کے بعد سعی (۴) وقوفِ عرفات (۵) سر منڈوانا۔

---

[1]: احناف کے نزدیک عمرہ فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ برھان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''عمرہ سنت ہے۔'' (الھدایۃ، کتاب الحج، باب الفوات، ج ۱، ص ۱۷۸)

[2]: **احناف کے نزدیک:** ''حج میں یہ چیزیں فرض ہیں: (۱) احرام (کہ یہ شرط ہے) (۲) وقوفِ عرفہ (یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا) (۳) طوافِ زیارت کا اکثر حصہ (یعنی چار پھیرے)۔پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف وطواف **رُکن** ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب (یعنی پہلے احرام باندھنا، پھر وقوف، پھر طواف کرنا) (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (یعنی وقوف اُس وقت ہونا جو مذکور ہوا)، اس کے بعد طواف (اس کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے) (۷) مکان (یعنی وقوف زمینِ عرفات میں ہونا سوا بطنِ عرفہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔'' (بھار شریعت، حج کا بیان، حصہ ۶، ص ۱۲)

ایک قول کے مطابق عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں،سوائے وقوفِ عرفات کے۔

دَم لازم کرنے والے واجبات:[1]

چھ واجبات کے رہ جانے سے دم لازم آتا ہے۔

(۱) میقات سے احرام باندھنا، جوشخص یہ چھوڑ دے اس پر دم میں بکری لازم ہوجاتی ہے (۲) رمی جمرات اوراس کے چھوڑنے پر ایک قول کے مطابق دم لازم ہے (۳) سورج غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرنا (۴) مزدلفہ میں رات گزارنا (۵) منیٰ میں رات گزارنا (۶) طواف وداع کرنا۔اگر یہ آخری چار رہ جائیں تو ایک قول کے مطابق دم لازم ہے، جبکہ دوسرے قول کے مطابق دم لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔

حج کی اقسام

حج اور عمرہ کی ادائیگی کے تین طریقے:

(۱)......حجِ افراد: اور یہ افضل ہے[2] اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف حج کرے، جب حج سے فارغ ہوجائے تو حرم سے حِل (حرم سے باہر) کی طرف چلا جائے اور احرام باندھ کر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام کے لئے افضل حِل **جِعِرَّانہ** ہے[3] پھر تنعیم اور پھر حدیبیہ ہے حجِ افراد کرنے والے پر دم (قربانی) لازم نہیں بلکہ نفل ہے۔

(۲)......حجِ قِران: اس کا طریقہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو جمع کرے اور کہے میں حج اور عمرہ کے ساتھ حاضر ہوں اور

---

[1]: دَم یعنی ایک بکرا (اس میں نر، مادہ، دُنبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)۔ (رفیق الحرمین، ص۲۲۸)

نوٹ: دَم مزید کن صورتوں میں لازم آتا ہے اس کے بارے میں جاننے کے لئے **بہارِشریعت، حصہ ۶** کا مطالعہ فرمائیں۔

[2]: ہمارے نزدیک: ''سب سے افضل حج قران پھر تمتع پھر افراد ہے۔'' (ردالمحتار، کتاب الحج، باب القران، ج۳، ص۶۳۱)

[3]: امیرِ اہلسنت ،امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتھم العالیۃ نقل فرماتے ہیں: ''**جِعِرَّانہ** مکۂ مکرمہ سے تقریباً چھبیس (۲۶) کلومیٹر دور طائف کے راستے پر واقع ہے۔ یہاں سے بھی دورانِ قیام مکّہ شریف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔اس مقام کو عوام میں **''بڑا عمرہ''** کہا جاتا ہے۔غزوۂ حُنین سے واپسی پر ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہاں سے عمرہ کا احرام زیبِ تن فرمایا تھا۔ ہوسکے تو ہر حاجی کو چاہیے کہ اس سنت کو ادا کرے اور یہ نہایت ہی پُرسوز مقام ہے۔حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی **''اخبار الاخیار''** میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا شیخ عبدالوہاب متقی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے زائرینِ حرم کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھیں کہ یہ ایسا متبرک مقام ہے کہ میں نے یہاں ایک رات کے اندر سو (100) بار مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا خواب میں دیدار کیا ہے۔'' (اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ) (رفیق الحرمین، ص۴۱)

محرم ہو جائے (یعنی احرام باندھ لے) اس کے لئے حج کے اعمال کافی ہیں، اور عمرہ حج کے تحت آ جائے گا جس طرح وضو غسل کے تحت ادا ہو جاتا ہے۔ البتہ جب وہ طواف کرے اور وقوف عرفات سے پہلے سعی کرے تو اس کی سعی دونوں عبادتوں کی طرف سے شمار ہوگی لیکن طواف شمار نہیں ہوگا کیونکہ حج کے فرض طواف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفات کے بعد ہو اور حجِ قران کرنے والے پر بکری کی قربانی لازم ہے۔ البتہ اگر وہ مکۂ مکرمہ کا رہنے والا ہو تو کچھ بھی لازم نہیں کیونکہ اس نے اپنے میقات کو نہیں چھوڑا اس لئے کہ اس کا میقات مکۂ مکرمہ ہے۔

(۳)......حجِ تمتُّع: اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے عمرہ کے احرام کے ساتھ داخل ہو اور (عمرہ کرنے کے بعد) مکہ میں احرام اتار دے اور حج کے وقت تک ممنوعاتِ احرام سے نفع اٹھائے پھر حج کا احرام باندھے۔

مُتَمَتِّع کے لئے شرائط:[1]

(۱) وہ مسجدِ حرام کے پاس رہنے والا نہ ہو اس سے مراد وہ شخص ہے جو اتنی مسافت پر ہو جس میں نماز کی قصر ہوتی ہے۔

(۲) عمرہ کو حج سے مقدم کرے۔ (۳) عمرہ حج کے مہینوں میں ہو۔

(۴) (اس دوران) حج کا احرام باندھنے کے لئے میقاتِ حج یا اس کے برابر مسافت کی طرف نہ آئے۔

(۵) اس کا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں۔

جب یہ اوصاف پائے جائیں تو انسان متمتع ہو جاتا ہے اور اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے۔[2] اگر جانور نہ پائے تو قربانی کے دن سے پہلے حج کے دنوں میں تین روزے الگ الگ یا مسلسل رکھے اور سات روزے اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر رکھے۔ یہ دس روزے ہیں چاہے مسلسل رکھے یا متفرق طور پر رکھے۔

---

[1]: احناف کے نزدیک: حجِ تمتع کی دس شرائط ہیں۔ ان کی تفصیل جاننے کے لئے **بہار شریعت حصہ ۶** کا مطالعہ فرمائیں۔

[2]: احناف کے نزدیک: ''قران اور تمتع والے کو قربانی کرنا واجب ہے۔'' (بہار شریعت، حج کے واجبات، حصہ ۶، ص ۱۲)

ممنوعاتِ حج وعمرہ

حج وعمرہ میں ممنوع امور:[1]

(۱) قمیص، شلوار، موزے اور عمامہ باندھنا بلکہ اسے ایک ازار اور ایک رداء (دو چادریں) اور چپل پہننا چاہئے، اگر چپل نہ ہوں تو جوتوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اگر چادر نہ ہو تو شلوار پہن لے (اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک دم لازم ہوگا) اور کمر بند باندھنے یا کجاوے کے سائے میں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ اپنا سر نہیں ڈھانپے گا کیونکہ اس کے احرام کا تعلق سر کے ساتھ ہے عورت سلا ہوا لباس پہن سکتی ہے البتہ وہ ایسی چیز کے ساتھ چہرے کو نہ ڈھانپے جو اس کے چہرے کو چھوتی ہو کیونکہ اس کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

(۲) خوشبو لگانا۔ اور ہر اس چیز سے بچنا جسے عقلمند لوگ خوشبو کہتے ہیں اگر اس نے خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر دم میں بکری لازم ہوگی۔

(۳) بال کٹوانا اور ناخن تراشنا ان دونوں صورتوں میں فدیہ ہے اور وہ بکری کی قربانی کرنا ہے البتہ سرمہ لگانے، حمام میں داخل ہونے، رگ کٹوانے، پچھنے لگوانے اور بالوں میں کنگھی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) جماع کرنا، اگر جانور ذبح کرنے اور سر منڈانے سے پہلے جماع کرے تو یہ حج کو توڑ دیتا ہے اور اس میں اونٹ،

---

[1]: **احناف کے نزدیک احرام میں یہ کام حرام ہیں:** ''احرام باندھتے ہی یہ کام ناجائز ہوگئے۔ عورت سے صحبت، بوسہ، مساس (یعنی چھونا)، گلے لگانا، اُس کے اندامِ نہانی پر نگاہ جبکہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں، عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا، فحش، گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہوگئے، کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا، جنگل کا شکار، اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا، بندوق یا بارود یا اُس کے ذبح کرنے کو چھری دینا، اس کے انڈے توڑنا۔ پَر اُکھیڑنا، پاؤں یا بازو توڑنا، اُس کا دودھ دوہنا، اُس کا گوشت یا انڈے پکانا، بھوننا، بیچنا، خریدنا، کھانا اور اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا، سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا، منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ بستہ یا کپڑے کی بقچی یا گٹھری سر پر رکھنا، عمامہ باندھنا، بُرقع، دستانے پہننا یا موزے یا جُرابیں وغیرہ جو وسطِ قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔ سلا کپڑا پہننا، خوشبو بالوں یا بدن یا کپڑوں میں لگانا، ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔ خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا، ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مُشک، عنبر، زعفران۔ سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبو دار ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔ وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا، گوند وغیرہ سے بال جمانا، زیتون یا تِل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا، کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو، جُوں مارنا، پھینکنا، کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا، کپڑا اس کے مارنے کو دھونا یا دھوپ میں ڈالنا، بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جُوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔''

(بہارِ شریعت، احرام کا بیان، حصہ۶، ص ۲۷۔ بحوالہ فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰، ص ۷۳۲)

گائے یا سات بکریاں لازم ہیں۔لیکن اگر اس کے بعد ہو تو اس پر اونٹ لازم ہوتا ہے،لیکن حج فاسد نہیں ہوتا۔

(۵) جماع کی طرف لے جانے والے امور جیسے بوسہ لینا اور چھونا، کہ عورتوں کے ساتھ ایسا کرنے (سے مذی وغیرہ نکلنے) کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ عمل حرام ہے۔اس پر ایک بکری لازم ہے اسی طرح مشت زنی کرنا،نکاح کرنا یا نکاح کروانا حرام ہے لیکن اس میں قربانی نہیں کیونکہ (حج وعمرہ میں) نکاح منعقد نہیں ہوتا۔[1]

(۶) خشکی کے پرندے کا شکار کرنا یعنی جو جانور کھایا جاتا ہے یا جو حلال اور حرام کے ملاپ سے پیدا ہو، اگر وہ (محرم) کسی جانور کو قتل کرے تو اس کی مثل جانور جو اس کے گوشت کے قریب ہو لازم ہوگا اس معاملہ میں خلقت میں قریب ہونے کی رعایت رکھی جائی گی۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ.

سفرِ حج کے آداب

سفرِ حج کے دس آداب ہیں:

پہلا ادب:

یہ نکلنے کے آغاز سے احرام تک کے سفر کے متعلق ہے اور اس میں آٹھ چیزیں ہیں۔

(۱) توبہ کرنا، جن لوگوں کے حقوق زبردستی غصب کئے انہیں واپس کرنا، قرض لوٹانا، جن لوگوں کا نفقہ لازم ہے واپسی تک ان کے نفقہ کا انتظام کرنا، امانتوں کا واپس کرنا اور حلال مال لے کر جانا۔

(۲) نیک دوست تلاش کرنا جو دین میں اسے فائدہ دے۔

(۳) گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا اور ان میں سورۂ ''**قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ**'' اور سورۂ ''**قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**'' پڑھے جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے: ''اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہی سفر میں مددگار ہے اور اہل وعیال، مال اور دوستوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ہمیں اور ان کو ہر آفت، مصیبت اور بلا سے محفوظ رکھ۔

(۴) جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو کہے: '' **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع، میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کیا، نیکی

---

[1] احناف کے نزدیک: ''احرام کی حالت میں نکاح ہو سکتا ہے کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے کُھلوا سکتا ہے اور فرض کا ہے تو دو صورتیں ہیں۔اگر عورت کا محرم ساتھ میں ہے تو نہیں کھلوا سکتا، اور مَحرم ساتھ میں نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلوا سکتا ہے۔اور اگر اس کا مُحرمہ ہونا معلوم نہ ہوا اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا'' (الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب السابع عشر في النذر بالحج، ج۱، ص۲٦٤)

کرنے اور برائی سے رکنے کی طاقت دینے والا وہ ہی ہے۔اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں یا کسی پر زیادتی کروں یا مجھ پر زیادتی ہو یا میں جہالت کا ارتکاب کروں یا میرے خلاف جہالت برتی جائے۔

(۵) جب سواری پر سوار ہو تو پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ،تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ ،حَسْبِیَ اللّٰہُ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کیا، میرے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کافی ہے۔'' پھر یہ پڑھے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۙ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ (پ ۲۵، الزخرف: ۱۳-۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے (قابو) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

(۶) پڑاؤ ڈالنا۔سنت یہ ہے کہ جب تک دن گرم نہ ہو جائے کسی جگہ نہ اُترے اور سفر رات کی ابتداء میں کیا جائے۔
نبیٔ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم پر رات میں سفر کرنا لازم ہے کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے جو دن کو نہیں لپیٹی جاتی۔'' (سنن ابی داؤد ،کتاب الجهاد ،باب فی الدرجة ،الحدیث ۲۵۷۱،ص ۱۴۱۳۔موطأ للامام مالك، کتاب الاستئذان ،باب ما یؤمر به من العمل فی السفر ،الحدیث ۱۸۸۵،ج ۲،ص ۴۵۸)

(۷) اکیلا چلنے سے بچے کہ غفلت میں ہلاک نہ کر دیا جائے۔

(۸) جب کسی بلند مقام کی طرف جائے تو تین مرتبہ تکبیر کہنے کے بعد یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ ،وَ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے ہر شرف سے بڑھ کر شرف ہے اور ہر حال میں تیرے لئے ہی حمد ہے۔''

دوسرا ادب:

میقات سے احرام باندھنے سے لے کر دخولِ مکۂ مکرمہ تک کے آداب پانچ ہیں۔

(۱) غسل کرنا: غسل کرتے وقت احرام کی نیت کرے۔ناخن تراشنے اور مونچھیں پست کرنے کے ساتھ اپنے غسل کو مکمل کرے۔

(۲) سلے ہوئے کپڑوں سے دور رہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور خوشبو لگائے اور ایسی خوشبو لگانے میں حرج نہیں جس

کا نشان اور خوشبو باقی رہے جیسا کہ منقول ہے۔[1]

(۳) اپنی حرکت یا اپنی سواری کے اٹھنے کی حرکت کے وقت احرام کی نیت کرے، احرام کے صحیح ہونے کے لئے صرف نیت ہی کافی ہے لیکن سنت یہ ہے کہ وہ نیت کے ساتھ تلبیہ کے الفاظ بھی ملائے: لَبَّیْکَ ط اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَاشَرِیْکَ لَکَ ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک حمد و نعمت اور بادشاہی تیرے لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اگر وہ اس میں اضافہ کرے اور کہے ''لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَةُ اِلَیْکَ لَبَّیْکَ بِحَجَّةٍ حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ ترجمہ: میں حاضر ہوں اور بار بار حاضر ہوں اور تمام بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور تیری طرف رغبت ہے، میں تیری بندگی و غلامی کرتے ہوئے حج کے لئے حق کے ساتھ حاضر ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیّدنا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما۔

(۴) جب اس کا احرام منعقد ہو جائے تو مستحب ہے کہ یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَاَعِنِّیْ عَلٰی فَرْضِهٖ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر دے اور اس کے فرض کی ادائیگی پر میری مدد فرما اور اسے مجھ سے قبول فرما۔'' (۵) احرام کے دوران بار بار تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

تیسرا ادب:

یہ دخول مکہ مکرمہ سے طواف تک کے آداب کے بارے میں ہے اور یہ چھ ہیں۔

(۱) مکہ مکرمہ میں داخلہ کے لئے مقام ذی طویٰ سے غسل کرے اور حج میں نو غسل مسنون ہیں پہلا احرام کے لئے پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے، پھر طواف قدوم کے لئے پھر وقوف عرفات کے لئے پھر مزدلفہ کے لئے پھر تین جمروں کو کنکریاں مارنے کے لئے تین اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے لئے غسل نہیں پھر طواف وداع کے لئے اور امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے قول کے مطابق طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے غسل نہیں، اس طرح یہ سات رہ جاتے ہیں۔[2]

---

[1] احناف کے نزدیک: ''بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اُس کا جرم باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔''

(بہارِ شریعت، احرام کا بیان، حصہ ٦، ص ٢٤)

[2] احناف کے نزدیک: ''عرفہ کے دن اور احرام باندھتے وقت غسل کرنا سنت ہے اور وقوفِ عرفات و وقوفِ مزدلفہ و حاضریٔ حرم و حاضریٔ سرکارِ اعظم و طواف و دخولِ منیٰ اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے لئے اور عرفہ کی رات غسل کرنا مستحب ہے۔'' (تنویر الأبصار والدر المختار، کتاب الطھارۃ، ج ١، ص ٣٣٩۔٣٤٢)

(۲) حرم شریف کے شروع میں داخل ہوتے وقت مکہ مکرمہ سے باہر ہی یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَ اَمْنُکَ، فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَ بَشْرِیْ عَلَی النَّارِ ،وَ اٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَائِکَ وَ اَھْلِ طَاعَتِکَ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا حرم امن کی جگہ ہے پس میرا گوشت میرا خون اور میری کھال کو جہنم پر حرام کر دے جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا اور مجھے اپنے اولیاء اور اطاعت گزار بندوں میں سے کر دے۔

(۳) مکہ مکرمہ میں وادی ابطح کی طرف سے داخل ہو اور یہ ثنیہ کَدا (کاف پر زبر کے ساتھ) ہے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے عام راستہ سے ہٹ کر یہ راستہ اختیار فرمایا تھا اور ثنیہ کُدا (کاف پر پیش کے ساتھ) سے باہر نکلے پہلی وادی بلند ہے اور دوسری پست۔''

(۴) جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور دیوار تک پہنچے (جو پہلے دور میں تھی) تو جونہی اس کی نظر بیت اللہ پر پڑے تو یہ پڑھے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ،وَ مِنْکَ السَّلَامُ،وَ دَارُکَ دَارُ السَّلَامِ،تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ،اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا بَیْتُکَ ،عَظَّمْتَہٗ وَ کَرَّمْتَہٗ وَ شَرَّفْتَہٗ ،اَللّٰھُمَّ فَزِدْہُ تَعْظِیْمًا،وَزِدْہُ تَشْرِیْفًاوَّ تَکْرِیْمًا ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو ہی سلامتی والا ہے اور سلامتی تیری طرف سے ہے، تیرا گھر سلامتی کا گھر ہے، اے بزرگی وعزت والے رب، تو برکت والا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! بے شک یہ تیرا گھر ہے، تو نے اسے عظیم بنایا، عزت بخشی اور شرف عطا فرمایا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس کی تعظیم، شرافت اور تکریم میں اضافہ فرما۔

(۵) جب مسجد حرام میں داخل ہو تو باب بنی شیبہ سے داخل ہو اور یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ،وَبِاللّٰہِ،وَمِنَ اللّٰہِ ،وَ اِلَی اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور اسی کے راستے میں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ملت پر داخل ہوتا ہوں۔'' جب بیت اللہ شریف کے قریب ہو تو یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ،اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ نَبِیِّکَ، وَعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِکَ ،وَ عَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَائِکَ وَ رُسُلِکَ ترجمہ: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں اور اس کے منتخب بندوں پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور نبی ہیں اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم علیہ السلام پر جو تیرے خلیل ہیں اور اپنے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام پر رحمت نازل فرما۔'' اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں اس مقام پر اور حج کے پہلے عمل پر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما، میری خطاؤں سے درگزر فرما، میرا بوجھ مجھ سے

اتار دے، تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنے عزت والے گھر تک پہنچایا جسے اس نے لوگوں کے لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، اسے مبارک اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنادیا اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیرا بندہ ہوں، یہ شہر تیرا شہر، یہ حرم تیرا حرم اور یہ گھر تیرا گھر ہے، میں تیری بارگاہ میں تیری رحمت طلب کرنے آیا ہوں، میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جس طرح کوئی مجبور شخص تیرے عذاب سے خوف زدہ، تیری رحمت کا امیدوار اور تیری رضا کا متلاشی سوال کرتا ہے۔''

(۶) اس کے بعد حجرِ اسود کا ارادہ کرے اور اسے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ چھوئے اور اسے بوسہ دے اور پڑھے: **اَللّٰھُمَّ اَمَانَتِیۡ اَدَّیۡتُھَا، وَمِیۡثَاقِیۡ تَعَاھَدۡتُہٗ، اِشۡھَدۡ لِیۡ بِالۡمُوَافَاۃِ** ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنی امانت ادا کردی، اپنا وعدہ پورا کیا تو اس وفا پر گواہ رہنا۔'' اگر بوسہ نہ دے سکے تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر مذکورہ بالا الفاظ کہے پھر طواف قدوم کے علاوہ کوئی اور عمل نہ کرے البتہ اگر لوگوں کو فرض نماز پڑھتا ہوا پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھے پھر طواف کرے۔

چوتھا ادب:

طواف کے متعلق ہے۔ جب طواف کا ارادہ کرے خواہ کوئی بھی طواف ہو تو اس پر چھ امور لازم ہیں۔

(۱) طواف میں نماز کی شرائط کا لحاظ رکھے کیونکہ طواف بھی ایک قسم کی نماز ہے البتہ اس میں گفتگو کو جائز قرار دیا گیا طواف کی ابتداء میں ہی اضطباع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چادر کے درمیان والے حصے کو دائیں بغل کے نیچے سے لے جا کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر جمع کر دے اور طواف کی ابتداء کرتے وقت تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔[1]

اس کے بعد طواف کرنے والا آئندہ آنے والی دعاؤں میں مشغول ہو جائے۔

(۲) جب چادر کو کندھے پر ڈال لے تو بیت اللہ شریف کی دائیں جانب حجر اسود کے قریب کھڑا ہو جائے لیکن اس سے کچھ دور رہے تا کہ حجر اسود اس کے سامنے رہے۔ اپنے اور بیت اللہ شریف کے درمیان تین قدموں کا فاصلہ رکھے تا کہ بیت اللہ شریف کے قریب ہو کیونکہ یہ افضل ہے تا کہ وہ شاذ روان (یعنی دیوار کے پایہ کے ساتھ عرض میں چھوڑے ہوئے حصے) کے اندر طواف کرنے والا نہ ہو کیونکہ وہ بیت اللہ کا حصہ ہے اور حجر اسود کے پاس شاذ روان زمین سے ملی ہوئی ہے اور اس میں طواف کرنے والے کا طواف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وہ شخص بیت اللہ شریف کے اندر طواف کرنے والا شمار ہوتا ہے پھر اسی جگہ سے طواف کا آغاز کرے۔

(۳) حجر اسود سے گزرنے سے پہلے بلکہ طواف کے شروع میں پڑھے: **بِسۡمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰھُمَّ اِیۡمَانًا بِکَ، وَتَصۡدِیۡقًا بِکِتَابِکَ، وَوَفَاءً بِعَھۡدِکَ، وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ** ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع،

---

[1] احناف کے نزدیک: ''ان (یعنی قارن اور مفرد) کی لَبَّیۡک دسویں تاریخ رمی جمرہ کے وقت ختم ہوگی۔'' (بہار شریعت، طواف کے مسائل، حصہ ٦، ص ٤٥)

اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی حضرت سیِّدُ نامحمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے (طواف کرتا ہوں)۔

اب طواف کرے، حجر اسود سے گزرنے کے بعد سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا دروازہ آتا ہے تو یہاں پڑھے: **اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُکَ**......الخ. جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۴) پہلے تین چکروں میں **رمل** کرے۔[۱] اور آخری چار چکروں میں سکون سے چلے اور ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کا **اِستِلام** مستحب ہے۔[۲]

(۵) جب طواف کے سات چکر پورے ہو جائیں تو ملتزم کے پاس آئے اور یہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے، بیت اللہ شریف سے چمٹ جائے، اپنے پیٹ کو بیت اللہ شریف سے ملا دے اور بیت اللہ شریف کے پردوں سے چمٹ جائے اس پر اپنا دایاں رخسار رکھے اور بازوؤں اور ہتھیلیوں کو اس پر کھول دے اور کہے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے اس قدیم گھر کے رب! میری گردن کو جہنم سے آزاد فرما اور مجھے مردود شیطان سے پناہ عطا فرما اور ہر برائی سے پناہ دے اور جو چیز تو نے مجھے عطا فرمائی اس پر قناعت عطا فرما اور جو کچھ مجھے عطا فرمایا اس میں برکت پیدا فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! یہ گھر تیرا ہے، یہ بندہ تیرا بندہ ہے اور یہ جہنم سے تیری پناہ طلب کرنے والوں کا مقام ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی بارگاہ میں آنے والوں میں سے بہتر لوگوں میں کر دے۔

اور بکثرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کرے اور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر درود بھیجے۔

(۶) جب اس سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص کی تلاوت کرے۔ یہ طواف کی دو رکعتیں ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ سنت ہے کہ بندہ ہر سات چکروں کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔''

پانچواں ادب:

سعی کے متعلق، جب طواف سے فارغ ہو جائے تو باب صفا سے نکل جائے (آج کل ایسی صورت نہیں کیونکہ صفا و مروہ کے

---

[۱] امیرِ اہلِ سنت، امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتھم العالیہ تحریر فرماتے ہیں: رمل سے مراد یہ ہے کہ ''جلد جلد چھوٹے قدم رکھتے، شانے ہلاتے چلیں۔ بعض لوگ کودتے اور دوڑتے ہوئے جاتے ہیں یہ **سنت نہیں** ہے۔'' (رفیق الحرمین، ص ۷۰)

[۲] ''حَجَرِ اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ سے چھو کر چومنے یا ہاتھوں کا اشارہ کر کے انہیں چوم لینے کو اِستِلام کہتے ہیں۔'' (رفیق الحرمین، ص ۷۰)

اطراف میں دیواریں بن چکی ہیں اس لئے صفا پر جانے کے لئے اندر کی طرف سے جانا پڑتا ہے) جب صفا تک پہنچ جائے جو ایک پہاڑ ہے تو پہاڑ کے نیچے سے انسانی قد کے برابر کچھ زینے اوپر چلا جائے۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم اس کے اوپر چڑھے حتی کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آیا اور پہاڑ کے دامن سے سعی شروع کرنا بھی کافی ہے لیکن بعض درجے نئے بنائے گئے ہیں تو انہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس طرح سعی مکمل نہ ہوگی۔ جب یہاں سے شروع کرے تو صفا کی طرف چہرہ کرلے اور ایک چکر لگائے جب مروہ تک پہنچے تو اس پر چڑھے اور صفا کی طرف چہرہ کرلے تو ایک چکر ہو جائے گا جب صفا واپس لوٹے گا تو دو چکر ہو جائیں گے اس طرح سات چکر لگائے جب اس طرح کرلے گا تو طوافِ قدوم اور سعی سے فارغ ہو جائے گا اور یہ دونوں سنت ہیں۔ اور سعی کے لئے باوضو ہونا مستحب ہے البتہ طواف میں باوضو ہونا واجب ہے سعی کرلی تو اب وقوفِ عرفات کے بعد دوبارہ سعی کرنا لازم نہیں اور بطورِ رکن یہ سعی کافی ہوگی کیونکہ سعی کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ وقوف کے بعد ہو۔ ہاں! یہ فرض طواف کے لئے شرط ہے۔ البتہ! سعی کے لئے شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد ہی ہو خواہ کوئی بھی طواف ہو۔

چھٹا ادب: وقوفِ عرفات اور ماقبل امور کا بیان

اگر حاجی نو ذوالحجہ کے دن عرفات پہنچے تو وقوفِ عرفات سے پہلے طوافِ قدوم اور مکہ مکرمہ کی حاضری کے لئے نہ جائے اگر اس سے کچھ دن پہلے پہنچے اور طوافِ قدوم کرلے تو ذوالحجہ کی سات تاریخ تک حالتِ احرام میں ہی رہے (جبکہ اس نے حج قران کی نیت کی ہو) پس (اسی دن) ظہر کے بعد امام، کعبۃ اللہ شریف کے پاس مکہ میں خطبہ دیتا ہے اور لوگوں کو آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانے کی تیاری کے بارے میں بتاتا ہے کہ وہ رات رہیں اور دوسرے دن صبح عرفات جائیں تاکہ زوالِ شمس کے بعد وقوف کرکے فرض کی ادائیگی کرلیں کیونکہ وقوف کا وقت نو ذوالحجہ کے زوال سے لے کر قربانی کے دن کی صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ حاجی کو چاہئے کہ وہ تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف جائے اور اس کے لئے مستحب ہے کہ مکہ مکرمہ سے مناسکِ حج کی ادائیگی کے آخر تک اگر پیدل چلنے پر قدرت ہو تو پیدل چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے جائے، وقوف تک پیدل چلنا افضل ہے اور اس کی تاکید ہے۔ جب منیٰ پہنچے تو یوں کہے: ''یا **اللہ**! یہ منیٰ ہے تو مجھ پر اس چیز کے ساتھ احسان فرما جس کے ساتھ تو نے اپنے اولیاء کرام اور فرمانبردار بندوں پر احسان فرمایا۔''

یہ رات منیٰ میں گزارے، یہاں صرف رات گزارنا ہے جس سے عملِ حج متعلق نہیں۔ جب نو ذوالحجہ کی صبح ہو تو صبح کی نماز پڑھے جب ثبیر (نامی پہاڑ) پر سورج طلوع ہو جائے تو عرفات کی طرف جائے اور یہ دعا کرے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری اس صبح کو بہتر صبح بنادے جو میں نے کی ہے اور اسے اپنی رضا کے قریب کردے اور اپنی ناراضگی سے دور رکھ۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!

میں نے تیری طرف صبح کی، تجھی پر بھروسہ کیا، تیری ذات کا ارادہ کیا پس مجھے ان لوگوں میں سے بنا دے جن پر آج تو ان (یعنی فرشتوں) کے سامنے فخر فرماتا ہے جو مجھ سے بہتر اور افضل ہیں۔" جب عرفات میں آجائے تو مقام نمرہ میں مسجد کے قریب خیمہ لگا دے کیونکہ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اسی مقام پر خیمہ لگایا تھا۔ **نمرہ** وادی عرنہ کا نچلا حصّہ ہے جو موقف اور عرفات کے دوسری طرف ہے اور وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا چاہئے۔ جب سورج ڈھل جائے تو امام مختصر خطبہ دے کر بیٹھ جائے اور مؤذن اذان دے اور امام دوسرا خطبہ دے اور اقامت کو اذان سے اس طرح ملایا جائے کہ مؤذن کے اقامت کہنے کے ساتھ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر اور عصر کو ملائے اور نماز میں قصر کرے اور پھر موقف کی طرف جائے اور عرفات میں ٹھہر جائے اور وادیٔ عرنہ میں نہ ٹھہرے۔ مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ وادی عرنہ میں ہے اور پچھلا حصہ عرفات میں پس جو شخص مسجد ابراہیم کے اگلے حصے میں وقوف کرے اسے وقوف عرفہ نہ حاصل ہوگا اور مسجد میں عرفات کی جگہ کو بڑے پتھروں کے ذریعے ممتاز کیا گیا ہے بہتر یہ ہے کہ وہ ان پتھروں کے پاس امام کے قریب قبلہ رخ ہو کر ٹھہرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء، تسبیح وتہلیل، دعا اور توبہ کثرت سے کرے۔ اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ دعا پر قوت حاصل ہو اور عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نہیں نکلنا چاہئے تاکہ عرفات میں دن اور رات جمع ہو جائے اور چاند میں شبہ کی وجہ سے آٹھویں تاریخ کی ایک ساعت وہاں ٹھہرنا ممکن ہو تو یہ احتیاط کے مطابق ہے اور جو شخص دس ذوالحجہ کی طلوع فجر تک وقوف نہ کر سکے اس کا حج فوت ہو جائے گا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دے پھر حج کے فوت ہونے کی وجہ سے جانور ذبح کرے اور اس کی (آئندہ سال) قضاء کرے۔ اس دن حاجی کی اہم مشغولیت دعا کرتے رہنا ہے کیونکہ اس قسم کے اجتماع، اس قسم کے دن اور اس قسم کی جگہ میں دعاؤں کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ وہ دعائیں جو وقوف عرفات کے دن پڑھنے کے بارے میں منقول ہیں ان کا پڑھنا بہتر ہے، وہ دعائیں یہ ہیں: **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ يَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ** **ترجمہ: اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ ہر چاہت پر قدرت رکھنے والا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے دل، میری سماعت اور میری بصارت کو منور فرما، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام کو آسان فرما دے۔"

ساتواں ادب: حج کے دیگر اعمال کا بیان

پھر مزدَلِفہ میں عشاء کے وقت ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے[1] اور قصر کرے۔ دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے لیکن دونوں فرض نمازیں ادا کرنے کے بعد مغرب اور عشاء کے نوافل اور وتر نماز کو جمع کرے، پہلے مغرب کے نوافل پڑھے (پھر عشاء کے پڑھے) جو شخص اس رات کے پہلے نصف میں وہاں سے نکل جائے اور وہاں رات نہ گزارے تو اس پر دم لازم ہو جاتا ہے[2] جو شخص قدرت رکھتا ہو اسے اس رات کو عبادت کرتے ہوئے گزارنا نہایت عمدہ عبادات میں سے ہے پھر جب نصف رات گزر جائے تو جانے کی تیاری کرے، وہاں سے کنکریاں لے لے کیونکہ وہاں نرم پتھر نہیں۔ وہاں سے ستر کنکریاں اٹھا لے کیونکہ اتنی کنکریوں کی ضرورت ہے اور زیادہ لینے میں حرج نہیں اور چاہئے کہ کنکریاں چھوٹی ہوں پھر اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھے اور چل پڑھے یہاں تک کہ جب مشعر حرام تک پہنچے اور وہ مزدلفہ کا آخری حصہ ہے تو وہاں صبح کے روشن ہونے تک دعا مانگے اور کہے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مشعرِ حرام ، بیت اللہ، عزت والے مہینوں، رکن اور مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے صدقے حضرت سیّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی روح مبارک کو ہماری طرف سے سلام پہنچا اور ہمیں سلامتی کے گھر میں داخل فرما اے بزرگی اور عزت والے۔''

پھر وہاں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے چل پڑے حتی کہ اس جگہ تک پہنچ جائے جسے **وادیٔ مُحَسِّر** کہا جاتا ہے[3] تو وہاں سے سواری کو تیز کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اس وادی سے نکل جائے، اگر پیدل ہو تو تیز تیز چلے۔ پھر دس ذوالحجہ کی صبح کو تلبیہ تکبیر کے ساتھ ملا دے اور مِنٰی پہنچ جائے اور جمرات (یعنی کنکریاں مارنے) کی تین جگہیں ہیں۔ پہلے کچھ بلندی پر کنکریاں مارنے کی جگہ ہے پس ایک نیزہ سورج بلند ہونے کے بعد ذبح سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے، قبلہ رخ کھڑا ہو۔ اگر جمرہ کی طرف

---

[1]: **امیر اہلسنت**، امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتھم العالیہ اپنی تصنیفِ رفیق، رفیق الحرمین میں اس کے ادا کرنے کا طریقہ نقل فرماتے ہیں: ''یہاں آپ کو ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں لہٰذا اذان و اقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کرلیجئے، سلام پھیرتے ہی فوراً عشاء کے فرض پڑھئے۔ پھر مغرب کی سنتیں، اس کے بعد عشاء کی سنتیں اور وتر ادا کیجئے۔'' (رفیق الحرمین، ص ۱۴۹)

[2]: **امیر اہلسنت** دامت برکاتھم العالیہ رفیق الحرمین میں نقل فرماتے ہیں: ''مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے مگر اس کا **وقوف واجب** ہے۔ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ اس کے درمیان اگر ایک لمحہ بھی یہاں گزار لیا تو وقوف ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت میں یہاں نماز فجر ادا کی اس کا وقوف صحیح ہو گیا، اور جو صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلا گیا اس کا واجب ترک ہو گیا، اس پر دم واجب ہے سوائے معذور کے۔'' (رفیق الحرمین، ص ۱۵۲)

[3]: **وادیٔ مُحَسِّر** مِنٰی اور مزدَلِفہ کے بیچ میں واقع ہے اور یہ ان دونوں کی حدود سے خارج ہے، یہاں اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا، یہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔ (ایضًا ۱۵۰)

رُخ کرے تو بھی حرج نہیں۔ ہاتھ بلند کر کے سات کنکریاں مارے اور تکبیر کہے ہر کنکری مارتے وقت پڑھے اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری کتاب کی تصدیق کرتا اور تیرے نبی صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی سنت کی پیروی کرتا ہوں۔"[1] جب کنکریاں مارے تو تلبیہ وتکبیر کہنا چھوڑ دے البتہ فرض نمازوں کے بعد تکبیر کہے اور یہ یوم نحر کی فجر سے ایام تشریق میں سے آخری دن (یعنی دس سے تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے۔"[2]

پھر اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو تو اسے ذبح کرے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور کہے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! یہ قربانی تجھ سے، تیرے ساتھ اور تیرے لئے ہے، مجھ سے قبول فرما جیسا کہ تو نے اپنے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم علیہ السلام سے قبول فرمائی۔" اونٹ کی قربانی افضل ہے پھر گائے کی پھر بکری کی اور سات آدمیوں کے بڑے جانور میں شریک ہونے کی نسبت بکری کی قربانی افضل ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "خَيْرُ الْاُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْاَقْرَنُ ترجمہ: بہترین قربانی سینگوں والے مینڈھے کی ہے۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب کراهية المغالاة فی الکفن، الحدیث ۳۱۵۶، ص ۱۴۶۰)

سفید رنگ کا جانور پیلے اور سیاہ رنگ سے افضل ہے۔ اگر قربانی نفلی ہو تو اس سے کھا سکتا ہے۔ ایسے جانور کی قربانی نہ کرے جو لنگڑا ہو، کان چرا ہوا یا سینگ ٹوٹا ہوا ہو، خارش زدہ ہو،[3] یا کان کٹے ہوئے ہوں یا ایسا کمزور ہو کہ اٹھنے سے عاجز ہو۔ پھر اس کے بعد سر منڈوائے اور سنت یہ ہے کہ رخ قبلہ کی طرف ہو اور سر کے اگلے حصے سے ابتداء کرے دائیں طرف سے گدی پر اٹھی ہوئی دو ہڈیوں تک مونڈ وادے پھر باقی حصے کو منڈوائے اور عرض کرے: "اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہر بال کے بدلے میرے لئے

---

[1]: امیر اہلسنت، امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتھم العالیہ کنکریاں مارنے کا طریقہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں: "سات کنکریاں اپنے الٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین کنکریاں زائد لے لیں۔ اب سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی چٹکی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ اچھی طرح اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لَبَّیْک کہنا موقوف کر دیں کہ اب لَبَّیْک کہنا سنت نہ رہا۔ جب سات پوری ہو جائیں تو وہاں نہ رکئے، نہ سیدھے جائیں، نہ دائیں بائیں۔ بلکہ فوراً ذکر و دعا کرتے ہوئے پلٹ آئیے۔" (رفیق الحرمین، ص ۱۵۴)

[2]: احناف کے نزدیک: "نویں (۹) ذوالحجۃ الحرام کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک پانچوں وقت کی فرض نمازیں جو مسجد کی جماعت اُولیٰ کے ساتھ ادا کی گئیں ان میں ایک بار بلند آواز سے تکبیر (یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ) کہنا واجب ہے اور تین بار افضل ہے۔" (تنویر الابصار مع الدر المختار، باب العیدین، ج ۱، ص ۱۱۶) مزید معلومات کے لئے مکتبۃ المدینہ کی طرف سے شائع کردہ امیر اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ "**نماز عید کا طریقہ**" ملاحظہ فرمائیں۔

[3]: "خارشی جانور کی قربانی جائز ہے جب کہ فربہ ہو، اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔" (الفتاوی الھندیہ، کتاب الاضحیہ، ج ۵، ص ۲۹۸)

نیکی لکھ دے اور گناہ مٹا دے اور ہر بال کے بدلے اپنے ہاں ایک درجہ بلند فرما دے۔''

عورت بالوں کو کٹوائے اور گنجے کے لئے مستحب ہے کہ سر پر استرا پھروائے اور جب جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد سر منڈوائے تو اب وہ احرام سے نکل جائے گا اور اس کے لئے تمام ممنوعات حلال ہو جائیں گی مگر بیوی کا قرب اور شکار جائز نہیں پھر مکہ مکرمہ واپس آئے اور اسی طرح طواف کرے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ طواف حج میں فرض ہے اور اسے طواف زیارت کہا جاتا ہے، اس کا پہلا وقت قربانی کی رات کے نصف کے بعد سے ہے اور افضل وقت قربانی کا دن ہے اور اس کے لئے آخری وقت مقرر نہیں بلکہ اسے موخر کر سکتا ہے لیکن احرام کی قید باقی رہے گی اور اس طواف کے بعد ہی اس کے لئے عورت کا قرب حلال ہو گا جب طواف کر لیا تو احرام سے باہر آنے کی تکمیل ہو گئی اور احرام سے مکمل طور پر باہر آ گیا اور اب صرف ایام تشریق کی رمی اور منٰی میں رات گزارنا باقی ہے۔ احرام سے نکلنے کے بعد حج کی اتباع میں یہ واجب ہیں۔

احرام سے نکلنے کے تین اسباب ہیں:

(۱) رمی (یعنی کنکریاں مارنا) (۲) سر منڈوانا اور (۳) فرض طواف کرنا۔

خطبات حج:[۱]

(۱) ساتویں ذوالحجہ کا خطبہ (۲) نویں ذوالحجہ کا خطبہ (۳) قربانی کے دن کا خطبہ (۴) منٰی سے واپسی کے پہلے دن (یعنی بارہویں ذوالحجہ) کا خطبہ اور یہ تمام خطبے زوال کے بعد ہونے چاہئیں اور ان سب میں ایک ہی خطبہ ہو گا البتہ عرفات میں دو خطبے ہوں گے اور ان کے درمیان بیٹھنا ہے۔

پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے تو رات گزارنے اور کنکریاں مارنے کے لئے منٰی واپس چلا جائے اور رات منٰی میں گزارے اسے لیلۃ القر (یعنی ٹھہرنے کی رات) کہا جاتا ہے کیونکہ دوسرے دن لوگ وہاں ٹھہرتے ہیں اور واپس نہیں جاتے جب عید کا دوسرا دن ہو اور سورج ڈھل جائے تو کنکریاں مارنے کے لئے غسل کرے اور پہلا جمرہ جو عرفات کی جانب ہے اس کا قصد کرے، اور یہ راستے کے دائیں طرف ہے۔ اسے سات کنکریاں مارے جب اس سے آگے نکل جائے تو راستے کی دائیں جانب سے تھوڑا ہٹ کر قبلہ رخ کھڑا ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے، **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** اور **اَللّٰہُ اَکْبَر** پڑھے پھر حضورِ قلب اور اعضاء کے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگے اور سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار قبلہ رخ کھڑا رہے پھر جمرۂ وسطٰی کی طرف جائے اور اسے بھی

---

[۱]: احناف کے نزدیک حج میں تین خطبے سنت ہیں: ''امام کا مکّہ میں ساتویں کو اور عرفات میں نویں کو اور منٰی میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔''

(بہارشریعت، حج کا بیان، حصہ۶، ص۱۳)

پہلے جمرہ کی طرح کنکریاں مارے اور یہاں بھی پہلے کی طرح کھڑا ہو کر دعا مانگے پھر جمرہ عقبہ کی طرف جائے، اسے سات کنکریاں مارے اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو پھر اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ آئے اور یہ رات بھی مِنٰی میں گزارے، اس رات کو ''لیلة النفر الأوّل'' کہا جاتا ہے اور یہاں صبح کرے پھر جب تشریق میں سے دوسرے دن ظہر کی نماز پڑھ لے تو پہلے دن کی طرح اکیس کنکریاں مارے۔ اب اسے اختیار ہے کہ مِنٰی میں ٹھہرے یا مکہ مکرمہ لوٹ آئے اگر وہ مِنٰی سے سورج غروب ہونے سے پہلے نکل جائے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن اگر رات تک ٹھہرا رہا تو اب وہاں سے نکلنا جائز نہیں بلکہ وہاں رات گزارنا ضروری ہے یہاں تک کہ دوسرے دن پہلے کی طرح اکیس کنکریاں مارے گا۔ مِنٰی میں رات نہ گزارنے اور کنکریاں نہ مارنے کی وجہ سے دم میں جانور ذبح کرنا لازم ہو جاتا ہے اور وہ اس کا گوشت صدقہ کر دے (خود نہ کھائے) اور رات مِنٰی ہی میں گزارے۔[1] سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہی طریقہ کار تھا۔

آٹھواں ادب: عمرہ اور طواف وداع تک کے بقیہ امور

(جو شخص عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو) وہ غسل کرے، احرام کے کپڑے پہنے اور عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ کہے، مسجد عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قصد کرے اور وہاں دو رکعات نماز پڑھے پھر تلبیہ کہتا ہوا مکہ مکرمہ آ جائے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ جب مسجد میں داخل ہو تو تلبیہ کہنا چھوڑ دے اور طواف کے سات چکر لگائے۔ اور سعی کے سات پھیرے لگائے جب فارغ ہو جائے تو سر منڈوائے اور اس کا عمرہ مکمل ہو گیا۔

نواں ادب: طواف وداع کا بیان

جب حاجی تمام کام ختم کر لے اور کُوچ کا ارادہ کرے تو طواف وداع میں مشغول ہو جائے اور بغیر رمل اور اضطباع کے سات چکر لگائے۔ جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے آب زم زم پیئے پھر ملتزم کے پاس آ کر دعا مانگے اور گڑگڑائے اور **اللہ** عزَّوَجلَّ کی خوشنودی اور مغفرت کا طلبگار رہو۔

دسواں ادب: مدینہ منورہ کی زیارت اور آداب

حضورِ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ

---

[1] احناف کے نزدیک یہ چیزیں حج کی سنتوں میں سے ہیں: ''نویں رات منیٰ میں گزارنا، آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا، عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلا جانا، دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں اُن کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرھویں کو منیٰ میں رہا تو بارھویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔'' (بہار شریعت، حج کی سنتیں، حصہ ۶، ص ۱۳)

فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِی حَیَاتِی ترجمہ: جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔" (شعب الایمان للبیھقی ،باب فی المناسك ،فضل الحج و العمرة ،الحدیث ٤١٥١ ،ج٣،ص٤٨٨)

نبی مُکَرَّم ،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم ،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: "مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِی ترجمہ: جس شخص نے طاقت ہونے کے باوجود میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔"

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ،الرقم١٩٥٦ ،النعمان بن شبل ،ج٨،ص٢٤٨) من وجد سَعَة: بدلہ: من حج البیت)

نبی رحمت ،شفیعِ اُمّت ،قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے:

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِرًا لَا یَھُمُّهُ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَنْ اَکُوْنَ لَهُ شَفِیْعًا۔ ترجمہ: جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں اس کی شفاعت کروں۔

(المعجم الکبیر ،الحدیث ١٣١٤٩ ،ج١٢ ،ص٢٢٥ ،بتغیرٍ قلیلٍ)

مدینۂ پاک میں داخل ہونے کے آداب:

جو شخص نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی زیارت کا ارادہ کرے تو وہ راستے میں کثرت سے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر درود شریف پڑھے جب مدینہ منورہ کی دیواروں اور درختوں پر نظر پڑے تو کہے: "اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِکَ ،وَاجْعَلْهُ لِیْ وِقَایَةً مِّنَ النَّارِ ،وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَاب ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا حرم پاک ہے۔ اسے میرے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بنا دے اور عذاب اور برے حساب سے امن کا باعث بنا۔"

داخل ہونے سے پہلے حرّہ کے کنوئیں سے غسل کرے ،خوشبو لگائے اور نہایت پاک صاف کپڑے پہنے۔ پھر تواضع کے ساتھ تعظیم بجالاتے ہوئے داخل ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَل لِّیْ مِن لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے اور رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ملت پر ،اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے سچائی کے ساتھ داخل کر اور سچائی کے ساتھ باہر نکال اور اپنی طرف سے میرے لئے مددگار غلبہ عطا فرما۔"

مسجد نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہونے کے آداب:

پھر مسجد شریف کا ارادہ کرے اور داخل ہو کر منبر کے پاس دو رکعتیں ادا کرے ،منبر شریف کے پائے کو اپنے دائیں

کندھے کے مقابل رکھے اور منہ اس ستون کی طرف کرے جس طرف صندوق ہے اور مسجد شریف کے قبلہ کا دائرہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو یہ نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے کھڑے ہونے کی جگہ تھی پھر نبی کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے مزار پر انوار پر حاضر ہو اور آپ کے رخ انور کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور روضہ مبارکہ کی دیوار کی طرف رخ کر کے ستون سے چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو، قندیل سر کے اوپر ہو، دیوار کو ہاتھ لگانا یا بوسہ دینا سنت اور ادب نہیں۔

پیارے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا طریقہ:

پھر عرض کرے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْنَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیْرَۃَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَدُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَاقِبُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَشِیْرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَذِیْرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا طٰہٰ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا طَاہِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا قَائِدَ الْخَیْرِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا فَاتِحَ الْبِرِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْاُمَّۃِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ الَّذِیْنَ اَذْھَبَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَصْحَابِکَ الطَّیِّبِیْنَ وَ اَزْوَاجِکَ الطَّاھِرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ، جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰی نَبِیًّا عَنْ قَوْمِہٖ، وَ رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِہٖ، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ کَمَا ذَکَرَکَ الذَّاکِرُوْنَ، وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ الْغَافِلُوْنَ، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ، اَفْضَلَ وَ اَکْمَلَ وَ اَعْلٰی وَ اَجَلَّ وَ اَطْیَبَ وَ اَطْھَرَ مَا صَلّٰی عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِہٖ، کَمَا اسْتَنْقَذَنَا بِکَ مِنَ الضَّلَالَۃِ، وَ بَصَّرَنَا بِکَ مِنَ الْعَمَایَۃِ، وَ ھَدَانَا بِکَ مِنَ الْجَھَالَۃِ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَ اَنَّکَ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ اَمِیْنُہٗ وَ صَفِیُّہٗ وَ خِیَرَتُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ، وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ، وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ، وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ، وَ جَاھَدْتَ عَدُوَّکَ، وَ ھَدَیْتَ اُمَّتَکَ، وَ عَبَدْتَّ رَبَّکَ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ، فَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ، وَ کَرَّمَ وَ شَرَّفَ۔

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے امین! آپ پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر

سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے! آپ پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سب سے بہتر! آپ پر سلام ہو، اے احمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے محمد صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے شفیع صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے عاقب صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلام ہو، اے خوشخبری سنانے والے! آپ پر سلام ہو، اے ڈر سنانے والے! آپ پر سلام ہو، اے طٰہٰ! آپ پر سلام ہو، اے پاکیزہ ذات! آپ پر سلام ہو، اے اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والے! آپ پر سلام ہو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے تمام جہانوں کو پالنے والے کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے سب بھلائیوں کے دروازے کھولنے والے! آپ پر سلام ہو، اے رحمت والے نبی! آپ پر سلام ہو، اے امت کے سردار! آپ پر سلام ہو، اے چمکتی پیشانی والوں کے قائد! آپ پر سلام ہو، آپ پر سلام ہو اور آپ کے اہل بیت پر جن سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ناپاکی کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا، آپ پر سلام ہو اور آپ کے پاکیزہ صحابہ پر، آپ کی پاکباز ازواج پر جو مؤمنین کی مائیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اس سے بھی افضل جزاء عطا فرمائے جو اس نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحمت نازل فرمائے جب بھی یاد کرنے والے آپ کا ذکر کریں اور غافل لوگ آپ کے ذکر سے غافل ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اولین وآخرین میں آپ پر رحمت فرمائے جو کسی مخلوق پر نازل ہونے والی رحمت سے افضل، کامل ترین، اعلیٰ، بلند ترین اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہو جس طرح اس نے ہمیں آپ کے ذریعے گمراہی سے نکالا اور آپ کے ذریعے ہمیں اندھے پن سے بچا کر بینائی عطا فرمائی اور آپ کے سبب سے ہمیں جہالت سے ہدایت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی، میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس کے بندے، رسول، امین، چنے ہوئے اور مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچادیا، امانت ادا کردی، امت کی خیر خواہی کی، اپنے دشمن کے خلاف جہاد کیا، امت کو ہدایت دی اور اپنے وصال تک اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی۔ آپ پر اور آپ کی پاکیزہ آل پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور سلام ہو اور اس کا کرم اور شرف ہو۔''

اور اگر کسی کا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچانے کی وصیت ہو تو عرض کرے: ''**آپ** صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم **پر فلاں کی طرف سے سلام ہو۔**''

حضرات سیِّدُنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا طریقہ

پھر ایک گز کے فاصلے پر ہٹ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام بھیجے کیونکہ ان کا سر مبارک نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے کندھے مبارک کے پاس ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے مبارک کے پاس ہے، پھر ایک گز کے فاصلے پر ہٹ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام بھیجے اور دونوں پر اس طرح سلام بھیجے:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اَلْمُعَاوِنَیْنِ لَہٗ عَلَی الْقِیَامِ بِالدِّیْنِ مَادَامَ حَیًّا، اَلْقَائِمَیْنِ فِیْ اُمَّتِہٖ بَعْدَہٗ بِاُمُوْرِ الدِّیْنِ، تَتَّبِعَانِ فِیْ ذٰلِکَ اٰثَارَہٗ، وَ تَعْمَلَانِ بِسُنَّتِہٖ، فَجَزَاکُمَا اللّٰہُ خَیْرَ مَا جَزٰی وَزِیْرَیْ نَبِیٍّ عَلٰی دِیْنِہٖ خَیْرًا۔

ترجمہ: اے نائبین رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما! اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ظاہری حیات میں دین کے معاملہ میں مدد کرنے والو! اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال کے بعد امت میں امور دین قائم کرنے والو! تم پر سلام ہو اس سلسلہ میں تم نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نقش قدم پر چلے اور آپ کی سنت کے مطابق عمل کیا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی نبی کے دو وزیروں کو اس کے دین کے اعتبار سے جو جزا دی ہے تمہیں اس سے بہتر جزا عطا فرمائے۔''

پھر لوٹ کر نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قبر انور اور ستون (جو کہ امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کے دور میں تھا) کے درمیان آپ کے سر انور کے سامنے کھڑا ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور بزرگی بیان کرے اور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمّت، صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر کثرت سے درود شریف پڑھے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کرے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝ (پ۵، النسآء: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر **اللہ** سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور **اللہ** کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے حکم کو مانا، تیرے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا قصد کیا، اپنے گناہوں کے معاملہ میں ان کو شفیع بناتے ہیں جن گناہوں نے ہماری پیٹھ کو بوجھل کر دیا، ہم اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنی لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو ہماری توبہ قبول فرما اور ہمارے حق میں اپنے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شفارش قبول فرما، ان

کی اس قدر ومنزلت کے وسیلہ سے جو تیری بارگاہ میں ہے اور اس حق کے صدقے جو تجھ پر ہے۔

اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم پر رحم فرما مجاہدین، مہاجرین، انصار اور ہمارے ان بھائیوں کو جو حالتِ ایمان میں ہم سے پہلے چلے گئے، بخش دے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی قبر انور اور اپنے حرم شریف میں ہماری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا بلکہ اپنی رحمت کے سبب بار بار اس در کی حاضری نصیب فرمانا، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔

رِیاضُ الجنَّۃ کی فضیلت:

پھر ریاضُ الجنَّۃ میں جائے اور وہاں نماز پڑھے اور جس قدر ممکن ہو کثرت سے دعا مانگے کیونکہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

مَابَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ. ترجمہ: میری قبر انور اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل مابین القبر والمنبر، الحدیث: ۱۱۹۶، ص۹۳، قبری بدلہ بیتی)

پھر منبر کے پاس دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنا ہاتھ نچلے پائے پر رکھے اور یہ بھی مستحب ہے کہ جمعرات کے دن نکلے اور شہداء کی قبروں کی زیارت کرے، صبح کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرے اور زیارت کے لئے نکل جائے اور ظہر کی نماز کے لئے مسجد کی طرف لوٹ آئے تا کہ اس سے مسجد نبوی میں فرائض کی جماعت فوت نہ ہو جائے۔

جنت البقیع میں حاضری:[1]

اور ہر روز نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے بعد جنت البقیع جانا مستحب ہے۔ اور حضرت

---

[1]: **امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری** دامت برکاتہم العالیہ **رفیق الحرمین میں فرماتے ہیں:** ''جنت البقیع کے مدفونین کی خدمت میں باہر ہی کھڑے ہو کر سلام عرض کریں اور باہر ہی سے دعا مانگیں کیونکہ **نجدیوں** نے جنت البقیع شریف نیز جنت المعلٰی (مکہ مکرمہ) دونوں مقدس قبرستانوں کے مقبروں اور مزاروں کو نہایت ہی بے دردی اور گستاخی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اور بے شمار اہلبیتِ اطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین واولیائے کبار رحمہم اللہ وعشاقِ زار رحمہم اللہ کے مزارات کے نقوش تک مٹا دیئے ہیں۔ آپ اگر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا پاؤں کسی صحابی یا کسی ولی کے مزار شریف پڑ رہا ہے بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر بھی پاؤں رکھنا حرام ہے۔ جو راستہ قبریں منہدم کر کے بنایا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔ بلکہ امام اہلسنت، اعلٰی حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راستے کے بارے میں شک بھی ہو کہ یہ راستہ قبروں کو مٹا کر بنایا گیا ہے تو اس پر بھی چلنا حرام ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللہِ تَعَالٰی. جنت البقیع کے دروازے ہی پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنا ضروری نہیں۔ اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اس سمت سے حاضر ہوں جہاں سے قبلہ کو آپ کی پیٹھ ہو اور مدفونینِ بقیع کے چہرے آپ کی طرف ہوں۔'' (رفیق الحرمین، ص ۲۰۰)

سیِّدُ نا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی، حضرت سیِّدُ نا علی بن حسین بن علی، حضرت سیِّدُ نا محمد بن علی، حضرت سیِّدُ نا جعفر بن محمد اور حضرت سیِّدُ نا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کی زیارت کرے، مسجد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نماز پڑھے اور حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صاحبزادے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کی زیارت کرے۔

حاجی کو چاہیے کہ وہ راستہ میں تجارت نہ کرے تاکہ سفرِ حج سے اس کا ارادہ صرف عبادت ہی ہو اور جہاں تک دوسرے کا خرچ برداشت کرنا ممکن ہو کہ تو کرے اور حج میں اپنی توجہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف رکھے اور اسے کسی حال میں بھی نہ بھولے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے باہم محبت کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے

فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہے: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور نہ شہدا لیکن انبیاءِ کرام علیہم السلام اور شہدائے عظام ان کے مقام ومرتبہ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ان کے قرب پر رشک کریں گے۔'' ایک اعرابی نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! یہ کون لوگ ہوں گے؟'' حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہوگا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔ بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے لئے اپنے (عرش کے) سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا۔ اور ان کا حساب بھی اُنہی منبروں پر فرمائے گا۔ لوگ تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۳۴۳۳، ج۳، ص ۲۹۰ بتغیر)

باب8: # تلاوت قرآن پاک کا بیان

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ ثُمَّ رَأٰی اَنَّ اَحَدًا اُوْتِیَ اَفْضَلَ مِمَّا اُوْتِیَ فَقَدْ اِسْتَصْغَرَ مَا عَظَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پھر یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے افضل چیز عطا کی گئی ہے تو اس نے اس چیز کو حقیر جانا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عظمت عطا فرمائی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب ،باب حرف الراء ،باب رجاء ،الرقم ٧٧٢،رجاء الغنوی ،ج٢،ص ٧٥ مفهوماً)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَۃً عِنْدَاللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الْقُرْآنِ لَا نَبِیٌّ وَّلَا مَلَکٌ وَلَا غَیْرُهُمَا.

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بروزِ قیامت قرآن پاک سے زیادہ کسی شفاعت کرنے والے کا مرتبہ نہ ہوگا۔ نہ کسی نبی کا، نہ فرشتے کا اور نہ ہی کسی اور کا۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسین کی تلاوت فرمائی۔ جب فرشتوں نے قرآن کو سنا تو کہا: مبارک ہو اس امت کے لئے جن پر یہ قرآن نازل ہوگا، مبارک ہیں وہ سینے جو اسے اٹھائیں گے اور خوشخبری ہے ان زبانوں کے لئے جو اس کی تلاوت کریں گی۔''

(سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن ،باب فی فضل سورۃ طٰه ویٰس ،الحدیث ٣٤١٤،ج٢،ص٥٤٧تا٥٤٨)

غافل لوگوں کی تلاوت کی مذمت:

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے تلاوتِ قرآن کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''دوزخ کے فرشتے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نافرمان حاملینِ قرآن کو بت پرستوں سے بھی جلدی پکڑیں گے۔''

تورات شریف میں ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے حیاء نہیں آتی؟ تیرے پاس کسی دوست کا خط آتا ہے اور تو راستے میں چل رہا ہو تو راستے سے ہٹ کر اسے پڑھنے کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ایک ایک

حرف میں غور کرتا ہے حتی کہ تو اس سے کچھ بھی نہیں چھوڑتا اور یہ میری کتاب ہے جسے میں نے تیری طرف اتارا ہے، دیکھ! میں نے اس میں تیرے لئے کتنی باتوں کو تفصیل سے بیان کیا اور کتنی باتوں کو تکرار سے بیان کیا تا کہ تو اس کے طول وعرض میں غور وفکر کرے پھر تو اس سے منہ پھیرتا ہے، کیا میں تیرے نزدیک تیرے بھائی سے بھی پیچھے ہوں؟ اے میرے بندے! تیرا بھائی تجھے کوئی واقعہ سناتا ہے تو تُو پوری طرح متوجہ ہو کر سنتا ہے اور پوری دل جمعی سے اس کی باتوں کو سنتا ہے، اگر کوئی درمیان میں بات کرتا ہے یا تجھے اس کی بات سے بے توجہ کرتا ہے تو تو اشارے سے اسے روکتا ہے جب کہ میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تجھ سے کلام کرتا ہوں اور تو اپنا دل مجھ سے پھیر لیتا ہے کیا تو نے مجھے اپنے بھائی سے بھی ہلکا سمجھ رکھا ہے؟'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے بہت زیادہ بلند واعلیٰ ہے۔

قرآن پاک پڑھنے کے آداب:

تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ باوضو ہو اور حالتِ ادب میں کھڑا یا بیٹھا ہو اور سب سے افضل نماز میں حالتِ قیام میں قراءت کرنا ہے۔ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لَمْ یَفْقَهْهُ. ترجمہ: جس شخص نے تین دن سے کم میں مکمل قرآن پاک پڑھا اس نے نہیں سمجھا۔

(جامع الترمذی ،ابواب القراء ات ،باب فی: کم أقرأ القرآن؟ ،الحدیث۲۹۴۹،ص۱۹۴۸)

بعض لوگوں نے ہر رات میں ایک قرآن پاک ختم کرنا مکروہ جانا ہے اور شاید ہر ہفتہ میں ختم کرنا بہتر ہے اور تلاوت کے اندر ترتیل (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) مستحب ہے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ نُزِّلَ بِحُزْنٍ ، فَاِذَا قَرَأْتُمُوْهُ فَتَحَازَنُوْا. ترجمہ: بے شک یہ قرآن حزن کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ پس جب اسے پڑھو تو حزن (یعنی غم) ظاہر کرو۔

(سنن ابن ماجة ،ابواب اقامة الصلوات ،باب فی حسن الصوت بالقرآن ،الحدیث۱۳۳۷،ص۲۵۵۶ "فتحازنوا" بدله "فَابْکُوا")

اور تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ آیتِ سجدہ کے حق کی رعایت رکھے۔ لہٰذا اگر باوضو ہو اور خود پڑھے یا دوسرے سے سنے تو سجدہ کرے۔ قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں۔ سورۂ حج میں دو سجدے جبکہ سورۂ ص میں سجدہ نہیں۔[1]

---

[1]: احناف کے نزدیک: ''سورۂ حج اور سورۂ صٓ میں ایک ایک سجدہ ہے۔'' (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب سجود التلاوۃ، ج۱، ص۱۰۴)

قرآن مجید کو تعظیم اور غور وفکر کے ساتھ پڑھنا چاہئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق پر مہربانی فرمائی کہ اس نے اسے اپنے عظیم عرش سے اس درجہ میں نازل فرمایا کہ مخلوق سمجھ سکے یہاں تک کہ اس کے کلام کے معانی جو اس کی ذاتی صفت ہے اسے مخلوق کی سمجھ کے درجہ تک پہنچا دیا اور مخلوق کے لئے وہ صفت حروف اور آواز کی لپیٹ میں کیسے ظاہر ہوتی اگر اس کے کلام کی جلالت حروف کے لباس میں مستور نہ ہوتو عرش اور زمین کو اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی بلکہ جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بادشاہی کی عظمت اور نوری شعاعوں سے متفرق ہوجاتا ہے اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ علیہ السلام کو ثابت نہ رکھتا تو وہ اس کے کلام کو سننے کی طاقت نہ رکھتے جس طرح پہاڑ اس کی ادنیٰ تجلّی کو برداشت نہ کرسکا اور ریزہ ریزہ ہوگیا، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ قرآن مجید کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے دل میں متکلم کی عظمت کو بھی حاضر کرے اور یہ خیال کرے کہ اس کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے کلام فرمارہا ہے۔

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان عالیشان ہے: ''**اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَحَدًّا وَمَطْلَعًا** **ترجمہ:** بے شک قرآن مجید کا ایک ظاہر، ایک باطن، ایک حد اور ایک جائے ظہور ہے۔''

(الزھد لابن المبارک ویلیہ کتاب الرقائق ،باب فی لزوم السنۃ ،الحدیث ۹۳،ص ۲۳،مفھوماً)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: ''**اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھردوں۔**''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے اسرار ختم نہیں ہوسکتے اور اس کے عجائبات بے شمار ہیں اور یہ چیزیں دل کی پاکیزگی پر موقوف ہیں۔ نبیٔ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں دعا فرمائی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دین کی سمجھ اور قرآن مجید کی تاویل سکھادے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب،الحدیث ۲۸۸۱،ج ۱،ص ۶۷۴)

یہ اس بات پر دلالت ہے کہ تفسیر قرآن مجید کی طرح مسموع (یعنی سنی ہوئی) اور منقول (یعنی روایت کی ہوئی) نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (پ۵، النسآء:۸۳) ترجمۂ کنز الایمان: تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

اس آیت میں اہل علم کے لئے استنباط کرنا ثابت ہے اور یہ اس بات پر دلالت ہے کہ یہ چیز صرف سماعت پر موقوف نہیں۔ اس بات کو سمجھ لو بہت مفید ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم.

باب9:

اذکار اور دعاؤں کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (پ ٢٤،المؤمن: ٦٠)

ترجمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشادمبارک ہے:

فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ ۚ (پ٥، النسآء: ١٠٣)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الۡغَافِلِیۡنَ کَالۡحَیِّ بَیۡنَ الۡاَمۡوَاتِ.

ترجمہ: غافل لوگوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جس طرح مُردوں میں زندہ ہو۔

(صحیح البخاری ، کتاب الدعوات ،باب فضل ذکر اللہ،الحدیث٦٤٠٧،ص٥٣٨،مفهوماً)

حضورنبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الۡغَافِلِیۡنَ کَشَجَرَۃٍ خَضۡرَاءَ فِی وَسۡطِ الۡھَشِیۡمِ.

ترجمہ: غافل لوگوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے سوکھے درختوں میں سرسبز درخت ہو۔

(شعب الایمان للبیهقی،باب فی محبۃ اللہ،فصل فی اِدامۃ ذکر اللہ،الحدیث٥٦٥،ج١،ص٤١١ "الهشيم"بدله"الشجر")

شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جولوگ کسی جگہ بیٹھ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی بارگاہ میں (اپنی شان کے مطابق) ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجۃ ،ابواب الادب ،باب فضل الذکر ،الحدیث ٣٧٩١،ص٢٧٠٢)

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جولوگ کسی جگہ جمع ہوتے ہیں اور اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود پاک بھیجتے ہیں تو بروزِ قیامت وہ مجلس ان کے لئے باعث حسرت ہو گی۔'' (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ،کتاب البروالاحسان ،باب الصحبۃ والمجالسۃ ،الحدیث ٥٩١،ج١،ص٣٩٧)

نبیِّ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَفْضَلُ مَاقُلْتُ اَنَاوَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ قَبْلِی لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ.

ترجمہ: میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام نے سب سے افضل بات یہ کہی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

(موطأ للامام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج، الحديث ٩٨٣، ج١، ص٣٨٧)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مبارک ہے: ''جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر پڑھے اور سو کا عدد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ''پر ختم کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(السنن الكبرى للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، باب التسبيح والتكبير......الخ، الحديث: ٩٩٧٠/٩٩٧١، ج٦، ص ٤١-٤٢)

ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے اور میرا مال کم پڑ گیا ہے۔ نبیِّ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو فرشتوں کی نماز اور مخلوق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا جس کے سبب انہیں رزق ملتا ہے۔ راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! وہ کیا ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ'' طلوعِ فجر اور نمازِ فجر کے درمیان سو مرتبہ یہ کلمات پڑھا کرو، دنیا تیرے پاس ذلیل و رسوا ہو کر آئے گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر کلمے سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا جو قیامت تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کرے گا اور اس کا ثواب تیرے لئے ہوگا۔''

(المجروحين لابي حاتم محمد بن حبان البستي، باب الالف، الرقم ٦٢، اسحاق بن ابراهيم الطبري، ج١، ص١٤٨-١٤٩)

اللہ کے پیارے رسول، بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا: ''جب بندہ ''الحمد للہ'' کہتا ہے تو یہ (کلمہ) زمین اور ساتوں آسمانوں کے درمیان کو بھر دیتا ہے جب دوسری مرتبہ ''الحمد للہ'' کہتا ہے تو ساتویں آسمان سے لے کر سب سے نچلی زمین تک کو بھر دیتا ہے اور جب تیسری مرتبہ ''الحمد للہ'' کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے سوال کر تجھے عطا کیا جائے گا۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ

اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَالْحَمْدُلِلّٰہِ اور لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔''

(شعب الایمان للبیھقی،باب فی الصلوات ،فصل فی الصلوات وما فی أدائھن من الکفارات ،الحدیث۲۸۱۷، ج۳، ص۴۳۔۴۴)

حضرت سیِّدُنا ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''جوشخص مذکورہ بالا کلمات کہتا ہےاس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''

(جامع الترمذی ،کتاب الدعوات ،باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیروالتھلیل والتحمید،الحدیث ۳۴۶۰،ص۲۰۰۸)

جان لو! مذکورہ اذکار میں سے نفع بخش وہ ذکر ہوتا ہے جو حضورِ قلب کے ساتھ ہو۔ جو دل کی حضوری کے بغیر ہو اس سے کم نفع حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذکر کا مقصد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت ہے اور یہ چیز ہمیشہ حضورِ قلب کے ساتھ ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے انسان برے خاتمہ سے محفوظ رہتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

دُعا کے آداب:

دعا کے لئے اچھے اوقات کا خیال رکھے، باوضو قبلہ رخ ہو، پست آواز ہو، گڑگڑاتے ہوئے اور قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا کرے، بار بار دعا کرے، دعا کی ابتداء اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے اور نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود پاک بھیجنے نیز گناہوں کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے دعا مانگے۔

درود شریف کے فضائل:

مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لائے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا:''اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔'' (سنن النسائی ،کتاب السھو ،باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،الحدیث۱۲۹۶،ص۲۱۷۱)

مزید آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''جو شخص مجھ پر درود پاک بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اب بندے کی مرضی ہے کم پڑھے یا زیادہ۔''

(سنن ابن ماجۃ ،ابواب اقامۃ الصلوات ،باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،الحدیث۹۰۷،ص۲۵۳۰)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''جو شخص کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھے تو جب تک اس کتاب میں میرا نام رہے گا فرشتے اس شخص کے لئے مسلسل بخشش مانگتے رہیں گے۔''

(المعجم الاوسط ،الحدیث ۱۸۳۵،ج۱،ص۴۹۷)

اِستِغفار کی فضیلت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص (پ٤،اٰل عمران: ١٣٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں **اللہ** کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ (پ٣،اٰل عمران: ١٧)

ترجمۂ کنزالایمان: اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

أَنِّی لَأَ سْتَغْفِرُاللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.

ترجمہ: میں دن رات ستر مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے استغفار کرتا اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

(کتاب الدعاء للطبرانی ،باب من قال سبعین مرة ،الحدیث١٨٣٨،ص٥١٦, بدون واللیلة)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِی الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.

ترجمہ: وہ شخص جو استغفار کرے گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں اگرچہ وہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر ،باب فی الاستغفار ،الحدیث١٥١٤،ص١٣٣٥)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''جو شخص گناہ کرتا ہے اور پھر یقین رکھتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ پر مطلع ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے اگرچہ وہ استغفار نہ بھی کرے۔'' (المعجم الاوسط ،الحدیث٤٤٧٢،ج٣،ص٢٤٤)

حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو سوائے اس کے جسے میں عافیت دوں پس تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اور جس شخص کو یہ یقین ہو کہ میں اسے بخشنے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دیتا ہوں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔''

(مصنف ابن ابی شیبة ،کتاب الدعاء ،باب فی مسألة العبد لربه وأنه لا یخیبه ،الحدیث٣،ج٧،ص٩٠)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و

صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشادِ مغفرت بنیاد ہے: ''جو اس طرح دعا کرے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تیری ذات پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور برے اعمال کئے، مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اگرچہ وہ چیونٹیوں کی تعداد کے برابر ہوں۔'' (تفسیر القرطبی ،سورۃ آل عمران ،تحت الآیۃ۱۷،الجز الرابع تحت جلد۲،ص۳۲)

حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''گناہ چھوڑے بغیر استغفار کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔''

دُعا کے بہتر الفاظ:

اور مستحب یہ ہے کہ دعا ان الفاظ کے ساتھ شروع کرے: ''**سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَهَّابِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **نَبِيًّا، ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَ شِرْكِهٖ** ترجمہ: میرا رب پاک ہے جو بلند، اعلیٰ اور بہت عطا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے، اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ پھر اس طرح عرض کرے: ''اے زمینوں اور آسمانوں کے پیدا فرمانے والے! اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! اے ہر شے کے رب اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اپنے نفس، شیطان اور شرک کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔''

پھر یہ دعا مانگے: ''**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ** ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے معافی اور اپنے دین، اہل اور مال کی سلامتی کا سوال کرتا ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میرے عیوب کو ڈھانپ دے اور مجھے میرے خوف سے امن عطا فرما۔''

جان لو! دعائیں بہت سی ہیں لہٰذا اسی دعا میں مشغول رہو جس میں اپنے نفس کو بھی حاضر سمجھو پس سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

باب10:
اوراد ووظائف کا بیان

جان لو! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے نرم بنایا تاکہ وہ اسے ٹھکانہ بنائیں اور اس سے زادِ راہ حاصل کریں، اس کے مصائب اور ہلاکتوں سے بچیں اور یہ جان لیں کہ زندگی ان کو اس طرح لے جارہی ہے جس طرح کشتی اپنے سوار کو لے جاتی ہے پس لوگ اس جہاں میں سفر میں ہیں ان کی پہلی منزل پنگھوڑا اور آخری منزل قبر ہے اور وطن جنت یا دوزخ ہے، عمر سفر کی مسافت، اس کے سال اس کے مراحل اور مہینے فرسخ ہیں۔ اس کے دن میل، سانس قدم، عبادت پونجی اور اوقات اصل سرمایہ ہیں، اس کی خواہشات واغراض ڈاکو ہیں، اس کا نفع سلامتی کے گھر میں بڑی سلطنت اور ہمیشہ کی نعمت کے ساتھ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کے ذریعے کامیابی حاصل کرنا ہے اور اس کا نقصان (نعوذ باللہ) **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے دوری کے ساتھ عبرتناک سزائیں، طوق اور جہنم کے درجات میں دردناک عذاب ہے پس جو شخص اپنی عمر میں ایک سانس بھی غفلت میں گزارے تو اسے اس قدر حسرت ہوگی جس کی انتہا نہیں اور اس قدر نقصان ہوگا جس کا اختتام نہیں۔

اوراد کی فضیلت، ترتیب اور اس کے احکام:

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ۝ وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ۝ (پ ۲۹ ،المزمل: ۷،۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿۲﴾ وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًا ۝ وَمِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَہٗ وَسَبِّحۡہُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ۝ (پ ۲۹ ،الدھر: ۲۵۔۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

اگر تو ایسی سعادت کا طلبگار ہے جس کے بعد بدبختی نہ ہو تو اپنے تمام شب وروز کو عبادت وطاعت میں گزار کیونکہ حضور سیدِ دوعالم، رسولِ معظّم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو بھی عبادت کا حکم دیا گیا باوجود اس کے کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے صدقے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے، پس تو عبادت کرنے کا زیادہ حقدار ہے اور تیرا معاملہ خطرناک ہے۔ کمانے اور دنیاوی معاملات میں بقدرِ حاجت مشغول ہو اور دیگر اوقات کو آخرت کے راستے میں استعمال کر۔

رات کے قیام کو نہ چھوڑ کیونکہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کا قیام کرنا ضروری ہے اگرچہ بکری کا دودھ دوہنے کی

مقدار ہو۔" (الموسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب التهجد وقیام اللیل ،باب الحث علی قیام اللیل......الخ، الحدیث: ١٥، ج١، ص٢٤٨)

تجھے نرم بستر تیار کر کے نفس کو سکون نہیں دینا چاہئے بلکہ نماز اور ذکر میں مشغول رہنا چاہئے یہاں تک کہ تجھے نیند آجائے۔ چنانچہ،

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: "جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی پیشانی پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ کی جگہ پر پھونک مار کر کہتا ہے: "لمبی رات ہے، سو جا۔" پس اگر وہ بیدار ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے پھر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پس وہ ہشاش بشاش صبح کرتا ہے، ورنہ صبح کے وقت اس پر سستی طاری ہوتی ہے۔"

(صحیح البخاری ،کتاب التهجد ،باب عقد الشیطان ......الخ ،الحدیث ١١٤٢ ،ص٨٩، علی ناصیة:بدله:علی قافیة رأس)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ سراپائے رحمت، محبوبِ ربّ العزت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو رات بھر صبح تک سوتا ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کیا ہے۔" (صحیح مسلم ،کتاب صلاة المسافرین ،باب الحث علی صلاة اللیل وان قلت ،الحدیث١٨١٧ ،ص٨٠٠)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: "وہ دو رکعتیں جو بندہ رات کے نصف آخر میں پڑھتا ہے وہ اس کے لئے دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں یہ ان پر لازم کر دیتا۔" (فردوس الاخبار للدیلمی ،باب اللام ،الحدیث ٥٤٤٤، ج٢، ص٢٢٧)

فضیلت والے دن اور راتیں:

دنوں کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے، بہرحال فضیلت والی راتیں پندرہ ہیں:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتیں،

سترہ رمضان المبارک کی رات: یہ وہ رات ہے جس کی صبح یوم فرقان ہے، جس دن میں دو لشکر باہم مقابل ہوئے اور واقعہ بدر پیش آیا۔

محرم کی پہلی اور دسویں رات، رجب کی پہلی اور پندرہویں کی رات اور ستائیسویں (یعنی معراج) کی رات۔ ان راتوں میں نماز پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت

نشان ہے:''اس رات میں عمل کرنے والے کے لئے سو سال کی نیکیوں کا ثواب ہے۔ جو شخص اس میں بارہ رکعات پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ق پڑھے، دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھے اور آخر میں سلام پھیرے پھر سو مرتبہ پڑھے: ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ'' اور سو مرتبہ استغفار پڑھے اور 100 بار نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرے اور پھر اپنے دین اور امورِ آخرت کے لئے جو چاہے دعا مانگے، صبح روزہ رکھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے گا البتہ گناہ کے کاموں کی دعا نہ ہو۔''

(شعب الایمان للبیهقی ،باب فی الصیام ،تخصیص شهر رجب بالذکر ،الحدیث ۳۸۱۲، ج۳،ص ۳۷۴،بتغیرٍ قلیلٍ)

شعبان کی پندرھویں رات: اس میں ایک سو رکعات پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور بالخصوص عیدین کی راتوں کو عبادت کرنا مستحب ہے۔

نبیٔ کریم ،رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشاد پاک ہے:

مَنْ اَحْیٰی لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ لَمْ یَمُتْ قَلْبُہٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ.

ترجمہ: جس نے عیدین کی راتوں کو زندہ رکھا (یعنی عبادت کی) اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے۔

(سنن ابن ماجة ،ابواب الصیام ،باب فیمن قام لیلتی العیدین ،الحدیث ۱۷۸۲ ،ص ۲۵۸۳ "من أحیی" بدله "من قام")

اور ماہِ ذوالحجۃ الحرام کی آخری رات عبادت کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر حساب کی سختیاں

فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہے: ''بروزِ قیامت لوگ جمع ہوں گے، تو کہا جائے گا: ''اس اُمت کے فقراء اور مساکین کہاں ہیں؟'' تو وہ کھڑے ہو جائیں گے'' پوچھا جائے گا: ''تم نے کیا عمل کئے؟'' وہ عرض کریں گے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو نے ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا تو ہم نے صبر کیا اور حکمرانی و سلطنت کا والی ہمارے علاوہ دوسروں کو بنا دیا۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''تم نے سچ کہا۔'' یا اسی کی مثل ارشاد فرمائے گا (یہ راوی کا شک ہے) پھر وہ دوسرے لوگوں سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور حساب کی سختیاں حکمرانوں اور صاحبِ سلطنت لوگوں پر باقی رہ جائیں گی۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی: ''اس دن مؤمنین کہاں ہوں گے؟'' حضور نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے اور اُن پر بادلوں سے سایہ کیا جائے گا۔''

(صحیح ابن حبان ،باب وصف الجنه واهلها ، الحدیث ۷۳۷۶، ج۹، ص ۲۵۳)

حصّہ دوم

عادات

باب11: کھانے پینے کے آداب کا بیان

باب12: آدابِ نکاح کا بیان

باب13: کسبِ معاش کے آداب

باب14: حلال وحرام کابیان

باب15: آدابِ محبت

باب16: گوشہ نشینی کابیان

باب17: سفرکے آدا ب

باب18: سماع اوروجد کا بیان

باب19: نیکی کاحکم دینا اوربرائی سے منع کرنا

باب20: آداب معیشت اوراخلاق نُبوّت کا بیان

باب 11:

کھانے پینے کے آداب کا بیان

حلال کھانا ملنے کے بعد تیرا کھانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی **عبادت واطاعت پر قوت حاصل کرنے کی نیت** سے ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ ترجمۂ کنزالایمان: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔ (پ ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

جب تیرا کھانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے تو مناسب ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھویا جائے۔ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ یَنْفِی الْفَقْرَ وَبَعْدَهٗ یَنْفِی اللَّمَمَ. ترجمہ: کھانے سے پہلے وضو کرنا (یعنی ہاتھ دھونا) فقر کو دور کرتا ہے اور بعد میں دھونا دیوانگی (یعنی پاگل پن) کو دور کرتا ہے۔

(مسند الشہاب القضاعی، باب الوضوء قبل الطعام......الخ، الحدیث ۳۱۰، ج ۱، ص ۲۰۵)

اور کھانے کو دسترخوان پر رکھنا چاہئے کیونکہ یہ سنت کے زیادہ قریب ہے۔

جب نبی اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے کھانا لایا جاتا تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اسے زمین پر رکھتے اور بے شک یہ تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (الزہد للامام احمد بن حنبل، الحدیث ۲۲، ص ۲۸، مختصرًا)

حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:

لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا، اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ، اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ، وَ اَشْرَبُ کَمَا یَشْرَبُ الْعَبْدُ. ترجمہ: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا، میں بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح پیتا ہوں جس طرح بندہ پیتا ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۸۹۔عبد الحَکَم بن عبد اللہ القَسملی بصری، ج ۷، ص ۲۸)

(صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل متکئاً، الحدیث ۵۳۹۸، ص ۴۶۶)

کہا گیا ہے کہ چار باتیں رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد جاری ہوئیں: اونچے دسترخوان (یعنی ٹیبل وغیرہ)، چھلنیاں (چھلنی کی جمع چھاننے کا آلہ)، اُشنان (صابن کی جگہ استعمال کی جانے والی ایک بُوٹی) اور پیٹ بھر کر کھانا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا ناجائز ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد شروع ہونے والا ہر کام بدعت وممنوع نہیں۔

کھانے والے کو چاہئے کہ دستر خوان پر اچھے طریقے سے بیٹھے اور اسی پر برقرار رہے۔ نبیِ اَکرم، نورِ مُجسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا طریقہ مبارکہ اسی طرح تھا اور بعض اوقات کھانے کے لئے دو زانُو ہو کر پاؤں کی پشت پر تشریف فرما ہوتے اور کبھی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پر تشریف فرما ہوتے تھے۔''

(سنن ابی داؤد ،کتاب الأطعمة ،باب فی الأکل من أعلی الصفحة ،الحدیث۳۷۷۳،ص ۱۵۰۱،مختصراً)

لیٹ کر اور ٹیک لگا کر کھانا پینا **مکروہ** ہے۔ البتہ! چنے وغیرہ کھائے جا سکتے ہیں اور کم کھانے پینے کا ارادہ کرے کیونکہ عبادت کے لئے کھانے کی نیت کم کھانے سے ہی درست ہو سکتی ہے۔

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہ ِبنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرتا، بندے کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو۔''

(جامع الترمذی ،ابواب الزھد ،باب ماجاء فی کراھیة کثرة الأکل ،الحدیث ۲۳۸۰،ص ۱۸۹۰)

اور کھانے کی طرف اسی وقت بڑھے جب بھوکا ہو کیونکہ سیر ہونے کے باوجود پیٹ بھر کر کھانا دل کو سخت کر دیتا ہے اور شکم سیر ہونے سے پہلے کھانے سے ہاتھ روک لے (جب روٹی آجائے) تو لذیذ کھانے اور سالن کا انتظار نہ کرے کیونکہ روٹی کی عزت یہی ہے کہ اس کے لئے سالن کا انتظار نہ کیا جائے۔

اور کھانا مل کر کھانا چاہئے اگرچہ گھر والے اور بچے ہوں کیونکہ بہترین کھانا وہ ہے جس پر زیادہ ہاتھ جمع ہوں۔

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم تنہا کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔''

(مکارم الاخلاق للخرائطی ،باب ماجاء فی اطعام الطعام......الخ ،الحدیث۳۱۷،ج۱،ص ۳۳۱)

آدابِ طعام (یعنی کھانے کے آداب) کا بیان:

شروع میں **بسم اللہ** اور آخر میں **الحمد للہ** پڑھے اور ہر لقمہ کے ساتھ **بسم اللہ** کہنا اچھا ہے تاکہ اسے کھانے کی حرص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل نہ کر دے، پس پہلے لقمہ کے ساتھ **بسم اللہ**، دوسرے کے ساتھ **بسم اللہ الرحمٰن** اور تیسرے لقمہ کے ساتھ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، نمک سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، لقمہ چھوٹا ہو اور اسے اچھی طرح چبائے، جب تک پہلے لقمہ کو نگل نہ لے دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کبھی بھی کھانے میں عیب

نہ نکالتے ،اگر پسند آتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور اپنے سامنے سے کھاتے البتہ پھل اِدھر اُدھر سے کھا سکتا ہے۔ نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ یعنی اپنے آگے سے کھاؤ۔''

(صحیح البخاری ،کتاب الأطعمة ،باب الأکل مما یلیه ،الحدیث٥٣٧٧،ص٤٦٤)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ مبارک پھل پر اِدھر اُدھر گھومنے لگا ،آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ ھُوَنَوْعًاوَّاحِدًا یعنی یہ ایک قسم کا کھانا نہیں۔''

(جامع الترمذی ،کتاب الأطعمة ،باب ماجاء فی التسمیة فی الطعام ،الحدیث١٨٤٨،ص١٨٣٩،مفهوماً)

اور پیالے کے گرد سے اور کھانے کے درمیان سے نہ کھائے بلکہ روٹی کو کناروں سے کھائے ،چھری کے ساتھ روٹی یا گوشت نہ کاٹے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نور کے پیکر ،تمام نبیوں کے سَرْوَر ،دو جہاں کے تاجْوَر ،سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنْھَشُوْا نَھْشًا ترجمہ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔''

(جامع الترمذی ،کتاب الأطعمة ،باب ماجاء [أنه قال]: انهشوا اللحم نهشا ،الحدیث١٨٣٥،ص١٨٣٨)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سیِّدُ المبلغین ،رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے:

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْزَلَہٗ مِنْ بَرَکَاتِ السَّمَاءِ. ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة ،حرف الزای المنقوطة ،الرقم٢٩٥٦۔زید ابو عبد اللہ ،ج٢،ص٥١٦)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبیِ رحمت ،شفیعِ امّت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے ،اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کردے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔''

(صحیح مسلم ،کتاب الأشربة ،باب استحباب لعق الأصابع ......الخ ،الحدیث٥٣٠١،ص١٠٤٠)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہئے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے ،بسم اللہ پڑھے ،چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے ،چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

جَعَلَهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔''

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پیئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں ''اَلْحَمْدُلِلّٰہ'' کہے، جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چاٹے اور دھوکر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً عَلٰى مَعْصِيَتِكَ ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔''

پھر سورۂ اخلاص اور سورۂ قریش کی تلاوت کرے، جب تک دستر خوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: ''اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ترجمہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔''

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَ آوَانَا سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھولے۔''

اجتماعی دعوت کے آداب:

جب اجتماعی دعوت میں ہو تو اس وقت تک کھانا شروع نہ کرے جب تک وہ شخص جو اس سے عمر میں بڑا ہو ابتداء نہ کرے، اس وقت تک یہ صبر کرے البتہ خود اس کی اتباع کی جاتی ہو تو پھر ابتداء کرنا ٹھیک ہے اور اچھی باتیں کرے، اپنے دوست کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور کسی کو قسم نہ دے، حضرت سیِّدُنا حسن بن علی رضی تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''کھانے کی شان نہیں کہ اس پر قسم کھائی جائے۔'' اور کھانے کے لئے تین بار کہنے میں حرج نہیں اور جب کوئی دوسرا شخص بطورِ عزت اس کی طرف کھانے کا برتن بڑھائے تو اسے قبول کرلے۔ حضرت سیِّدُنا انس بن مالک اور حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دعوت میں اکٹھے ہوئے، حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھال ان کے آگے کردیا تو حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رُک گئے۔

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی تمہاری عزت کرے تو اسے قبول کرو، رَد نہ کرو کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عزت کرنا ہے۔''

چند افراد تھال میں ایک ہی بار ہاتھ دھولیں تو بھی کوئی حرج نہیں اور جہاں تک ممکن ہو تمام لوگوں کا پانی تھال میں جمع کرنا مستحب ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ والا شان ہے: ''**اِجْمَعُوْا وَضُوْءَ كُمْ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمْ** ترجمہ: اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے بکھرے ہوئے کام جمع فرمادے گا۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی آداب الأکل والشرب، الحدیث ٥٨١٩، ج٥، ص ٧١)

اور بہتر یہی ہے کہ صاحبِ دعوت خود مہمانوں کے ہاتھوں پر پانی انڈیلے اور (پانی والا) تھال دائیں طرف سے پھیرا جائے۔ وہ کام جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں اس کے کرنے سے بچنا چاہئے مثلاً کھانے میں ان کی طرف دیکھنا، برتن میں ہاتھ جھاڑنا ،قلّتِ اَکل (یعنی کم کھانے) کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے پہلے کھانا کھانا چھوڑ دینا۔

حضرت سیِّدُنا جعفر بن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم دسترخوان پر اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھو تو زیادہ دیر بیٹھو کیونکہ یہ ساعتیں تمہاری عمر میں شمار نہیں ہوتیں۔''

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

لَا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَتْ مَائِدَتُهُ مَوْضُوْعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى تُرْفَعَ. ترجمہ: فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے رحمت کی دعا مانگتے رہتے ہیں جب تک اس کا دسترخوان اس کے سامنے ہو یہاں تک کہ اسے اٹھالیا جائے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ٤٧٢٩، ج٣، ص ٣٢٤، بدون ''بین یدیه حتی ترفع'')

حضرت سیِّدُنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''بندہ جو کچھ اپنے اوپر، اپنے ماں باپ پر اور دوسروں پر خرچ کرتا ہے اس کا بروزِ قیامت حساب لیا جائے گا۔ البتہ جو کچھ وہ اپنے بھائیوں کی دعوت پر خرچ کرتا ہے (اس کا حساب نہ ہوگا) اور یہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے آڑ بن جائے گا۔''

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ ''کھانے کے ایک

صاع پر اپنے بھائیوں کو جمع کرنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اکٹھے ہو کر قرآن مجید پڑھتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر الگ ہوتے تھے۔

حدیثِ مبارک میں ہے: بروزِ قیامت **اللہ** عزَّوَجَلَّ بندے سے فرمائے گا: ''اے ابن آدم! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔'' وہ عرض کرے گا: ''میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''تیرا مسلمان بھائی بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، اگر تُو اسے کھلاتا تو گویا مجھے کھلاتا۔''

(صحیح مسلم ، کتاب البر ،باب فضل عیادۃ المریض ،الحدیث ٦٥٥٦،ص ١١٢٨،مفهوماً)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جنت میں ایسے بالا خانے (یعنی کمرے) ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرمی سے گفتگو کرتے، کھانا کھلاتے اور رات کو اس وقت نماز پڑھتے ہیں جب لوگ سوئے ہوتے ہیں۔''

(السنن الکبری للبیهقی ، کتاب الصیام ،باب من لم یر بسرد الصیام بأسا......الخ ،الحدیث ٨٤٧٩،ج٤،ص ٤٩٥)

بندے کو چاہئے کہ اس دعوت میں نہ جائے جس میں اسے نہیں بلایا گیا۔ حدیثِ مبارک میں ہے:

اَنَّ مَنْ مَّشٰی اِلَی الطَّعَامِ لَمْ یُدْعَ اِلَیْهِ مَشٰی فَاسِقًا، وَّ اَکَلَ حَرَامًا. ترجمہ: جو شخص ایسی دعوت میں گیا جہاں اسے نہیں بلایا گیا تھا وہ فاسق بن کر گیا اور اس نے حرام کھایا۔

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب المیم ،الحدیث ٦١١٧،ج٢،ص ٢٨٧)

البتہ! جب اسے معلوم ہو کہ صاحبِ دعوت اس کی آمد پر خوش ہوگا تو جا سکتا ہے۔

رسول اکرم، نورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیِّدُنا ابو ہیثم بن تیہان اور حضرت سیِّدُنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر کا ارادہ کیا اور یہ تینوں حضرات بھوک سے تھے۔''

(جامع الترمذی،ابواب الزهد باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث: ٢٣٦٩،ص ١٨٨٩، مفهوماً)

اگر وہ جائے اور صاحب خانہ گھر پر نہ ہو اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس کے کھانے پر خوش ہوگا تو آگے بڑھ کر کھانا کھا لے۔

اور کھانے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کسی مخصوص چیز کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے اس چیز کا حاضر کرنا اس پر مشکل ہو البتہ اگر اسے یقین ہو (کہ بآسانی مل جائے گی) تو حرج نہیں۔ اگر وہ دو کھانوں میں سے ایک کا اختیار دے تو اسے

اختیار کرے جو اسے پسندیدہ ہو اور مہمانوں سے یہ بات کہنے میں بھی حرج نہیں کہ جو چاہو پسند کرو کیونکہ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

حضرت سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ''جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اسے لذت پہنچاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تین جنتوں جنت الفردوس، جنت عدن اور جنت خلد سے کھلائے گا۔''

مہمان سے یہ نہ کہے کہ کیا میں آپ کے لئے کھانا پیش کروں؟ بلکہ اسے چاہئے کہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے اگر وہ کھائے تو ٹھیک ورنہ اٹھالیا جائے، اسی طرح حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔

ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب:

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض کرتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بغض کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ناپسند کرتا ہے۔''

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث: ٢٥١٤، ج٦، ص ٤٨٢، مختصراً)

فقیر و غنی کے لئے دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل چل کر جنازہ میں شریک ہو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو۔

سرکارِ مکۂ مکرّمہ، سلطانِ مدینۂ منوّرہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ

ترجمہ: اگر مجھے (کُرَاعُ الْغَمِیْم میں بھی) بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔''

(صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب القلیل من الھبة، الحدیث ٢٥٦٨، ص ٢٠٢)

کُرَاعُ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ جب نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ماہِ رمضان میں اس جگہ کی طرف سفر فرماتے تو روزہ نہ رکھتے، اور دورانِ سفر نماز میں قصر کیا کرتے۔''

اگر نفلی روزہ ہو تو اسے افطار کر دے کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اگر کھانے، جگہ یا بچھونے کے بارے میں شبہ ہو یا دعوت دینے والا فاسق، ظالم یا بدعتی ہو، یا دعوت کے ذریعے فخر ومباہات کا طلبگار ہو تو دعوت قبول کرنا

منع ہے نیز قبولیّتِ دعوت کا مقصد اطاعت ہو نہ کہ پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا اور میزبان کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانہ میں کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے کھاتے پیتے تھے۔''[1]

(جامع الترمذی ،ابواب الأشربة ،باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائما ،ا لحدیث ١٨٨٠ ،ص١٨٤٢)

اہلِ میت کی طرف کھانا لے جانا مستحب ہے۔اس بات کو سمجھ لو یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ، وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ.

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

حضرت سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم، شفیعِ معظم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے مال کا سوال کیا آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے عطا فرمایا، میں نے دوبارہ سوال کیا آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے پھر عطا فرمایا، میں نے تیسری بار سوال کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے پھر مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''بیشک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے پس جس نے اسے اچھی نیت سے لیا تو اسے اس میں برکت دی جائے گی اور جس نے دل کے حرص ولالچ سے حاصل کیا اسے اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ ایسا ہے کہ کھا کر بھی سیر نہیں ہوتا ،اور (آگاہ رہو کہ) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذاالمال.....الخ،الحدیث:٦٤٤١،ص٥٤١)

---

[1]: مفسرِ شہیر، حکیم الاُمَّت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے کھڑے کھڑے کھانے پینے کے متعلق حدیث کی وضاحت مرأة المناجیح میں یوں بیان فرماتے ہیں: ''کھڑے ہوکر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا (پانی)۔ باقی پانی بیٹھ کر پیئے یا کھڑے ہوکر پینا بیان جواز کے لئے تھا، بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لئے۔ لہٰذا دونوں عمل درست ہیں۔''

(مرأة المناجیح شرح مشکوٰۃالمصابیح، ج٦،ص٧٦)

باب 12:

آدابِ نکاح کا بیان

کیا گوشہ نشینی سے نکاح افضل ہے؟!

نکاح کی افضلیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے یہاں تک کہ بعض علماء نے اسے عبادت کے لئے گوشہ نشینی سے افضل قرار دیا ہے جبکہ دیگر علماء نے بھی اس کی افضلیت کا اعتراف کیا ہے لیکن عبادت کے لئے گوشہ نشینی کو اس پر مقدّم قرار دیا ہے جب تک کہ نفسِ نکاح کا مشتاق نہ ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو ترک کرنا افضل ہے کیونکہ اکثر کمائی درست نہیں اور عورتوں کے اخلاق بھی مذموم ہیں۔

نکاح کی ترغیب:

نکاح کی ترغیب پر مندرجہ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ رحمت نشان ہے:

﴿۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ (پ۱۸، النور: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں کا۔

﴿۲﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۝ (پ۱۹، الفرقان: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے:

اَلنِّكَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ.

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری فطرت (یعنی اسلام) سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت کو اپنائے۔

(السنن الکبری للبیهقی، کتاب النکاح، باب الرغبة فی النکاح، الحدیث ۱۳۴۵۱، ج۷، ص۱۲۴)

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نکاح سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے: ''دو سو سال کے بعد لوگوں میں سے بہتر وہ شخص ہوگا جو ہلکی پیٹھ والا ہو (یعنی) ایسا شخص جس کے بیوی بچے نہ ہوں۔''

(تاریخ بغداد، الرقم: ۳۲۵۴، ابراهیم بن النضر بن مروان بن سوید العطار، ج۶، ص۱۹۵)

ا: ہمارے علماء کے نزدیک غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب اور حالتِ اعتدال میں سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے: ''صحیح قول کے مطابق غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے اور حالتِ اعتدال میں...... بقیہ اگلے صفحہ پر

شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ،فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ''لوگوں پرایسازمانہ آئے گاکہ آدمی کی ہلاکت اس کی بیوی، ماں باپ اوراولاد کے باعث ہوگی وہ اسے مفلسی کی عار دلائیں گے، اوراسے ایسے کام کرنا پڑیں گے جواس کے بس سے باہر ہوں گے اور وہ ایسے راستوں پر چل پڑے گا جن میں اس کا دین چلا جائے گااوروہ ہلاک ہوجائے گا۔'' (الزهد الكبير للبيهقي ،الحديث ٤٣٩ ،ص ١٨٣ ، مفهوماً)

نکاح کے فوائد کا بیان:

نکاح کے فوائد بے شمار ہیں۔ان میں سے نیک اولاد کا ہونا، شہوت کا ختم ہونا، گھر کی دیکھ بھال اور قبیلے کا بڑھنا بھی ہے اوران کے نان ونفقہ کا بندوبست کر کے ان کے ساتھ رہنے میں مجاہدے کا ثواب حاصل ہوتا ہے، اگر بیٹا نیک ہو تو تجھے اس کی دعا سے برکت حاصل ہوگی اوراگرفوت ہوجائے تو (بروزِقیامت تیرا) شفیع ہوگا۔

نکاح کی آفات:

نکاح کا نقصان یہ ہے کہ انسان کے لئے حلال مال میں سے خرچ کرنا مشکل ہوجاتا ہے جبکہ رزقِ حلال کمانا واجب ہےاوراسی طرح بیوی کے حقوق کو پورا کرنے میں کوتاہی ہوجاتی ہےاوراس کے حقوق خاوند پرلازم ہیں اور بندے پرعورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا برتاؤ کرنا ضروری ہے اوراس بات پرقوی لوگ ہی قادر ہوتے ہیں، بڑی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت یہ ہے کہ بیوی اوراولاد اسے ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکراورآخرت کے راستے پر چلنے سے غافل کر دیتے ہیں اوراکثر نکاح کرنے کے بعدانسان بخیل ہوجاتا ہے اور یہ بھی ہلاک کردینے والی چیزوں میں سے ہے،ہم نے تمہیں نکاح کے فوائداور مصائب پرآگاہ کردیااور یہ مختلف اشخاص اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں پس اپنے حال پرغورکرواوراپنے لئے اس بات کواختیارکروجوتمہارے لئے راہِ آخرت میں بہتر ہو۔وَاللہُ اَعۡلَمُ.

بقیہ حاشیہ......سنت مؤکدہ ہے جبکہ بندہ وطی، مہراورنفقہ (یعنی خرچ وغیرہ) پرقادرہواور (ردالمحتار کے) گزشتہ صفحات میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ نوافل میں مشغول ہونے سے نکاح کرنا **افضل** ہے۔اور نکاح ترک کرنے والا گنہگار ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کا ترک کرنا گناہ ہے۔اوراگرنکاح سے اپنے آپ کواورعورت کوحرام سے بچانے کی نیت اوراولاد کاارادہ ہوتو نکاح کرنا اجروثواب کا موجب ہے۔اسی طرح سنت پرعمل اور حکم الٰہی بجالانے کی نیت ہوتو اجروثواب ملے گالیکن اگر محض شہوت پوری کرنے اورحصولِ لذت کی نیت ہوتو کوئی ثواب نہیں۔'' (رد المحتارمع الدر المختار، ج٤،ص ٧٢تا ٧٤)

عقدِ نکاح کی شرائط:[1]

(۱)......ولی کی اجازت۔ اگر ولی نہ ہو تو بادشاہ کی اجازت ہونی چاہئے۔(۲)......اگر عورت ثیِّبــــہ (یعنی بیوہ یا مطلَّقہ) بالغہ ہو تو اس کی رضا کا پایا جانا (۳)......ایسے دو گواہوں کا حاضر ہونا جن کی عدالت (نیک ہونا) ظاہر ہو اور اگر ان کا حال پوشیدہ ہو تب بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور (۴)......عقد کے وقت ایجاب اور اس کے ساتھ ہی قبول کا پایا جانا، عقدِ نکاح لفظِ نکاح یا تزویج یا ان کے ہم معنی لفظ کے ساتھ ہو، خواہ کسی بھی زبان میں ہو، دو مکلّف شخصوں کے درمیان ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو، چاہے وہ شخص خاوند اور ولی ہوں یا ان دونوں کے وکیل ہوں۔

آدابِ نکاح:

عقدِ نکاح کے وقت عورت کے ولی کو نکاح کا پیغام دینا آدابِ نکاح میں سے ہے، نہ تو عورت اس وقت عدّت میں ہو اور نہ ہی اس سے پہلے کسی نے اسے منگنی کا پیغام دیا ہو کیونکہ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے منگنی کے پیغام پر پیغام دینے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح أو یدع، الحدیث ۵۱۴۲، ص ٤٤٥)

نکاح کے آداب میں سے نکاح سے پہلے خطبے کا ہونا ہے اور ایجاب وقبول کے ساتھ ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کا ہونا ہے۔ پس نکاح کروانے والا کہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَاةُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) میں نے تیرا نکاح کر دیا۔'' شوہر بھی اسی طرح کہے پھر وہ کہے میں نے اتنے مہر پر اس کا نکاح قبول کیا۔

اور مرد کا حال عورت کو بتا دینا مستحب ہے کیونکہ یہ باہمی محبت کے زیادہ قریب ہے۔ اسی طرح نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا مستحب ہے۔ اسی طرح آدابِ نکاح میں سے دو عادل گواہوں کے علاوہ نکاح کے اظہار کے لئے نیک لوگوں کا جمع کرنا ہے اور چاہئے کہ وہ نکاح کے ساتھ آنکھوں کی حفاظت، نیک اولاد کی طلب اور امت کی کثرت کی نیت کرے۔

منکوحہ کے متعلق شرائط:

وہ لونڈی نہ ہو[2] بشرطیکہ مرد آزاد عورت کا مہر ادا کرنے پر قادر ہو، رضاعت (یعنی دودھ) کی وجہ سے حرام نہ ہو، کیونکہ

---

[1]: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: ''نکاح کی چند شرطیں ہیں: (۱) عاقل (۲) بلوغ اور (۳) گواہ ہونا۔'' (بہارِ شریعت، حصہ ۷، ص ۹) نکاح کے تفصیلی مسائل جاننے کے لئے **بہارِ شریعت، حصہ ۷** کا مطالعہ فرمائیں۔

[2]: احناف کے نزدیک: ''آزاد عورت نکاح میں ہو تو باندی سے نکاح جائز نہیں اور آزاد نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ **فتاوی ہندیہ** اور **درمختار** میں کہ ''آزاد عورت نکاح میں ہے اور باندی سے نکاح کیا صحیح نہ ہوا۔(الفتاوی الهندیه، کتاب النکاح القسم السابع، ج ۱، ص ۲۷۹) اگر حرّہ نکاح میں نہ ہو تو باندی سے نکاح جائز ہے اگرچہ اتنی استطاعت ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرے۔'' (الدر المختار، کتاب النکاح، ج ٤، ص ١٣٦)

رضاعت کی وجہ سے وہ تمام (اصول وفروع) حرام ہوجاتے ہیں جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں اور حرمت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اس سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔[1]

خوشگوار زندگی کے آٹھ خصائل:

(۱) دین داری (۲) حسنِ اخلاق (۳) حسنِ صورت (۴) مہر کا کم ہونا (۵) بچہ پیدا کرنے والی ہونا (۶) کنواری ہونا (۷) اچھے حسب ونسب والی ہونا اور (۸) زیادہ قریبی رشتہ دار نہ ہو۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن پر احادیث واقوال دلالت کرتے ہیں۔

خاونداور بیوی کی ذمہ داریاں:

خاوند پر حق ہے کہ ولیمہ کرے۔ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اَوْلِمْ وَ لَوْ بِشَاةٍ ترجمہ: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔''

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الصفرة للمتزوج، الحدیث۵۱۵۳، ص۴۴۶)

عورتوں سے حسنِ معاشرت اور رعایت، غیرت میں حسنِ سیاست، نفقہ، تعلیم، باری تقسیم کرنا، نافرمانی کی صورت میں ادب سکھانا، اور جماع کرنا ہے۔ اور عزل کرنا (یعنی جماع کرتے وقت جب منی نکلنے لگے تو بیوی سے علیحدہ ہوکر مادہ منویہ کو باہر خارج کردینا) مکروہ ہے۔

اور جب بچہ پیدا ہوتو اس کے کان میں اذان دینا۔ اسی طرح نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے مروی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المولود یؤذن فی أذنه، الحدیث۵۱۰۵، ص۱۵۹۷)

اور اس کا اچھا سا نام رکھنا۔ نبیٔ رحمت، شفیعِ امّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''تمہیں بروزِ قیامت تمہارے ناموں سے پکارا جائے گا اس لئے اپنے اچھے نام رکھو۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، الحدیث۴۹۴۸، ص۱۵۸۵)

اور جس کا نام ناپسندیدہ ہوتو اسے تبدیل کرنا مستحب ہے۔ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایسا ہی کیا اور ارشاد فرمایا: ''لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ اِسْمِیْ وَ کُنْیَتِیْ ترجمہ: میرے نام اور کنیت کو جمع نہ کرو۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، الحدیث۹۶۰۴، ج۳، ص۴۲۸)

اور کھجور یا کسی میٹھی چیز کے ساتھ بچے کو گھٹی دینا مستحب ہے۔ عورت پر ہر حالت میں مرد کی اطاعت کرنا اور اس کے

---

[1] احناف کے نزدیک اڑھائی سال کے اندر تھوڑا یا زیادہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ **علامہ علاؤالدین حصکفی** علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی...... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

احوال اور اموال کی نگرانی کرنا نیز شوہر کے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا لازم ہے۔

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر شخص پر مجھ سے قبل جنت میں داخل ہونا حرام کیا ہے، لیکن میں نے اپنی دائیں جانب دیکھا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے جنت میں جا رہی ہے۔ میں نے استفسار کیا یہ مجھ سے پہلے (جنت کے) دروازے تک کیسے پہنچی؟ تو مجھ سے کہا گیا: ''اے محمد صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! یہ عورت خوب صورت تھی اور اس کے پاس یتیم بچیاں تھیں اس نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ جہاں تک پہنچنا تھا وہاں تک پہنچا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے اس عمل کو پسند فرمایا۔''

(مکارم الاخلاق للخرائطی ،باب العطف علی البنات......الخ ،الحدیث ۶۰۵ ،ج۲،ص۱۴۵)

مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ عورت جو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ اپنے خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔'' عورت کیلئے اپنی عدت کے اختتام تک خاوند کے گھر میں ٹھہرے رہنا لازم ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

(سنن النسائی ،کتاب الطلاق ،باب عدۃ المتوفی عنھا زوجھا ،الحدیث ۳۵۳۴،ص۲۳۱۸)

بقیہ حاشیہ......اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔'' (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع، ج۴، ص۳۸۷ تا ۳۸۹، ملخصا)

باب 13:

کسبِ معاش کے آداب

اس میں چند فصول ہیں:

کسب معاش کی فضیلت کے بارے میں تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا یُکَفِّرُھَا اِلَّا الْھَمُّ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَۃِ. ترجمہ: گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں طلب معاش کا ارادہ ہی مٹا سکتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۱۰۲، ج۱، ص۴۲، بتغیرٍ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ یُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ. ترجمہ: سچا تاجر بروزِ قیامت صدیقین اورشہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی التجار ......الخ، الحدیث ۱۲۰۹، ص۱۷۷۲، بدون: یحشر یوم القیامۃ)

حدیثِ مبارک میں ہے: ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ ترجمہ: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پیشہ اختیار کرنے والے مؤمن کو پسند کرتا ہے۔'' (المعجم الاوسط، الحدیث ۸۹۳٤، ج٦، ص۳۲۷)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''مجھے یہ وحی نہیں آئی کہ تم مال جمع کر کے تاجر بن جاؤ بلکہ مجھے یہ وحی کی گئی:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۰ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ۰ (پ ۱٤، الحجر: ۹۸، ۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

(حلیۃ الاولیاء، ابومسلم خولانی، الحدیث ۱۷۷۸، ج۲، ص۱۵۳)

جان لو! سوال کرنا کراہت سے خالی نہیں، اس لئے روزی کمانا افضل ہے۔ البتہ! وہ شخص جس سے مسلمانوں کے مصالح متعلق ہوں تو اس کو کسب چھوڑ کر مسلمانوں کے مصالح کو قائم کرنا بہتر ہے اور اس کی مصالح کے مال اور دیگر اموال سے کفایت کی جائے گی اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بننے کے بعد تجارت چھوڑنے کا مشورہ دیا پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارت چھوڑ دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالح کے مال سے کفایت کی

جاتی تھی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلوق کے امور کو قائم فرماتے تھے۔

معاملات کی صحت کی شرائط:

بیع کے تین ارکان ہیں: (۱) عاقد (یعنی عقد کرنے والا) (۲) معقود علیہ (یعنی جس چیز پر عقد کیا جائے) (۳) الفاظ (جو عقد میں استعمال کئے جائیں)۔

عقد کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ ان چار قسم کے لوگوں سے سودا نہ کرے: (۱) بچہ (۲) پاگل (۳) غلام اور (۴) اندھا۔ اور کافر کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے لیکن قرآن پاک اور مسلمان غلام اسے نہیں بیچا جائے گا اور اگر حربی ہو تو اسے اسلحہ بھی فروخت نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ جانور جو کھائے نہیں جاتے ان کی چربی اور شراب کی خرید وفروخت نیز ہاتھی کے دانتوں کی خرید وفروخت جائز نہیں [1] اور وہ تیل جو نجاست کے گرنے سے ناپاک ہو جائے اس کو بیچنا جائز ہے۔ کتے، کیڑے مکوڑوں اور سانپ کی خرید وفروخت جائز نہیں اور تصویروں والی چادریں بیچنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔

تصویروں والی چادروں کے بارے میں شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: ''اِتَّخِذِیْ مِنْهَا نَمَارِقَ ترجمہ: ان کے بچھونے بنالو۔''

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب ھل تُکسَرُ الدِّنانُ......الخ، الحدیث ۲۴۷۹، ص ۱۹۵، بتغیرٍ)

اور ان کو لٹکانا جائز نہیں، البتہ! انہیں بچھا کر استعمال کرنا جائز ہے۔ جس چیز کا سودا کیا جا رہا ہو وہ بیچنے والے کی ملکیت میں ہو اور اسے سپرد کرنے پر قادر ہو، دیکھی ہوئی ہو اور ایجاب وقبول کے لفظ استعمال کرنے چاہئیں۔ حقیر چیزوں اور کھائی جانے والی چیزوں (جیسے پھل وغیرہ) میں ایک یہ قول ہے جسے ابن سریج نے ذکر کیا ہے کہ ان (معمولی چیزوں) میں عمومی حاجت ہونے کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لین دین ہی کافی ہے (ایجاب وقبول کے الفاظ کی ضرورت نہیں) جہاں تک سود کا تعلق ہے تو اس میں بہت زیادہ وعیدیں ہیں اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔ بیع سلم جائز ہے۔ اسی طرح اجارہ بھی جائز ہے اور ان کی شرائط کتب فقہ میں موجود ہیں وہاں سے مطالعہ کر لینا چاہیے۔

---

[1] **احناف کے نزدیک:** ''ہاتھی دانت اور ہڈی کو بیچ سکتے ہیں اور اس کی چیزیں بنی ہوئی استعمال کر سکتے ہیں۔'' (رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب فی التداوی......الخ، ج۷، ص ۲۶۷)

معاملات میں عدل کرنے اور ظلم سے بچنے کا بیان

جاننا چاہئے! بعض اوقات مفتی کسی معاملہ کے صحیح ہونے کا فتوی دے دیتا ہے لیکن وہ ظلم پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ معاملہ کرنے والے سے ناراض ہوجاتا ہے۔

ان میں سے ایک قسم ذخیرہ اندوزی ہے اور یہ کھانے کی اشیاء میں ہوتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے اور اس کے متعلق بہت سی سخت وعیدیں ہیں ان میں سے عیوب کو چھپانا بھی ہے، بے شک ایسا کرنا خیانت ہے۔ ان میں سے ترازو کا صحیح رکھنا بھی ہے۔ کیونکہ ترازو درست نہ ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں اور اسی کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ (پ ۳۰، المطففین: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔

پس تلبیس کی تمام اقسام حرام ہیں چنانچہ ایسی چیزوں کی طرف بڑھنا جائز نہیں جن کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو اور خریدنے والے کی ترغیب کے لئے بیچنے والے سے زیادہ قیمت کے ساتھ طلب کرے اور شہری کا دیہاتی سے خریدنا بھی ممنوع ہے، اگر اس نے اپنے دوست یا اس کے بیٹے سے چھان بین کے بغیر کوئی چیز خریدی تو اس کے لئے خریدنے والے سے ذکر کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ وہ اس کے خریدنے پر بھروسہ نہ کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ احسان کرے اور وہ یہ کہ وہ دوسرے سے اتنی زیادہ قیمت وصول نہ کرے جو عام طور پر نہ لی جاتی ہو، اور خرید وفروخت میں نرمی برتنا مستحب ہے۔

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالکُ ومختار صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰہُ اِمۡرَأً سَہۡلَ الۡبَیۡعِ، سَہۡلَ الشِّرَاءِ، سَہۡلَ الۡقَضَاءِ، سَہۡلَ الۡاِقۡتِضَاءِ. ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت اور لین دین میں آسانی کرے۔

(مسند ابی یعلی الموصلی، حدیث رجل غیر مسمی عن النبی ﷺ، الحدیث ۶۷۹۵، ج۶، ص ۵۰)

پس جو شخص نبیِ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کی اس دعا کو غنیمت جانے اس کے معاملہ میں دنیا وآخرت کا نفع ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

مَنۡ اَنۡظَرَ مُعۡسِرًا اَوۡ تَرَکَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا. ترجمہ: جو کسی تنگدست کو مہلت دے یا بالکل معاف کردے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا آسان حساب لے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر......الخ، الحدیث ۷۵۱۲، ص ۱۱۹۷، مختصرًا)

اگر کوئی سودا توڑنا چاہے تو اس کی بات مان لینا بھی احسان ہے۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

مَنْ اَقَالَ نَادِماً صَفْقَتَهٗ اَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ترجمہ: جو شخص نادم ہونے والے کا سودا واپس لے لے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرما دے گا۔

(الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، باب الاقالة، الحديث ٥٠٠٧، ج٧، ص٢٤٣، بدون: صفقته)

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تجارت تجھے اتنا مشغول کر دے کہ تو صرف دنیا میں ہی نفع کا طالب ہو اور آخرت کے اصل مال کو ضائع کر دے۔ اس صورت میں تو واضح خسارہ پانے والا ہوگا تجارت کرنے میں نیت، حلال کمانے، سوال سے بچنے اور مال حاصل کرنے کی ہونی چاہیے تاکہ تو اس کے ذریعے طلب آخرت کے لئے فراغت پا سکے۔

جاننا چاہیے! اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ عبادات اور فرض کفایہ مثلاً میت کو غسل دینا، دفن کرنا، اذان اور نمازِ تراویح پر اُجرت لینا ناپسند سمجھتے تھے۔ اگر وہ اس طریقہ پر تجارت کرے جو ہم نے ذکر کیا تو دنیا کا بازار اسے بازارِ آخرت یعنی مساجد سے غافل نہیں کرے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

رِجَالٌ لا لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (پ١٨، النور: ٣٧) ترجمۂ کنزالایمان: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت **اللہ** کی یاد سے۔

پس آدمی صبح سے چاشت تک مسجد میں رہے پھر نماز کے اوقات میں مسجد میں جائے۔ پس جب بھی اذان کی آواز سنے تو معاملاتِ دُنیوی کو چھوڑ دے۔ "بعض بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جب اذان سنتے اور انہوں نے ہتھوڑا اٹھایا ہوا ہوتا تو اسے وہیں پر چھوڑ دیتے اور نہ مارتے۔" اور بازار میں بھی دل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے اس کے متعلق بہت سے فضائل ہیں۔ چنانچہ، حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: "جو بازار میں داخل ہوتے وقت یہ کلمات پڑھے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد ہے، وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے، وہ خود زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں، تمام بھلائی اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا دخل السوق، الحدیث ٣٤٢٨، ص٢٠٠٥)

انسان کو چاہیے کہ اپنے معاملات کا خیال رکھے یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے بروزِ قیامت چھٹکارا مشکل ہو کیونکہ عنقریب اس سے اس کے معاملات کا محاسبہ ہوگا اور اس سے اس کی نیت اور لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کیا جائے گا کہ اس نے اس کا خیال رکھا یا ضائع کر دیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

باب14:

حلال وحرام کا بیان

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ ترجمہ: حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (المعجم الاوسط، الحدیث ٨٦١٠، ج٦، ص ٢٣١ "فریضة" بدله "واجب")

بعض لوگ جن پر کاہلی اور سستی حاوی ہے وہ اس طرف مائل ہیں کہ حلال باقی نہیں ہے اور ہر چیز میں مفقود ہے ان کا یہ کہنا جہالت ہے کیونکہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُودو نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَّبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُّتَشَابِهَاتٌ ترجمہ: حلال واضح ہے اورحرام بھی اوران کے درمیان چند چیزیں مشتبہ ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات، الحدیث ٢٠٥١، ص ١٦٠)

فضیلتِ حلال:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (پ١٨، المؤمنون: ٥١) ترجمۂ کنزالایمان: اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ''جو شخص چالیس دن تک حلال رزق کھائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے دل کو روشن کر دیتا ہے اوراس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے دنیا میں پرہیز گاری عطا فرماتا ہے۔''

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُ نا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: ''آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات بنادے۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَطِبْ طُعْمَتَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ ترجمہ: اپنے کھانے کو پاکیزہ بناؤ تمہاری دعا قبول ہوگی۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث ٦٤٩٥، ج٥، ص ٣٤)

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت،

پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''بیت المقدّس پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر رات پکارتا ہے کہ جس نے حرام کھایا نہ اس کے نفل قبول ہیں نہ فرض۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب المیم ،الحدیث۶۲۶۳،ج۲،ص۳۰۰، مختصرًا)

کہتے ہیں: ''صرف'' سے مراد نفل اور ''عدل'' سے مراد فرض ہیں۔

اللّٰہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''جو شخص دس درہم کے بدلے کپڑا خریدے اور اس کی قیمت میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس پر ہو گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔'' (المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند عبداللّٰہ بن عمر بن الخطاب ،الحدیث۵۷۳۶،ج۲،ص ۴۱۶۔۴۱۷)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''کُلُّ لَحمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ ترجمہ: ہر وہ گوشت جو حرام سے پروان چڑھے آگ اس کے لئے بہتر ہے۔''

(جامع الترمذی ،ابواب السفر ،باب ماذکر فی فضل الصلاۃ ،الحدیث ۶۱۴،ص ۱۷۰۶،مفهوماً)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ لَّمْ یُبَالِ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَ الْمَالَ لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَیْنَ اَدْخَلَہُ النَّارَ. ترجمہ: جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس نے کہاں سے مال کمایا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کرے۔

(صحیح البخاری ،کتاب البیوع ،باب من لم یبال من حیث کسب المال ،الحدیث۲۰۵۹،ص ۱۶۱، بدون من این ......الخ)

مرفوعاً اور موقوفاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعِبَادَۃُ عَشَرَۃُ اَجْزَاءٍ فَتِسْعَۃٌ مِّنْھَا فِیْ طَلَبِ الْحَلَالِ. ترجمہ: عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے طلبِ حلال میں ہیں۔

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب العین ،الحدیث۴۰۶۲،ج۲،ص۸۶، العبادۃ بدلہ العافیۃ)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشاد مبارک ہے: ''جس شخص نے گناہ کے ذریعے مال حاصل کر کے اس سے صلہ رحمی کی یا صدقہ کیا یا اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کیا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس سب کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا۔'' (مراسیل ابی داؤد ،باب زکوۃ الفطر ،ص۹،من روایۃ القاسم بن مخیمرہ، بتغیرٍ)

ایک روایت میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے اپنے غلام کی کمائی سے دودھ نوش فرمایا پھر غلام سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میں نے ایک قوم کے لئے کہانت کی (یعنی انہیں جھوٹی خبریں دیں) تو انہوں نے

مجھے دودھ دیا تھا (یہ سن کر) آپ اپنی انگلی منہ میں ڈال کر قے کرنے لگے (راوی کہتے ہیں کہ) آپ نے اس قدر قے کی کہ میں سمجھا آپ کی جان نکل جائے گی پھر عرض کیا: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! جو کچھ رگوں نے اٹھایا اور آنتوں میں مل گیا اس سے تیری بارگاہ میں معذرت خواہ ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ بات نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو بتائی گئی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صدیق اپنے پیٹ میں ہمیشہ پاکیزہ چیز ہی داخل کرتا ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاھلیۃ، الحدیث ۳۸۴۲، ص ۳۱۲، مختصرًا)

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام غذا ہو۔''

حضرت سیِّدُنا سہل تُستَری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص چاہتا ہے کہ اس پر صدّیقین کے حالات ظاہر ہوں وہ ہمیشہ حلال و پاک کھانا کھائے اور سنت اور ضروری کام کے علاوہ کچھ نہ کرے۔''

حلال کے درجات:

جاننا چاہئے! دارِ حرب سے لی جانے والی چیزیں حلال ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے لی جائیں۔ اسی طرح شکار کے ذریعے یا لکڑی جمع کرنے کے ساتھ جس کا وہ مالک ہو یا جو چیزیں کانوں سے نکالی جاتی ہیں اور جو کچھ اہل حرب سے لیا جاتا ہے وہ خمس (یعنی پانچواں حصہ) نکالنے کے بعد حلال ہوتا ہے جبکہ وہ بادشاہ کی طرف سے جنگ کی صورت میں حاصل ہو اور حدِ ضرر تک مٹی کھانا حرام ہے اور اس کے بارے میں ممانعت کا حکم وارد ہے جسے عمومِ تحریم سے جانا جاتا ہے پس اس سے بچنا بہتر ہے۔

حلال وحرام کے درجات:

جاننا چاہئے! حرام سارے کا سارا حرام ہے البتہ بعض دوسرے بعض کی نسبت زیادہ خبیث ہے اور حلال تمام کا تمام پاک ہے البتہ بعض حلال دوسرے بعض سے زیادہ پاک اور صاف ہوتا ہے۔ پس ان کے مختلف درجات ہیں۔

پہلا درجہ: حرام میں سے پہلا اور سب سے کم درجہ وہ ہے کہ جس کے حرام ہونے کا فقہاء نے فتویٰ دیا ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔

دوسرا درجہ: صالحین کا تقویٰ ہے یعنی ہر اس چیز سے بچنا جس میں حرام ہونے کا احتمال ہو اگرچہ ظاہر کی بنیاد پر مفتی اسے کھانے کی اجازت دے دے لیکن یہ منجملہ شبہ کے مقامات سے ہے۔

تیسرا درجہ: جسے فتوی کی رو سے حرام نہیں قرار دیا جاتا اور اس کے حلال ہونے میں بھی شبہ نہیں لیکن اس کی وجہ سے حرام کے ارتکاب کا خوف ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز کا چھوڑنا ہے جس میں کوئی حرج نہیں اس ڈر سے کہ حرج والی چیز میں نہ پڑ جائے۔

چوتھا درجہ: وہ امور جن میں بالکل حرج نہیں اور نہ ہی ان کی وجہ سے حرج والے کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے لیکن وہ غیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے حصول سے عبادت خداوندی پر قوت حاصل کرنے کی نیت ہوتی ہے یا وہ چیز جو ان اسباب سے حاصل کی ہو جس میں کسی قسم کے حرام ہونے کی کراہیت یا گناہ ہو تو ایسی چیزوں کو چھوڑ نا صدّیقین کی پرہیز گاری ہے۔

شبہات کے مراتب کا بیان

نبی کریم رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنی عزت اور دین کو محفوظ کرلیا اور جو آدمی شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا جس طرح چرواہا ممنوع چراگاہ کے گرد (بکریاں) چراتا ہے تو قریب ہے کہ وہ اس میں چلا جائے۔'' صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب أخذ الحلال و ترك الشبهات، الحدیث ٤٠٩٤، ص ٩٥٥، بتغیرٍ)

درمیانی قسم: اس سے مراد شبہ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ بارش کا پانی دوسرے کی ملکیت میں جانے سے پہلے قطعی طور پر حلال ہوتا ہے اور شراب حرام محض ہے۔ شبہ پیدا ہونے کے پانچ مقامات ہیں: پہلا یہ کہ حرام اور حرام کرنے والے سبب میں شک واقع ہو اور یہ اس بات سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دونوں احتمال برابر ہوں گے یا ایک احتمال دوسرے پر غالب ہوگا اگر دونوں احتمال برابر ہوں تو حکم پہلے سے معلوم صورت کے مطابق ہوگا پس استصحاب ہوگا۔[1] اور اگر ایک احتمال غالب ہو تو حکم غالب کے مطابق ہوگا۔ پس اس کو ہم چار اقسام میں بیان کرتے ہیں۔

(۱) اس کا حرام ہونا معلوم ہو پھر حلال کرنے والے سبب میں شک ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار پر تیر پھینک کر اسے زخمی کردے پھر وہ شکار پانی میں گر جائے اور اسے مردہ حالت میں ملے اور اسے معلوم نہ ہو کہ وہ ڈوبنے سے مرا یا زخمی ہونے سے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے البتہ جب وہ کسی معین طریقے پر مرے اور معین طریقے میں شک ہو گیا، تو یقین کو شک کے ذریعے ترک نہیں کیا جائے گا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ.

(۲) حلال ہونا معلوم ہو اور حرام ہونے میں شک ہو تو حکم حلّت (یعنی حلال ہونے) کا ہے جس طرح دو آدمی دو عورتوں

---

[1]: استصحاب سے مراد یہ ہے کہ ایک مسئلے کو دوسرے مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے حکم لگانا۔ (التعریفات، ص ١٨)

سے نکاح کریں اور ایک پرندہ اڑے تو ان میں سے ایک کہے اگر یہ کوا ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور دوسرا کہے اگر یہ کوا نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق ہے اور پرندے کا معاملہ مشتبہ رہے تو جب تک ظاہر نہ ہو ان میں سے کسی کی عورت کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

(۳) اصل تو حرمت ہو لیکن اس پر ایسا حکم طاری ہو جو غالب گمان کے مطابق اس کے حلال ہونے کو واجب کر دے تو یہ چیز مشکوک ہے اور غالب حکم حلال کا ہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شکار کی طرف تیر پھینکے تو وہ غائب ہو جائے پھر اسے وہ شکار مردہ حالت میں ملے اور اس پر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی نشان نہ پایا جائے لیکن یہ احتمال ہے کہ وہ گرنے کی وجہ سے مرا ہے یا کسی دوسرے سبب سے، اگر کسی صدمہ یا گرنے کا سبب ظاہر ہو جائے تو اسے پہلی قسم کے ساتھ ملایا جائے گا، اس قسم میں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اقوال مختلف ہیں اور مختار قول یہی ہے کہ وہ حلال ہے۔

(۴) اس کا حلال ہونا معلوم ہو لیکن غالب گمان کے مطابق اس پر کوئی حرام والا سبب طاری ہو جائے جو شرعاً معتبر ہو پس استصحاب کمزور ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا۔ اور غالب گمان کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دو برتنوں کے متعلق اس کا غالب گمان ہو کہ ایک ناپاک ہے کسی ایسی علامت معینہ سے جو غالب گمان کو واجب کرتی ہے، پس اس سے پینا حرام ہو گا جس طرح اس سے وضو کرنا ممنوع ہوتا ہے۔

شبہ کا دوسرا مقام:

شک کی ایسی صورت ہے جو حلال وحرام کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ حرام حلال کے ساتھ مل جائے اور معاملہ مشتبہ ہونے کی بنا پر تمیز نہ ہو سکے اور یہ باہم ملنا یا تو ایسی تعداد کے ساتھ ہو گا جو دونوں طرف سے یا ایک طرف سے شمار میں نہیں آتی یا وہ تعداد شمار میں آسکتی ہے پھر اگر وہ تعداد جو شمار میں آسکتی ہے وہ شمار میں آنے والی تعداد سے مل جائے تو پھر باہم ملنا اس طرح ہو گا جس طرح مائع چیزیں ملتی ہیں یا باہم ملنا ابہام کے ساتھ ہو گا کہ تمیز ہو سکتی ہو جیسے غلام وغیرہ، اسے تین قسموں میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) تعداد کے ساتھ ابہام پیدا ہو جائے جس طرح مردار دس ذبح کئے ہوئے جانوروں میں مل جائے یا دودھ پلانے والی عورت دیگر دس عورتوں میں مل جائے تو اس سے بالاتفاق بچنا واجب ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

(۲) معدود حرام غیر معدود حلال سے مل جائے جیسے دس دودھ پلانے والی عورتیں ایک بڑے شہر میں مل جل جائیں

تو اس شہر کی عورتوں میں نکاح کرنا حرام نہیں اور علت ، غلبہ اور حاجت دونوں چیزیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کا حرام ہونے والا رشتے دار مخلوط ہو جائے اس پر نکاح کا دروازہ بند کرنا ممکن نہیں، اسی طرح جس شخص کو معلوم ہو کہ دنیاوی مال میں حرام مال مل گیا ہے تو اس پر کھانا اور خرید وفروخت کرنا حرام نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم پر دین میں حرج پیدا نہیں کیا اور نبئ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے زمانے میں ایک ڈھال اور عباء (یعنی چغہ) چوری ہو گیا تو دنیا میں کسی کو ڈھال اور عباء خریدنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہو گا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ.

(۳) غیر معدود حرام غیر معدود حلال کے ساتھ مل جائے جس طرح ہمارے زمانے کے مال ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس معین چیز سے کسی چیز کا لینا حرام نہیں البتہ یہ کہ اس معین چیز کے ساتھ کوئی علامتِ معینہ مل جائے (اگر اس معین چیز پر کوئی علامتِ حرمت نہ ہو) تو اس کا چھوڑنا پرہیز گاری ہے، ان علامات میں ظالم بادشاہ کا قبضہ اور دیگر علامات ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

ہماری اس بات پر دلیل یہ ہے کہ نبئ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں معاملات اور اموال کے وصول کرنے کو ترک نہیں کیا گیا باوجود شرابوں کی قیمت اور سود کے اموال کی کثرت کے جو ذمی لوگوں کے ہاتھوں سے دوسرے مالوں میں مل جاتے تھے۔ شبہ پیدا ہونے والے مقامات میں سے یہ بھی ہے کہ چیز ان میں سے ہو جو ذمیوں سے خریدی جاتی ہیں لیکن اس کی قیمت مالِ حرام سے ادا کی گئی ہو البتہ اگر کھانے کو قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے رضامندی سے سپرد کر دے اور وہ اسے قیمت ادا کرنے سے پہلے کھالے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ حرام کے مقابلہ میں مال کے ادا کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی بلکہ مال کے ادا کرنے کا مقصد ذمہ داری سے بری ہونا ہے گویا کہ اس نے قیمت ادا نہیں کی اور جو اس نے کھایا وہ حرام نہیں ہوا۔

اور اگر قیمت کے حرام ہونے کا علم ہونے کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گیا تو یہ ذمہ سے بری ہونے اور حلال ہونے کو واجب کرتی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ.

تجسس اور سوال کا بیان:

جاننا چاہئے! نہ تو ہر حال میں تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ہر حال میں اسے ترک کیا جاسکتا ہے۔ اگر مال ایسے شخص سے لیا جائے جو نیک لوگوں کے لباس میں ہو تو اس کا اس حال میں ہونا ہی کافی ہے اور اگر ظالم اور فاسق لوگوں کے لباس میں ہو تو اس کا اس حال میں ہونا ہی کافی ہے، لیکن اگر وہ مستور الحال ہو یعنی نہ تو اس پر نیک لوگوں یا تاجروں کی علامت ہو اور نہ ظالموں کی تو عدالتِ اسلام پر اکتفاء کرتے ہوئے ظاہر پر بھروسہ کیا جائے گا اور یہ ان میں سے ہے جس سے سوال کرنا جائز ہے

اور جب آدمی کا وظیفہ ہو اور اس سے حرام میں داخل ہونے کا خوف ہو یا بادشاہ اور کسان کا مال ہو تو اس سے بچنا پرہیزگاری ہے اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے اکثر کی طرف دیکھا ہے اور اسی کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حارث مُحاسبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر کسی کا کوئی دوست یا بھائی ہو تو اس سے سوال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ تھی پس یہ چیز غصہ کی طرف لے جاتی ہے جو ہر حالت میں گناہ ہے۔

جاننا چاہئے! جس شخص کا بعض مال حرام ہو اس سے سوال کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بعض اوقات وہ کسی مقصد کی وجہ سے جھوٹ بولتا ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے سے سوال کیا جائے۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔**

مالی مظالم سے توبہ کا بیان:

جاننا چاہئے! جو شخص توبہ کرے اور اس کے قبضہ میں مخلوط (یعنی ملا جُلا) مال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ حرام کو الگ کردے اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ اس نکالے ہوئے مال کو خرچ کر دے۔

پہلی ذمہ داری: تمیز کرنے اور حرام مال کو الگ کرنے کے بارے میں ہے اگر وہ مال معلوم ہے، جو کسی سے چھینا ہے یا امانت وغیرہ کا مال ہے تو اس کا معاملہ آسان ہے، اگر وہ ملا ہوا ہے مثلاً اسے معلوم ہے کہ اس میں نصف مال حرام ہے یا ایسی تجارت سے کمایا ہے جس میں جھوٹ بولا اور خیانت کی تو اس پر اتنی مقدار الگ کر دینا لازم ہے اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو احتیاط، ظنِّ غالب اور یقین سے اسے الگ کردے۔

دوسری ذمہ داری: مال کو خرچ کرنے کے بارے میں ہے، جب وہ حرام مال الگ کردے تو اگر اس مال کا کوئی معین مالک ہو تو اسے لوٹا دے اور اگر مالک نہ ہو تو ورثا کی طرف لوٹا دے اور اگر غائب ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرے یا جس جگہ وہ ہے وہاں پہنچانے کی مشقت اٹھائے اور اگر اس مال کا کوئی معین مالک نہ ہو تو اسے صدقہ کردے یا مسلمانوں کے مصالح مثلاً سرائیں، مساجد اور پل وغیرہ بنانے پر خرچ کردے، بہتر یہ ہے کہ کسی ایماندار قاضی کے سپرد کردے، بددیانت قاضی کے سپرد کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہوگا اور اس حرام مال کو صدقہ کرنے اور مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کرنے کے جواز پر بہت سی احادیث اور اقوال دلالت کرتے ہیں۔ نبیِٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس بکری کو صدقہ کرنے کا حکم دیا جو بھنی ہوئی آپ کی بارگاہ میں پیش کی گئی اور اس بکری نے آپ سے کلام کرتے ہوئے عرض کی کہ وہ حرام ہے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حکم فرمایا: ''اسے (کافر) قیدیوں کو کھلا دو۔'' (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل، الحدیث ۲۲۵۷۲، ج۸، ص ۳۵۵)

بادشاہوں کے وظائف اور انعامات:

یہ اصلاحات کی ایک قسم ہے۔ جو شخص اسے لیتا ہے اسے اس میں غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ مال اس ٹیکس سے ہو جو مسلمانوں پر مقرر کیا جاتا ہے یا زبردستی لیا گیا ہو تو اس سے لینا جائز نہیں لیکن اگر مالِ وراثت، زمین سے حاصل ہونے والے اموال، مالِ فَئی (وقف)، مالِ غنیمت اور جزیہ میں سے ہو تو لینا جائز ہے، لیکن اس شرط پر کہ اس کو مال دینے میں کوئی مصلحت یا ضرورت ہو، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مؤقف ہے کہ ہر مسلمان کا بیت المال پر حق ہے۔

جاننا چاہئے! جزیہ کے چار خمس مسلمانوں کے مصالح کے لئے ہیں اور پانچواں خمس معینہ مصارف کے لئے ہے، اگر وہ بادشاہ مال اس لئے لیتا ہے کہ اسے فقراء پر صدقہ کر دے گا مگر پرہیز گاری یہ ہے کہ وہ نہ لے، اور ان میں سے بادشاہ کے پاس جانا ہے اور شاید بادشاہ کے پاس جانا اولیٰ ہے لیکن اس شرط پر کہ وہ اس میں اپنے لیے رغبت نہ کرے اور دوسرے کی اقتداء نہ کرے اور بادشاہ سے لیتے وقت یہ گمان نہ کرے کہ اس کا مال حلال ہے ورنہ وہ اس کے سبب اس جیسے کاموں پر جرأت کرے گا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ. اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔

رحمتِ عالم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا مبارک نام سن کر درود نہ پڑھنے پر وعیدیں

تین فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم:

(۱)......"جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درود پڑھنے میں کوتاہی کی تو بے شک وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔" (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۸۸۷، ج۳، ص۱۲۸)

(۲)......"جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا تو وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔" (المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللہ محمداً، الحدیث: ۱۵۵، ج۷، ص۴۴۳)

(۲)......"بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہوا پھر اس نے مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھا۔"

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب رغم انف رجل......الخ، الحدیث: ۳۵۴۶، ص۲۰۱۶)

باب15:

آدابِ محبت

جاننا چاہئے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور دینی بھائی چارہ افضل نیکی ہے اور یہ حُسنِ خلق کا ثمرہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے باہم محبت اور بھائی چارہ قابلِ تعریف ہے۔

حُسنِ اخلاق کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عظیم الشان ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۝ (پ۲۹، القلم: ٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تمہاری خُو بُو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔

اُخوّت اور الفت کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ج (پ٤، ال عمران: ۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہوگئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَہُمۡ ط (پ۱۰، الانفال: ٦٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوۡلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے وہ شخص مجلس میں میرے زیادہ قریب ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، جو اپنے پہلوؤں کو جھکا دیتے ہوں اور دوسروں سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔'' (مکارم الأخلاق للطبرانی مع مکارم الأخلاق لابن ابی الدنیا، باب ما جاء فی حسن الخلق، الحدیث٦، ص٣١٤)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''مؤمن محبت کرنے والا ہوتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالك سهل بن الساعدی، الحدیث ٢٢٩٠٣، ج٨، ص٤٣٥، بتغیرٍ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرۡوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اچھا دوست عطا کر دیتا ہے اگر یہ بھول جائے تو وہ اسے یاد دلاتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی اتخاذ الوزیر، الحدیث٢٩٣٢، ص١٤٤٢، مفهوماً)

سیِّدُ الۡمُبَلِّغِین، رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان رفعت نشان ہے: ''جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی کو بھائی بناتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے جس تک وہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا۔''

(الموسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب الرغبة فی الاخوان والحث علیهم، الحدیث٢٦، ج٨، ص١٥٨، مفهوماً)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اُخُوَّت کا معنیٰ

دینی اور دنیاوی اُخُوَّت میں فرق:

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحب جُو دونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ الفت نشان ہے:

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ.

ترجمہ: ارواح مجتمع لشکر تھیں۔ ان میں جنھوں نے ایک دوسرے کو پہچانا وہ آپس میں محبت کرنے لگیں اور جنھوں نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا وہ الگ الگ ہوگئیں۔

(صحیح مسلم ، کتاب البر ،باب الأرواح جنود مجنّدة ،الحدیث۶۷۰۸،ص۱۱۳۷)

سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے، ارشاد فرمایا:

اِنَّ رُوْحَیِ الْمُؤْمِنَیْنِ لَیَلْتَقِیَانِ عَلٰی مَسِیْرَۃِ یَوْمٍ، مَارَاٰی اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ قَطُّ.

ترجمہ: بے شک دو مؤمنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت پر باہم ملتی ہیں حالانکہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کبھی دیکھا نہیں ہوتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص ،الحدیث۶۶۴۷، ج۲،ص۵۸۸، بتغیرٍ قلیلٍ)

انسان دوسرے سے یا تو اپنی ذات کے لئے محبت کرتا ہے کیونکہ دوسرا انسان خوب صورت ہوتا ہے اور ذاتی طور پر اسے پسند ہوتا ہے یا وہ شخص کسی خارجی مقصد کے لئے ذریعہ ہوتا ہے اور یہ غرض مصالح دنیا کے متعلق ہے یا دوسرا شخص آخرت کے لئے وسیلہ ہوتا ہے۔ یا دوسرے سے محبت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہوتی ہے اور محض اسی کی خاطر ہوتی ہے نہ اس دوستی سے مقصد حصولِ دنیا ہوتا ہے نہ آخرت بلکہ اس سے محبت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے پس جو کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو وہ اس سے بھی محبت کرتا ہے جس سے وہ شخص محبت کرتا ہے اور یہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے اُخوّت ہے جس طرح بنی عامر کا مجنوں کہتا ہے:

أَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ: میں لیلیٰ کے علاقے سے گزرتا ہوں تو دیواروں کو بوسے دیتا ہوں۔ اس علاقے کی محبت میرے دل پر غالب نہیں بلکہ میں اس کی محبت میں ایسا کرتا ہوں جو اس میں رہتا ہے۔

جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے محبت کرنا ضروری ہے اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے نفرت کرنا بھی ضروری ہے جو کسی انسان سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کے محبوب کا محبوب ہے اور اس کے محبوب کی اطاعت کرنے والا ہے تو ضروری ہے کہ

وہ اس کے دشمن سے بھی نفرت کرے کیونکہ وہ اس کے دوست کا نافرمان ہے۔

جاننا چاہیے ! ہر شخص دوستی کے قابل نہیں ہوتا۔جیسا کہ نبی اکرم ،نورِ مجسّم ،شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ. ترجمہ:انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا ،کتاب الاخوان ،باب من أمر بصحبته......الخ ،الحدیث۳۷،ج۸،ص ۱۶۰)

پس چند خصلتوں کا اعتبار ضروری ہے کہ اس کا دوست عاقل ہو،اچھے اخلاق کا مالک ہو،فاسق وبدعتی اور دنیا کا حریص نہ ہو۔جہاں تک عقل کا تعلق ہے وہ اصل مال ہے،امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اپنے اشعار میں فرماتے ہیں:

فَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَهْلِ وَاِیَّاكَ وَاِیَّاهُ

فَكَمْ مِنْ جَاهِلٍ اَرْدٰی حَلِیْمًا حِیْنَ آخَاهُ

یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَا الْمَرْءُ مَاشَاهُ

وَلِلشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ مَقَایِیْسٌ وَاَشْبَاهُ

وَلِلْقَلْبِ عَلَی الْقَلْبِ دَلِیْلٌ حِیْنَ یَلْقَاهُ

ترجمہ:(۱)......کسی جاہل کی صحبت اختیار نہ کر وہ تجھ سے دور رہے تو اس سے دور رہ۔

(۲)......کتنے ہی جاہل ہیں جو عقل مند کے بھائی بن کر اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔

(۳)......انسان کو دوسرے انسان سے قیاس کیا جاتا ہے کیونکہ آدمی اپنی چاہت کے مطابق ہوتا ہے۔

(۴)......اشیاء بعض دوسری اشیاء کے مشابہ ہوتی ہیں۔

(۵)......اور دل جب دوسرے دل سے ملتا ہے تو اس سے راہ پالیتا ہے۔

اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ احمق تجھے نفع دے بلکہ وہ تو نقصان ہی پہنچاتا ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے:

اِنِّیْ لَاٰمَنُ مِنْ عَدُوٍّ عَاقِلٍ وَاَخَافُ خِلًّا یَعْتَرِیْهِ جُنُوْنُ

فَالْعَقْلُ فَنٌّ وَاحِدٌ وَطَرِیْقُهٗ اَدْرِیْ فَاَرْصُدُ وَالْجُنُوْنُ فُنُوْنُ

ترجمہ:(۱)......میں عقل مند دشمن سے امن میں ہوں لیکن ایسے دوست سے ڈرتا ہوں جو مجنون ہو۔

(۲)......عقل ایک ہی فن ہے اور اس کا راستہ مجھے معلوم ہے پس میں اس کا خیال رکھتا ہوں لیکن جنون کے کئی فن ہیں۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ بے وقوف سے قطع تعلقی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قرب کا باعث ہے اور ایسے ہی فاسق کی صحبت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ گناہ کبیرہ پر اصرار نہیں کرتا اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا اس کے فساد سے امن نہیں ہوتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (پ ۱۵، الکہف:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا۔

ایک طبیعت دوسری طبیعت سے متاثر ہو جاتی ہے جبکہ انسان کو علم تک نہیں ہوتا اور یہی حال بدعتی کا ہے۔

اور حسن اخلاق کے بارے میں حضرت سیِّدُنا علقمہ بن عمر عطاردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے جامع بات ارشاد فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے بیٹے! اگر تمہیں لوگوں کی صحبت اختیار کرنی پڑے تو ایسے آدمی کی صحبت اختیار کرنا کہ جب تو اس کی خدمت کرے تو وہ تیری حفاظت کرے اگر تو اس کی صحبت اختیار کرے تو وہ تجھے زینت بخشے اور اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ تجھے برداشت کرے۔ ایسے شخص کی صحبت اختیار کر کہ جب تو بھلائی کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلائے تو وہ بھی اسے پھیلا دے اور اگر تم میں کوئی اچھائی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اسے درست کرے۔ تو اس آدمی کی صحبت اختیار کر کہ جب تو اس سے مانگے تو وہ تجھے دے، اگر تو خاموش رہے تو خود بخود دے اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ غمخواری کرے۔ اس شخص کی صحبت اختیار کر کہ جب تم بات کرو تو وہ تمہاری تصدیق کرے، اگر تم کسی کام کا ارادہ کرو تو وہ تجھے اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ تمہاری بات کو ترجیح دے۔''

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اپنے اشعار میں فرماتے ہیں: ''تمہارا سچا دوست وہ ہے جو تمہارا ساتھ دے اور تمہیں نفع پہنچانے کے لئے اپنے آپ کو نقصان پہنچائے اور جب تجھے گردش زمانہ پہنچے تو تمہارے معاملات کو درست کرنے کے لئے خود پریشانی اٹھائے۔

اسلاف میں سے بعض ایسے بزرگ بھی ہیں جو اپنے دوست کی موت کے بعد چالیس سال تک اس کے اہل وعیال کی خبر گیری کرتے رہے، ان کی حاجات کو پورا کرتے اور ہر روز ان کے پاس جا کر اپنے مال سے ان کی مدد کرتے اور وہ بچے اپنے باپ کو اس کی موت کے بعد بھی اپنی آنکھوں کے سامنے پاتے بلکہ وہ اس سے ایسی شفقت پاتے جو وہ اپنے باپ کی زندگی میں بھی باپ سے نہ پاتے تھے۔

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس کا دوست متقی ہونے کے ساتھ عالم بھی ہو، تاکہ وہ اس کے علم سے نفع اٹھائے، حضرت سیِّدُنا

لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اے بیٹے! علماء کے ساتھ بیٹھ اوران کے گھٹنوں کے ساتھ اپنے گھٹنے ملا کیونکہ دل حکمت کی باتوں سے اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح مردہ زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔''

اُخوّت اور محبت کے حقوق:

جاننا چاہئے! اُخوت دو آدمیوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے جس طرح میاں بیوی کے درمیان عقدِ نکاح ہے۔ جب بھائی چارہ قائم ہوجائے تو یہ تیرے مال، نفس، زبان اور دل پر کچھ حقوق لازم کرتا ہے کہ تم اسے معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص و وفا سے پیش آؤ اور تکلیف و تکلّف کو چھوڑ دو۔

(۱) مال: یہ حق مال کے متعلق ہے اور اس میں سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام کی طرح سمجھو اور اس کی ضرورت پوری کرنا تمہارا مقصد ہو اور اس میں درمیانہ درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے جیسا سمجھو کیونکہ اخوت شرکت اور مساوات کو لازم کرتی ہے اور اس میں بلند درجہ یہ ہے کہ تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے اس طرح کہ تو اپنی حاجت چھوڑ دے تاکہ اس کی حالت درست ہوجائے اور یہ بلندترین درجات میں سے ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ چنانچہ،

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: ''جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ (**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے) دوستی اختیار کرتے ہیں تو ان میں سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو زیادہ پسندوہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتا ب البر و الاحسان، باب الصحبة و المجالسة، الحدیث ٥٦٧، ج١، ص٣٨٨، مفھوماً)

(۲) مدد کرنا: یعنی اپنے بھائی کی اس طرح مدد کرنا کہ اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی حاجات کو پورا کر دیا جائے اور اس کے بھی درجات ہیں جو مال کے گذشتہ تینوں درجات کے برابر ہیں۔

(۳) بری بات سے گریز کرنا: یہ حق اپنے بھائی کے سامنے بری بات سے گریز کرنے کے بارے میں ہے۔ لہٰذا اس کے سامنے ایسی بات نہ کہے جو اسے ناپسند ہو۔ حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی کے منہ پر ایسی بات نہ کہتے جو اسے ناپسند ہو۔'' (الشمائل المحمدیة صلی اللہ علیہ وسلم للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث ٣٢٩، ص١٩٧)

پس جان لو! اگر تم ہر عیب سے پاک شخص تلاش کرو گے تو اپنے لئے کوئی دوست نہ پاؤ گے۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی ارشاد فرماتے ہیں: ''کوئی مسلمان ایسا نہیں جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتا ہو اور اس کی نافرمانی نہ کرتا ہو اور کوئی مسلمان

ایسا نہیں جو اس کی نافرمانی کرتا ہو لیکن فرمانبرداری نہ کرے، جس کی اطاعت اس کی نافرمانیوں پر غالب ہو تو یہ عدل ہے۔ جب یہ چیز **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق میں عدل ہے تو تیرے حق میں زیادہ بہتر ہے پس تو خوبیوں کو ظاہر کرنے والا اور بری بات پر پردہ ڈالنے والا ہو جا کیونکہ دعا میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی ان الفاظ کے ساتھ صفت بیان کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: ''**یَا مَنْ یُّظْھِرُ الْجَمِیْلَ، وَیَسْتُرُ عَلَی الْقَبِیْحِ** ترجمہ: اے اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے اور برائیوں کی پردہ پوشی فرمانے والے۔''

جاننا چاہئے! وہ شخص **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں پسندیدہ ہے، جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات سے متصف ہو کیونکہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ یاد رکھو! آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے رازوں کو چھپائے۔

کہا جاتا ہے کہ آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے۔ ابنِ مُعْتَز کا شعر ہے:

وَمُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَهُ ۔۔۔ فَاَوْدَعْتُهُ صَدْرِیْ فَصَارَ لَهُ قَبْرًا

ترجمہ: میرے پاس اپنا راز رکھوانے والے! میں نے تیرے راز کو اپنے سینے میں رکھ دیا اور وہ اس کے لئے قبر بن گیا۔

(۴) تعریف کرنا: چوتھا حق یہ ہے کہ اُس کی ایسی تعریف کرے جس سے وہ خوش ہوتا ہو لیکن حق سے تجاوز نہ ہو۔

اللّٰہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُخوت نشان ہے: ''**اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ** ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتا دے۔''

(الموسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الاخوان، باب اعلام الرجل أخاہ بشدة مودته ایاہ، الحدیث ٦٥، ج٨، ص١٦٥)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ یہ چیز محبت میں اضافے کا باعث ہے اور اس معنی میں بڑی اچھی بات کہی گئی ہے:

خُذْ مِنْ خَلِیْلِكَ مَا صَفَا وَدَعِ الَّذِیْ فِیْهِ الْکَدَرُ ۔۔۔ فَالْعُمْرُ اَقْصَرُ مِنْ مُعَاتَبَةِ الْخَلِیْلِ عَلَی الْغِیَرُ

ترجمہ: اپنے دوست سے اچھی باتوں کو قبول کرو اور اس میں جو بری باتیں ہوں انہیں چھوڑ دو کیونکہ زندگی اتنی نہیں کہ تم دوسری باتوں پر دوستوں کو ملامت کرتے رہو۔ ایک شعر میں کہا گیا ہے:

وَلَسْتَ بِمُسْتَبْقٍ اَخًا لَا تَلُمُّهُ ۔۔۔ عَلٰی شَعَثٍ اَیُّ الرِّجَالِ الْمُهَذَّبُ

ترجمہ: تو اپنے بھائی سے آگے بڑھنے والا نہیں تو اسے اس کی بری حالت پر ملامت نہ کر کہ کون سا شخص کامل مہذب ہے۔

(۵) وفا اور خلوص: یعنی اپنے بھائی سے اخلاص اور وفا کے ساتھ پیش آنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی محبت پر ثابت قدم رہے اور اس کے مرنے تک اس پر مداومت اختیار کرے اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد اور دوستوں سے دوستی رکھے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کی تکریم کی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اِنَّھَا کَانَتْ تَاْتِیْنَا اَیَّامَ خَدِیْجَۃَ ترجمہ: یہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی۔''

(المستدرک ،کتاب الایمان ،باب حسن العھد من الایمان ،الحدیث ۴۱ ،ج ۱ ،ص ۱۶۵)

جاننا چاہئے! حُسنِ عہد ایمان سے ہے اور کرمِ عہد دین سے ہے اور تجھے ہمیشہ اپنے بھائیوں کو فضیلت دینی چاہئے نہ کہ اپنے آپ کو۔ اسی کے بارے میں کسی نے کہا ہے:

تَذَلَّلْ لِمَنْ اِنْ تَذَلَّلْتَ لَہٗ ۔۔۔ یَرٰی ذَاکَ لِلْفَضْلِ لَا لِلْبَلَہِ

وَجَانِبْ صَدَاقَۃَ مَنْ لَا یَزَالُ ۔۔۔ عَلَی الْاَصْدِقَاءِ یَرَی الْفَضْلَ لَہٗ

ترجمہ: ایسے شخص کے سامنے تواضع اختیار کرو جو اس تواضع کو تمہاری فضیلت کا باعث سمجھے تمہیں احمق نہ جانے اور جو شخص اپنے آپ کو سب دوستوں سے افضل سمجھے اس کی دوستی سے پرہیز کرو۔

مسلمان، رشتے دار اور پڑوسی کے حقوق:

مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے سے ملاقات کرے تو اسے سلام کرے، جب وہ بلائے تو اس کو جواب دے، اس کے چھینکنے پر ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' کہے، بیمار ہو تو عیادت کرے، فوت ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہو، جب کوئی قسم اٹھائے تو اس کی قسم کو پورا کرے، جب وہ خیر خواہی چاہے تو اس کی خیر خواہی کرے، غائب ہو تو غیر موجودگی میں اس کی حفاظت کرے، اس کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے بھی وہی ناپسند جانے جسے اپنے لئے ناپسند سمجھتا ہے۔''

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ اُلفت نشان ہے: ''تم پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں: نیکی کرنے والے کی مدد کرو، ان کے گناہ گاروں کے لئے بخشش مانگو، پیٹھ پھیرنے والے کے لئے دعا مانگو، اور توبہ کرنے والے سے محبت کرو۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب الالف ،الحدیث ۱۵۰۲ ،ج ۱ ،ص ۲۱۵)

اور مسلمان کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ تو کسی مسلمان کو اپنے قول اور فعل سے تکلیف نہ پہنچائے۔''

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَيَدِہٖ. ترجمہ: (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری ، کتاب الایمان ، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ، الحدیث ١٠ ، ص ٣)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ. ترجمہ: (کامل) مؤمن وہ ہے جس سے اہل ایمان اپنے نفسوں اور مالوں کو محفوظ و مامون سمجھیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص ، الحدیث ٦٩٤٢ ، ج ٢ ، ص ٦٥٤)

نبیِّ کریم ، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْءَ وَاجْتَنَبَهٗ. ترجمہ: مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے اور اس سے اجتناب کرے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ، مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص ، الحدیث ٦٩٤٢ ، ج ٢ ، ص ٦٥٤)

مسلمان کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے لئے تواضع کرے کسی پر تکبر نہ کرے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی اَکڑنے والے متکبّر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر کوئی دوسرا اس پر تکبر سے پیش آئے تو برداشت کرے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ (پ ٩ ، الاعراف: ١٩٩)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ اپنے بارے میں لوگوں کی شکایات سنے، نہ کسی دوسرے کے بارے میں اور نہ خود ایسا کرے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (صحیح البخاری ، کتاب الادب ، باب مایکرہ من النمیمۃ ، الحدیث ٦٠٥٦ ، ص ٥١٢)

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس آدمی کو پہچانتا ہو اس سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق نہ کرے اور کسی کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے اور مشائخ کی عزت کرے، بچوں پر رحم کرے، تمام لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کر سکے۔

ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی صورت بنتی ہو تو مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل چیز کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آپس میں صلح کروانا۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی اصلاح ذات البین، الحدیث۴۹۱۹، ص۱۵۸۴)

اور وہ مسلمانوں کے عیبوں کو چھپائے۔ ان حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچے اور ہر حاجت مند مسلمان کے لئے اس شخص کے پاس سفارش کرے جو اس کی عزت کرتا ہے اور گفتگو کرنے سے پہلے سلام کرے، جہاں تک ممکن ہو مسلمان بھائی کی عزت اور مال کو دوسرے کے ظلم سے بچائے۔

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کسی شریر سے واسطہ پڑے تو اسے برداشت کرے اور اس سے بچے اور ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مُردوں کے لئے دعا مانگے۔

جہاں تک پڑوسی کے حقوق کا تعلق ہے تو جان لو! پڑوسی کے حقوق عام مسلمانوں کے حقوق سے بھی زیادہ ہے۔

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''پڑوسی تین قسم کے ہیں: ایک وہ پڑوسی جس کا ایک ہی حق ہے دوسرا وہ ہے جس کے دو حق ہیں اور تیسرا وہ جس کے تین حقوق ہیں اور وہ جس کے تین حقوق ہیں، وہ مسلمان اور قریبی رشتہ دار ہے اور جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہے اور جس کا ایک حق ہے وہ مشرک ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء، عطاء بن میسرۃ، الحدیث۶۹۴۸، ج۵، ص۲۳۵)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے مشرک کے حق کو ثابت کرنا پڑوسی کے حق کی تاکید پر دلالت کرتا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے:

مَازَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ.

ترجمہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الوصاءۃ بالجار، الحدیث۶۰۱۴، ص۵۰۹)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ کرامت نشان ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ.

ترجمہ: جو شخص اللہ عزَّوجلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنے پڑوسی کی عزت کرنی چاہئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کان یؤمن باللّٰہ......الخ، الحدیث۶۰۱۹، ص۵۰۹)

قریبی رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشاد پاک ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ''میں رحمٰن ہوں اور اس رحم (یعنی رشتہ داری) کا نام میں نے اپنے نام سے نکالا ہے پس جس نے اسے جوڑا میں اسے جوڑوں گا اور جس نے اسے توڑا میں اسے توڑ دوں گا۔'' (سنن ابی داؤد ، کتاب الزکاۃ ،باب فی صلۃ الرحم ،الحدیث ١٦٩٤،ص ١٣٤٩،بتغیرٍ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! جو شخص اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے اگرچہ میرا نافرمان ہو میں اسے نیکوکار لکھ دیتا ہوں اور جو والدین کی نافرمانی کرے اگرچہ میرا فرمانبردار ہو میں اسے نافرمان لکھ دیتا ہوں۔''

غلاموں کے حقوق:

نبیٔ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی آخری وصیت میں ارشاد فرمایا: ''اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے سلسلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو، جس کام کی انہیں طاقت نہیں اس کی تکلیف نہ دو پس ان میں سے جو پسند ہوں انہیں روک لو اور جو پسند نہ ہوں انہیں بیچ دو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو عذاب نہ دو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں ان کا مالک بنایا ہے، اگر وہ چاہتا تو انہیں تمہارا مالک بنا دیتا۔''

(صحیح البخاری ، کتاب الایمان ،باب المعاصی من امرالجاھلیۃ ......الخ ،الحدیث ٣٠،ص ٤،مختصراً)

باب16:

گوشہ نشینی کا بیان

جان لیجئے! گوشہ نشینی اختیار کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے گوشہ نشینی کو پسند کیا ہے اور اسے میل جول سے افضل قرار دیا ہے، ان علماء میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم، حضرت سیِّدُنا داؤد طائی، حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، اور حضرت سیِّدُنا بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں، جب کہ اکثر تابعین نے میل جول کو پسند کیا ہے کیونکہ دوستوں کا بکثرت ہونا نیکی وتقویٰ کے کاموں میں معاون ہوتا ہے اور ان علماء نے اُخوّت اور اُلفت کے بارے میں وارد ہونے والے نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص پیش کیا گیا جو پہاڑوں میں رہ کر عبادت کرنا چاہتا تھا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہ تم ایسا کرو اور نہ ہی تم میں سے کوئی دوسرا ایسا کرے کہ تمہارا اسلام کے بعض مقامات پر صبر کرنا چالیس سال تک (تنہا) عبادت کرنے سے افضل ہے۔''

(الاستيعاب فی معرفة الأصحاب ،باب حرف العين ،الرقم ٢٠٥٢ـعسعس بن سلامة التميمی ،ج٣،ص٣٠٩)

اور جنہوں نے گوشہ نشینی کو افضل قرار دیا ہے مثلاً حضرت سیِّدُنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو انہوں نے نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ عزَّوَجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نجات کیا ہے؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لِیَسَعَکَ بَیْتُکَ، وَ امْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانُکَ، وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ. ترجمہ: تمہیں اپنا گھر کافی ہو، اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہاؤ۔

(جامع الترمذی ،ابواب الزهد ،باب ماجاء فی حفظ اللسان ،الحديث ٢٤٠٦،ص١٨٩٣ بتغيرٍ)

گوشۂ نشینی کے فوائدونقصانات اور اس کی فضیلت کا واضح بیان

جان لیجئے! اس معاملہ میں اختلاف لوگوں کے مختلف ہونے کی بنیاد پر ہے۔

فوائد: گوشہ نشینی اختیار کرنے سے عبادت پر پابندی اور علمی تربیت ہوتی ہے اور انسان کو میل جول کی وجہ سے سرزد ہونے والے گناہوں سے نجات ملتی ہے جیسے ریا، اور غیبت میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا، اور برائی سے منع نہ کرنا کو چھوڑنا اور

طبیعت میں برے اخلاق کا آنا وغیرہ وغیرہ اوراسی طرح آدمی صنعت وحرفت کے معاملے میں دنیاوی مصالح کے لئے فارغ ہو جاتا ہے۔

پہلا فائدہ: انسان عبادت، غوروفکر، **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے محبت، اس کی بارگاہ میں مناجات اور کائنات کے سربستہ رازوں سے آگاہ ہونے کے لئے فارغ ہوجاتا ہے اور یہ چیز گوشہ نشینی اور مخلوق سے جدائی اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہیں، اسی بناپر بعض حکماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی پر وہی شخص قادر ہوسکتا ہے جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے اُنس رکھتا ہے اور جولوگ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کومضبوطی سے پکڑتے ہیں وہی ذکرِ خداوندی کی وجہ سے دنیا میں آرام پاتے ہیں اور ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کرنے والے ذکر کے ساتھ زندہ رہتے ہیں اوراسی کے ذکر پر فوت ہوتے ہیں اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس سے ڈرتے ہیں اوراس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں سے میل جول ان کے لئے ذکراور فکر میں رکاوٹ بنتا ہے، اسی لئے نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ابتداءً غارِ حرا میں سب سے الگ ہوکر گوشہ نشینی فرماتے تھے۔

جب آدمی خلوت پر مداومت اختیار کرلیتا ہے تو حضرت سیِّدُنا جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فرمان کے مطابق اس کے معاملہ کی انتہاءاس مقام پر ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''میں تیس سال سے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے ہم کلام ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے گفتگو کررہا ہوں۔''

کسی (گوشہ نشین) سے کہا گیا: ''تجھے تنہا رہنے پر کس چیز نے ابھارا؟'' اس نے جواب دیا: ''میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا ہم نشین ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ مجھ سے ہم کلام ہوتو میں اس کی کتاب کو پڑھتا ہوں اور جب میں اس سے ہم کلام ہونا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں۔''

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس حضرت سیِّدُنا ہَرِم بن حیان حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا: ''کیسے آنا ہوا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''میں آپ سے اُنس حاصل کرنے آیا ہوں۔'' حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی معرفت بھی رکھتا ہو اور پھر کسی دوسرے سے اُنس حاصل کرے۔''

حضرت سیِّدُنا فضیل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''جب میں رات ہوتے دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اب میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خلوت اختیار کروں گا اور جب دن نکلتے دیکھتا ہوں تو لوگوں سے ملاقات کو ناپسند جاننے کی وجہ سے وحشت محسوس کرتا ہوں کہ اب وہ چیز آرہی ہے جو مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کردے گی۔''

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص مخلوق سے گفتگو کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہم کلامی سے مانوس نہیں ہوتا وہ کم عمل اور دل کا اندھا ہے اور اس نے اپنی عمر ضائع کر دی۔

دوسرا فائدہ: گوشہ نشینی کی وجہ سے انسان ان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جو عموماً میل جول کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً غیبت اور ریاکاری میں مبتلا ہونا، نیکی کا حکم نہ دینا اور نہ ہی برائی سے منع کرنا اور ان سب کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مطلق طور پر یہ حکم لگانا ناممکن ہے کہ گوشہ نشینی اور میل جول میں سے ایک بہتر ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مراتب کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں حالتِ اعتدال ہی بہتر ہے کہ انسان اس قدر تنہا نہ ہو جائے کہ میل جول سے حاصل ہونے والے فوائد کھو دے اور نہ ہی لوگوں سے اس قدر بے تکلف ہو جائے کہ تنہائی کے فوائد ضائع کر دے اور گوشہ نشینی سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے شر سے لوگوں کو دور رکھے اور مکمل طور پر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو اور لمبی امیدیں نہ باندھے پس لمبی امیدیں نہ باندھنے کی وجہ سے اس کا نفس پر امن رہے گا اور تنہائی کے ذریعے جہادِ اکبر کی نیت کرے اور اس سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارشاد فرمایا: ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ترجمہ: ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

باب 17:

سفر کے آداب

جان لیجئے! سفر کی دو اقسام ہیں: (۱) سفر ظاہر (۲) سفر باطن۔

(۱) سفر ظاہر: اس سے مراد زمین کے اَطراف واَکناف کی طرف جانا ہے۔

(۲) سفر باطن: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور اس پر حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا فرمان دلالت کرتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکایت کرتے ہوئے قرآن مجید میں ذکر فرمایا:

وَقَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ۝ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

دونوں سفروں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ (پ ۲۵، حٰمٓ السجدة: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں۔

سب سے بڑا سفر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف باطنی سفر ہے اور یہ مسافر ہمیشہ ایسی جنت سے لطف اندوز ہوتا ہے جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے اور ایسی منازل سے بہرہ ور ہوتا ہے جس کی گھاٹیاں اور چشمے مسافروں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتے بلکہ دوگنے ہوجاتے ہیں اور جو شخص اس سفر سے محروم ہو وہ تمام بھلائی سے محروم ہوتا ہے اور وہ ایسی پستی میں رہتا ہے جس سے کبھی بھی بلند نہیں ہوگا اور احادیث وآثار میں وارد وہ تمام آداب وسنن اسی سفر (یعنی سفرِ آخرت) کے متعلق ہیں۔ جبکہ ظاہری سفر جو کہ چلنے اور منازل طے کرنے پر مشتمل ہوتا ہے، ہم اس کے فوائد وآداب چند فصول میں بیان کرتے ہیں۔

سفر کرنے میں کیا نیت ہو؟

سب سے پہلے بندہ سفر کے ارادے کے لئے اپنی نیت درست کرے، یہ سفر حج کے لئے ہو یا کسی عالم یا ولی کی زیارت کے لئے ہو، خواہ وہ زندہ ہو یا وفات پا گیا ہو، یا سرحدوں پر ٹھہرنے اور ان کی حفاظت کے لئے سفر کرے یا دین ودنیا میں خلل ڈالنے والی کسی غرض کے لئے ہو یا حلال روزی کمانے کے لئے تجارت کرنے کا مقصد ہو یہاں تک کہ اس کی کوئی حرکت صرف دنیا کے لئے نہ ہو ورنہ یہ چیز اس کے سفر کی تھکاوٹ اور محنت کو ضائع کردے گی۔

جان لو! بے شک نفس احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے اپنے رذائل اور خبائث ظاہر کرتا ہے اور یہ چیز سفر میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور ہم نے کچھ آدابِ سفر کتابُ الحج میں بیان کردیئے ہیں۔

سفر میں جو رخصت ہوتی ہے وہ تین دن تک موزوں پر مسح کرنا ہے جبکہ ان موزوں کو وضو مکمل کرنے کے بعد پہنا ہو اور فرض نماز کے لئے (پانی نہ ملنے کی صورت میں) تیمّم کرنا، فرض نماز میں قصر کرنا، (ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو اپنے اپنے وقتوں میں) جمع کرنا، سواری پر نوافل ادا کرنا، (سفر میں) پیدل چلتے ہوئے نفل ادا کرنا (یہ شوافع کے نزدیک ہے) اور روزہ افطار کرنا ہے۔ سفر کرنے والے کو چاہئے کہ قبلہ کے دلائل اور جس طرف سفر کر رہا ہے اس کی منازل کے بارے میں جان لے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بالصواب وَاِلَیْهِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآبُ. اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔

رحمدل لوگوں کی برکت اور سنگدل لوگوں کی نحوست

(۱)......امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میری اُمت کے رحمدل لوگوں سے بھلائی طلب کرو، ان کے قریب رہا کرو اور سنگدل لوگوں سے بھلائی نہ مانگو کیونکہ ان پر لعنت اُترتی ہے۔ اے علی! اللّٰہ عزوجل نے بھلائی کو پیدا فرمایا تو اس کے اہل (یعنی افراد) کو بھی پیدا فرمایا، پھر بھلائی کو ان کا محبوب کر دیا اور اس پر عمل کرنا انہیں محبوب بنا دیا نیز انہیں اس کی طلب میں یوں لگا دیا جیسے وہ پانی کو قحط زدہ زمین کی طرف پھیر دیتا ہے کہ اس پانی کے ذریعے وہاں والوں کو جلا بخشے اور بے شک جو لوگ دنیا میں بھلائی والے ہوں گے وہی آخرت میں بھی بھلائی والے ہوں گے۔''

(المستدرك، كتاب الرقاق، باب اشقى الاشقياء من اجتمع......الخ، الحديث: ٧٩٧٨، ج٥، ص٤٥٨)

(۲)......دافعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود و نوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میری اُمت کے رحمدل لوگوں سے اپنی مرادیں مانگو، ان کے قریب رہا کرو کیونکہ میری رحمت انہیں میں ہے اور سنگدل لوگوں سے مرادیں نہ مانگو کیونکہ وہ میری ناراضگی کے منتظر ہیں۔''

(كنز العمال، كتاب الزكاة، قسم الاقوال، الحديث: ١٦٨٠٢، ج٦، ص٢٢٠ "الفضل" بدله "الحوائج")

باب18:

سماع اور وجد کا بیان[1]

جان لو! سماع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض علماء اسے حرام قرار دیتے ہیں اور بعض مباح قرار دیتے ہیں، ہم سماع کی حقیقت اور اس کے جواز کے دلائل بیان کریں گے پس ہم کہتے ہیں سماع سے مراد اچھی اور موزونی آواز سننا ہے جس کا معنی سمجھا جا سکے اور وہ دل کو حرکت دے۔اس کا مقصد صرف کانوں اور دل کا لذت حاصل کرنا ہے جس طرح سبزہ کو دیکھنے سے آنکھوں کو لذت ملتی ہے اور دل کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے۔اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُؕ (پ ۲۲،فاطر:۱) ترجمۂ کنز الایمان: بڑھاتا ہے آفرینش (پیدائش) میں جو چاہے۔

مفسرین نے اس سے مراد اچھی آواز لی ہے۔شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں فرمایا: ''**لَقَدْ اُوْتِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ آلِ دَاوٗدَ** ترجمہ: انہیں حضرت سیِّدُنا داؤد علیہ السلام کے نغمات میں سے ایک نغمہ دیا گیا۔'' (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءۃ للقرآن، الحدیث۵۰۴۸،ص۴۳۷)

اور حدیث مبارک میں ارشاد ہے: ''**مَابَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا وَھُوَ حُسْنُ الصَّوْتِ** ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جو نبی بھیجا وہ خوش آواز تھا۔'' (الشمائل المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وسلم للترمذی، باب ماجاء فی قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث۳۰۳،ص۱۸۳)

یہ بات کہنا محال ہے کہ اچھی آواز سے پڑھنا صرف تلاوت قرآن کے لئے جائز ہے کیونکہ بلبل کی آواز سننا جائز ہے پس جب اچھی آواز کا سننا مباح ہے تو اس کا موزونی آواز کا سننا بھی حرام نہ ہوگا اور وہ کیسے حرام ہو سکتی ہے جبکہ بلبل کی آواز کا بھی ایک وزن ہوتا ہے جس کی ابتداء اور انتہاء متناسب ہوتی ہے تو اس اچھی آواز کا آدمی یا پرندے وغیرہ کے حلق سے نکلنے کا حکم مختلف

---

[1]: صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی شہرہ آفاق کتاب بہار شریعت، حصہ ۱۶ ص ۱۵۴ پر نقل فرماتے ہیں: ''متصوفہ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور کبھی اچھلتے کودتے ہیں اور ناچنے لگتے ہیں، اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے، ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے۔مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیف و رقت طاری ہوگئی اور بے خود ہو کر کھڑے ہوگئے اور اس حالِ وارفتگی میں ان سے حرکاتِ غیر اختیاریہ صادر ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں۔
مشائخ و بزرگانِ دین کے احوال اور ان متصوفہ کے حال و قال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے، نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے، گانے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں، تالیاں بجاتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے، کودتے، تھرکتے ہیں، اس کا نام حال رکھتے ہیں۔ان حرکات کو صوفیۂ کرام (رحمہم اللہ تعالٰی) کے احوال سے کیا نسبت، یہاں سب اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری تھیں۔'' (بحوالہ الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج۵، ص۳۵۲)

نہیں ہونا چاہئے پس جو آوازیں مختلف اجسام سے نکلتی ہیں مثلاً طبل، قضیب، دف، اور بانسری کی آوازیں، انہیں پرندوں کی آوازوں پر قیاس کرنا چاہئے تو ان میں سے صرف اسے مستثنیٰ کیا جائے گا جس کی حرمت پر نص وارد ہوئی ہو اور یہ اسی طرح ہے جیسے اوتار اور مزامیر وغیرہ شراب پیتے وقت جن کو بجانے کی عادت تھی۔

جب شراب پینے سے منع کیا گیا تو اس کے چھڑانے میں مبالغہ کرتے ہوئے اس کے توابع سے بھی منع کر دیا گیا یہاں تک کہ ابتداء میں مٹکے (یعنی شراب کے برتن) توڑنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اشعار کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا ہمارے مؤقف کے جائز ہونے پر دلیل ہے یہاں تک کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ حضرات مدینہ پہنچے تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب آپ سے بخار اُترا تو آپ نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے:

اَلَا لَیْتَ شَعْرِیْ هَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَةً　بِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِیْلٌ
وَهَلْ اَرِدَنَّ یَوْمًا مِیَاهَ مِجَنَّةٍ　وَهَلْ تَبْدُوَنْ لِیْ شَامَةٌ وَطَفِیْلُ

ترجمہ: کاش! مجھے معلوم ہوتا کیا میں اس وادی میں ٹھہر سکوں گا جہاں میرے اردگرد اِذْخِرٌ اور جَلِیْلٌ (گھاس کا نام) ہوں گی اور کیا میں کسی دن مِجَنّہ (جگہ کا نام) کے چشمے پر اتروں گا اور کیا شَامَةٌ اور طَفِیْلُ (دو پہاڑوں کے نام) میرے سامنے آئیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحاب المدینۃ، الحدیث:۳۹۲۶، ص ۳۲۰)

امیر المؤمنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب بخار ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہتے:

کُلُّ امْرِیءٍ مُصَبَّحٌ فِیْ اَهْلِهٖ　وَالْمَوْتُ اَدْنٰی مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ترجمہ: ہر شخص اپنے گھر والوں کے پاس صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحاب المدینۃ، الحدیث:۳۹۲۶، ص ۳۲۰)

سرکار دو عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یوں عرض کی: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب التحریض علی القتال، الحدیث:۲۸۳٤، ص ۲۲۸)

سماع کے آثار:

سماع اس اعتبار سے کہ یہ دل کو حرکت دینے والا ہے اور جو چیز اس پر غالب ہوتی ہے اس کو ابھارتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایک راز ہے کہ اس نے باوزن آوازوں کی روح کے ساتھ ایک مناسبت رکھی ہے یہاں تک کہ یہ

روح میں ایک عجیب تاثیر پیدا کر دیتی ہیں کبھی تو نغمات غمگین کر دیتے ہیں، کبھی خوش کرتے اور کبھی رلا دیتے ہیں اور کبھی سن کر ہنسی آتی ہے، اور بعض نغمات اعضاء میں عجیب وغریب حرکات پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ یہ معنی اور مفہوم کے سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ حیوانات میں اس کی تاثیر دیکھی گئی ہے خصوصاً اونٹ میں۔ اور بچے کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ نہ تو وہ بات کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے (مگر لوری سُن کر چپ ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اسے سمجھتا نہیں) اور جن سازوں کی آوازیں سمجھ نہیں آتیں ان کی تاثیر کا مشاہدہ ہے خصوصاً اونٹ، کہ جب کبھی ان پر بیابان لمبے ہو جاتے ہیں اور بوجھ تلے دبے ہونے کی وجہ سے تھک جاتے ہیں تو حُدِی خواں کے اشعار سن کر گردن لمبی کر لیتے ہیں اور سفر طے کر لیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابوبکر محمد بن داوٗد دِینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو رَقّی کے نام سے معروف ہیں فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا، مجھے اہل عرب کا ایک قبیلہ ملا، ان میں سے ایک شخص نے میری دعوت کی، مجھے ایک خیمے میں لے گیا۔ میں نے وہاں ایک سیاہ غلام کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھا، گھر کے سامنے چند اونٹ مرے پڑے تھے۔ میں نے ایک اونٹ کو دیکھا جو نہایت کمزور اور مرنے کے قریب تھا۔ مجھ سے اس غلام نے کہا: آپ مہمان ہیں اور سفارش کر سکتے ہیں پس آپ میرے لئے سفارش کریں کیونکہ میرا آقا مہمان کی عزت کرتا ہے اور اس کی سفارش رد نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے پاؤں سے بیڑیاں کھول دے، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک اس غلام کے بارے میں سفارش نہ کر لوں۔ تو وہ کہنے لگا: اس غلام نے میرا سارا مال ہلاک کر دیا۔ میں نے پوچھا: اس نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: یہ خوش آواز ہے، میں ان اونٹوں کے کرایہ پر گزر اوقات کرتا تھا، اس نے ان پر بہت بھاری بوجھ لادا اور حُدِی خوانی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی خوش آوازی کی وجہ سے ایک رات میں تین راتوں کی مسافت طے ہوگئی، جب بوجھ اُتارا گیا تو اس اونٹ کے علاوہ تمام اونٹ مر گئے لیکن چونکہ آپ میرے مہمان ہیں اس لئے میں آپ کی عزت کرتے ہوئے یہ غلام آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ میں نے اس کی آواز سننی چاہی، صبح ہوئی تو میں نے اس غلام سے کہا: جو اونٹ فلاں کنوئیں سے پانی نکالتا ہے اس کے ساتھ حُدِی خوانی کرو۔ جب اس نے اپنی آواز بلند کی تو اونٹ رسیاں توڑ کر ادھر ادھر بھاگنے لگا اور مَیں بھی منہ کے بل گر پڑا، میرا خیال ہے کہ میں نے اس سے زیادہ اچھی آواز نہیں سنی۔

سماع کی تاثیر عجیب ہوتی ہے اور جسے سماع حرکت نہ دے وہ ناقص، راہِ اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور ہے۔

پرندے حضرت سیِّدُنا داوٗد علیہ السلام کی آواز سننے کے لئے ان کے سر کے اوپر (یعنی فضا) میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''سماع دل میں وہ چیز نہیں ڈالتا جو اس میں نہ ہو بلکہ سماع کا کام دل

میں موجود چیز کو حرکت دینا ہے پس **نوحہ کی آواز مکروہ ہے** کیونکہ یہ مذموم چیز کو حرکت دیتا ہے اور وہ فوت ہونے والے پر غم کا اظہار کرنا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (پ۲۷، الحدید:۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے۔

شادی اور ولیمہ، عقیقہ وغیرہ خوشی کے مواقع پر سماع **مکروہ نہیں** کیونکہ اس کے ذریعے مباح یا مستحب خوشی میں اضافہ ہوتا ہے، اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم مکہ سے (مدینہ طیبہ) تشریف لائے تو عورتوں نے دف بجا کر خوش آوازی سے یہ کلام پڑھا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

ترجمہ: ثنیات الوداع (یعنی وہ پہاڑیاں جہاں سے مہمانوں کو الوداع کیا جاتا تھا) سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور جب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پکارنے والا پکارے، ہم پر شکر ادا کرنا لازم ہے۔

اس پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت بھی دلالت کرتی ہے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ (کم سنی میں) مَیں نے **اللہ** کے رسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم مجھے اپنی چادر مبارک میں چھپائے ہوئے تھے اور میں ان حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل (یعنی جنگی مشقیں کر) رہے تھے یہاں تک کہ میں خود ہی تھک گئی۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: "امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ میرے پاس تشریف لائے اور منٰی کے ایام میں میرے پاس دو (نابالغ) بچیاں تھیں جو دف بجاتی اور ناچتی تھیں اور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں جھڑک دیا تو نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے چہرے مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا: "**دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ** ترجمہ: اے ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ! انہیں چھوڑ دو، یہ عید کے دن ہیں۔"

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصة فی اللعب ......الخ، الحدیث۲۰۶۳، ص۸۱۷)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: وہ دونوں (نابالغ) بچیاں گاتی ناچتی تھیں۔ یہ تمام امور سماع کے جواز پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں اور عورتوں کی آواز (کے سننے) کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں جبکہ (سننے سے) فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

پس سماع دل کے جذبات کو اُبھارتا ہے اگر اس کے دل میں جائز عشق ہو تو اس کا ابھارنا جائز ہے اور اگر عشق حرام ہو تو ابھارنا ناجائز ہے اور یہ سماع اہلِ غفلت کا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کا سماع جواہلِ دل ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی ملاقات کے اشتیاق میں مشہور ہیں وہ جس چیز کو بھی دیکھتے ہیں اس میں اس ذات پاک کا دیدار کرتے ہیں جب بھی کوئی چیز ان کے کانوں کو کھٹکھٹاتی ہے تو وہ اسے اسی ذات سے یا اس کے حوالے سے سمجھتے ہیں تو ان لوگوں کا سماع ان کے عشق اور محبت کو مزید پختہ کرتا اور شوق کو ابھارتا ہے اور دل کے لئے چقماق (یعنی آگ جلانے والے پتھر) کا کام دیتا ہے اور ایسے مکاشفات اور لطائف کو نکالتا ہے جو بیان سے باہر ہیں ان کو وہی پہچانتا ہے جو ان کو چکھتا ہے اور جس کی حِس چکھنے سے عاری ہوتی ہے وہ ان کا انکار کرتا ہے صوفیاء کی زبان میں اسے وجد کہا جاتا ہے اور جو چیز بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی ملاقات کے شوق کو بڑھاتی ہے اگر چہ وہ فرائض میں سے نہ بھی ہو پھر بھی کم از کم مباحات میں سے (ضرور) ہوگی اور یہ کیسے ناجائز ہوسکتا ہے حالانکہ رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دعا میں بھی اسی طرف اشارہ ہے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دعا مانگی: ''**اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَایُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ** ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی محبت، اپنے مُحِبِّین کی محبت اور ان لوگوں کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کردے۔'' (المعجم الکبیر ،الحدیث ۲۱۶، ج ۲۰، ص ۱۰۹، ''اللھم ارزقنی'' بدلہ ''اللھم انی أسألك'')

پس اب جان لیجئے! سماع باطن کو حرکت دیتا ہے لیکن جو لوگ بھلائی میں قوی اور کامل ہوتے ہیں انہیں خارج سے کسی حرکت دینے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سماع کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اسے پوری توجہ سے سنا جائے، اور جہاں تک ممکن ہو بلند آواز سے نہ روئے نہ حرکت کرے خصوصاً نوجوانوں کو مشائخ کے سامنے اور مبتدی (جو ابھی ابتدا میں ہے) کو منتہی (تکمیل کر لینے والے) کے سامنے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ضروری ہے کہ وہ سماع کے دوران اپنے دل اور نفس کے احوال کی نگرانی میں مشغول رہے یہاں تک کہ اپنے نفس کو حرکات اور وجد کے اظہار سے روکے اور بعض علماء وجد کے تحقق کے لئے بناوٹی وجد کرنے کے بھی قائل ہیں تا کہ اس کے باطن میں چھپی ہوئی چیز ابھر آئے جس طرح آگ پتھر میں چھپی ہوتی ہے (جب ایک پتھر کو دوسرے پر مارتے ہیں تو آگ نکل آتی ہے) اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بہتر جانتا ہے۔

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.**

باب19: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا

جان لیجئے! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا دین کے اصولوں میں سے ہے کیونکہ اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط (پ٤، اٰل عمران:١٠٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔

حدیثِ شریف میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ''**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ** ط (پ٧، المآئدة:١٠٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔'' اور اس کا مفہوم غلط انداز سے بیان کرتے ہو جبکہ میں نے رسول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''جو کوئی قوم گناہ کا کام کرے اور ان میں روکنے کے قابل کوئی شخص ہو لیکن وہ نہ روکے تو قریب ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، الحدیث٤٣٣٨، ص١٥٣٩، بتغیرٍ)

حضرت سیِّدُنا ابوثعلبہ خُشَنِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے رسول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے اس آیت: ''**لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ** ط (پ٧، المآئدة:١٠٥) ترجمۂ کنزالایمان: تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔'' کی تفسیر پوچھی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے ابوثعلبہ! نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت اور خواہشِ نفس کی اتباع کی جاتی ہے، دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے پر اِتراتا ہے، تو تم اپنی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو بے شک تمہارے بعد اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہیں اس وقت جو دین اختیار کرے گا جس طرح تم نے اختیار کیا ہے تو اسے تم میں سے پچاس (کے ثواب کے برابر) ثواب ملے گا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، الحدیث٤٣٤١، ص١٥٣٩، بتغیرٍ)

جاننا چاہئے! امر بالمعروف کے چار ارکان ہیں: (١) **مُحتَسِب** (یعنی احتساب کرنے والا) (٢) **مُحتَسَب علیه** (جس کا احتساب کیا جائے) (٣) **مُحتَسَب فیه** (جس میں احتساب ہو) (۴) **نفسِ اِحتساب**۔

(١) مُحتَسِب: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، مکلّف ہو۔ پس رعایا میں سے ہر ایک اس میں داخل ہے اس میں ولایت اور اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

دوسری شرط: اسلام ہے کہ اس کی نیت اسلام کی مدد کی ہو۔

عدالت (یعنی عادل ہونے) کی شرط میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی وجہ سے عدالت کی شرط لگاتے ہیں:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ0 (پ ۲۸ ،الصف :۲) ترجمۂ کنزالایمان: کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ 0 (پ ۱ ،البقرۃ: ٤٤) ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔

اس کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں عدالت کی شرط نہیں، اور یہی بات حق ہے کیونکہ بالا جماع اِحتساب میں تمام گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں جب علماء کرام کا انبیاء کرام علیہم السلام کے صغیرہ گناہوں سے معصوم ہونے کے بارے میں اختلاف ہے[1] تو دوسروں کے معصوم ہونے کی کیسے امید رکھی جاسکتی ہے، پھر جب یہ شرط نہ پائی جائے گی تو یہ چیز **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کے ترک کرنے کا سبب بنے گی پس اس میں کتنی دوری ہے کہ وہ خود شراب نوشی کرتا ہو اور دوسروں کو اس سے منع کرے اور کہے: مجھ پر دو باتیں لازم ہیں پہلی رکنا اور دوسری روکنا اور میں ان میں سے ایک تو کر رہا ہوں اس امید پر کہ مجھے دوسری کے ترک کی توفیق مل جائے۔ اور کافر کو اس کام سے روکا گیا ہے کیونکہ کافر کا مسلمان کو منع کرنا مسلمانوں پر مسلط ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا 0 (پ ۵ ،النسآء: ۱٤۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

اور مسلمان یہ کرسکتا ہے پس وہ لوگوں کو دھمکی دینے، ڈرانے اور مارنے وغیرہ میں سے جو چیز بھی اس کے لائق ہو اس کے ساتھ منع کرے گا یہ حکم بادشاہ یا امام وغیرہ کے لئے مختلف نہیں پس ہر وہ شخص جو غیر مناسب فعل کا مرتکب ہو اسے روکا جائے

---

[1] **علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی** علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ''انبیائے علیہم السلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو جیسے کذب وخیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ (یعنی بری صفتوں) سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مرّوت کے خلاف ہیں **قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں** اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔''

(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی فی الامور المھمۃ فی الشریعۃ ،الفصل الاوّل فی تصحیح الاعتقاد، ج۱، ص۲۸۸)

گا اس پر دلیل یہ روایت ہے کہ مروان بن حکم نے نمازِ عید سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے کہا: ''خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔'' مروان نے کہا: ''اے فلاں! یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔'' حضرت سیِّدُ نا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اس شخص نے اپنا فرض پورا کیا ہے، رسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

مَنْ رَاٰی مُنْکَرًا فَلْیُنْکِرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ.

ترجمہ: جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند ابی سعید الخدری ،الحدیث ۱۱۸۷۶، ج ۴،ص ۱۸۴، بتغیرٍ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتساب کے مختلف مراتب ہیں۔

آخری شرط: وہ محتسب فیہ ہے اور یہ دوسرا رکن ہے ہر وہ برائی جو اجتہاد کے بغیر معلوم ہو ائمہ معتبرین کے نزدیک اس میں اختلاف کا محل نہیں پس کوئی شافعی اس حنفی کو منع نہیں کرتا جو ایسی نبیذ پئے جس سے نشہ نہیں ہوتا اور کوئی حنفی کسی شافعی کو نہیں روکتا جو گوہ اور بجو کھاتا ہے۔

اور آخری رکن محتسب علیہ ہے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ انسان ہو کیونکہ بچے کو بھی شراب پینے سے روکا جائے گا، ہاں! بعض افعال مجنون اور بچے کے حق میں منکر نہیں ہوتے (جیسے نماز وغیرہ) اور نہ ہی ان کو اس سے روکا جائے گا۔

مُحتَسِب کے آداب کا بیان:

محتسب کو چاہئے کہ وہ عالم، متقی، حسن اخلاق کا پیکر، نرم طبیعت کا مالک ہونا چاہئے اور وہ سختی سے پیش آنے والا نہ ہو۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے تو محتسب کو احتساب کی حدود کا علم ہونا چاہئے۔ پرہیز گاری یہ ہے کہ وہ احتساب میں اس حد تک رہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حسن اخلاق کے ساتھ نرمی اختیار کرے، سختی نہ کرے تاکہ وہ حدِ شرع سے تجاوز نہ کر جائے پس اس کا فساد اس کی اصلاح پر حاوی نہ ہو اور احتساب کے معاملے میں شفقت کو مدِ نظر رکھے یہاں تک کہ جب اُسے کوئی شخص کسی چیز سے منع کرے یا اُسے ناپسندیدہ چیز کا سامنا ہو تو شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے کہ اگر وہ احتساب کو بھول جائے اور نفسِ احتساب کے معاملے میں برائی کا مرتکب ہو۔

عبادات میں مروّجہ منکرات:

برائی کا مرتکب اس شخص کی طرح ہے جو حالتِ نماز میں قبلہ سے منہ پھیر لے یا اطمئنان سے رکوع و سجود نہ کرے یا قراءت

میں غلطی کرے تو ان جیسوں کو روکنا واجب ہے اور یہ ایک افضل نیکی ہے اور نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔ ان خرابیوں میں سے مؤذنین کا اذان کو زیادہ کھینچ کر پڑھنا، لمبا کرنا اور کلمات کو اس قدر لمبا کھینچنا کہ وہ اپنی حد سے نکل جائیں[1] اور طلوعِ فجر کے بعد ایک ہی مسجد میں ایک سے زیادہ بار اذان کہنا کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور ان خرابیوں میں سے ایسے کپڑے پہننا بھی ہے جن پر ریشم غالب ہو اور ان ''قصہ گوؤں'' کا کلام بھی ہے جس میں وہ بدعات کو ملاتے ہیں اور جمعہ کے دن دوائیں اور تعویذات بیچنے کے لئے حلقے بنانا بھی انہیں میں شامل ہے۔ جو خرابیاں ہم نے ذکر کی ہیں ان جیسی اور خرابیاں بھی ہیں لیکن ان کو شمار کرنا ہمارا مقصد نہیں۔

بادشاہوں کو نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا

احتساب کے درجات:

جاننا چاہئے! احتساب کے چار درجے ہیں: (۱) برائی سے آگاہ کرنا (۲) وعظ کرنا (۳) سخت بات کہنا اور (۴) سختی سے روکنا۔

امراء و سلاطین کو آگاہ کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا ہے کیونکہ ان سے سخت بات کرنا یا سختی سے روکنا فتنہ برپا ہونے کا سبب ہے جس کی وجہ سے ایسی شرانگیزی ہوگی جو ان کی اپنائی ہوئی برائی سے بھی زیادہ بری ہوگی۔ ہاں! اگر معلوم ہو کہ سخت گفتگو فائدہ مند ہوگی اور شرانگیزی کا باعث نہ ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں اور وہ انہی میں سے ہے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس پر تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ ربُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

خَیْرُ الشُّھَدَاءِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ، ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ اِلٰی اِمَامٍ فَاَمَرَہٗ وَنَھَاہُ فِیْ ذَاتِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ فَقَتَلَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ.

ترجمہ: شہداء میں سب سے افضل حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں پھر وہ شخص ہے جس نے حاکم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کا حکم دیا اور اس کی نافرمانی سے منع کیا پس اس وجہ سے حاکم نے اسے قتل کر دیا۔

(تاریخ بغداد، الرقم۳۰۷۸۔ابراھیم بن جابر بن عیسیٰ أبو اسحاق غِطْرِیفی، ج٦، ص٥٠، مختصراً)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''اَفْضَلُ

---

[1] **صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی **بہارِ شریعت، حصہ ۳، ص ۳۶** پر نقل فرماتے ہیں: ''کلمات اذان میں لحن حرام ہے، مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا، یوہیں اکبر میں بے کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔'' (بحوالہ الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الاذان، ج۲، ص٦۳)

الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ترجمہ: افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند ابی سعید الخدری ،الحدیث ۱۱۱۴۳،ج٤،ص ۳۹)

اگر کلمۂ حق کہنے والا اس وجہ سے قتل کر دیا جائے تو شہید ہے۔ جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں مروی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ضَبَّہ بن مُحْصِن عَنْزِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعَرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں ہمارے امیر تھے۔ جب بھی وہ خطبہ دیتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء اور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے، اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کرتے۔ اس پر مجھے بہت غصہ آیا، میں نے ان کے پاس جا کر کہا: آپ ان کے رفیق (یعنی حضرت سیِّدُنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر فضیلت دیتے ہو؟ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میری شکایت لکھ بھیجی اور لکھا: ضبہ بن محصن میرے خطبہ میں دخل اندازی کرتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں لکھا کہ اسے میری طرف بھیج دیں۔ آپ فرماتے ہیں: انہوں نے مجھے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا میں آپ کے پاس گیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ تشریف لائے اور پوچھا: کون؟ میں نے عرض کی: میں ضبہ بن محصن عنزی ہوں۔

آپ نے فرمایا: ''تمہارے لئے مرحبا نہیں۔ میں نے عرض کی: مرحبا تو خدا عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے اور جہاں تک اہل کا تعلق ہے تو میرے پاس نہ اہل ہے نہ مال۔ لیکن اے عمر! آپ بتائیں کہ آپ نے مجھے کیوں کسی غلطی اور قصور کے بغیر بصرہ سے بلایا؟ آپ نے فرمایا: میرے عامل اور تیرے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب وہ خطبہ دیتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء اور نبیٔ کریم، رءوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر درود بھیجتے ہیں پھر آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مجھے اس پر غصہ آیا، میں نے اٹھ کر پوچھا: آپ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے رفیق (امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر فضیلت کیوں دی ہے؟ انہوں نے چند جمعے ایسا ہی کیا، پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم اس کی نسبت زیادہ توفیق دیئے گئے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہو، کیا تم میرا قصور معاف کر سکتے ہو؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے۔ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مغفرت فرمائے۔'' ضبہ بن محصن بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر

فاروق اور اس کی آل سے بہتر ہے، کیا میں ان کی اس رات اور دن کو تمہارے سامنے بیان نہ کروں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ رات جب نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مشرکین کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو رات کے وقت نکلے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ہمراہ تھے، آپ کبھی نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے آگے ہو جاتے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں طرف چلتے کبھی بائیں طرف۔

نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''اے ابوبکر! یہ کیا ہے؟ تم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔'' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! جب میں خیال کرتا ہوں کوئی گھات لگائے نہ ہو تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب سوچتا ہوں کہ کوئی پیچھا نہ کر رہا ہو تو پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ہو جاتا ہوں، مجھے آپ کے بارے میں فکر ہوتی ہے نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس رات پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ وہ دُکھنے لگیں۔ جب امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی انگلیوں کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھا لیا اور دوڑ پڑے یہاں تک کہ غار کے دہانے پر آپہنچے اور آپ کو اتارا اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! جب تک میں اس غار میں داخل نہ ہو جاؤں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم داخل نہ ہوں گے تاکہ اگر وہاں کوئی موذی چیز ہو تو اس کا نقصان مجھے پہنچے، بیان کرتے ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تو وہاں کوئی چیز نہ دیکھی چنانچہ آپ کو اٹھا کر اندر لے گئے۔

غار میں ایک سوراخ تھا جس میں سانپ اور بچھو تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا تاکہ کوئی سانپ وغیرہ نکل کر نبی اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تکلیف نہ پہنچائے، اس سے سانپ نکل کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈستے رہے اور تکلیف کی وجہ سے آپ کے آنسو رخسار مبارک پر گرنے لگے تو نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! غم نہ کر، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے ساتھ ہے۔ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکون واطمینان اتارا، تو یہ آپ کی وہ رات تھی۔ اور آپ کا دن وہ ہے جب رسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصالِ ظاہری ہوا تو بعض عرب قبائل مرتد ہو گئے، بعض نے کہا: ہم نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض نے کہا: ہم زکوٰۃ نہ دیں گے، میں آپ کے پاس مشورہ دینے کی غرض سے آیا،

میں نے کہا: اے خلیفۂ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! لوگوں سے الفت اور نرمی کا برتاؤ کیجئے، آپ نے فرمایا: کیا دورِ جاہلیت میں سخت اور اسلام میں نرم ہو گئے ہو؟ میں کس وجہ سے ان سے نرمی برتوں؟ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصالِ ظاہری ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر وہ مجھے ایک رسی بھی نہ دیں گے جو رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلَّم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں ان لوگوں سے جہاد کروں گا۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ہم نے ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس معاملے میں درست رائے رکھنے والے تھے۔ تو یہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہ دن ہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سختی سے لکھا (کہ وہ ایسا نہ کریں)۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۷۲۸۴/۷۲۸۵، ص ۶۰۶)

اس بات کو سمجھ لو فائدہ دے گی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

چھ اشخاص جن پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے

فرمانِ مصطفٰی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم:

''چھ اشخاص ایسے ہیں جن پر **اللہ** عزوجل اور ہر مستجاب الدعوات نبی علیہ السَّلام لعنت فرماتا ہے: (۱) **اللہ** عزوجل کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) **اللہ** عزوجل کی تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) میری اُمت پر اس لئے زبردستی طاقت کے ذریعے مسلّط ہوجانے والا تاکہ جنہیں **اللہ** عزوجل نے معزز کیا انہیں ذلیل کرے اور جنہیں **اللہ** عزوجل نے رسوا کیا ہے انہیں معزز بنائے (۴) **اللہ** عزوجل کی حرمت کو حلال ٹھہرانے والا (۵) میری اولاد کے معاملہ میں اس چیز کو حلال سمجھنے والا جسے **اللہ** عزوجل نے حرام کیا اور (۶) میری سنت کو چھوڑنے والا۔'' (المستدرک، کتاب التفسیر، سورۃ واللیل اذا یغشی، باب ستۃ لعنھم اللہ ......الخ، الحدیث: ۳۹۹۶، ج۳، ص ۳۷۵)

باب 20:

آداب معیشت اور اخلاق نُبوّت کا بیان

حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے آداب کا بیان:

جاننا چاہیے! نبیٔ اَکرم، نورِ مجسّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم بارگاہِ خداوندی میں بکثرت گڑگڑاتے اور اچھے آداب اور عمدہ اخلاق کی ہمیشہ دعا کرتے تھے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اپنی دعا میں عرض کرتے: ''اَللّٰھُمَّ حَسِّنْ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ **ترجمہ:** اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری صورت اور اخلاق اچھے کردے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۳۸۲۳، ج۲، ص۶۶، بتغیرٍ)

حضرت سیِّدُنا سعید بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں! پڑھتا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا اخلاق قرآن ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنہ أو مرض، الحدیث ۱۷۳۹، ص۷۹۴)

قرآن مجید میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو آداب یوں ارشاد فرمائے:

﴿۱﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ0 (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو۔

﴿۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ج (پ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

﴿۳﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ0 (پ۲۱، لقمٰن: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

حُسنِ اخلاق کے متعلق اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات موجود ہیں۔

جب غزوۂ اُحد کے دن نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہوگئے تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرۂ انور پر خون بہنے لگا آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی

جنہوں نے اپنے نبی (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کے چہرے کوخون آلود کردیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف بلاتا ہے۔'' پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مقدَّسہ نازل فرمائی:

لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ (پ٤،اٰل عمران:١٢٨) ترجمۂ کنزالایمان: یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں۔

یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مذکورہ بالا فرمان کی وجہ سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کوارشادفرمائی۔ (المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند انس بن مالك بن النضر ،الحديث ١٢٨٣١،ج٤،ص٣٥٧)

جان لیجئے! اس قسم کی آیات قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں اوران کامقصودِاوّل ادب اورتہذیب ہے پھراسی سے تمام مخلوق پرنورچمکا۔

حضور نبی ٔپاک ،صاحبِ لَولاک ،سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کافرمانِ عالیشان ہے:''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔''

(السنن الكبرى للبيهقى ،كتاب الشهادات ،باب بيان مكارم الاخلاق......الخ ،الحديث٢٠٧٨٢،ج١٠،ص٣٢٣)

امیرالمؤمنین مولیٰ مشکل کشاحضرت سیِّدُناعلی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں:''اس مسلمان پرتعجب ہے جس کامسلمان بھائی اس کے پاس کسی حاجت کے لئے آئے اوروہ اپنے آپ کواس کے ساتھ بھلائی کے قابل نہ سمجھے،اگر اسے ثواب کی امیداورعذاب کاڈرنہ ہوتواسے اچھے اخلاق کی طرف جلدی کرنی چاہئے کیونکہ یہ اخلاق راہ نجات پردلالت کرتے ہیں۔ایک شخص نے پوچھا: آپ نے یہ بات نبی ٔاکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب آپ کے پاس ''قبیلہ طَیّ'' کے قیدی لائے گئے۔ان میں ایک لڑکی نے کھڑے ہوکرعرض کی: اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ مناسب سمجھیں تومجھے رہاکردیں اورمجھ پرقبائل عرب کونہ ہنسائیں کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں اوربے شک میراباپ قوم کی حفاظت کرتا،قیدیوں کورہاکرواتا،بھوکوں کوجی بھرکرکھاناکھلاتا،سلام کوعام کراتااورکسی مانگنے والے کاسوال ردنہ کرتا،میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں،نبی ٔکریم ،رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:''اے لڑکی! یہ سچے مؤمنین کی صفات ہیں،اگرتمہاراباپ مسلمان ہوتاتوہم اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے رحمت کی دعامانگتے ،اورفرمایا: اس کورہاکردو،اس کاباپ اچھے اخلاق کوپسندکرتا تھااوراللہ عَزَّوَجَلَّ اچھے اخلاق کوپسندفرماتاہےاورفرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اچھے اخلاق والاہی جنت میں داخل ہوگا۔'' (دلائل النبوة للبيهقى ،باب وفد طىء......الخ ،ج٥،ص٣٤١)

حضرت سیِّدُنامعاذبن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی ٔمُکرَّم ،نُورِمُجسَّم ،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: ''بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کو اچھے اخلاق اور عمدہ اعمال سے ڈھانپا ہے اور اچھا سلوک کرنا، اچھا عمل کرنا، نرم گفتگو کرنا، نیکی کرنا، کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا، مسلمان مریض کی عیادت کرنا خواہ وہ نیک ہو یا فاسق و فاجر، مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا، مسلمان یا کافر پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا، کھانے کی دعوت قبول کرنا، مہمان کے لئے دعا کرنا، معاف کرنا، صلح کرانا، سخاوت، کرم نوازی، بخشش کرنا، سلام میں ابتداء کرنا، غصہ پر قابو رکھنا اور لوگوں کو معاف کرنا حسنِ اخلاق سے ہے۔''

اسلام کا حسن ان چیزوں سے ختم ہو جاتا ہے: ''کھیل کود، گانے بجانے کے تمام آلات، ہر کینہ وعیب کی بات، جھوٹ، غیبت، بخل، کنجوسی، جفا، دھوکا، مکر وفریب، چغلی، لوگوں کے درمیان بگاڑ پیدا کرنا، قطع رحمی، بداخلاقی، تکبر، فخر، شیخی بگھارنا، اِترانا، مذاق کرنا، فحش باتیں کرنا اور سننا، کینہ، حسد، بدفالی، سرکشی، دشمنی اور ظلم کرنا۔

حضرت سیِّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں خیر خواہی کی ہر بات بتائی اور اس کا حکم دیا اور ہر کھوٹ یا عیب سے ہمیں ڈرایا اور اس سے منع فرمایا اور ان سب کے متعلق یہ آیت کافی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ج (پ ۱٤، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔

حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! میں تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت کی ادائیگی، خیانت نہ کرنے، پڑوسی کی حفاظت، یتیم پر رحم کرنے، نرم گفتگو کرنے، سلام پھیلانے، اچھا عمل کرنے، امید کم رکھنے، ایمان پر قائم رہنے، قرآن مجید کی سمجھ حاصل کرنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب وکتاب سے ڈرنے اور عاجزی وانکساری کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں کسی دانا کو گالی دینے، کسی سچے کو جھٹلانے، گنہگار کی اطاعت کرنے، امام عادل کی نافرمانی کرنے، اور زمین میں فساد پھیلانے سے منع کرتا ہوں اور ہر پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں نیز ہر گناہ سے توبہ کرنے، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی اعلانیہ توبہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔''

(حلیة الاولیاء، معاذ بن جبل، الحدیث ۸۱۳، ج ۱، ص ۳۰٤، بتغیرٍ)

اسی طرح نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو آداب سکھائے اور انہیں اچھے اخلاق اور عمدہ آداب کی دعوت دی۔

حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اخلاقِ عالیہ کا بیان

یہ اخلاقِ حمیدہ علماء کرام علیہ رحمۃ اللہ المبین نے احادیث سے اخذ کئے۔

چنانچہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''نبیٔ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تمام لوگوں سے زیادہ بردبار تھے۔''

(أخلاق النبی علیه السلام لابی الشیخ الاصبهانی، باب ما روی فی کظمه الغیظ و حلمه، الحدیث ۱۶۸، ج ۱، ص ۱۸۰)

سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ، الحدیث ۶۰۰۶، ص ۱۰۸۵)

سب سے بڑھ کر عادل تھے۔ (الشمائل المحمدیة ﷺ للترمذی، باب ماجاء فی تواضع......الخ، الحدیث ۳۱۹، ص ۱۹۳، مفهوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تمام لوگوں سے زیادہ معاف فرمانے والے تھے۔ (حدیثِ پاک میں ہے) ''آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی بھی ایسی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا جو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی لونڈی نہ ہو یا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے نکاح میں نہ ہو یا وہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی محرم نہ ہو۔'' (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکة ......الخ، الحدیث ۵۲۸۸، ص ۴۵۷، بتغیرٍ قلیلٍ)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۱۶، ج ۵، ص ۱۳۱، مفهوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس کوئی درہم و دینار رات کے وقت نہیں بچتے تھے اگر کوئی بچ جاتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم محتاج لوگوں کو دے کر اس سے بری الذمہ نہ ہو جاتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل هدایا......الخ، الحدیث ۳۰۵۵، ص ۱۴۵۳، مختصرًا)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو عطا فرمایا آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے صرف ایک سال کی غذا حاصل کرتے، اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں (یعنی سستے) کھجوریں اور جو ہوتے۔ باقی سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ فرما دیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب حکم الفیء، الحدیث ۴۵۷۵، ص ۹۸۹، مختصرًا)

جب بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے کوئی چیز بھی مانگی جاتی عطا فرماتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك بن النضر، الحدیث ۱۳۹۷۷، ج ۴، ص ۵۵۶)

پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے مانگنے والوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات سال پورا ہونے سے پہلے خوراک ختم ہو جاتی اور اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں کوئی چیز نہ پیش کی جاتی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم صبر فرماتے۔

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اپنے نعلین مبارک خود گانٹھتے، اور کپڑوں میں پیوند لگاتے اور گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۵۳۹۶، ج۹، ص۵۱۹)

اہل خانہ کے ساتھ گوشت کاٹتے۔(المرجع السابق، مسند السیدة عائشة ،الحدیث ۲٤٦٨٥، ج۹، ص۳۸٦ مفهوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سب سے بڑھ کر باحیاء تھے، آپ کی نگاہ کسی کے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی۔

(صحیح البخاری ،کتاب الادب ،باب الحیاء ،الحدیث:٦١١٩، ص٥١٦، بدون "لایثبت بصره فی وجه أحد")

غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول فرماتے۔

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب آخر فی سنة عیادة المریض ......الخ ،الحدیث ۱۰۱۷، ص۱۷٤۸ ،بدون الحر)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہدیہ قبول فرماتے، اگرچہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ران ہوتی، اور بدلے میں تحفہ عطا فرماتے، آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہدیہ تناول فرماتے۔(صحیح البخاری ،کتاب الهبة ،باب المكافاة فی الهبة ،الحدیث ۲۵۸۵، ص۲۰۳ ـ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة ،الحدیث ۲۵۰٦٤، ج۹، ص٤٥٦ ـ صحیح مسلم ،کتاب الصید ،باب اباحة الأرنب ،الحدیث ۵۰٤۸، ص۱۰۲٦)

لیکن صدقہ نہیں کھاتے تھے۔(سنن ابی داؤد ،کتاب الدیات ،باب فیمن سقی رجلا ......الخ، الحدیث ٤۵۱۲، ص۱۵۵٤)

کسی لونڈی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے اعراض نہ فرماتے تھے۔

(سنن النسائی ،کتاب الجمعة ،باب ما یستحب من تقصیر الخطبة ،الحدیث ۱٤۱۵، ص۲۱۸۰، مفهوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے لئے غصہ فرماتے آپ کو اپنی ذات کے لئے غصہ نہ آتا تھا۔

(الشمائل المحمدیة ﷺ للترمذی ،باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ ،الحدیث ۲۱۵، ص۱۳۵ ،بدون "ویغضب لربه")

کبھی آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم بھوک کی وجہ سے اپنے شکمِ اقدس پر پتھر باندھتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند جابر بن عبد اللہ ،الحدیث ۱٤۲۲٤، ج۵، ص۲٤ ،بتغیرٍ)

کبھی جو کچھ مل جاتا تناول فرمالیتے، جو ملتا اسے رد نہ فرماتے، اور حلال چیز کھانے سے اجتناب نہ فرماتے۔

(جامع الترمذی ،ابواب الأطعمة ،باب ماجاء فی الخل ،الحدیث ۱۸٤۱، ص۱۸۳۸ ،مفهوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو جو لباس میسر ہوتا زیب تن فرماتے، کبھی شملہ (یعنی چھوٹی چادر) کبھی یمنی چادر اور کبھی اُونی جبہ پہنتے جو بھی مباح لباس میسر ہوتا پہن لیتے۔

(صحیح البخاری ،کتاب اللباس ،باب البرود......الخ، الحدیث ۵۸۱۰/ ۵۸۱۳/ ۵۷۹۹، ص٤۹٦/ ٤۹۵ ،مفهوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم چاندی کی انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے۔(صحیح مسلم ،کتاب اللباس ،باب فی خاتم الورق فصه حبشی ،الحدیث٥٤٨٧،ص١٠٥٣ـ صحیح البخاری ،کتاب اللباس ،باب الخاتم فی الخنصر ،الحدیث٥٨٧٤،ص٥٠٠)

کبھی بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیتے۔(صحیح مسلم ،کتاب اللباس ،باب فی لبس الخاتم ......الخ ،الحدیث٥٤٨٩،ص١٠٥٣)

اپنے پیچھے اپنے غلام یا کسی دوسرے شخص کو سوار کر لیتے۔

(صحیح البخاری ،کتاب الحج ،باب الرکوب والارتداف فی الحج ،الحدیث١٥٤٣/١٥٤٤،ص١٢١)

جو سواری مل جاتی اس پر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر، کبھی سیاہی مائل سفید خچر پر، کبھی گدھے پر، کبھی پیدل ننگے پاؤں بغیر چادر اور عمامہ وٹوپی کے چل پڑتے۔(صحیح البخاری ،کتاب الجهاد ،باب الفرس القطوف ،الحدیث٢٨٦٧،ص٢٣١)

(ایضًا، باب بلغة النبی ﷺ البیضاء ،الحدیث٢٨٧٤،ص٢٣١)(ایضًا،باب الردف علی الحمار،الحدیث٢٩٨٧،ص٢٤٠)

(ایضًا،کتاب فضل الصلاة فی مسجد مكة والمدینة ،باب اتیان مسجد ......الخ،الحدیث١١٩٤،ص٩٣)

(صحیح مسلم ،کتاب الجنائز باب فی عیادة المرضی ،الحدیث٢١٣٨،ص٨٢٣)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مدینہ کے آخری کنارے تک بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم خوشبو کو پسند اور بدبو کو ناپسند فرماتے۔(سنن النسائی ،کتاب عشرة النساء ،باب حب النساء ،الحدیث٣٣٩١،ص٢٣٠٧)

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند السیدة عائشة ،الحدیث٢٦١٧٩،ج١٠،ص٩٩)

فقراء کے ساتھ بیٹھتے۔(سنن ابی داؤد ،کتاب العلم ،باب فی القصص ،الحدیث٣٦٦٦،ص١٤٩٤)

مساکین کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔

(صحیح البخاری ،کتاب الرقاق ،باب کیف کان عیش النبی ﷺ......الخ ،الحدیث٦٤٥٢،ص٥٤٢،مفهوماً)

اخلاقی اعتبار سے افضل لوگوں کی عزت کرتے اور اہل شرف کے ساتھ نیکی کر کے انہیں مانوس فرماتے۔

(الشمائل المحمدیة ﷺ للترمذی ،باب ماجاء فی تواضع رسول اللّٰه ﷺ ،الحدیث٣١٩،ص١٩١تا١٩٣،مفهوماً)

صلہ رحمی فرماتے لیکن ان کو ان سے افضل لوگوں پر ترجیح نہ دیتے۔

(المستدرك ،کتاب معرفة الصحابة ،ذکر فداء العباس یوم بدر،الحدیث٥٤٦١،ج٤،ص٣٨٨)

کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرتے۔(سنن ابی داؤد ،کتاب الادب ،باب فی حسن العشرة ،الحدیث٤٧٨٩، ص١٥٧٦، مفهوماً)

عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول فرماتے۔

(صحیح البخاری ،کتاب المغازی ،باب حدیث کعب بن مالك ،الحدیث٤٤١٨،ص٣٦٣،مفهوماً)

ہنسی مزاح فرماتے مگر حق بات کہتے۔ (جامع الترمذی ،ابواب البر والصلة ،باب ماجاء فی المزاح ،الحدیث١٩٩٠، ص١٨٥١)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم قہقہہ لگائے بغیر مسکراتے۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ،باب قول ابن جزء:ما رأیت أحدا أکثر تبسما ،الحدیث ۳٦٤۲،ص ۲۰۲۷)

جائز کھیل دیکھتے تو ناپسند نہ فرماتے۔

(صحیح مسلم ،کتاب العیدین ،باب الرخصة فی اللعب......الخ ،الحدیث ۲۰٦٤،ص ۸۱۷ مفهومًا)

اپنے گھر والوں سے دوڑ لگانے کا مقابلہ فرماتے۔ (سنن ابی داؤد ،کتاب الجهاد ،باب فی السبق......الخ ،الحدیث ۲۵۷۸،ص ۱٤۱٤)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ہاں غلام اور لونڈیاں تھی لیکن آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کھانے اور لباس کے معاملے میں ان سے برتری نہ فرماتے ،آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کسی سے نہ پڑھے تھے، جہالت کے علاقے اور صحراؤں میں حالت فقر میں پروان چڑھے اور بکریاں چرائیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یتیم تھے، کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے والدِ محترم اور والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انتقال فرما چکے تھے۔ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تمام اچھے اخلاق، قابلِ تعریف طریقوں اور اگلے پچھلوں کی خبروں کی تعلیم دی اور ایسی باتیں سکھائیں جن پر آخرت میں نجات اور کامیابی کا دارومدار ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی سنتوں کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے کچھ دیگر آداب:

علماء کرام فرماتے ہیں: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مؤمنین میں سے کسی کو برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کے لئے رحمت اور کفارہ کی دعا فرمائی۔'' (صحیح مسلم ،کتاب البر ،باب من لعنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......الخ ،الحدیث ٦٦۱۹،ص ۱۱۳۲،مفهومًا)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی۔

(صحیح مسلم ،کتاب الفضائل، باب مباعدته صلی اللہ علیہ وسلم للاثام......الخ، الحدیث ٦۰۵۰،ص ۱۰۸۸، مالعن بدله ماضرب)

ایک بار آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جہاد کے موقع پر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے عرض کی گئی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! اگر آپ ان پر لعنت بھیجیں؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ اَبْعَثْ لَعَّانًا ترجمہ: مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔'' (صحیح مسلم ،کتاب البر ،باب النهی عن لعن الدواب وغیرها ،الحدیث ٦٦۱۳، ص ۱۱۳۱)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبیٔ برحق بنا کر بھیجا! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے جس کام کو ناپسند فرمایا تو مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کبھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی نے مجھے ملامت کی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اسے کچھ نہ کہو (جو کچھ ہوا) یہی

تقدیر میں لکھا تھا۔" (أخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم للاصبھانی ،باب کرمه و کثرة احتماله و کظمه الغیظ......الخ ،الحدیث ۴۱ ،ج۱ ،ص۴۳)

مزید فرماتے ہیں: جب بھی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو دو کاموں میں سے اختیار دیا گیا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے آسان کام اختیار فرمایا لیکن اگر اس میں گناہ یا قطعِ رحم ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس سے تمام لوگوں سے زیادہ دور ہوتے۔" (صحیح البخاری ،کتاب المناقب ،باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،الحدیث ۳۵۶۰ ،ص ۲۹۰ ، بدون قطعیة الرحم)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس جو بھی آزاد، غلام یا لونڈی آتی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔(سنن النسائی ،کتاب الجمعة ،باب ما یستحب من تقصیر الخطبة ،الحدیث ۱۴۱۵ ، ص ۲۱۸۰۔سنن ابن ماجة ،ابواب الزھد ،باب البراءة من الکبر و التواضع ،الحدیث ۴۱۷۷ ،ص ۲۷۳۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی تشریف آوری سے پہلے تورات شریف کی پہلی سطر میں ان اوصاف کے ساتھ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی صفت بیان کی ،فرمایا:"محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکۂ مکرمہ میں ہوگی اور مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔"

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیھقی ،باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،فصل فی خَلقه و خُلقه ،الحدیث ۱۴۳۰ ،ج۲ ،ص ۱۵۵)

جب کوئی شخص کسی کام کے لئے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو ٹھہراتا تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ پہلے چلا جاتا۔ (المعجم الکبیر ،الحدیث ۴۱۴ ،ج ۲۲ ،ص ۱۵۸)

جب کوئی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ہاتھ پکڑتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نہ چھوڑتے۔

(جامع الترمذی ،ابواب صفة القیامة ،باب تو اضعة مع جلیسه صلی اللہ علیہ وسلم ،الحدیث ۲۴۹۰ ،ص ۱۹۰۲)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب اپنے کسی صحابی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرنے میں پہل فرماتے پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے اور خوب مضبوطی سے پکڑتے۔(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المعانقة، الحدیث ۵۲۱۴ ،ص ۱۶۰۴۔صحیح مسلم ،کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام، الحدیث ۷۰۵۴ ،ص ۱۱۶۴۔معرفة علوم الحدیث للحاکم ،ذکر النوع العاشر علوم الحدیث، ص ۳۳)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اُٹھتے بیٹھتے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے۔

(الشمائل المحمدية ﷺ للترمذى ،باب ماجاء فى تواضع رسول اللّٰه ﷺ ،الحديث ٣١٩،ص ١٩٣)

جب آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نماز پڑھ رہے ہوتے اور کوئی شخص آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے انتظار میں بیٹھا ہوتا تو آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نماز مختصر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کیا تمہیں کوئی کام ہے؟ پھر جب اس کے کام سے فارغ ہوتے تو باقی نماز پڑھتے۔(الشفاء للقاضى عياض،الباب الثانى فى تكميل محاسنه ،فصل وأما حسن عشرته، ج١، ص١٢٢)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بیٹھنے کا طریقہ عموماً یہ تھا کہ دونوں پنڈلیوں کو اکٹھا کھڑا کر کے بیٹھتے (اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گرد گھیرا ڈال لیتے)۔صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی مجلس میں آپ کی نشست ممتاز نہ تھی کیونکہ جہاں مجلس ختم ہوتی آپ وہیں تشریف فرما ہو جاتے ،آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اکثر رُو بقبلہ ہو کر بیٹھتے اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس جو بھی آتا اس کی عزت فرماتے یہاں تک کہ جس کے ساتھ آپ کا قرابت یا رضاعت کا رشتہ نہ بھی ہوتا اس کے لئے بھی چادر بچھا دیتے اور اسے اس پر بٹھاتے۔

(الشفاء للقاضى عياض،الباب الثانى فى تكميل محاسنه ،فصل وأما حسن عشرته ،ج١،ص١٢٢،مختصرًا)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم آنے والے کو اپنا بچھونا پیش کرتے۔

(الشفاء للقاضى عياض،الباب الثانى فى تكميل محاسنه ،فصل وأما حسن عشرته ،ج١،ص١٢٢)

اگر وہ انکار کرتا تو اسے اصرار کر کے بٹھاتے ،جب آپ اپنی مجلس ختم فرماتے تو یہ پڑھتے:''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ ترجمہ:اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ،تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔'' پھر فرماتے: یہ کلمات مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائے ہیں۔'' (السنن الكبرى للنسائى، كتاب عمل اليوم والليلة،باب كفارةمايكون فى المجلس،الحديث ١٠٢٦١،ج٦،ص١١٣، بدون"وحدك لا شريك لك")

رسولِ خدا عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی گفتگو اور تبسّم:

حضور نبیٔ کریم ،رء وف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم تمام لوگوں سے بڑھ کر فصیح و بلیغ اور سب سے زیادہ شیریں گفتگو فرماتے۔ چنانچہ،شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ فصاحت نشان ہے:''اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ ترجمہ: میں اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔'' (المعجم الكبير ،الحديث ٥٤٣٧، ج٦،ص٣٦،" أفصح"بدله" أعرب")

بے شک جنتی جنت میں نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی زبان (یعنی عربی زبان) میں گفتگو کریں گے۔

(المستدرک ،کتاب معرفة الصحابة ،باب لسان أهل الجنة عربی ،الحديث٧٠٨٣،ج٥،ص١١٨)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اختصار کے باوجود جامع کلام فرماتے جو نہ تو فضول ہوتا اور نہ اس میں کمی ہوتی ، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ایک بات مکمل کرنے کے بعد دوسری بات ارشاد فرماتے اور ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے یہاں تک کہ سننے والا اسے یاد کر کے محفوظ کر لیتا۔(الشمائل المحمدية صلی اللہ علیہ وسلم للترمذی ،باب کيف کان کلام رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم ،الحديث٢١٥، ص١٣٤۔١٣٥، بتغیرٍ۔ جامع الترمذی ،ابواب المناقب ،باب قول عائشة کان يتکلم بکلام يبينه فصل ،الحديث٣٦٣٩،ص٢٠٢٧،مفهوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم خوشی اور غضب دونوں حالتوں میں سچی بات فرماتے۔

(سنن ابی داؤد ،کتاب العلم ،باب کتابة العلم ،الحديث٣٦٤٦،ص١٤٩٣،مفهومًا)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سب سے زیادہ تبسم فرماتے اور خوش رہتے جب تک قرآن نازل نہ ہو رہا ہوتا یا قیامت کا تذکرہ نہ ہوتا یا خطبہ وعظ نہ ہوتا۔(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند الزبير بن العوام ،الحديث١٤٣٧،ج١،ص٣٥٤،مفهومًا۔ مکارم الاخلاق للطبرانی مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنيا ،باب فضل تبسم الرجل......الخ، الحديث٢٢، ص٣١٩)

ایک دن ایک اَعرابی نبیٔ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اَعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یارسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجّال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم پر قربان ہوں آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں اس ثرید کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ثرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لاؤں اور دجّال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم اس قدر ہنسے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔''

(صحيح البخاری ،کتاب الفتن ،باب ذکر الدجال ،الحديث٧١٢٢،ص٥٩٤،مفهوماً)

جب آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دیتے اور اپنی قوت اور طاقت سے

براءت کا اظہار فرماتے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے رہنمائی کی دعا مانگتے اور عرض کرتے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور برائی کو برائی دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور امور کے مشتبہ ہونے سے مجھے بچا تاکہ میں تیری رہنمائی کے بغیر نفس کی اتباع نہ کرنے لگوں، میری خواہش کو اپنی اطاعت کے تابع کردے اور مجھ سے میری تندرستی میں اپنی رضا کا کام لے اور جب حق بات میں اختلاف ہونے لگے تو میری رہنمائی فرما، بے شک تو ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائہ باللیل، الحدیث ۱۸۱۱، ص ۸۰۰، مختصراً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے کھانے کے آداب اور اخلاق:

بعض اخلاق و آداب تو کھانے پینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم ککڑی کو تازہ کھجور اور نمک کے ساتھ بھی تناول فرماتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب القثاء والرطب، الحدیث ۵۴۴۰، ص ۴۶۹۔ أخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الأصبھانی، باب أکلہ للقرع ومحبتہ ﷺ، الحدیث ۶۳۷، ج ۲، ص ۲۱۴)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کو پھلوں میں تر کھجور، خربوزہ اور انگور زیادہ پسند تھے۔ (المعجم الاوسط، الحدیث ۷۹۰۷، ج ۶، ص ۳۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۹۰۔ عمرو بن خالد الأسدی الکوفی، ج ۶، ص ۲۲۴)

بعض اوقات آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم انگور کا خوشہ منہ میں رکھ کر ایک ایک دانہ کھاتے اور اس سے گرنے والا پانی آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کی داڑھی مبارک پر موتیوں کی طرح معلوم ہوتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۷۲۷، ج ۱۲، ص ۱۱۵، بدون ''یری زؤانہ علی لحیتہ کاللؤلؤ'')

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا اکثر کھانا پانی اور کھجور ہوتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الرطب والتمر ...... الخ، الحدیث ۵۴۴۲، ص ۴۶۹)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم دودھ اور کھجور کو اکٹھا کر لیتے اور ان کو ''اطیبین'' کا نام دیتے (یعنی دو عمدہ کھانے)۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل عن النبی ﷺ، الحدیث ۱۵۸۹۳، ج ۵، ص ۳۸۵)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا پسندیدہ کھانا گوشت تھا اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم فرماتے: ''یہ سماعت کو بڑھاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے، اگر میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ہر روز گوشت کھانے کا سوال کرتا تو وہ مجھے روزانہ گوشت کھلاتا۔''

(أخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الأصبھانی، باب ما روی فی أکلہ اللحم ﷺ، الحدیث ۵۸۷، ج ۲، ص ۱۵۳۔ سنن ابن ماجۃ، ابواب الاطعمۃ، باب اللحم، الحدیث ۳۳۰۵، ص ۲۶۷۷، بدون ''لوسألت ربی أن یطعمنیہ کل یوم لفعل'')

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم گوشت اور کدّو سے ثرید بنا کر کھاتے۔''

(تفسیر القرطبی، سورۃ الصافات، تحت الآیۃ: ۱۴۶، الجزء الخامس عشر، تحت ج ۸، ص ۹۶)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کدّو کو پسند فرماتے اور فرماتے: ''اِنَّھَا شَجَرَۃُ اَخِیْ یُوْنُسَ ترجمہ: یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔'' (تفسیر القرطبی ،سورۃ الصافات ،تحت الآیۃ:۱۴۶،الجزء الخامس عشرتحت ج۸،ص۹۶)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: ''جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ غمگین دلوں کو تقویت دیتا ہے۔'' (الفوائدالشھیربالغیلا نیات لابی بکرالشافعی ،باب فی اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرع ،الحدیث ۹۱۲،ج۲، ص۴۵۹)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم شکار کئے ہوئے پرندے کا گوشت بھی تناول فرماتے۔

(جامع الترمذی ،ابواب المناقب ،باب حدیث الطیر ......الخ ،الحدیث ۳۷۲۱،ص۲۰۳۵)

لیکن نہ تو خود شکار کے پیچھے جاتے ، نہ شکار کرتے تھے البتہ اس بات کو پسند فرماتے کہ کوئی آپ کے لئے شکار کرکے لائے اور آپ اسے تناول فرمائیں۔ (المعجم الکبیر ،الحدیث ۷۳۴۲،ج۸،ص ۵۱ تا ۵۲ ،مفھوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم روٹی اور گھی تناول فرماتے۔

(سنن ابن ماجۃ ،ابواب الأطعمۃ ،باب الخبز الملبق......الخ ،الحدیث ۳۳۴۱،ص۲۶۷۹ ،بتغیرٍ)

بکری کے دست اور شانے کا گوشت پسند فرماتے۔(صحیح مسلم ،کتاب الایمان ،باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا ،الحدیث ۱۹۴،ص۷۱۴ ،مفھوماً۔الجامع الصغیر للسیوطی ،باب کان ،الحدیث ۶۵۱۸،ج۱۔۲،ص۴۰۵ ،بتغیرٍ)

ہنڈیا میں سے کدّو ،بطورِ سالن استعمال ہونے والی چیزوں میں سے سرکہ اور کھجوروں میں سے عجوہ کھجور پسند تھی ،آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے عجوہ کھجور کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔(السنن الکبری للنسائی ،ابواب الاطعمۃ ،باب الدباء ، الحدیث ۶۶۶۷،ج۴،ص۱۵۶ ،مفھوماً۔الجامع الصغیر للسیوطی ،باب کان ،الحدیث ۶۵۱۲،ج۱۔۲،ص۴۰۵ ،مفھوماً۔ الجامع الصغیر للسیوطی ،باب کان ،الحدیث ۶۵۰۲،ج۱۔۲،ص۴۰۵ ،مفھوماً)

ارشاد فرمایا: ''ھِیَ مِنَ الْجَنَّۃِ وَشِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ وَالسِّحْرِ ترجمہ: یہ جنت سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا ہے۔''

(جامع الترمذی ، ابواب الطب ،باب ماجاء فی الکمأۃ والعجوۃ ،الحدیث ۲۰۶۶،ص۱۸۵۸)(صحیح مسلم ،کتاب الاشربۃ ، باب فضل تمرالمدینۃ ،الحدیث ۵۳۳۹،ص۱۰۴۳)

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سبزیوں میں کاسنی ،ریحان اور خرفہ کو پسند فرماتے۔

آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لباس کے متعلق آداب اور اخلاق:

نبیِّ اکرم ،نُورِ مجسَّم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو جو لباس میسر ہوتا زیبِ تن فرما لیتے اور زیادہ تر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

کا لباس سفید ہوتا، آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:

اَلْبِسُوْھَا اَحْیَاکُمْ وَ کَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ. ترجمہ: سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو اس سے کفن دو۔

(سنن ابی ماجة، کتاب اللباس، باب البیاض من الثیاب، الحدیث۳۵۶۶، ص ۲۶۹۱۔المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث۳۸۹، ج۱، ص۱۳۸۔۱۳۹)

بعض اوقات آپ باہر تشریف لاتے اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی انگوٹھی کے ساتھ دھاگا بندھا ہوتا اس کے ساتھ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کسی بات کو یاد کرتے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۲۵۰، بشر بن ابراھیم الانصاری، ج۲، ص۱۶۷، مفھوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم عمامہ شریف کے نیچے ٹوپی پہنتے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے، بعض اوقات آپ سر سے ٹوپی اتار کر اپنے سامنے سترہ بنا لیتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔''

(أخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الأصبھانی، باب ذکر قلنسوته ﷺ، الحدیث ۳۰۰، ج۱، ص۳۲۷، بدون: ربما ینزع قلنسوته من رأسه)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔''

(جامع الترمذی، ابواب اللباس، باب ماجاء فی القمص، الحدیث ۱۷۶۶، ص ۱۸۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم یہ پڑھتے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِی النَّاسِ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے مجھے وہ چیز پہنائی جس کے ذریعے میں اپنے پردہ کی جگہ کو ڈھانپتا ہوں اور اس کے ساتھ لوگوں میں زینت حاصل کرتا ہوں۔'' (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما أصر من استغفر، الحدیث ۳۵۶۰، ص۲۰۱۸۔ المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث ۱۳۵۲، ج۱، ص ۳۳۱)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب کپڑا اتارتے تو بائیں جانب سے اتارتے۔''

(اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبھانی، ذکر محبته للتیامن ......الخ، الحدیث ۷۷۳، ج۲، ص ۳۸۴، مفھوماً)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے جمعہ کے دن پہننے کے لئے مخصوص لباس تھا۔''

(المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث ۴۲۵، ج۱، ص ۱۵۲، بتغیرٍ)

جب آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے اور فرماتے: ''جو شخص کسی مسلمان کو اپنا زائد کپڑا پہنائے اور وہ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے پہنائے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ضمان، اس کی حفاظت اور اس کی طرف سے بھلائی میں ہوتا ہے جب تک پہننے والا اسے پہنے رہے خواہ زندہ ہو یا مردہ۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الملابس والاوانی، فصل فیما یقول اذالبس ثوباً، الحدیث ۶۲۸۶، ج۵، ص ۱۸۱۔۱۸۲)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا چمڑے کا ایک گدا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، وہ تقریباً دو ہاتھ لمبا ایک ہاتھ اور

ایک بالشت چوڑا تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا ایک کمبل تھا، جہاں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بیٹھتے وہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے دوہرا کر کے نیچے بچھایا جاتا۔(صحیح البخاری ، کتاب الرقاق ،باب کیف کان عیش النبی ﷺ......الخ ،الحدیث٦٤٥٦، ص٥٤٢ ۔ الشمائل المحمدیة ﷺ للترمذی ،باب ما جاء فی فراش رسول اللہ ﷺ ،الحدیث٣١٢،ص١٨٨،بتغیر)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم چمڑے کی پیٹی پہنتے تھے جس میں چاندی کی تین کڑیاں تھیں۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ،ذکر درع رسول اللہ ﷺ ،ج١،ص٣٧٨،مفهوماً)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شجاعت:

امیر المؤمنین مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ''بدر کے دن ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پناہ لے رہے تھے جب کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہماری نسبت دشمن کے زیادہ قریب تھے اور اس دن آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سب لوگوں سے زیادہ جہاد کرنے والے تھے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل ،مسند علی بن ابی طالب ،الحدیث٦٥٤،ج١،ص١٨٦)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے معجزات:

جاننا چاہئے ! بے شک جس نے بھی نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے احوال اور اخلاق کا مشاہدہ کیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے منقول امور کا غور سے مطالعہ کیا اسے معلوم ہوا کہ اوّلین وآخرین ان جیسی اَمثال پیش کرنے سے عاجز ہیں اور یہ چیز وحی اور تنزیل کے بغیر متصور نہیں یہاں تک کہ ایک خالص عربی نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا چہرۂ انور دیکھ کر کہا: ''وَاللّٰہِ مَاهٰذَا وَجْهُ کَذَّابٍ قَطُّ ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔''

صاحبِ بصیرت کے لئے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے صدق اور نبوت کی یہی دلیل کافی ہے۔

سراپائے معجزہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے بعض معجزات:

ہم یہاں ان بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے معجزات کی صورت میں صادر ہوئے، ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ جب قریش نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے شقِ قمر کا مطالبہ کیا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے چاند کو شق کر دیا گیا۔ (جامع الترمذی ،ابواب تفسیر القرآن ،باب ومن سورة القمر ،الحدیث٣٢٨٦،ص١٩٨٧)

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غزوۂ خندق کے دن حضرت سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بہت سے صحابۂ کرام کو (تھوڑے سے) کھانے سے سیر فرما دیا اور حضرت سیِّدُنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بھی (تھوڑا سا کھانا)

بہت سے لوگوں کو کھلایا۔(صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب علامات النبوة فی الاسلام ، الحدیث ۳۵۷۸، ص ۲۹۱۔ صحیح البخاری ، کتاب المغازی ، باب غزوة الخندق وھی الأحزاب ، الحدیث ۴۱۰۲، ص ۳۳۶)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جس سے تمام لشکر نے پانی پیا جبکہ وہ پیاسے تھے اور انہیں چھوٹے سے پیالے کے پانی سے وضو کروایا جو اس قدر تنگ تھا کہ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا دستِ اقدس بھی اس میں پھیل نہ سکتا تھا۔ (المعجم الکبیر ، الحدیث ۱۰۰۱۶، ج ۱۰، ص ۷۹۔۸۰)

ایسے بہت سے معجزات ہیں مگر صاحبِ بصیرت کا ایمان لانا ان چیزوں پر موقوف نہیں ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

حصّہ سوَم

مُہلِکات

باب21: عجائباتِ قلب کا بیان

حصّہ سوم

مُہلِکات

باب 21: عجائباتِ قلب کا بیان

رسولِ اکرم، نورِ مجسّم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”بے شک ابنِ آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہوجائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اس کے سبب تمام بدن درست ہوجاتا ہے، سنو! وہ دل ہے۔

(مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸، ص ۱۰۶۔۱۰۷)

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینہ، الحدیث ۵۲، ص ۶)

اس حدیثِ پاک سے ظاہر ہوا کہ جسم میں اصل دل ہی ہے اور وہ امیر (یعنی نگران) ہے کہ سارا جسم اس کی اطاعت کرتا ہے اور باقی سارے اعضاء رعایا کی طرح ہیں۔

اب ہم قلب (یعنی دل)، روح، نفس اور عقل کے معنی بیان کرتے ہیں۔

قلب کے معانی:

لفظِ قلب دو معنی پر بولا جاتا ہے۔

پہلا معنی: قلب یعنی دل: یہ ایک صنوبری شکل (یعنی چلغوزہ کی طرح) کا گوشت ہے، جو سینے کے بائیں جانب رکھا گیا ہے، جو اندر سے کھوکھلا ہے، جس میں سیاہ خون ہوتا ہے، یہ روح کا معدن اور اس کی جگہ ہے اور یوں ہی اسی شکل میں یہ گوشت جانوروں اور فوت شدہ لوگوں کے پاس بھی ہوتا ہے۔

دوسرا معنی: یہ ایک روحانی ربّانی لطیفہ (یعنی حقائق واسرار کی معرفت کا محل) ہے اور اس کا جسمانی قلب سے تعلق ہوتا ہے اور یہی لطیفہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھتا ہے اور اس چیز کا ادراک کرنے والا ہوتا ہے، جسے خیال و وہم نہیں سمجھ سکتے اور یہی حقیقتِ انسان ہے، اسی کو خطاب ہوتا ہے، اِسی معنی کی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (پ ۲۶، ق: ۳۷)

ترجَمۂ کنزالایمان: بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔

اگر دل سے مراد صنوبری شکل کا گوشت ہو، تو یہ ہر شخص کے پاس موجود ہوتا۔

جب یہ بات جان لی، تو یہ بھی سمجھ لو کہ اس (روحانی وربّانی) لطیفہ کا صنوبری شکل کے گوشت سے بہت گہرا تعلق ہے، جو بیان سے باہر ہے، بلکہ یہ مشاہدہ اور عیان پر موقوف ہوتا ہے اور اس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے، کہ دل اس لطیفہ کے لئے بادشاہ کی طرح ہے اور یہ گوشت اس کے لئے گھر اور مملکت کی طرح ہے (اس لطیفہ کا دل سے اعراض جیسا تعلق نہیں) کیونکہ اگر اس کا دل سے تعلق اَعراض کے تعلق کی طرح ہوتا تو اس کے بارے میں یہ فرمانِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ درست نہ ہوتا:

اَنَّ اللّٰـهَ یَحُولُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهٖ (پ۹،الانفال:۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللّٰہ** کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہوجاتا ہے۔

روح کے معانی:

روح کے بھی دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: روح طبیعہ ہے اور یہ دُھواں (یعنی لطیف جسم) ہے جس کا مرکز دل کے خلا میں سیاہ خون ہوتا ہے اور دِل سے مراد صنوبری شکل کا گوشت ہے اور یہ شریانوں کے ذریعے تمام اجزاءِ بدن تک پہنچتا ہے۔ اس کی مثال گھر میں رکھے ہوئے چراغ کی طرح ہے، جس سے گھر کے تمام کونے روشن ہوجاتے ہیں اور طبیب جب لفظِ روح بولتے ہیں، تو اس سے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔

دوسرا معنی: یہ وہ ربّانی لطیفہ ہے، جو حقیقتِ دل کا معنی ہے، روح اور قلب ایک ہی طریقے سے اس لطیفہ پر وارد ہوتے ہیں، اسی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا ہے:

وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ (پ۱۵،بنیۤ اسرائیل:۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

نفس کے معانی:

اس کے بھی دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: یہ وہ معنی ہے جو غضب، شہوت اور (انسان میں پائی جانے والی) مذموم صفات کی قوّت کا جامع ہے۔ حضور نبی پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس فرمان سے بھی یہی مراد ہے:

اَعۡدٰی عُدُوِّکَ نَفۡسُکَ الَّتِیۡ بَیۡنَ جَنۡبَیۡکَ

ترجمہ: تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے، جو تیرے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

(الزھد الکبیر للبیھقی، الجز الثانی، فصل فی ترک الدنیا و مخالفۃ النفس و الھوی، الحدیث ۳۴۳، ص ۱۵۶۔۱۵۷)

(نفس سے دُشمنی) نفس سے جہاد کرنا ہے۔ اور نفس کی خواہشات کو توڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرا معنی: یہ وہ ربّانی لطیفہ ہے، جو روح اور قلب کے دونوں معنی میں سے ایک ہے۔اسی طرح نفس کا قلب و روح کے لفظ کے ساتھ اسی لطیفہ پر اطلاق کیا جاتا ہے اور یہی حقیقتِ انسان ہے، جس کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔

جب یہ صفات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے مزیّن ہوں اور اس سے بُری صفات وشہوات کے آثار ختم ہوجائیں، تو اسے نفسِ مطمئنّہ کہا جاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان سے بھی یہی مراد ہے، چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ۝ (پ۳۰،الفجر:۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اے اطمینان والی جان۔

اور نفس کے اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے صفات کے اعتبار سے اس کے دو درجے ہیں۔ پہلے درجہ میں اسے نفس لوّامہ کہا جاتا ہے۔اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمان میں اسی کی قسم اِرشاد فرمائی ہے:

وَ لَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (پ۲۹،القیٰمۃ:۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے۔

اور اس سے مراد وہ نفس ہے، جو گناہوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اور گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا، نہ ان سے خوش ہوتا ہے اور اس درجہ پر پہنچنے سے پہلے ایک اور درجہ ہے اور یہ برائی کا حکم دینے والا نفس (یعنی **نفسِ امّارہ**) ہے جس کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (پ۱۳،یوسف:۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

اور یہ اس حالت پر ہوتا ہے، کہ نہ تو نیکی کا حکم دیتا اور نہ برائی پر ملامت کرتا ہے اور نفس کا یہ درجہ نہایت قابلِ مذمت ہے اور **مُطْمئنّہ** بہترین نفس ہے اور **لوّامہ** ان دونوں کے درمیان ہے۔ نہ تو شر پر راضی ہوتا ہے کہ اس کی طرف مائل ہو اور نہ ہی اطمینان کی طاقت رکھتا ہے کہ بھلائی کی طرف قرار پکڑے اور اس بھلائی سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہے۔

عقل کے معانی:

اس کے کئی معانی ہیں لیکن ہمارے یہاں اس سے مراد دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: اشیاء کے حقائق کا علم۔

دوسرا معنی: عقل سے مراد وہ عالم ہے جس کے لئے علم صفت کی طرح ہوتا ہے اور اس معنی سے مراد وہ لطیفۂ ربّانی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور عقل سے پہلا معنٰی مراد لینا ممکن نہیں کیونکہ حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا پھر اس سے فرمایا: ''آگے بڑھ۔'' تو وہ بڑھی، پھر فرمایا: ''پیچھے

ہو۔''تو وہ پیچھے ہوگئی۔ (حیلة الاولیاء، سفیان بن عیینة، الحدیث ۱۰۸۹٤،ج۷،ص۳۷۲)

جب یہ بات واضح ہوگئی، کہ آیاتِ مقدّسہ اوراحادیثِ مبارکہ میں مذکور قلب، عقل، روح اور نفس سے مراد ربّانی لطیفہ ہے، لہٰذا جب ہم انہیں مطلق ذکر کریں گے تو ہماری مراد یہی لطیفہ ہوگی۔اس بات کو جان لو۔

حضرت سیِّدُ نا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:''دل عرش (کی مثل) اور سینہ کرسی (کی طرح) ہے۔''

یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی دل سے مراد صنوبری شکل کے گوشت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔

دل کے لشکر:

جب دل کے بارے میں معلوم ہوگیا تو اب ہم دل کے لشکروں کو بیان کرتے ہیں۔دل کے لشکر دو قسم کے ہیں:ایک وہ لشکر جو آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے اور یہ ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور دیگر اعضاء ہیں۔اور دوسرا وہ لشکر ہے جو بصیرت سے دکھائی دیتا ہے (یعنی دل کی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے) اور یہ وہ صفات ہیں جن کا عنقریب ذکر ہوگا۔

اس پر نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمانِ نصیحت نشان بھی دلالت کرتا ہے:

''بے شک انسانی بدن میں ایک لوتھڑا (یعنی گوشت کا ٹکڑا) ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، سُن لو! وہ دل ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبراء لدینه، الحدیث ۵۲،ص٦)

(مسند ابی داؤد الطیالسی ،الجزء الثالث، النعمان بن بشیر، الحدیث ۷۸۸،ص۱۰٦۔۱۰۷)

دِل کو بادشاہ اور مخدوم ہونا چاہئے، نفس اور تمام اعضاء کو اس کے اَوامر ونواہی کا تابع ہونا چاہئے، لیکن اگر تمام اعضاء دل کے مطیع نہ ہوں اور ان پر شہوت غالب ہو تو امیر (یعنی دل) مامور بن جاتا ہے اور معاملہ اُلٹ ہو جاتا ہے اور بادشاہ (یعنی دل) کسی کتے یا دشمن کے قبضہ میں قید شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔چنانچہ جب آدمی حرص یا شہوت کی پیروی کرتا ہے تو حالتِ نیند یا بیداری میں گویا اپنے آپ کو خنزیر یا گدھے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہی جعلی صوفیاء کی حالت ہے اور اگر وہ غصہ کی پیروی کرتا ہے تو گویا اپنے آپ کو کتے کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔درحقیقت گدھے کی پیروی شہوت کی پیروی ہے اور خنزیر کی اطاعت حرص کی پیروی ہے اور جب آدمی اس حالت (یعنی خواہش وحرص کی پیروی) میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اوپر مسلّط شیطان کا پیروکار بن جاتا ہے پس جب خواہشات کا تسلّط ان صفات کے ساتھ جو شیطان کے لشکر ہیں، دل پر طویل ہو جاتا ہے تو اس لشکر کو شکست دینے کے لئے دل کی مدد نہیں کی جاتی اور دل عرصۂ دراز تک مغلوب رہتا ہے اور وہ اس لطیفہ کی خاصیت کو ضائع کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔احادیث میں دل کی سیاہی سے یہی مراد ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین:

﴿۱﴾اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (پ۲۶، محمّد:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر **اللہ** نے مُہر کر دی۔

﴿۲﴾ کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (پ۳۰،المطففین:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

میں مُہر اور زنگ سے یہی مراد ہے اور دل کی مثال آئینہ کی سی ہے۔ جب تک وہ زنگ اور گرد وغبار سے صاف رہتا ہے، اس میں اشیاء دکھائی دیتی ہیں لیکن جب اس پر زنگ غالب آجاتا ہے تو اسے صاف کرنا اور اس سے زنگ کو دور کرنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ وہ زنگ اس پر غالب آچکا ہوتا ہے اور اس پر اس کی تہہ جم چکی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ضائع ہوجاتا ہے اور اس کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ کوئی بھی صاف کرنے والا اسے صاف اور درست نہیں کرسکتا، مُہر اور زنگ سے یہی مراد ہے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: **"بے شک دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔"** عرض کی گئی: "اس کی صفائی کیسے ہوگی؟" فرمایا: **"موت کو یاد کرنے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے سے۔"** (شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوتہ، الحدیث ۲۰۱۴،ج۲،ص۳۵۲)

جب دل کی حکمرانی مکمل طور پر ختم ہوجاتی ہے تو شیطان حاکم بن جاتا ہے اور اچھی صفات بُری صفات سے بدل جاتی ہیں۔

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "دل چار اقسام کے ہیں: (۱) وہ دل جو صاف ہے اور اس میں چراغ روشن ہوتا ہے، یہ مؤمن کا دل ہے (۲) وہ دل جو سیاہ اوندھا ہوتا ہے، یہ کافر کا دل ہے (۳) وہ دل جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس کا غلاف بندھا ہوتا ہے، یہ منافق کا دل ہے (۴) وہ دل جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے، اس میں ایمان اس سبزی کی مثل ہے جسے اچھا پانی نشوونما دیتا ہے اور اس میں نفاق کی مثال اس زخم کی طرح ہے جسے پیپ بڑھاتی ہے، پس اس پر جو مادّہ غالب آجاتا ہے اسی کا حکم اس پر لگایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دل کو وہی (غالب آنے والا) مادہ لے جاتا ہے۔" (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث ۱۱۱۲۹،ج۴، ص۳۶ بتغیرٍ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ (پ۹،الاعراف:۲۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے، ہوشیار ہوجاتے، اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ ذِکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے دل کی بصیرت اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور تقوٰی سے ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ پر قدرت ہوتی ہے۔

پس تقوٰی ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا دروازہ، ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کشف کا دروازہ اور کشف بہت بڑی کامیابی کی کنجی ہے۔

جان لو! دل کی مثال آئینہ کی طرح ہے اور علوم وحقائق کی مثال ان تصاویر کی طرح ہے جو آئینہ میں دکھائی دیتی ہیں۔ آئینہ بھی شئ ہے اور حقائق بھی بالذات شئ ہیں اور آئینہ میں تصویر کا حصول بھی شئ ہے، پس یہ تینوں اشیاء ہیں۔ پس ''علم'' آئینہ میں کسی چیز کا حصول ہے اور ''دل'' آئینہ کی مثال ہے اور ''حقائق'' بالذات ایک تیسری چیز ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جان لو! آئینہ میں صورت کے واضح نہ ہونے کے پانچ اسباب ہیں:

پہلا سبب: آئینہ اچھا نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ ابھی اسے آئینہ کی شکل نہ دی گئی ہو اور نہ ہی پالش کیا گیا ہو۔

دوسرا سبب: اس میں گدلا پن ہو اور زنگ لگا ہوا ہو۔

تیسرا سبب: جس چیز کو آئینہ میں دیکھنا ہو وہ اس سے ہٹی ہوئی ہو، وہ یوں کہ وہ چیز آئینہ کے پیچھے ہو۔

چوتھا سبب: آئینہ اور صورت کے درمیان پردہ لٹکا دیا گیا ہو۔

پانچواں سبب: جس چیز کی صورت دیکھنا مقصود ہے اس کی سمت معلوم نہ ہو۔

اسی طرح دل بھی ایک آئینہ ہے جسے اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے کہ اس میں تمام ماموروات کے حقائق منکشف ہوں لیکن پانچ اسباب کی وجہ سے دل حقائق سے خالی ہوتا ہے۔

پہلا سبب: دل میں ہی کمی اور نقصان ہو جیسے بچے اور پاگل کا دل۔

دوسرا سبب: گناہوں کی کدورت اور خباثت جو خواہشات کی کثرت کی وجہ سے دل پر جمع ہوگئی ہو، اِسی کی طرف **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمان میں اشارہ فرمایا:

کَلَّا بَلْ سکتہ **رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ** (پ۳۰، المطففین:۱۴) ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

اور سیِّدُ المبلِّغین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: ''**مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَہٗ عَقْلٌ لَمْ یَعُدْ اِلَیْہِ اَبَدًا** ترجمہ: جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس سے عقل جدا ہو جاتی ہے اور کبھی بھی اس کی طرف واپس نہیں لوٹتی۔''

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس برائی کے بعد نیکی کرے، جو اس کے دل کو صیقل (صاف) کردے اور اگر وہ گناہ کی بجائے نیکی کرے تو یقیناً دل کی روشنی بڑھے گی۔

تیسرا سبب: یہ ہے کہ حقیقتِ مطلوبہ سے دل پھرا ہوا ہو اور اس کی توجہ صرف عبادات کی ترتیب کی طرف ہو۔ اسے چاہئے کہ وہ اس طرح ہو جائے جس طرح حضرت سیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا جس کا ذکر

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ پاک میں اس طرح فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (پ۷،الانعام:۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اُسی کا ہو کر۔

چوتھا سبب: چوتھی رکاوٹ حجاب ہے، وہ اس طرح کہ اس کے دل میں شہوت باقی ہوتی ہے یا بچپن سے اپنایا ہوا فاسد عقیدہ ہوتا ہے اور اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

پانچواں سبب: جس سمت سے مطلوب حاصل ہوتا ہے اس سے ناواقف ہونا بھی ایک رکاوٹ ہے۔ اُسے اس چیز پر مکمل طور پر ایمان ہونا چاہئے جو اسے حاصل نہ ہو اور یہی ایمان بالغیب ہے اور جب تک اسے یہ ایمان نہ ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان چیزوں کو طلب کرے جن کے وجود کا اسے علم ہی نہیں؟ چنانچہ غفلت رکاوٹ بن جاتی ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے:

لَوْلَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ آدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ.

ترجمہ: اگر شیاطین نے انسانوں کے دلوں کو گھیرا ہوا نہ ہوتا تو وہ آسمان کی بادشاہی کی طرف دیکھ لیتے۔[1]

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث ۸۶۴۸، ج۳، ص۲۶۹۔۲۷۰، بتغیرٍ)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی وقار ہے:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ.

ترجمہ: ہر بچہ (دینِ) فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین، الحدیث ۱۳۸۵، ص۱۰۸)

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ

---

[1] اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے دِلوں میں جلوۂ حق اس قدر آشکار ہوتا ہے کہ کعبہ مبارکہ بھی ان کا استقبال کرتا ہے جیسا کہ ''حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا جب حج کے لئے تشریف لے گئیں تو کعبہ مبارکہ نے خود آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔''

(تذکرۃ الاولیاء، حضرت سَیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا، ص۶۷)

عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! **اَللہ** عَزَّوَجَلَّ کہاں ہے؟ زمین میں ہے یا آسمان میں؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''اہل ایمان کے دلوں میں ہے۔'' (مسند الشامیین للطبرانی، الحدیث ۸٤۰، ج۲، ص۱۹، بتغیرٍ)

(حدیثِ قدسی ہے) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَمْ یَسَعْنِیْ اَرْضِیْ وَ سَمَآئِیْ وَوَسَعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ . ترجمہ: میں اپنے زمین وآسمان میں نہیں سما سکتا بلکہ میں اپنے مؤمن بندے کے دل میں سماتا ہوں۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب القاف، الحدیث ٤٤٦٢، ج۲، ص۱۳۵، بتغیرٍ)

اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میرے دل نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔'' کیونکہ انہوں نے اپنے دل کا تزکیہ کیا تھا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا0 (پ۳۰، الشمس:۹) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہونچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

جان لو! قبولِ حق کے تین درجات ہیں۔

(۱) بچپن سے سن کر قبول کرنا اس میں خطا کا امکان ہے اور یہ عوام کی تقلید ہے۔

(۲) وہ اپنے مطلوب کے کلام کو سنے مثلاً گھر کے اندر سے سنے۔ یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ یہی شخص مطلوب ہے۔

(۳) گھر میں داخل ہو کر اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ ومعائنہ کرنا اور امیر المؤمنین، مولائے مشکل کشا حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے اس فرمان سے یہی مراد ہے کہ اگر پردہ ہٹ جائے تو ایمان میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

اور یہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور اولیاء علیہم الرحمۃ کا ایمان ہے اور یہ ایمان سہو وغفلت سے پاک ہوتا ہے۔

جبکہ کافر، بچے اور مجنون کے حقائق پر مطلع نہ ہونے کی مثال اس بینا شخص کی ہے جو اندھیرے میں ہوتا ہے کیونکہ نگاہ اکثر کامل ہوتی ہے لیکن دیکھنا ممکن نہیں ہوتا حتّٰی کہ سورج کی روشنی میں انسان سابقہ بینائی سے دیکھنے لگتا ہے۔ اسی طرح عقلمند اور بالغ ہونے سے پہلے پاگل اور بچے کے دل پر علم منکشف نہیں ہوتا کیونکہ ان کے دل کی تختی قلم کے نقش کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتی اور قلم سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق ہے جسے اس نے بندوں کے دلوں میں علوم نقش کرنے کا سبب بنایا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ0 عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ 0 (پ۳۰، العلق:٤۔۵) ترجمۂ کنزالایمان: جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اَللہ عَزَّوَجَلَّ کا قلم مخلوق کے قلم کے مشابہ نہیں جس طرح اس کے اوصاف مخلوق کے اوصاف کے مشابہ نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قلم لکڑی اور بانس سے بنا ہوا نہیں جیسے اس کی ذات نہ جوہر (یعنی جسم) ہے نہ عرض (جو قائم رہنے کے لئے دوسرے جسم کا محتاج ہو)۔

یقیناً تیرے لئے دل کی مثال ظاہر ہوگئی یعنی دل لطیفہ ربّانیہ ہے جو بادشاہ کی طرح ہے اور جسم اس کی سلطنت کی طرح ہے اور قوتِ عقلیہ مفکّرہ اس کی وزیر ہے اور مذموم صفات اس کے سپاہی ہیں اور دل جب تک وزیر کے مشورہ کے مطابق استعمال پر قدرت رکھتا ہے اور عقل کے مشورہ کے مطابق اپنی سلطنت میں تصرف کرتا ہے وہ اپنی سلطنت میں درست رہتا ہے لیکن اگر شہوات اور مذموم صفات عقل کے مشورہ کو ختم کرنے پر مسلط ہو جائیں تو یہ چیز عدل کے خلاف ہوتی ہے اور ہم اس کی دوسری مثال دیتے ہیں کہ یہ شکار کرنے والے گُھڑسوار کی طرح ہے، بدن اس کی سواری اور غضب وشہوت اس کے کتے ہیں۔ اگر گھوڑا اس کی اطاعت کرے، درندہ اور کتا اس کے مطیع ہوں تو شکار کا مقصد پورا ہوگا اور وہ علوم اور دائمی سعادت کا حصول ہے لیکن اگر گھوڑا سرکش ہو اور اس کی اِطاعت نہ کرے یا کتا سدھایا ہوا نہ ہو، نہ اس کے اشارہ پر بھاگے، نہ رُکے تو معاملہ خراب ہوجائے گا اور مقصود حاصل نہ ہوگا اور ڈر ہے کہ کتا شکار پر غلبہ پا کر اسے کھاجائے گا چہ جائیکہ وہ شکار اس کے لئے روک کر رکھے۔

جان لو! دل کے لئے حصولِ علم کے چند درجات ہیں۔

ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جو علماء کا ہے کہ وہ مقدمات سے نتائج اور دلائل سے مدلولات تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

ان میں سے ایک درجہ وہ ہے جو کشف اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِرادہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جس طرح انبیاءِ کرام علٰی نبیناو علیہم الصلوٰۃو السلام کا مرتبہ ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علٰی نبیناو علیہ الصلوٰۃو السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۷،الانعام:۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: ''اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ ترجمہ: اے **اللہ**! ہمیں اشیاء کی حقیقت سے آگاہی عطا فرما۔''

پس انبیاءِ کرام علیہم السلام کے لئے بغیر کسی دلیل، برہان اور مقدمہ کے حقائق منکشف کئے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے بھی یہی مراد ہے:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَاۚ (پ۲۲، فاطر:۲)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** جو رحمت لوگوں کے لئے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اور یہ رحمت اُن دلوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ابدی رحم وکرم کا فیضان ہوتا ہے جو اس کے طالب ہوتے ہیں اوراسی کی طرف نبی مُکَرَّم،نُورِ مُجَسَّم ،رسولِ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا:

اِنَّ لِرَبِّکُم فِیۡ اَیَّامِ دَھۡرِکُمۡ نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوۡا لَھَا. ترجمہ: بے شک تمہارے ایّامِ زندگی میں تمہارے رب کی طرف سے کچھ خوشگوار جھونکے ہیں،سنو!ان کو ضرور حاصل کرتے رہا کرو۔

(المعجم الاوسط، الحدیث۲۸۵٦،ج۲،ص۱۵۵)

تعرّض سے مراد تزکیہ کے ساتھ فلاح وسعادت حاصل کرنا ہے۔ **اللہ** ربّ العزّت ارشاد فرماتا ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا O (پ۳۰، الشمس:۹) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہونچا جس نے اسے ستھرا کیا۔

اوراعراض سے مراد دل کو روک کر بدبختی کا مستحق ہونا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا O (پ۳۰، الشمس:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

اور جب بندے کی طرف سے اِرادے کو ظاہر کرنے کا کہا جائے تو اس کی مثال دُعا کرنا اور ہدایت کے نزول کو طلب کرنا ہے اوراگر یہ بندے کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بغیر طلبِ نزول وسبب کے ہو تو اس کی مثال نزول فرمانا ہے۔

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الۡعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے:

یَنۡزِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ لَیۡلَۃٍ اِلٰی سَمَآءِ الدُّنۡیَا. ترجمہ: ہررات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آسمان دنیا کی طرف تجلّی فرماتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث جبیر بن مطعم، الحدیث۱٦۷٤۷،ج۵،ص٦۱۷۔٦۱۸)

اورحدیثِ قدسی میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے

لَقَدۡطَالَ شَوۡقُ الۡاَبۡرَارِاِلٰی لِقَائِیۡ، وَاَنَااِلٰی لِقَائِھِمۡ لَاَشَدُّ شَوۡقًا. ترجمہ: میرے نیک بندوں کا میری ملاقات کے لئے شوق بڑھ گیا اور مجھے بھی ان کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الیاء، الحدیث۸۱۲٦،ج۲،ص٤٦۲)

ایک اورحدیث قدسی میں ہے:

مَنۡ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبۡرًا تَقَرَّبۡتُ اِلَیۡہِ ذِرَاعًا. ترجمہ: جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بھا، الحدیث۲٦۹۵۲،ص۱۱۵۳)

مختصر یہ کہ تم جان لو! بے شک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا جُود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سعادت بغیر کسی بُخل کے حاصل ہو اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کرمِ سرمدی (یعنی دائمی) اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دل اصل فطرت میں اس سعادت کے قبول کرنے کو تیار رہے اور اسی کی طرف نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان میں اشارہ ہے:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ. ترجمہ: ہر بچہ (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین، الحدیث ۱۳۸۵، ص۱۰۸)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ذیشان ہے:

﴿۱﴾ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ط (پ۲۱، الروم: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: **اللّٰہ** کی ڈالی ہوئی بِنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

﴿۲﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

(پ۳۰، التین: ٤)

ہاں! اس کے بعد ان دو امور کے درمیان دیگر ایسے امور آجاتے ہیں جو (**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت وجلال سے) مانع اور غافل کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ خواہشات، خبائث اور مشاغل ہیں۔ چنانچہ جب یہ موانع ختم ہوجاتے ہیں تو امور اصل مقتضیات کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور دل پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت اور اس کا جلال ظاہر ہوجاتا ہے اور وہ ہمیشہ کی سعادت تک پہنچ جاتا ہے پس کسی چیز میں سے برتن میں جتنا ڈالا جاتا ہے اتنا ہی وہ غیر کے لئے وسعت اختیار کرتا ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (پ٦، المائدۃ: ٤٤) ترجمۂ کنزالایمان: عالم اور فقیہہ۔

جس شخص کو یہ سعادت حاصل ہوجاتی ہے وہ معزّز فرشتوں کی طرح ہوجاتا ہے اور ربّانی (یعنی **اللّٰہ** والا) بن جاتا ہے۔

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے فرمان میں اسی جانب اشارہ ہے۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اِرشاد فرمایا: ''بے شک زمین میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے برتن ہیں اور وہ دِل ہیں تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ان میں سے زیادہ پسندیدہ وہ برتن ہے جو نرم، صاف اور مضبوط ہو۔'' پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو دین میں زیادہ مضبوط، یقین میں زیادہ صاف اور اپنے بھائیوں کے لئے زیادہ نرم ہیں۔''

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اِسی طرف اشارہ ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ (پ۱۸، النور: ٤٠) ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کنڈے کے (گہرائی والے) دریا میں۔

یہ منافق کے دل کی مثال ہے۔ حضرت سیِّدُ نازید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ''فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ۝'' (پ ۳۰، البروج: ۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور لوحِ محفوظ میں۔'' سے مراد مؤمن کا دل ہے۔

جان لو! بے شک انسان میں اپنی فطرت اور ترکیب کے اعتبار سے چار قسم کی صفات کی آمیزش ہوتی ہے: (۱) درندوں والی صفات (۲) جانوروں والی صفات (۳) شیطانی صفات اور (۴) ربّانی صفات۔ چنانچہ جب اس پر غصہ مسلط ہو تو درندوں والے کام کرتا ہے اور جب اس پر شہوت غالب ہو تو جانوروں والے کام کرتا ہے اور انسان پر ان دو صفات کی وجہ سے اور حرص، قہر، غلبہ، فریب اور دھوکا میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شیطانیت غالب آجاتی ہے اور اس حیثیت سے کہ حقیقت میں روح امرِ ربّانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ (پ ۱۵ بنیۡ اسرائیل: ۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ! روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

تو وہ (یعنی نفس) اپنے لئے رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، حاکمیت پسند کرتا ہے اور اطاعت کو ترک کر دیتا ہے اور جب علم و معرفت کی طرف منسوب کیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اور جب اسے جاہل کہا جائے تو غمگین ہو جاتا ہے۔

جب تم نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو کہ عبادات میں مشغول ہونے اور ان پر ہمیشگی اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دل نامناسب باتوں سے اچاٹ ہو جائے اور ایسی باتیں باقی رہیں جن کا دل میں رکھنا ضروری ہے۔

یہ بات ان شاء اللہ عَزَّوَجَلَّ عنقریب ریاضتِ نفس کے باب میں ذکر کی جائے گی اور جان لو! علمِ صالح کا دل کے لئے حاصل ہونا اگر سیکھنے اور مقدمات کی تقدیم کے طریقے سے ہو تو یہ علماء کا طریقہ ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ صوفیاء کا طریقہ ہے اور وہ کشف و مشاہدہ کے ذریعے علم کا حصول ہے۔

چنانچہ اس کی دو اقسام ہیں، ان میں ایک کی مثال نفس میں الہام کا واقع ہونا ہے اور یہی دِل میں کسی چیز کا ڈالنا ہے۔ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''بے شک روح القدس (یعنی حضرت سیِّدُ نا جبریل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ جس سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم چاہیں محبت کریں، بے شک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس سے علیحدہ ہونے والے ہیں، جو چاہیں عمل کریں، بے شک آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور جتنی چاہیں زندگی گزاریں بالآخر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصال ظاہری ہونا ہے۔

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۵۴۱، ج۷، ص۳۴۹، بتغیرٍ)

اور ایک دوسری قسم ہے جو الہام کی جنس سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ حقائق انسان پر ظاہر ہو جائیں اور وہ ان مؤکل فرشتوں کو

بھی دیکھ لے، جن سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔

یہ بات آپ پہلے جان چکے ہیں، کہ اشیاء کے حقائق لوحِ محفوظ میں منقوش ہوتے ہیں، پس جب دل صاف شفاف شیشے کی طرح ہوجاتا ہے، تو جب بھی حجاب اٹھتا ہے اور شیشہ لوحِ محفوظ کے سامنے ہوتا ہے، تو اس میں علوم کے حقائق ظاہر ہوجاتے ہیں اور حجاب کا اٹھنا کبھی نیند میں ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں اور یہی صوفیاء کی عادت ہے۔ اور کبھی حجاب کا اٹھنا محض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لطف وکرم کی ہواؤں کے چلنے سے ہوتا ہے جو بندے کی طرف سے بغیر کسی سبب اور تیاری کے ہوتا ہے۔ چنانچہ دل کے لئے غیب کے حجاب سے علوم کے کچھ اسرار واضح ہوجاتے ہیں اور اس کشف کی تکمیل موت سے ہوتی ہے اور کبھی موت سے کلی طور پر حجاب اٹھ جاتا ہے، اسی کی طرف شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اشارہ فرمایا: ''اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا ترجمہ: لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب انہیں موت آئے گی تو بیدار ہوجائیں گے۔'' (حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، الحدیث ۹۵۷۶، ج۷، ص ۵۴)

اور صوفیاء کا دل کی صفائی کا طریقہ بھی موت کے قریب ہے اسی وجہ سے وہ لوگ علم سیکھنے میں مصروف نہیں ہوتے بلکہ دل کی صفائی اور علائق دنیا سے قطع تعلقی میں مشغول رہتے ہیں تاکہ یہ چیز کلی طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونے کا سبب بن جائے پھر وہ اپنا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کردیتے ہیں، پس وہ ان کے دل پر ظاہر ہونے والے انوار وتجلیّات کو زیادہ جانتا ہے، اور یہی انبیاء کرام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا طریقہ ہے کہ وہ پڑھنے پڑھانے سے علوم وحقائق حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ علوم ومعارف کے خزانے پاتے ہیں اور ان کے ذریعے (ظاہری طور پر) علم حاصل کرنے سے مستغنی ہوجاتے ہیں۔ سیکھنے والے علم اور ان کے طریقہ کی مثال کنز اور کیمیاء ہے اور جب تک تو کنز (یعنی اصلی خزانہ) پر مطلع نہ ہوجائے علم کے حاصل کرنے کو نہ چھوڑ کیونکہ اس طرح کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔

علوم کے اعتبار سے دل کی حالت نیز علماءِ ظاہر اور صوفیاء کے طریقے میں فرق کا بیان

اے بھائی جان لے! دل کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ وہ ہے جو عالَمِ حواس کی طرف ہے[1] اور دوسرا وہ ہے جو عالَمِ غیب کی طرف ہے۔ نیند میں کچھ غور وفکر کرنے سے اس بات کی سچائی سامنے آتی ہے کیونکہ تو نیند میں عجائبات دیکھتا ہے اور

---

[1] حواس سے حواسِ خمسہ مراد ہیں اور ان پانچ حواس یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتوں کو حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔'' (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)

تیرے لئے غیب ظاہر ہوجاتا ہے اور وہ چیز بھی ظاہر ہوجاتی ہے جو کچھ مدت بعد واقع ہوگی اور بیداری میں یہ دروازہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے کھلتا ہے اور یہ چیز اس کے لئے ہے جو اپنے دل کو ماسوی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پاک کر کے مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ ہوجائے۔ حضور نبی کریم، رء ُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا: ''سَبَقَ الْمُفْرِدُوْنَ ترجمہ: مفردون سبقت لے گئے۔'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کیا گیا: ''یارسول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مفردون کون ہیں؟''

آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں کوشش کرتے ہیں ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ ان کے بوجھوں کو ہلکا کردے گا اور وہ بروزِ قیامت ہلکے پھلکے ہوں گے۔'' (پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''میں ان کی طرف اپنی رحمت سے متوجہ ہوتا ہوں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں جن کی طرف اپنی نظرِ رحمت فرماتا ہوں کیا کوئی جانتا ہے کہ میں انہیں کیا عطا فرمانا چاہتا ہوں؟'' پھر نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مزید ارشاد فرمایا: (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ) ''پہلے میں ان کے دلوں میں اپنا نور داخل فرما دیتا ہوں، چنانچہ وہ میرے بارے میں یوں خبر دیتے ہیں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔''

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب سبق المفردون، الحدیث ۳۵۹۶، ص ۲۰۲۲، مختصراً۔ وبتغیرٍ)

پس ان تمام خبروں کا دخول دل کے اس دروازے سے ہوتا ہے جو علم غیب کی طرف ہوتا ہے اور وہی علم الٰہی ہے۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں: دل میں غیب کی طرف ایک روشن دان ہوتا ہے۔

اب ہم ایک حکایت کے ذریعے علماءِ ظاہر اور صوفیاء کے طریقے کے درمیان فرق بیان کرتے ہیں۔

منقول ہے، **چین** اور **روم** والوں نے کسی بادشاہ کے سامنے نقش ونگار اور تصاویر بنانے کے سلسلے میں باہم مقابلہ کیا۔ بادشاہ نے اپنی رائے کے مطابق ایک مکان ان کے سپرد کردیا کہ اس کی ایک جانب چین والے نقش ونگار کریں اور دوسری جانب روم والے۔ اور درمیان میں پردہ ڈال دیا تاکہ وہ ایک دوسرے کا کام دیکھ نہ سکیں، روم والوں نے اپنی طرف بے شمار عجیب وغریب قسم کے خوبصورت نقش ونگار کئے اور چین والوں نے اپنی طرف کی دیوار کو خوب اچھی طرح صاف شفاف کر کے شیشے کی مثل بنا دیا۔ جب اہل روم فارغ ہوگئے تو چین والوں نے کہا: ہم بھی فارغ ہوگئے ہیں۔ بادشاہ کو ان پر تعجب ہوا کہ وہ کسی قسم کا نقش ونگار کئے بغیر کیسے فارغ ہوگئے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟ آپ پردہ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جب پردہ اٹھایا گیا تو روم والوں کے بنائے ہوئے نقش ونگار چین والوں کی چمکائی ہوئی دیوار میں چمک رہے تھے کیونکہ وہ دیوار کو صاف کرتے اور چمکاتے رہے جبکہ

دوسرے صرف نقش ونگاری میں مصروف رہے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،تحت الحدیث ۲۴۱۹،ج۲،ص۶۴۸)

(امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اس حکایت کونقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:)''اسی طرح صوفیاءِ کرام اپنے دل کو صاف کرتے اور چمکاتے رہتے ہیں جب کہ دوسرے لوگ صرف نقش ونگاری میں مصروف رہتے ہیں، چنانچہ وہ چیز جو علماء پر ظاہر نہیں ہوتی وہ صوفیاءِ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر زیادہ چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے اور علماء نے جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے اس کے علاوہ صوفیاء پر ایسے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں علم حاصل کر کے جن تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

مَالَاعَیۡنٌ رَأَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلۡبِ بَشَرٍ. ترجمہ: (وہ ایسی نعمتیں ہیں) جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا گمان گزرا۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وأنہا مخلوقۃ، الحدیث ۳۲۴۴،ص۲۶۳)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمان ذیشان ہے کہ **اللہ** عزَّوَجلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَعۡلَمُ اَحَدٌ اِذَا وَاجَھۡتُہٗ بِوَجۡھِیۡ اَیَّ شَیۡءٍ اُرِیۡدُ اَنۡ اُعۡطِیَہٗ. ترجمہ: کیا کوئی جانتا ہے جب میں کسی کی طرف اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں تو میں اسے کیا دینا چاہتا ہوں۔

یہی وہ زندگی ہے، جو **اللہ** عزَّوَجلَّ کے اس فرمان سے مراد ہے:

اِذَادَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ ج (پ۹،الانفال:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

پس اس وقت دل نہیں مرتا۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے ارشاد فرمایا: ''مٹی ایمان کے محل (کی جگہ) کو نہیں کھاتی۔''

چنانچہ جب ہر شخص کے لئے اس کی محنت کے مطابق اجر ہے تو مؤمن اپنے انوار کے ذریعے **اللہ** عزَّوَجلَّ سے ملاقات کی کوشش کرتا ہے۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عزَّوَجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: ''بعض ایمان والوں کو پہاڑ کی مثل نور عطا کیا جائے گا اور بعض کو اس سے کم حتی کہ ان میں سے آخری شخص کو پاؤں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا، کبھی وہ چمکنے لگے گا اور کبھی بُجھ جائے گا۔ جب وہ روشن ہو گا تو یہ قدم بڑھاتے ہوئے چلے گا اور جب بُجھ جائے گا تو یہ کھڑا ہو جائے گا اور پلِ صراط سے بھی وہ اپنے نُور کے مطابق گزریں گے۔ ان میں سے بعض پلک جھپکنے کی دیر میں گزر جائیں گے،

بعض بجلی چمکنے کی طرح، بعض بادلوں کی طرح، بعض ستارہ ٹوٹنے کی طرح اور بعض سرپٹ دوڑتے گھوڑے کی طرح گزریں گے۔ اور جس شخص کو قدموں کے انگوٹھے پر نور عطا کیا جائے گا وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں پر گھسٹتا گزرے گا، ایک ہاتھ کو کھینچے گا تو دوسرا لٹک جائے گا، ایک پاؤں کھینچے گا تو دوسرا لٹک جائے گا۔ اس کے ارد گرد آگ پہنچ جائے گی پس (اس کے ساتھ) اسی طرح ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ نجات پا جائے گا۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۹۷۶۳، ج۹، ص۳۵۸)

اسی طرح ایمان کے درجات کے اعتبار سے (لوگوں میں) باہمی فرق ظاہر ہوگا۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ الْعَالَمِ سِوَی النَّبِیِّیْنَ لَرَجَحَ.

ترجمہ: اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ایمان سے موازنہ کیا جائے تو یہ بڑھ جائے گا۔

(شعب الایمان للبیهقی، باب القول فی زیادة الایمان ......الخ، الحدیث ۳۶، ج ۱، ص ۶۹)

اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کہے: اگر سورج اور تمام چراغوں کی روشنی کا موازنہ کیا جائے تو سورج کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہٰذا لوگوں کا ایمان چراغ اور شمع کی روشنی کی طرح ہے، اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ایمان چاند ستاروں کی روشنی کی طرح ہے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان کی مثال سورج کی روشنی کی طرح ہے۔

طریقۂ صوفیاء کے صحیح ہونے کا بیان

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''**مؤمن باریک پردے کے پیچھے سے دیکھتا ہے، اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ حق بات ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں میں ڈالتا اور زبانوں پر جاری کرتا ہے۔''

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ.

ترجمہ: مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورة الحجر، الحدیث ۳۱۲۷، ص۱۹۶۸)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثِیْنَ وَمُکَلَّمِیْنَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْهُمْ. ترجمہ: بے شک میری اُمَّت میں کچھ مُحَدَّثِین و مُکَلَّمِین ہیں اور عمر فاروق انہی میں سے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب......الخ، الحدیث ۳۶۸۹، ص ۳۰۰ بدون مُکَلَّمِیْنَ)

حضرت سیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی قراءت میں ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَانَبِیٍّ'' کے بعد ''وَّلَامُحَدَّث'' کے الفاظ بھی ہیں اور محدَّث سے مراد صدِّیقین ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عمر میں ایک بھی صحیح خواب دیکھا اسے دلائل کی ضرورت نہیں۔

اس پر بے شمار احادیث، روایات اور آیات دلالت کرتی ہیں۔

جان لو! دل کے عالمِ غیب کی طرف کھلنے والے دروازے کے مقابلہ میں ایک اور دروازہ ہے جو شیطان کی طرف کھلتا ہے اور شیطان کا بھی اسی طرح اثر ہوتا ہے جس طرح فرشتے کا اثر ہوتا ہے اور بری صفات دل کی طرف شیطان کے داخل ہونے کے راستے ہیں۔ جتنا بری صفات سے اجتناب کیا جائے اتنا ہی شیطان کے راستے تنگ یا بند ہو جاتے ہیں، اور بری صفات کو اپنانے سے شیطان پر وہ دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں اور اگر تُو ان دروازوں کو بند کر دے گا، تو دل حکمت کی جگہ اور فرشتوں کے نزول کی جگہ بن جائے گا اور اگر انہیں کُھلا چھوڑ دے گا تو دل شیطان کی رہائش گاہ بن جائے گا اور اس باب کے بعد آنے والے ابواب شہوات کا قلع قمع کرنے اور دل کو ان سے خالی کرنے کے بارے میں آئیں گے۔ تم انہیں سمجھ لو بہت فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

نماز میں آمین کہیں اور گناہ معاف کروائیں

فرمانِ مصطفٰی صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہے: ''جب امام ''**غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ**'' کہے تو آمین کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمانوں پر آمین کہتے ہیں، اگر ان دونوں کا قول موافق ہو جائے تو اس شخص کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ''جب امام'' **غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝** '' کہے تو تم آمین کہا کرو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو جائے تو اسکی وجہ سے مسجد میں موجود ہر شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب جہر الماموم بالتامین، رقم ۷۸۲، ج ۲، ص ۲۷۵)

باب 22:

ریاضتِ نفس کا بیان

اس میں چند فصول ہیں:

رسولِ اکرم، نبیٔ مکرّم، نورِ مجسّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ. ترجمہ: ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پلٹے۔

(الزهد الكبير للبيهقي، الجز الثاني، فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس والهوى، الحديث ٣٧٣، ص ١٦٥، مفهوماً)

جان لو! نفس کی کچھ بیماریاں ہیں جن سے اس کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے اس طرح وہ ہمیشہ کی سعادت اور **اللہ** عزَّوَجلَّ کا قُرب حاصل کرسکتا ہے۔

حُسنِ اخلاق کی فضیلت آپ پہلے جان چکے ہیں۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ يُذِيْبُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا تُذِيْبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ. ترجمہ: بے شک اچھے اخلاق گناہ کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جس طرح سورج برف کو پگھلا دیتا ہے۔

(شعب الايمان للبيهقي، باب في حسن الخلق، الحديث ٨٠٣٦، ج٦، ص ٢٤٧۔٢٤٨)

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گزشتہ رات میں نے ایک عجیب بات دیکھی، میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے گھٹنوں کے بل جُھکا ہوا تھا، اس کے اور **اللہ** عزَّوَجلَّ کے درمیان حجاب تھا پس حُسنِ اخلاق آیا اور اس نے اسے **اللہ** عزَّوَجلَّ کے قرب میں پہنچا دیا۔''

(مكارم الاخلاق للخرائطي، باب ثواب حسن الخليقة وجسيم خطرها، الحديث ٤٩، ج١، ص ٥٢)

اچھے اور بُرے اخلاق کا بیان:

کہا جاتا ہے کہ فلاں اچھے خَلق اور اچھے خُلق یعنی اچھے ظاہر و باطن والا ہے۔ ظاہر کا حُسن خوبصورتی ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور باطنی حُسن سے مراد بُری صفات پر اچھی صفات کا غالب ہونا ہے اور باطن میں تفاوُت (یعنی فرق)، ظاہر میں تفاوت سے زیادہ ہوتا ہے اور اسی کی طرف **اللہ** عزَّوَجلَّ نے اپنے اس فرمانِ اقدس میں اشارہ فرمایا،

چنانچہ ارشادِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ ہے:

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (پ۲۳،ص:۷۱۔۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: میں مٹی سے انسان بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں آگاہ فرمایا کہ انسان کی ظاہری صورت مٹی سے بنی ہوئی ہے اور اس کی باطنی صورت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے عالَمِ اَمر سے ہے۔ لہٰذا حُسنِ خلق سے ہماری مراد باطنی صورت کا اچھا ہونا ہے پس جس قدر بندہ بری صفات سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، اس کے بدے میں اچھی صفات پائی جاتی ہیں، پس یہی اچھے اخلاق ہیں اور حُسنِ اخلاق کی مکمل صورت **اللّٰہ** کے رسول، رسولِ مقبول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے ہے، کیونکہ آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم حُسنِ اخلاق کے اس معنی میں درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: ''**حَسِّنُوْا اَخْلَاقَكُمْ** ترجمہ: اپنے اخلاق کو سنوارو۔'' (جامع الترمذی، ابواب البروالصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس، الحدیث۱۹۸۷، ص۱۸۵۱، مفهومًا)

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ فرما کر اس بات سے آگاہ فرمایا، کہ اخلاق تبدیلی کو قبول کرتے اور تصرف سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا تجھے غصہ، شہوت اور حرص سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ تمام صفات حکمِ شرع کے مطابق ہونی چاہئیں، پس جب تو ایسا کرے گا تو مقصد حاصل ہوجائے گا اور یہ چیز ناپسندیدہ اشیاء پر صبر کرنے اور مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے تاکہ اس کے بعد یہ عادت بن جائے۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: ''**اَلْخَیْرُ عَادَةٌ** ترجمہ: بہترین چیز عادت ہے۔'' (سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۱، ص۲۴۹۰)

مثال کے طور پر جو شخص اصل فطرت سے سخی نہ ہو تو وہ تکلف سے اس عادت کو اپناتا ہے اور اسی طرح جس کی تخلیق تواضع پر نہ ہو تو اسے اس چیز کو عادت بنانے میں مشقت ہوتی ہے اور اسی طرح وہ تمام صفات جن کا علاج ان کی ضد کے ساتھ کیا جاتا ہے حتّٰی کہ مقصد حاصل ہوجائے چنانچہ عبادات پر ہمیشگی اور خواہشات کی مخالفت باطنی صورت کو حسین بنادیتے ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے اُنس حاصل ہوجاتا ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی

اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے:

اُعْبُدِ اللّٰهَ فِي الرِّضَا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَفِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ. ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت رضامندی سے کرو اگر ایسا نہ ہو سکے تو ناگوار بات پر صبر کرنے میں بہت زیادہ بھلائی ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصبر علی المصائب، فصل فی ذکرما فی الأوجاع ......الخ، الحدیث ۱۰۰۰۰، ج۷، ص۲۰۳، بتغیرٍ)

پس ابتداء میں صبر کریہاں تک کہ تو راضی ہو جائے، کیونکہ اصل فطرت بھی باطنی صورت کے حُسن کا تقاضا کرتی ہے اور اسی طرف مائل ہوتی ہے اور نبیٔ اکرم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اسی جانب اشارہ فرمایا: ''اَلْحَسَنَةُ بِعَشَرِ اَمْثَالِهَا ترجمہ: ایک حسنہ دس نیکیوں کے برابر ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، الحدیث ۱۸۹۴، ص۱۴۸)

اور یہی اصلِ فطرت کی موافقت ہے۔

اخلاق سنوارنے کا تفصیلی طریقہ

بے شک ہم جان چکے ہیں، کہ جسم کی بیماری کا علاج اس کی ضد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح مرضِ دل کا معاملہ ہے۔ اور یہ چیز لوگوں کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور شیخ اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمّت میں، وہ مرید کا حال دیکھتا ہے اور اس پر غالب آنے والی صفات کو جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جن سے مُرید کا علاج ممکن ہوتا ہے، لہٰذا وہ اسے ابتدائی مرحلے میں عبادات، کپڑوں کو پاک وصاف رکھنے، نمازوں پر پابندی اختیار کرنے اور تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے میں مشغول رکھتا ہے۔ پس اس طرح اس کے پوشیدہ عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں جس طرح پتھر میں چھپی آگ (ایک پتھر کو دوسرے پر مارنے سے) ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو شیخ اسے لے کر محتاجوں میں بانٹ دیتا ہے تاکہ اس کا دِل فارغ ہو جائے اور اس کے دِل کا فارغ ہونا ہی اصل چیز ہے۔ پھر اس کے غیر کے دل کا فارغ ہونا اس کے مال کے لئے وبال ہے اور اس کے غموں کو بڑھاتا ہے اور ان غموں کی برکت سے اس پر اس کا مقصود آسان ہو جاتا ہے اور تہذیبِ اخلاق کا طریقہ یہ بھی ہے، کہ اس کی بعض صفات کو دوسری صفات پر مسلّط کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ عارضی ریاء کے ذریعے سخاوت میں رغبت اختیار کرے (جبکہ اسے دل میں نہ جمنے دے)، تاکہ وہ بخل، دنیا کی محبت اور اس کے جمع کرنے کو ترک کر دے اور غصہ وشہوت کا استعمال ترک کر دے، تاکہ وہ اسے پاکدامنی اور درستگی پر ابھارے، پھر اس کے بعد ریاکاری کی طرف متوجہ ہو اور ریاضت کی مدت میں حاصل ہونے والی دین کی قوت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی توجہ کے ذریعے اس کا قلع قمع کر

دے اور نفس کی ضد کے ساتھ عبادات کی پابندی کر کے اس کا علاج کرے اور بعض شیوخ کے بارے میں مروی ہے، کہ اگر ان کا نفس رات کے کسی حصہ میں قیام سے سستی کرتا، تو ایک مدت تک سر کے بل کھڑا ہونا اس پر لازم کر دیتے، تا کہ وہ قدموں پر کھڑا ہونا خوشی سے اختیار کرے اور اسے غنیمت جانے۔

نفس کے عیوب پہچاننے کا بیان:

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

اِذَا اَرَادَاللّٰہُ بِعَبۡدٍ خَیۡرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوۡبِ نَفۡسِہٖ۔ ترجمہ: جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اس کے عیوب دکھا دیتا ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الأمل، الحدیث ۱۰۵۳۵، ج۷، ص۳۴۷)

اپنے عیوب پہچاننے کے طریقوں میں سے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے، کہ انسان اپنے مُرشِد کے سامنے بیٹھے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرے، کبھی اسی وقت اس پر اپنے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کا مُرشِد اسے اس کے عیوب سے آگاہ کر دیتا ہے۔ یہ طریقہ سب سے اعلیٰ و بہترین ہے، مگر آج کل یہ بہت مشکل ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی نیک دوست تلاش کرے، جو اس معاملہ کے اسرار سے واقف ہو، اس کی صحبت اختیار کرے اور اسے اپنے نفس کا نگران بنائے، تا کہ وہ اس کے اَحوال کو ملاحظہ کر کے اس کے عیوب سے آگاہ کرے۔ اَکابر ائمہ دین اسی طرح کیا کرتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے تھے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب بتائے۔'' جب حضرت سَیِّدُنا سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے اپنے عیبوں کے بارے میں پوچھا: ''کیا آپ تک میری کوئی ایسی بات پہنچی ہے جو آپ کو ناپسند ہو؟'' انہوں نے بتانے سے معذرت کی، لیکن آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اصرار کیا تو حضرت سَیِّدُنا سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے دسترخوان پر دو سالن جمع کرتے ہیں اور آپ کے پاس دو جوڑے ہیں، ایک دن کا اور ایک رات کا۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پھر پوچھا: ''اس کے علاوہ بھی کوئی بات پہنچی ہے؟'' تو انہوں نے عرض کی: ''نہیں۔'' امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اگر صرف یہی دو ہیں تو میں انہیں کافی ہو جاؤں گا۔''

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جو کہ منافقین کی پہچان کے معاملے میں رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے

راز دار تھے، امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھتے: کیا آپ کو مجھ میں منافقت کے آثار نظر آتے ہیں؟ تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر بلند مرتبہ اور عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود اس طرح اپنے نفس کو اس قدر تہمت لگاتے تھے۔

اگر تجھے کوئی دوست نہ ملے تو اپنے حاسدین کی باتوں پر غور کر، تُو ایسے حاسد کو پائے گا جو تیرے عیبوں کا متلاشی ہوتا ہے اور اس میں اضافہ کرتا ہے، پس تو اس سے فائدہ اٹھا اور اس کی طرف سے بتائے جانے والے تمام عیوب کے ساتھ اپنے نفس کو متَّہم جان اور اگر کوئی شخص تجھے تیرے عیب بتائے تو اس پر غضب وغصہ نہ کر کیونکہ عیوب سانپ اور بچھو ہیں جو دنیا وآخرت میں تجھے ڈستے ہیں۔ کیونکہ جو شخص تجھے بتائے کہ تیرے کپڑوں کے نیچے سانپ ہے تو تو اس شخص کا احسان مند ہوتا ہے، لیکن اگر تو اس پر غصہ کرے تو یہ آخرت میں تیرے ایمان کی کمزوری پر دلیل ہے۔ اور اگر تو اس کی نصیحت سے فائدہ اٹھائے تو یہ تیری قوّتِ ایمانی پر دلیل ہے اور جان لے کہ ناراض ہونے والی آنکھ برائیوں کو ظاہر کرتی ہے، اور ایمان کا قوِی ہونا تجھے اس وقت فائدہ دے گا جب تو حاسدوں کی ملامت کو غنیمت جانے اور ان عیوب سے بچے۔

حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام سے پوچھا گیا: ''آپ کو ادب کس نے سکھایا؟'' آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''مجھے کسی نے ادب نہیں سکھایا، میں نے جاہل کی جہالت (کہ یہ بھی ایک عیب ہے) کو دیکھا تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔''

جان لو! جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے جب تم اس میں غور وفکر کرو گے تو تمہاری بصیرت کی آنکھ کھل جائے گی، اور تم اس سے فائدہ حاصل کرو گے، اگر تمہیں یہ چیز نہ حاصل ہو تو کم از کم اس پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ پہلی چیز ایمان ہے اور پھر اس منزل تک پہنچنا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

پس تقویٰ ان اعمال کے حصول میں اصل مال کی حیثیت رکھتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق:۲۔۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ** سے ڈرے **اللہ** اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

منقول ہے کہ عزیزِ مصر کی بیوی نے حضرت سیِّدُ نا یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام سے کہا: ''اے یوسف علیہ السلام! بے شک حرص اور خواہش نے بادشاہوں کو غلام بنایا اور صبر وتقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔'' تو حضرت سیِّدُ نا یوسف علیٰ نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (پ۱۳، یوسف: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے تو **اللہ** نیکوں کا نیگ (اجر) ضائع نہیں کرتا۔

حضرت سیِّدُنا جنید بن محمد خزاز علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں رات کو جاگا اور اپنے وظیفہ میں مشغول ہو گیا، لیکن میں نے اس میں وہ لذّت نہ پائی جو پہلے پایا کرتا تھا چنانچہ میں نے سونے کا ارادہ کیا لیکن سو نہ سکا، لہٰذا بیٹھ گیا لیکن بیٹھ بھی نہ سکا تو باہر نکل گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کمبل میں لپٹا ہوا راستے میں پڑا ہے، جب وہ میرے آنے پر مطلع ہوا تو کہنے لگا: ''اے ابو قاسم! ذرا میرے پاس تشریف لائیے۔'' میں نے کہا: ''اے محترم! پہلے سے آپ نے کوئی اطلاع نہیں دی۔'' اس شخص نے کہا: ''جی ہاں! میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ تیرے دل کو میری طرف متوجہ کر دے۔'' میں نے کہا: ''وہ تیری طرف متوجہ ہو گیا ہے، (اب بتاؤ) تمہاری کیا حاجت ہے؟'' اس نے کہا: ''نفس کی بیماری اس (نفس) کا علاج کب بنتی ہے؟'' میں نے کہا: ''جب تو نفس کی خواہش میں اس کی مخالفت کرے۔'' پس وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: ''اے نفس! اب سن لیا! میں نے تجھے سات بار اس بات کا جواب دیا لیکن تو نے انکار کیا اور کہا: میں حضرت سیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی سنوں گا (تو اب تو نے سن لیا)۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص چلا گیا اور میں اسے نہ پہچان سکا۔

اچھے اَخلاق کی علامات کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝

(پ۱۸، المؤمنون: ۱تا۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں۔

﴿۲﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ (پ۱۱،التوبہ:۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: توبہ والے عبادت والے۔

﴿۳﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا (پ۹،الانفال:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایمان والے وہی ہیں کہ جب **اللہ** یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔

﴿۴﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پ۱۹،الفرقان:۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

ابتدائی عمر میں بچوں کی تربیت کا طریقہ:

بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اگر ابتدائی عمر میں مشفق کی معمولی سی توجہ حاصل ہو جائے، تو وہ ان کے لئے کافی ہوتی ہے۔ جس طرح حضرت سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ الولی سے منقول ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''میری عمر تین سال تھی اور میں رات کو اٹھ کر اپنے ماموں حضرت سیِّدُنا محمد بن محمد بن سوّار علیہ رحمۃ اللہ الوہاب کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھتا تھا۔ ایک دن میرے ماموں نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تو اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو یاد نہیں کرتا جس نے تجھے پیدا کیا؟'' میں نے پوچھا: ''میں اسے کس طرح یاد کروں؟'' انہوں نے فرمایا: ''جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو تین بار زبان کو حرکت دیئے بغیر محض دل میں یہ کلمات کہو: اَللّٰهُ مَعِیَ، اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَیَّ، اَللّٰهُ شَاهِدِیْ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرے ساتھ ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے دیکھ رہا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میرا گواہ ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے چند راتیں یہ کلمات پڑھے پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ''ہر رات سات مرتبہ پڑھو۔'' میں نے انہیں پڑھا پھر انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا: ''ہر رات گیارہ مرتبہ یہ کلمات پڑھو۔'' میں نے اسی طرح پڑھا، تو میرے دل میں اس کی لذّت پائی گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا: ''میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے اسے یاد رکھو اور قبر میں جانے تک ہمیشہ پڑھتے رہنا، تمہیں دنیا و آخرت میں نفع دے گا۔'' میں نے کئی سال تک ایسا کیا تو اپنے اندر اس کا مزہ پایا پھر ایک دن میرے ماموں نے فرمایا: ''اے سہل! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس شخص کے ساتھ ہو، اسے دیکھتا ہو اور اس کا گواہ ہو، وہ اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے؟ گناہ سے بچو۔'' میں تنہائی میں یہ ذکر کرتا رہا پھر انہوں نے مجھے مکتب میں بھیجا، تو میں نے عرض کی: ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ذکر میں خلل نہ آ جائے۔ چنانچہ انہوں نے استاد صاحب سے یہ شرط مقرر کی، کہ میں ان کے پاس جا کر صرف ایک گھنٹہ پڑھوں گا، پھر لوٹ آؤں گا، میں مکتب جاتا رہا اور قرآن مجید حفظ کر لیا، اس

وقت میری عمر چھ،سات سال تھی، میں روزانہ روزہ رکھتا، بارہ سال تک میں جَو کی روٹی کھاتا رہا، تیرہ سال کی عمر میں مجھے ایک مسئلہ پیش آیا، میں نے گھر والوں سے کہا: ''مجھے بصرہ بھیج دو تاکہ میں وہاں کے علماء سے اس کے بارے میں دریافت کروں لیکن ان میں کسی نے مجھے شافی جواب نہ دیا، پھر میں عبادان کی طرف نکلا۔

میں نے وہاں پر حضرت سیِّدُنا ابوحبیب حمزہ بن عبداللہ عبادانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نامی بزرگ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے قابلِ اطمینان جواب دیا، میں ان کے پاس ٹھہر گیا، ان کے کلام سے نفع حاصل کرتا اور آداب سیکھتا رہا، پھر میں تستر کی طرف آ گیا، میں نے اپنی روزی کا انتظام یوں کیا کہ میرے لئے ایک درہم کے ایک فرق (چارکلو) جَو خریدے جاتے، انہیں پیس کر روٹی پکائی جاتی، میں ہر رات سحری کے وقت ایک اوقیہ روٹی کھاتا جو نمک اور سالن کے بغیر ہوتی، چنانچہ ایک درہم مجھے سال بھر کے لئے کافی ہوجاتا پھر میں نے ارادہ کیا، کہ تین دن مسلسل روزہ رکھوں گا، پھر افطار کروں گا پھر پانچ دن، پھر سات دن اور پھر پچیس دن کا مسلسل روزہ رکھا اور بیس سال تک میرا یہی معمول رہا۔ پھر میں زمین میں سیر وسیاحت کے لئے نکلا، پھر تستر واپس لوٹ آیا اور میں ساری رات قیام کرتا تھا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جو قوی اور کریم ہے وہی اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔''

مُرِید بننے کی شرائط:

جان لو! جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا کی کھیتی کو چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے دل سے آخرت کا یقینی مشاہدہ کر لیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا کو حقیر سمجھتا ہے اور جو شخص نفیس جوہر دیکھ لے اور اس کے ہاتھ میں منکا ہو تو اب اسے منکے کی رغبت نہیں رہتی جو ایسا نہیں کرتا (یعنی آخرت کی کھیتی کا ارادہ نہیں رکھتا) تو اس کا مطلب ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

(پس معلوم ہوا) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک رسائی کا نہ ہونا راہ سلوک پر گامزن نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس راہ پر گامزن نہ ہونا ارادہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور ارادہ میں رکاوٹ ایمان کا نہ ہونا ہے، اور ظاہری طور پر عدمِ ایمان کا سبب سیدھا راستہ دکھانے والوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے علماء کا نہ پایا جانا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے نفس سے یا اس کے غیر سے آگاہ ہو جائے تو اس کے لئے چند شرائط ہیں (مرید بننے سے پہلے) انکا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط: پردے اور رکاوٹ کو اٹھا دینا ہے اور یہ چار ہیں: (۱) مال (۲) جاہ ومرتبہ (۳) تقلید اور (۴) گناہ۔

جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ ضرورت سے زائد تقسیم کر دے، اور جاہ سے خلاصی اس طرح ممکن ہے کہ وہ وطن سے دور چلا جائے، یا تواضع و پوشیدگی کو اختیار کرے اور اس چیز کی طرف متوجہ ہو جو جاہ ومرتبہ کو ختم کر دیتی ہے، اور تقلید کا حجاب اس طرح

دور ہوتا ہے کہ وہ مذاہب کے تعصُّب کو چھوڑ دے اور لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی کی ایمان کے ساتھ تصدیق کرے، اور ان اعمال پر عمل پیرا ہو جو اس کلمہ کی تصدیق کرتے اور اسے ثابت کرتے ہیں، اور دنیا اور اس کی خواہشات اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن کی طرف نفس مائل ہوتا ہے، تو اس وقت وہ اپنی پوری ہمت کے ساتھ حقیقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے لئے درست اعتقاد ظاہر ہو جائے گا، جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

جہاں تک گناہوں کا تعلق ہے تو وہ انہیں چھوڑ دے، اور ان کی جگہ عبادات بجالائے، گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہو اور توبہ کرے اور لوگوں کے حقوق لوٹا دے۔ جب وہ ایسا کرے اور ان چاروں امور سے فارغ ہو جائے تو وہ اس شخص کی طرح ہو گیا جو وضو کرتا ہے، ناپاکی کو دور کرتا ہے، شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے اور نماز کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس وقت اسے راہِ آخرت سے واقف ایک شیخ کی ضرورت ہوتی ہے، کہ وہ اس کی رہنمائی کرے اور اس وقت وہ شیخ کے سامنے اس طرح ہوتا ہے، جس طرح غسل دینے والے کے ہاتھوں میں میت ہوتی ہے کہ وہ خود بخود حرکت نہیں کرتی بلکہ غسل دینے والا جس طرح چاہتا ہے، اسے حرکت دیتا ہے۔ اس وقت اسے چاہئے کہ وہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ و حضرت سیِّدُنا خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ و السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اپنے شیخ پر کسی حالت کے بارے میں اعتراض نہ کرے۔ اس وقت اسے چار چیزوں کا حکم دیا جائے گا: (۱) خلوت (۲) خاموشی (۳) بھوک (۴) بیداری۔

جہاں تک بھوک کا تعلق ہے تو اس سے مراد دل کا خون کم ہونا ہے، اس میں دل کی سفیدی و نور ہے، بھوک سے دل کی چربی پگھل جاتی ہے، یہ دل کی نرمی کا سبب ہے، یہ نرمی مکاشفہ کی چابی ہے، جس طرح سختی جو نرمی کی ضد ہے، حجاب کا باعث ہوتی ہے اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو ارشاد فرمایا: ''بھوک سے شیطان کی گزرگاہوں کو تنگ کرو۔''

اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے اور حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنے رفقاء سے ارشاد فرمایا: ''اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھو تاکہ تم دل (کی آنکھوں) سے اپنے رب کا دیدار کرو۔''

حضرت سیِّدُنا سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''چار خصلتوں کے بغیر ابدال کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا: (۱) پیٹ کو بھوکا رکھنا (۲) بیداری (۳) خاموشی (۴) لوگوں سے دور رہنا۔''

جہاں تک بیداری کا تعلق ہے تو یہ دل کو روشن ومنوّر کرتی ہے، اور بھوک بیدار رہنے میں مدد دیتی ہے اور یہ دونوں چیزیں دل کو منوّر کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے مگر یہ کہ بقدرِ ضرورت ہو (تو دل کے لئے نقصان دِہ نہیں) ابدال کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں، کہ ان کی نیند غلبہ کے وقت، کھانا فاقے کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خوّاص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ستر صدّیقین اس بات پر متفق ہیں، کہ نیند کی کثرت کا سبب زیادہ پانی پینا ہے۔''

خاموشی گوشہ نشینی اور خلوت کی صورت میں آسان ہوتی ہے اور کلام کا زیادہ حریص وہ شخص ہوتا ہے جو صاحبِ علم ہو، کیونکہ اس سے رکنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن اس کا فائدہ ونفع بھی بہت زیادہ ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے باطن غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دنیاوی زندگی سے اعراض کرتا ہے۔

جبکہ خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ انسان غفلت سے بچ جاتا ہے، تاکہ مقصد کے لئے فارغ ہو سکے اور اس مقصد کے لئے حواس کا سکون ضروری ہے، کہ اس سے انسان کا دل حرکت کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے خلوت ضروری ہے، پھر بہتر یہ ہے کہ وہ ایسے کمرے میں خلوت اختیار کرے، جس میں اندھیرا ہو، تاکہ اس کی نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے جو اسے غافل کر دے، لیکن اگر تاریک کمرہ میسر نہ ہو تو وہ اپنے سر کو کسی چیز سے لپیٹ لے یا آنکھیں بند کر لے، اور حواس کے سکون کی صورت وہ ندائے حق سنے گا، نیز **اللہ** ربّ العزّت کے جمال کا مشاہدہ کرے گا، کیا تم نہیں دیکھتے! کہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم کو جب ندا دی گئی تو ارشاد فرمایا گیا:

﴿۱﴾ **یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝** (پ۲۹، المزمل: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: اے جھرمٹ مارنے والے۔

﴿۲﴾ **یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝** (پ۲۹، المدثر: ۱) ترجمۂ کنز الایمان: اے بالا پوش اوڑھنے والے۔

جب بندہ بھوک، خلوت، بیداری اور خاموشی اختیار کرے تو اسے چاہئے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر کے ایک کونے میں باوضو، قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی زبان سے **اللہ، اللہ** کا ورد کرے، اور مسلسل ذکر کرتا رہے، اپنے دل اور تمام حواس کو زبان سے ادا ہونے والے کلمات کو سننے کے لئے حاضر رکھے اور مسلسل اس ذکر میں مصروف رہے، یہاں تک کہ زبان کی حرکت ختم ہو جائے گویا یہ کلماتِ طیبات خود بخود زبان پر جاری ہیں، پھر وہ زبان سے دل کی طرف لوٹے، جب دِل ذکر سے رک جائے تو زبان سے ذِکر جاری رہے۔ جب دِل ذکر میں راسخ ہو جائے تو زبان سے خاموش ہو جائے اور اسی طرح کرتا رہے، یہاں تک کہ دِل سے حروف مٹ جائیں اور حروف کے بغیر صاف وشفاف ذکر باقی رہے، پھر ذکر سے

آگے بڑھ کر ہمیشگی کی حالت اختیار کرے اور جب اس پر کچھ چیزوں کا ظہور ہو جائے تو سابقہ حالت کی طرف لوٹ آئے، اور اپنے شیخ سے اس کا ذکر کرے، کیونکہ وہ ان اسرار ورموز کو جانتا ہے جو مرید پر صفائی و کدورت کے معاملے میں طاری ہوتے ہیں، اور مرید پر جو خیالات، وساوس اور صحیح احوال پائے جاتے ہیں ان کا خود بخود جاننا ممکن نہیں۔ لہٰذا وہ اپنے شیخ کو بتادے کیونکہ وہ اسے زیادہ جانتا ہے اور جب تک وہ سمجھتا ہے کہ اس کا نفس ابھی تک زیر نہیں ہوا تو تمام احوال میں اس کے لئے ذکر کرنا ضروری ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُ لا ثُمَّ ذَرْهُمْ (پ۷، الانعام: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: **اللّٰہ** کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔

چنانچہ اس پر جب کوئی وسوسہ یا بُرا خیال غالب ہو، اور اس کے غائب ہونے تک وہ اسے جان نہیں پاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا جب اس کے دل سے وسوسہ نکل جائے اور وہ حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا شروع کر دے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ **اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ** (پ۹، الاعراف: ۲۰۱) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

﴿۲﴾ **وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۚ** (پ۹، الاعراف: ۲۰۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے سننے والے! اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے (کسی برے کام پر اکسائے) تو **اللّٰہ** کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

اور اپنی ساری زندگی پابندی سے ذکر کرتا رہے، ہوسکتا ہے کہ عنقریب وہ ملوکِ دین (یعنی دین کے بادشاہوں) میں سے ہو جائے جن پر حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں، اور وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل پر ان کا گمان گزرا۔ اگر اس پر کوئی شئے ظاہر نہ ہو تو وہ ذکر پر ہمیشگی اختیار کرے، کہ حضرت مَلَکُ الموت علیہ السلام کی آمد کے وقت اس پر وہ اشیاء ظاہر ہو جائیں اور اگر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو وہ مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اس بات کو سمجھ لو تمہیں فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

باب23: **پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کا بیان**

اس میں چند فصول ہیں:

جان لو! تمام آفات کی اصل پیٹ کی شہوت ہے اور اسی سے شرمگاہ کی شہوت پیدا ہوتی ہے، حضرت سیِّدُنا آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی آزمائش اسی کے ذریعے ہوئی اور آپ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو دنیا میں بھیجا گیا، اسی کی وجہ سے آدمی دنیا کا طالب ہوتا ہے اور اس میں رغبت کرتا ہے۔

بھوک کی فضیلت اور شکم سیری کی مُذمّت کا بیان:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''بھوک اور پیاس کے ذریعے اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کرو، کیونکہ اس کا ثواب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے جتنا ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو بھوک اور پیاس سے بڑھ کر کوئی عمل پسند نہیں۔''

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، **اللّٰہ** کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لَایَدْخُلُ مَلَکُوتُ السَّمَاءِ مَنْ مَّلَاَءَ بَطَنَهٗ ترجمہ: جو شخص اپنے پیٹ کو بھرتا ہے آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے۔''

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:
اِلْبَسُوْا وَاشْرَبُوْا وَ کُلُوْا فِیْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ، فَاِنَّهٗ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ ترجمہ: لباس پہنو اور آدھا پیٹ کھاؤ پیو، بے شک یہ نبوّت کا ایک جزء ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۳۳۸/۳۳۹، ج۱، ص۶۸، بدون واشربوا)

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفْضَلُکُمْ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَطْوَلُکُمْ جُوْعًا وَّ تَفَکُّرًا وَاَبْغَضُکُمْ اِلَی اللّٰہِ کُلُّ نَؤُوْمٍ اَکُوْلٌ شَرُوْبٌ.

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تم سب سے افضل وہ ہے جو زیادہ بھوکا رہتا ہے اور غور وفکر کرتا ہے اور سب سے برا وہ ہے جو خوب سوتا اور زیادہ کھاتا پیتا ہے۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر،نبیوں کے تاجور،مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسَلَّم کا فرمان عالیشان ہے:''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر فخر فرماتا ہے،جو دنیا میں کم کھاتا ہے،**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:میرے بندے کی طرف دیکھو!میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے کے معاملے میں آزمائش میں ڈالا تو اس نے میرے لئے انہیں چھوڑ دیا۔اے میرے فرشتو!گواہ ہوجاؤ جو بندہ (میری خاطر) ایک لقمہ بھی چھوڑ دے گا،میں اس کے بدلے اسے جنت کے درجات عطا فرماؤں گا۔

حضرت سیِّدُنا ابوسُلیمان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں:''مجھے رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دینا،رات بھر قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''

ہم نے واضح کر دیا کہ بھوک سے رِقَّت (یعنی نرمی) اور انکساری پیدا ہوتی ہے،اَکڑ اور غرور ختم ہوجاتا ہے اور بھوک کا فائدہ یہ ہے،کہ انسان مصیبت،اہلِ مصیبت،عذاب اور تمام شہوات کے ختم کرنے کو نہیں بُھولتا،اسی کے ذریعے انسان نفس وشیطان پر غالب آکر اس پر تسلُّط حاصل کرلیتا ہے،اور اسی کے ذریعے انسان بیداری پر ہمیشگی اختیار کرتا اور نیند کو دور کرتا ہے،اسی لئے بعض شیوخ دسترخوان پر کھڑے ہوکر کہتے:اے گروہ مریدین!نہ زیادہ کھاؤ،نہ پیؤ ورنہ زیادہ سوؤ گے،اور نتیجۃً زیادہ نقصان اٹھاؤ گے۔

بھوک سے عبادت پر دوام آسان ہوجاتا ہے جبکہ سیر ہوکر کھانے والا عبادت میں سستی کرتا ہے،اور کھانے کی کثرت اُس کی تلاش،اسے پکانے،ہاتھ دھونے،خلال کرنے اور پانی لینے کے لئے پانی والی جگہ پر جانے کا تقاضا کرتی ہے۔

نوالہ چبانے میں بھی وقت صَرْف ہوتا ہے:

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الولی بعض مشائخ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ ستو کھاتے تھے،ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:''میں نے روٹی چبانے اور یہ ستو کھانے کے درمیان ستر تسبیحات کا فرق پایا اس لئے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں چبائی۔''

جان لیجئے! جس شخص نے یہ یقین کرلیا کہ ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جو نہایت قیمتی ہے وہ اس کے ضائع ہونے پر اپنا محاسبہ ضرور کرے گا۔بھوک کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نفس وبدن صحت مند رہتا ہے کیونکہ جو کم کھاتا ہے وہ کم ہی بیمار ہوتا ہے۔اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کو ایثار وقربانی پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور وہ فضیلت کو پالیتا ہے۔

پیٹ کی شہوت کو توڑنے والی ریاضات:

جان لو! جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کھانا حلال ہو تو اس سلسلہ میں تین وظائف ہیں:(۱) قلت وکثرت کے

اعتبار سے کھانے کی مقدار (۲) جلد یا دیر سے، کس وقت کھایا جائے اور (۳) کھانے والی چیز کی قسم کا تعین۔

پہلا وظیفہ: کھانا کم کھانے کے سلسلہ میں تدریجاً (یعنی آہستہ آہستہ) ریاضت کا راستہ اختیار کیا جائے کیونکہ جس شخص کو زیادہ کھانے کی عادت ہو وہ فوراً ہی کم کھانے کی طرف آجائے تو اس کا مزاج برداشت نہ کر سکے گا چنانچہ اپنے نفس کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ کمی کرے، مثلاً اگر وہ ایک دن میں تین روٹیاں کھاتا ہے تو ہر روز روٹی کا تیسواں حصہ کم کرے۔ اس طرح ایک مہینہ میں ایک روٹی اور دو مہینوں میں دو روٹیاں کم ہو جائیں گی اور اس پر یہ چیز گراں بھی نہ ہوگی اور یہ تدریج اس اعتبار سے ہو کہ جس پر وہ باقی رہ سکے اور اعتماد کر سکے۔

کھانے کی مقدار کے اعتبار سے درجات:

کھانے کی مقدار کے اعتبار سے بھی درجات ہیں:

پہلا درجہ: **صدیقین** کا ہے کہ انہوں نے کھانے میں اتنی مقدار پر قناعت کی، کہ جس سے زندگی اور عقل قائم رہ سکے اور **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

''حَسِبَ ابْنُ اٰدَمَ لُقَیْمَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ ترجمہ: بندے کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکیں۔''

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الاطعمۃ، باب اقتصاد فی الأکل و کراھۃ الشبع، الحدیث ۳۳۴۹، ص ۲۶۷۹)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو دن رات میں نصف مُد (یعنی آدھا کلو) کا عادی بنالے اور یہ روٹی کا وہ حصہ ہے، جو چار من (یعنی چار کلو) میں سے ہوتا ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ مبارکہ اسی کے قریب تھی، آپ سات یا نو لقمے تناول فرماتے تھے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ ریاضت کے ذریعے نفس کو دن رات میں مُد کا عادی بنائے، اس کی اڑھائی روٹیاں بنتی ہیں، اور یہ پیٹ کے تہائی سے زیادہ ہے۔

چوتھا درجہ: یہ ہے کہ وہ کھانے کی مقدار مُد سے ایک کلو تک لے جائے اور یہ انتہائی مقدار ہے، اس سے زیادہ کھانا اسراف ہے، قریب ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کے تحت داخل ہو جائے:

وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ج (پ۸، الاعراف: ۳۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور کھاؤ اور پیؤ اور حد سے نہ بڑھو۔

اس کا ایک طریقہ اور بھی ہے کہ بھوک لگنے کے بعد کھانا کھایا جائے اور سیر ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔ اس

سے آگے نہ بڑھے لیکن اس میں خطرہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ سچی بھوک پر آگاہ نہ ہوسکے اوراس پر معاملہ مشتبہ ہوجائے۔ کہتے ہیں کہ: ''سچی بھوک کی علامت یہ ہے کہ وہ سالن کا مطالبہ نہ کرے'' اورایک قول یہ بھی ہے کہ: ''وہ روٹیوں کے درمیان فرق نہ کرے (یعنی ایک روٹی کو دوسری پر ترجیح نہ دے)۔''

جان لو! یہ حالت اشخاص کے مختلف ہونے سے بدلتی رہتی ہے اس لئے کھانے کی مقدار کا تعین ممکن نہیں، لہٰذا ہر شخص اپنے نفس میں غور وفکر کرے۔

حضرت سیِّدُنا سہل تستری علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر دنیا موٹے تازے جانور کا خون ہوتی، تو بھی مؤمن کی روزی حلال ہی ہوتی، کیونکہ مؤمن ضرورت کے وقت کھاتا ہے اورصرف اتنا کھاتا ہے جس سے اسے قوت حاصل ہوجائے۔''

دوسرا وظیفہ: مریدین میں سے بعض کھانے کی مقدار کی بجائے فاقے کے ذریعے ریاضت کرتے ہیں۔ان میں سے بعض تین دن، بعض تیس دن جبکہ بعض چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے اور بہت سے علماء وصلحاء اورصوفیاء اس مدت تک پہنچے، حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص، حضرت سیِّدُنا سہل بن عبداللہ اورحضرت سیِّدُنا ابراہیم خواص رحمہم اللہ تعالٰی انہی میں سے ہیں۔

بعض علماء کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ارشاد فرماتے ہیں: ''جوشخص چالیس دن تک (رضاالٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے) کھانا چھوڑ دیتا ہے، اس پرملکوت سے قدرت کے اسرار ظاہر ہوجاتے ہیں، یعنی اس پر بعض اسرارِالٰہی عَزَّوَجَلَّ کھول دیئے جاتے ہیں۔''

اسی گروہ کے ایک صوفی بزرگ کا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا، تو اس نے اس کی حالت کے بارے میں گفتگو کی اوراسے اسلام کی طرف مائل کیا، راہب نے کہا: ''حضرت سیِّدُنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس دن تک کچھ نہ کھاتے تھے اور یہ معجزہ ہے، جوصرف سچے نبی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔'' صوفی بزرگ نے اس سے کہا: ''اگر میں پچاس دن تک کچھ نہ کھاؤں، تو تم اپنے دین کو چھوڑ کر دینِ اسلام میں داخل ہوجاؤ گے؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' چنانچہ وہ صوفی بزرگ اس کے سامنے بیٹھ گئے، حتّٰی کہ پچاس دن تک کچھ نہ کھایا، پھر راہب سے کہنے لگے: ''میں ساٹھ دن تک اضافہ کرتا ہوں۔'' اور ساٹھ دن تک کچھ نہ کھایا۔اس پر راہب کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: ''میں نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی شخص حضرت سیِّدُنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ دن بھوکا رہ سکتا ہے۔'' پس یہی واقعہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

یہ بہت بڑا درجہ ہے اوراس تک صرف وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو کشف ومجاہدہ میں مشغول ہوکر بھوک اورحاجت سے مستغنی ہوجاتے ہیں اوران کا نفس اس لذّت میں پورا حق وصول کرتا ہے، اس کو بھوک اورحاجت بُھلا دیتا ہے، چنانچہ عالَمِ غیب

سے انہیں روحانی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا: ''اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ترجمہ: میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن أکثر الوصال، الحدیث١٩٦٥،ص١٥٣)

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ دو سے تین دن تک کچھ نہ کھائے اور یہ عادت ہے۔

تیسرا درجہ: یہ ہے کہ دن رات میں صرف ایک بار کھانے پر اکتفاء کرے اور یہ سب سے کم درجہ ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم جب صبح کھانا کھاتے، تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح نہ کھاتے۔''

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ٥٦٤٤، ج٥،ص٢٧)

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَکْلَتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ. ترجمہ: اسراف سے بچو، دن میں دو بار کھانا اسراف ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الأکل، الحدیث ٥٦٤٠، ج٥،ص٢٦، بتغیرٍ قلیلٍ)

جان لو! وہ بھوک قابلِ تعریف ہے، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کرے، کیونکہ جب یہ حد سے تجاوز کرتی ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے، مگر جس شخص پر شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، تو وہ ان شہوتوں کو ختم کرنے کے لئے ایسا کر سکتا ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔

پھر اس خواہش کو چھوڑنے میں دو آفتیں ہیں، جن سے بچنا بہت ضروری ہے:

(۱) بعض اوقات انسان اکیلے میں تو کھاتا ہے، لیکن لوگوں کے مجمع میں نہیں کھاتا، تو یہ شرک خفی ہے اور اکثر یہ انسان کو نِفاق تک لے جاتا ہے۔

(۲) انسان پسند کرتا ہے کہ اسے کم کھانا کھانے والا اور پاک دامن سمجھا جائے، تو اس صورت میں وہ چھوٹی آفت کو چھوڑ کر اس سے بڑی چیز، یعنی جاہ وشہرت کی خواہش کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان علیہ رحمۃ اللہ المنّان فرماتے ہیں کہ: ''جب تمہیں کوئی خواہش ہو اور تم اسے چھوڑنا چاہتے ہو، تو اس میں سے تھوڑا سا لے لو، نفس کی مرضی کے مطابق نہ کھاؤ، تو گویا تم نے اپنے آپ کو خواہش سے دور کر دیا اور نفس کی خواہش کو پورا نہ کر کے اسے بھی ٹھیس پہنچائی، پس یہ نفس کی شہوت کو ترک کرنا اور نفس کی اطاعت نہ کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''جب مجھے کوئی خواہش ہوتی ہے، تو میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں، اگر ظاہر میں اس کی تمنا پاتا ہوں، تو اسے کِھلا دیتا ہوں، کیونکہ اس کے روکنے سے یہ افضل ہے اور اگر خواہش پوشیدہ ہو اور ظاہر میں ترک کرنا چاہتا ہے، تو اسے چھوڑنے کے ذریعے سزا دیتا ہوں اور اس میں سے کچھ نہیں کھاتا، تو اس پوشیدہ خواہش پر نفس کو سزا دینے کا یہ طریقہ ہے۔

جان لو! جو کھانے کی خواہش ترک کر دیتا ہے، لیکن ریا کاری میں پڑتا ہے، تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو بچھو سے بھاگ کر سانپ کے پاس چلا جائے۔

شرمگاہ کی شہوت توڑنے کا طریقہ:

جان لو! دو فائدوں کے لئے انسان کو جماع کی لذّت دی گئی:

پہلا فائدہ: یہ ہے کہ اس سے لذّت حاصل کر کے اس پر آخرت کی لذّت کو یاد کرے، کیونکہ اگر جماع کی لذت دیرپا ہوتی، تو تمام جسمانی لذّات سے قوی ہوتی، جس طرح آگ کی تکلیف جسم کی تمام تکالیف سے بڑھ کر ہے۔

دوسرا فائدہ: یہ ہے کہ اس میں نسل کی بقاء اور وجود کا دوام ہے۔ لیکن ان دو فائدوں کے علاوہ اس میں ایسی آفات ہیں، کہ اگر انہیں قابو کر کے اعتدال کی حد کی طرف نہ لوٹایا جائے تو وہ دین و دنیا کو ہلاک کر دیتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ''**مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ** ج (پ۳، البقرۃ:۲۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو۔'' کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شہوت کی شدّت ہے اور حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان: ''**وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ** O (پ۳۰، الفلق:۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عضوِ مخصوص کا منتشر ہونا ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف منسوب کیا ہے، کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم یوں دعا فرمایا کرتے تھے: ''**اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقَلْبِیْ وَمَنِیِّیْ** ترجمہ: یا **اللہ**! میں اپنے کانوں، آنکھوں، دل اور مادہ منویّہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذۃ، الحدیث ۱۵۵۱، ص۱۳۳۷)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''**اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ**

الشَّیۡطَانِ ترجمہ: عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں۔''

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۷، ج۸، ص ۱۶۲)

اگر یہ شہوت نہ ہوتی تو عورتیں مردوں پر مسلّط نہ ہوتیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ علیٰ نبیناوعلیہ الصلوٰۃ و السلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ابلیس آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں کئی رنگ چمک رہے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھ دی اور آپ کو سلام کیا، آپ علیہ السلام نے پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے کہا: ''میں ابلیس ہوں۔'' آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے زندہ نہ رکھے، تو کیوں آیا؟'' اس نے جواب دیا: ''چونکہ آپ کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایک مقام و مرتبہ حاصل ہے اس لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں۔'' آپ علیہ السلام نے پوچھا: ''میں نے تیرے سر پر جو دیکھا وہ کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اس کے ذریعے میں انسانوں کے دل اُچک لیتا ہوں۔'' آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: ''وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے تو انسان پر حاوی ہو جاتا ہے؟'' شیطان نے جواب دیا: ''جب وہ اپنے آپ پر اترانے لگتا ہے، اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اور گناہوں کو بھول جاتا ہے۔'' (پھر کہنے لگا) میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں: (۱) کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کریں، کیونکہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے، جو اس کے لئے حلال نہیں، تو میں اپنے کارندوں کو بھیجنے کی بجائے خود وہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہوں (۲) جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور (۳) جب صدقہ کا مال نکالیں، تو اسے خرچ کر دیں، کیونکہ جب کوئی شخص صدقہ کا مال الگ کر کے رکھتا ہے، تو میں اسے خرچ کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہوں۔'' پھر شیطان یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ''ہائے افسوس! حضرت موسیٰ کو وہ بات معلوم ہو گئی جس کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔''

کبھی صاحبِ شہوت کا معاملہ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ عضوِ مخصوص سے عشق کرتا ہے اور اسی مقام سے حاجت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ یہ چوپایوں میں زیادہ پائی جاتی ہے، یہ مذموم ہے اور زیادتی ہمیشہ مذموم ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حد تک شہوت کا غلبہ ہو، کہ اُس کے آثار عقل کی اطاعت نہ کریں اور عنّین (یعنی نامرد) کے حق میں شہوت کا بالکل نہ ہونا بھی مذموم ہے، اور بہترین امور وہ ہیں جو اعتدال پر ہوں۔ جب شہوت حد سے بڑھ جائے تو اسے بھوک یا نکاح کے ذریعے ختم کرے۔

نبیِّ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اے نوجوانوں کے گروہ! تم پر نکاح کرنا لازم ہے، پس جو عورت کے حقوق پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے کیونکہ یہ جنسی خواہش کو کم کر دیتے ہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباء ۃ فلیصم، الحدیث ۵۰۶۶، ص ۴۳۸، مفھومًا)

مُرید پر نکاح کرنا واجب ہے یا ترک کرنا:

جان لو! مرید کو اپنے ابتدائی مرحلے میں مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو نکاح میں مشغول نہ کرے جیسا کہ گزر چکا ہے، کہ یہ چیز اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے گی، اسی لئے حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص شادی کرتا ہے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔'' نیز انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''میں نے کسی مرید کو نہیں دیکھا جو شادی کے بعد پہلی حالت پر رہا ہو۔''

جان لو! اگر تم اپنے آپ کو **اللّٰہ** کے رسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر قیاس کرو، تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو دنیا اور آخرت کی کوئی چیز بھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور اسی کی طرف **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمانِ عالیشان میں اشارہ فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰى ۝ (پ ۲۷، النجم: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

کیونکہ کوئی چیز نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی، پس جب تجھ پر شہوت غالب ہو تو تجھے روزہ، بھوک، پیاس، اور بیداری اختیار کرنی چاہئے، غالب گمان یہی ہے کہ ان چیزوں سے شہوت ختم ہو جائے گی، لیکن یہ خلافِ عادت حد سے زیادہ ہو اور وہ آنکھ پر قابو نہ رکھ سکتا ہو تو اس خصوصی حالت کی وجہ سے اس کے لئے نکاح کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ راحت پالے، کیونکہ جو شخص آنکھ کی حفاظت پر قدرت نہ رکھے وہ دل پر کیسے قابو پا سکتا ہے اور جب بندے کی سوچ منتشر رہے تو اس کے لئے مجرّد (یعنی شادی کے بغیر) رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اس پر اس چیز کا خوف ہے جو حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمائی: ''اپنی نظر کی حفاظت کرو، کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور فتنہ کے لئے یہی کافی ہے۔''

حضرت سیِّدُنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضرت سیِّدُنا داوٗد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نظر کی وجہ سے آزمائش میں پڑے، اس لئے آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت سیِّدُنا سلیمان علیہ السلام سے فرمایا: ''اے بیٹے! شیر اور سانپ کے پیچھے چلو، لیکن عورت کے پیچھے نہ چلو۔'' حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے پوچھا گیا: ''زنا کی ابتداء کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''دیکھنا اور خواہش کرنا۔''

اگر مرید کا نفس اس سے ایسی چیز کا مطالبہ نہ کرے جس کو وہ ختم نہیں کر سکتا تو اس کے لئے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مروی ہے، کہ ان کو ہر روز اَسّی ہزار درہم آمدنی ہوتی، انہوں نے اہل بصرہ اور ان کے علماء کو لکھا، کہ وہ کسی عورت سے ان کی شادی کرادیں۔ وہ سب حضرت سیِّدَتُنا رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

کے ساتھ نکاح کرانے پر متفق ہوئے، تو انہوں نے حضرت سیِّدَتُنا رابعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا کی طرف لکھا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ! یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا کے مال سے روزانہ مجھے اَسّی ہزار درہم کا مالک بناتا ہے، کچھ دن بعد یہ ایک لاکھ ہو جائیں گے، میں تمہارے لئے ایسا ایسا کروں گا پس تم میری دعوتِ نکاح قبول کرلو۔''

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا نے انہیں جواب میں لکھا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ! دنیا سے بے رغبتی میں بدن کی راحت ہے اور دنیا کی رغبت، پریشانی اور غم کا باعث ہے۔ جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے، تو اپنے لئے زادِ راہ تیار کرکے آخرت کی تیاری کرو، اپنے نفس کو وصیت کرنے والے بنو، دوسرے لوگوں کو اپنا وصی مقرر نہ کرو، وہ تمہاری میراث کو تقسیم کرلیں گے، ہمیشہ روزہ رکھو اور موت پر ہی افطار کرو اور جہاں تک میرا تعلق ہے، تو اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے اس قدر دولت عطا فرمائے، جس قدر تمہیں دی ہے، بلکہ اس سے بھی دُگنی عطا فرمائے تب بھی مجھے یہ بات پسند نہیں ہوگی کہ میں پلک جھپکنے کی دیر بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل ہو جاؤں۔''

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافل کردے وہ نقصان دِہ ہے۔

شہوت کی مخالفت کرنے پر فضیلت:

جان لو! پاکدامنی یہ ہے کہ وہ شہوت پر قادر نہ ہو اور قدرت ہونے کے باوجود شہوت کی مخالفت کرنا افضل ہے اور یہ صدیقین کا درجہ ہے اسی لئے نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَشَقَ فَعَفَّ فَکَتَمَ فَمَاتَ فَھُوَ شَھِیْدٌ. ترجمہ: جسے عشق ہوا اور اس نے پاک دامنی اختیار کرتے ہوئے اسے چھپایا اور اسی حالت میں مرگیا تو وہ شہید ہے۔

(کنز العمال، کتاب الجهاد، الحدیث ۱۱۱۹۹، ج ٤، ص ۱۸۰)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''سات آدمی ایسے ہیں جنہیں بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ان (سات افراد) میں اس شخص کو بھی شمار فرمایا جسے کوئی حسب ونسب والی حسین وجمیل عورت (برے کام کی) دعوت دے تو وہ کہے: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث ۲۳۹۱، ص ۱۸۹۲)

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن یسار علیہ رحمۃ اللہ الغفار کے بارے میں مروی ہے کہ آپ بہت خوبصورت تھے۔ ایک عورت آپ

کے پاس آئی اور آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن آپ نے انکار فرما دیا اور اس عورت کو وہیں گھر میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے، حضرت سیِّدُ نا سلیمان بن یسار علیہ رحمۃ اللہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے خواب میں حضرت سیِّدُ نا یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام کی زیارت کی گویا میں اُن سے پوچھ رہا تھا: ''کیا آپ حضرت سیِّدُ نا یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام ہیں؟'' آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام فرما رہے تھے: ''ہاں! میں یوسف ہوں جس کی طرف اِرادہ منسوب ہے اور تم سلیمان ہو جس نے اِرادہ نہیں کیا۔''

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیۡہِ الۡمَرۡجَعُ وَالۡمَاٰبِ.

ظہر سے پہلے اور بعد نوافل ادا کرنے کا ثواب

دو فرامینِ مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم:

(۱)...... ''جو شخص پابندی کے ساتھ ظہر سے پہلے اور بعد میں چار چار رکعتیں ادا کرے گا اللہ عزوجل اس پر جہنم کو حرام فرما دے گا۔'' جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ''اس کے چہرے کو جہنم کی آگ کبھی نہ چھو سکے گی۔'' (مسند احمد، حدیث ام حبیبہ بنت ابی سفیان، رقم ۲۶۸۲۵، ج۱۰، ص۲۳۲ بتغیر قلیل)

(۲)...... حضرتِ سیدنا عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حُسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم زوالِ شمس کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ ''یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا کوئی نیک عمل آسمانوں تک پہنچے۔''

(مسند احمد، احادیث عبداللہ بن السائب، رقم ۱۵۳۹۶، ج۵، ص۲۵۰ بتغیر قلیل)

باب24:

زبان کی آفات

جان لو! زبان کا خطرہ بہت بڑا ہے اور اس کے خطرے سے نجات صرف خاموشی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ اکرم، نورِ مجسم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے خاموشی کی تعریف کی اور خاموش رہنے کی ترغیب دی۔

چنانچہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحروبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

''مَنْ صَمَتَ نَجَا ترجمہ: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔''

(جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث من کان یؤمن اللّٰہ فلیکرم ضیفه، الحدیث ۲۵۰۱، ص۱۹۰۳)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اَلصَّمْتُ حِکَمٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ ترجمہ: خاموشی حکمت ہے اور اِسے اختیار کرنے والے کم ہیں۔''

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت عما لا یعنیه، الحدیث ۵۰۲۶، ج۴، ص۲۶۴)

شہنشاہِ نبوت، پیکرِ جود و حکمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَنْ یَّتَکَفَّلُ لِیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْہِ وَرِجْلَیْہِ اَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ ترجمہ: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرمگاہ) کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللِّسان، الحدیث ۶۴۷۴، ص۵۴۳، مفهومًا)

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے وصیت فرمائیں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اپنے آپ کو مرنے والوں میں شمار کر، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں، کہ تیرے لئے کون سی چیز بہتر ہے، پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمْت وآداب اللِّسان، باب حفظ اللسان وفضل الصَمت، الحدیث ۲۲، ج۷، ص۴۲۔۴۳)

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہماری گفتگو پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابنِ جبل! تیری ماں تجھ پر روئے، لوگوں کو ان کے نتھنوں کے بل جہنم میں گرانے والی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی (یعنی گفتگو) کے سوا اور کیا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، الحدیث ۲۶۱۶، ص۱۹۱۵)

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے منہ میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھتے تھے، جن کے ذریعے گفتگو سے پرہیز کرتے، نیز آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: ''اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچایا۔''

حضرت سیِّدُ نا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: ''اُس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی محتاج نہیں۔''

اب ہم زبان کی آفات بیان کریں گے، پہلے چھوٹی آفات کو بیان کریں گے پھر درجہ بدرجہ بڑی آفات بیان کی جائیں گی۔

پہلی آفت: بے مقصد کلام کرنا:

جان لو! جب تم بے مقصد گفتگو کرو گے، یعنی ایسی گفتگو جس کی تمہیں حاجت نہیں، تو اپنا وقت ضائع کرو گے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو حساب و کتاب کے لئے پیش کرو گے، تو اس طرح تم اچھی چیز دے کر اس کے بدلے بری چیز لینے والے بن جاؤ گے، کیونکہ اگر تم اس کی بجائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے یا خاموش رہتے یا غور و فکر میں مشغول رہتے تو اس کے نتیجے میں بلند درجات پالیتے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَالَا يَعْنِيهِ. **ترجمہ:** انسان کے اسلام کی اچھائی، فضول باتوں کو ترک کر دینا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب حدیث: من حسن اِسلام المرء ترکہ مالایعنیہ، الحدیث۲۳۱۷،ص۱۸۸۵)

حضرت سیِّدُ نا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن ہمارا ایک غلام شہید ہو گیا، ہم نے اسے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے پایا، اس کی ماں نے اس کے چہرے سے گرد و غبار صاف کرتے ہوئے کہا: اے بیٹے! تمہیں جنت مبارک ہو۔ تو نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ (کہ یہ جنتی ہے) ہو سکتا ہے یہ فضول کلام کرتا ہو اور ایسی گفتگو سے منع کرتا ہو جو اسے نقصان نہ پہنچاتی تھی۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن الکلام فیما لا یعنیك، الحدیث ۱۰۹، ج ۷، ص ۸۵)

جان لو! بے مقصد کلام یہ ہے کہ تو مجلس میں ایسے سچے واقعات بیان کرے جو دورانِ سفر تجھے پہاڑوں اور جنگلوں میں پیش آئیں۔

دوسری آفت: فضول گوئی کرنا:

دوسری آفت یہ ہے کہ تو ایسی بات کا تکرار کرے جس کے تکرار کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو اور اس میں زیادہ الفاظ استعمال

کرے جن کی ضرورت نہ ہو۔حضرت سَیِّدُ ناعطابن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشادفرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگ فضول کلام کوناپسند کرتے تھے۔مثال کے طور پر یہ بات بھی فضول ہے کہ تم کہو''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!اس کُتّے کودور فرما۔''

حضرت سیِّدُ نامطرِّ ف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشادفرماتے ہیں کہ:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت کالحاظ رکھا کرواور کُتّے یاگدھے کانام لیتے وقت بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کاذکر نہ کرومثلاً یہ نہ کہو: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!انہیں دور کردے وغیرہ وغیرہ۔''

فضول گوئی کی کوئی حد نہیں۔ نبیٔ اَکرم،نورِ مجسم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کافرمانِ عالیشان ہے:

طُوْبٰی لِمَنْ اَمْسَکَ الْفَضْلَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَ اَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِہٖ ترجمہ:اس شخص کومبارک ہوجواپنی زبان کوفضول گوئی سے روک لے اوراپنے زائد مال کوخرچ کردے۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزکاۃ، فصل فی کراھیۃ ......الخ، الحدیث۳۳۸۸،ج۳،ص۲۲۵، لسانہ:بدلہ: قولہ)

حضرت سیِّدُ نابلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں،سرکارِوالاتبار،ہم بے کسوں کے مددگار،شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضاوالاایساکلمہ کہتاہے جس کے بارے میں اس کاخیال نہیں ہوتاکہ وہ کس بلندی تک پہنچے گامگراس کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت تک اس کے لئے اپنی رضالکھ دیتاہےاورکوئی آدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی والاایک کلمہ کہتاہے،حالانکہ وہ شخص اسے معمولی سمجھتاہےلیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے سبب قیامت تک اس کے لئے ناراضگی لکھ دیتاہے۔''(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام والخوض فی الباطل، الحدیث۷۰،ج۷،ص۶۷۔۶۸)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ)حضرت سیِّدُ ناعلقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشادفرماتے تھے:حضرت سیِّدُ نابلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت نے مجھے اکثرباتوں سے روکاہے کہ تاجدارِرسالت،شہنشاہِ نُبوت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا: ''ایک شخص ایسی بات کہتاہےجس کے ذریعے اپنے پاس بیٹھنے والوں کوہنساتاہے،مگروہ اس کے باعث ثریاسے بھی دورجاگرتاہے۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب النھی عن فضول الکلام، الحدیث ۷۱، ج۷، ص۶۸۔۶۹)

تیسری آفت: گناہوں کے متعلق کلام کرنا:

تیسری آفت یہ ہے کہ گناہوں کے متعلق گفتگوکرناجس طرح عورتوں کے حالات،شراب کی مجالس اوربدکاروں کے مقامات کاذکرکرنااسی جانب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اشارہ ہے:

وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ٥ (پ۲۹،المدثر:۴۵) ترجمۂ کنز الایمان:اور بیہودہ فکروالوں کے ساتھ بیہودہ فکریں کرتے تھے۔

اور ہم نے دوسری آفت کے بیان میں حضرت سیِّدُنا بلال بن حارِث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کر دی ہے۔

چوتھی آفت: بحث مباحثہ کرنا اور جھگڑنا:

گذشتہ بیان کی گئی ممنوع چیزوں کے بارے میں جھگڑنا یا ان تک پہنچنے کی ترکیبیں بنانا بھی منع ہے۔

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

لَا تُـمَارِ اَخَـاکَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ. ترجمہ: اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو، نہ اس سے مذاق کرو اور اس سے وعدہ کرو تو اس کی خلاف ورزی نہ کرو۔

(جامع الترمذی، ابواب البروالصلة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث ۱۹۹۵، ص ۱۸۵۲)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، اس کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر بنایا جاتا ہے، اور جو باطل ہونے کی وجہ سے جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے گرد و نواح میں گھر بنایا جاتا ہے۔

(جامع الترمذی، ابواب البروالصلة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث ۱۹۹۳، ص ۱۸۵۱، اعلی بدله وسط)

پانچویں آفت: لڑائی جھگڑا کرنا:

یعنی انسان کا دوسرے کا حق یا مال حاصل کرنے کے لئے جھگڑنا اور یہ بھی قابلِ مذمت ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ اْلاَلَدُّ الْخَصِمُ ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب قول اللّٰه تعالی: وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ، الحدیث ۲۴۵۷، ص ۱۹۳)

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَادَلَ فِی خُصُوْمَةٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سُخْطِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْزِعَ. ترجمہ: جو شخص بے جا جھگڑتا ہے، وہ ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب ذم الخصومات، الحدیث ۱۵۳، ج۷، ص ۱۱۱)

چھٹی آفت: تکلّف اور بناوٹ سے گفتگو کرنا:

تکلّف کے ساتھ فصاحت و بلاغت سے بھرپور اور بناوٹی کلام کرنا۔ **اللہ** کے رسول، رسولِ مقبول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَنَاوَاَتْقِیَاءُ اُمَّتِیْ بَرَاءٌ مِّنَ التَّکَلُّفِ. ترجمہ: میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے بُرے لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کی نعمتوں سے پروان چڑھتے ہیں، مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں، طرح طرح کے لباس پہنتے ہیں اور (تکلف کے ساتھ) گفتگو کرتے ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم١٤٦٦۔عبدالحمید بن جعفر بن الحکم الانصاری، ج٧، ص٤)

ساتویں آفت: گالی گلوچ اور فُحش کلامی کرنا:

یہ بھی قابلِ مذمّت ہے۔ چنانچہ نبی اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَالْفُحْشَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ. ترجمہ: فحش کلامی سے بچو، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فحش کلامی اور بتکلف فحش کلام کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، الحدیث٥١٥٤، ج٧، ص٣٠٧)

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کو گالی دینے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ ترجمہ: فحش گوئی اور کثرتِ کلام نفاق کے دو شعبے ہیں۔''

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی العِیِّ، الحدیث٢٠٢٧، ص١٨٥٤)

آٹھویں آفت: لعنت کرنا:

لعنت خواہ حیوانات و جمادات پر کی جائے یا انسان پر (مذموم ہے)، سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِلَعَّانٍ ترجمہ: مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔''

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة، الحدیث١٩٧٧، ص١٨٥٠)

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو قوم کسی پر لعنت بھیجتی ہے تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ثابت ہوجاتا ہے۔''

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ارشاد فرماتی ہیں، رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے ایک غلام کو لعن طعن کرتے سنا، تو اُن کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! کیا صدیق بھی ہو اور لعن طعن بھی کرے، ربِّ کعبہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا۔'' حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی دن اپنا غلام آزاد کر دیا اور نبیٔ رحمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''میں دوبارہ یہ کلمات نہیں کہوں گا۔'' (الادب المفرد للبخاری، باب من لعن عبده فأعتقه، الحدیث ٣٢٢، ص ١٠٠۔١٠١)

جان لو! جس شخص کے لئے شریعت میں ملعون ہونا ثابت ہو جیسے ابوجہل، فرعون وغیرہ تو ایسوں پر لعنت بھیجنے میں حرج نہیں لیکن بندہ ان پر لعنت نہ بھیجے تو بھی کوئی حرج نہیں اور جہاں تک یہودی کا تعلق ہے تو اس پر لعنت بھیجنے میں خطرہ ہے کیونکہ ممکن ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قسمت میں اسلام قبول کرنا لکھ دیا ہو، تو اس صورت میں لعنت بھیجنے میں خطرہ ہے لیکن اگر کوئی قید لگا کر لعنت بھیجنا چاہے تو وہ یوں کہے: ''اگر وہ حالتِ کفر پر مرے تو اس پر لعنت ہو۔'' حاصلِ کلام یہ کہ ابلیس (یعنی شیطان) پر لعنت نہ بھیجنے میں کوئی حرج نہیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا ہو، چنانچہ لعنت نہ کرنا اور اس سے زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔

نویں آفت: گانے گانا اور شعر کہنا:

گانے کے بارے میں سماع کے باب میں ذکر گزر چکا ہے، اور جہاں تک شعر کا تعلق ہے تو کلام اچھا ہو تو اچھا ہے اور برا ہو تو برا۔ لیکن شعر کہنے کو پیشہ بنا لینا مذموم ہے۔ چنانچہ حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَأَنْ يَمْتَلِئَ بَطْنُ اَحَدِكُمْ قَيْحاً خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا. ترجمہ: تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا اشعار سے بھر جانے سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکره أن یکون الغالب علی الانسان الشِّعْرُ......الخ، الحدیث ٦١٥٤، ص ٥١٩)

(غلط) اشعار پر مداومت اختیار کرنا اور ان کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے مگر صحیح اشعار کے جواز پر بہت سی احادیث وارد ہیں۔

دسویں آفت: ہنسی مزاح کرنا:

مزاح کی اصل یہ ہے کہ اس سے روکا گیا ہے اور یہ مذموم ہے البتہ تھوڑا سا ہو تو جائز ہے، نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ** ترجمہ: نہ اپنے بھائی کی بات کاٹو اور نہ اس کا مذاق اڑاؤ۔'' (جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی المراء، الحدیث ١٩٩٥، ص ١٨٥٢)

جان لو! اس میں حد سے بڑھنا منع ہے کہ کثرتِ مذاق سے زیادہ ہنسی پیدا ہوتی ہے اور نتیجۃً دِل مُردہ ہو جاتا ہے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''**اِنِّی لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا** ترجمہ: میں مزاح کرتا ہوں، لیکن حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا۔''

(أخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ الاصبہانی ،باب ما روی فی کظمه الغیظ و حلمه صلی اللہ علیہ وسلم ،الحدیث ۱۷۴، ج۱،ص۱۸۶)

حضورِ نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''تم کھجوریں کھا رہے ہو، جبکہ تمہاری آنکھوں میں درد ہے تو حضرت سیِّدُنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں۔'' یہ سُن کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسکرا دیئے۔'' (سنن ابن ماجة، ابواب الطب، باب الحمية، الحديث ۳۴۴۳، ص ۲۶۸۴)

گیارہویں آفت: مذاق اُڑانا اور تَمَسْخُر کرنا:

یہ بھی حرام ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (پ۲۶،الحُجُرات:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: نہ مرد مردوں سے ہنسیں۔

اس کا معنٰی دوسرے کی توہین کرنا، اسے حقیر جاننا اور اس کے عیبوں سے آگاہ کرنا ہے اور بعض اوقات یہ چیز اس کے قول و فعل کی نقل اتارنے کے ذریعے پائی جاتی ہے۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کا مذاق اڑانے والے کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! وہ غم اور تکلیف کی حالت میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! وہ غم والم میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، اسی طرح مسلسل ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ! آؤ! تو وہ نہیں آئے گا۔'' (موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب ما نُهی عنه العباد ان یسخر بعضهم من بعض، الحدیث ۲۸۷، ج۷،ص۱۸۴)

حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَیَّرَ اَخَاہُ بِذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یَعْمَلَهُ۔ ترجمہ: جو آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کو اس کے کسی گناہ پر عار دِلاتا ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو، تو عار دِلانے والا مرنے سے پہلے اس عمل میں مبتلا ہوگا۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب فی وعید من عیر أخاه بذنب، الحدیث ۲۵۰۵،ص۱۹۰۳)

بارہویں آفت: راز کو ظاہر کرنا:

کسی کے راز کو ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور دوسروں کے حق کو معمولی سمجھا جاتا ہے، شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''اَلْحَدِیْثُ بَیْنَکُمْ اَمَانَۃٌ ترجمہ: گفتگو تمہارے درمیان امانت ہے۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت و آداب اللِّسان، باب حفظ السر، الحدیث ٤٠٦، ج٧، ص٢٤٤)

تیرہویں آفت: جھوٹا وعدہ کرنا:

جھوٹا وعدہ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور یہ نفاق کی علامات میں سے ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط (پ٦، المائدہ: ١) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ صداقت نشان ہے: ''اَلْعِدَۃُ عَطِیَّۃٌ ترجمہ: وعدہ پورا کرنا عطیہ ہے۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث ١٧٥٢، ج١، ص٤٧٥)

چودہویں آفت: جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا:

یہ نہایت قبیح گناہوں میں سے ہے، مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** کے رسول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس مقام پر تشریف فرما ہوئے، جہاں آج میں کھڑا ہوں، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا: نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِیَّاکُمْ وَالْکِذْبَ، فَاِنَّہٗ مَعَ الْفُجُوْرِ وَھُمَا فِی النَّارِ ترجمہ: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ بولنے والا بدکار کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔''

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الدعاء، باب الدعاء بالعفو والعافیۃ، الحدیث ٣٨٤٩، ص٢٧٠٦)

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اِنَّ الْکِذْبَ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ النِّفَاقِ ترجمہ: بے شک جھوٹ منافقت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔'' (مساوئ الأخلاق للخرائطی، باب ماجاء فی الکذب وقبح ما أتی بہ أھلہ، الحدیث ١٠٧، ج١، ص١١٧)

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ اشارۃً جھوٹ بولنے کی گنجائش ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''توریہ کرنے سے آدمی جھوٹ سے بچ جاتا ہے۔''

پندرہویں آفت: غیبت:

ہم پہلے شریعت میں اس کے متعلق وارد ہونے والی مذمت کو ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا (پ۲۶ ،الحجرٰت:۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے۔

حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، بیع نجش نہ کرو[1] ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم المسلم ......الخ، الحدیث ۶۵۴۱،ص۱۱۲۷)

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت و آداب اللِّسان، باب الغیبة وذمها، الحدیث ۱۶۳،ج۷،ص۱۱۶تا۱۱۷)

اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''غیبت سے بچو، بے شک غیبت زنا سے سخت تر ہے، کیونکہ جب آدمی زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت و آداب اللِّسان، باب الغیبة وذمها، الحدیث ۱۶۴،ج۷، ص۱۱۸)

حضرت سیِّدُنا اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''شبِ معراج میں ایسی قوم کے پاس سے گزرا، جو اپنے چہروں کو اپنے ناخنوں سے نوچ رہے تھے، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کی عزّتوں کے پیچھے پڑتے تھے۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت و آداب اللِّسان، باب الغیبة وذمها، الحدیث ۱۶۵،ج۷،ص۱۱۸)

---

[1]: صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''نجش مکروہ ہے، حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا۔ **نجش یہ ہے کہ مبیع (یعنی بیچی جانے والی چیز) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔** اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے۔ جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں، گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تا کہ خریدار دھوکا کھا جائے، یہ بھی نجش ہے۔'' (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۷۳۔۷۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ علٰی نبیناوعلیہ الصلوٰۃو السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا: ''جو شخص غیبت سے توبہ کرتے ہوئے فوت ہوا، وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو غیبت پر اصرار کی حالت میں فوت ہوا، وہ جہنّم میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔''

غیبت کی تعریف:

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کا ذکر ان الفاظ میں کرو کہ اگر اس تک یہ بات پہنچے تو وہ اسے ناپسند کرے۔ خواہ تم اس کے بدن یا خاندان کے عیب کا ذکر کرو یا اس کی فعلی، قولی، دینی یا دنیوی کوتاہی بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس کے لباس، مکان اور جانور کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے۔

جان لو! غیبت کے سلسلے میں اشارۃً گفتگو کرنا اور سمجھنا صراحتاً گفتگو کرنے کی طرح ہے اور ایسی حرکت جس سے مقصود سمجھ میں آجائے اس میں اور صریح گفتگو کرنے میں کوئی فرق نہیں اور غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کے ساتھ (گناہ میں) شریک ہوتا ہے، غیبت توجہ سے سننا اور غیبت کرنے والے کی بات پر اظہارِ تعجب بھی غیبت ہے، کیونکہ یہ بھی غیبت کرنے والے کی مدد کرنا اور اس کے ساتھ شریک ہونا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے، کہ وہ قیامت کے دن اس کی عزت کی حفاظت فرمائے گا۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب ذب المسلم عن عرض أخیه، الحدیث ۲٤۰، ج۷، ص۱۵۹)

کب غیبت کی رُخصت ہے؟:

غیبت کرنے کی اجازت اس وقت ہے جب شرعی طور پر کوئی صحیح مقصد ہو، اور یہ چھ صورتیں ہیں:

(۱) ظالم کی شکایت کرنا: جس طرح کوئی شخص قاضی کے سامنے کسی کے رِشوت لینے یا ظلم وغیرہ کرنے کی شکایت کرے، یہ جائز ہے۔

(۲) مدد طلب کرنا: یعنی برائی کو بدلنے اور گناہگار کو اِصلاح کی طرف لوٹانے کے لئے مدد طلب کرنا۔

(۳) فتوی کے لئے: اس کی صورت یہ ہے، کہ وہ اِس طرح کہے: ''میرے باپ یا بھائی پر اس معاملہ میں ظلم کیا گیا، اس سے بچنا کیسے ممکن ہے؟''، لیکن اس معاملہ میں اشارۃً کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۴)مسلمانوں کو برائی سے بچانا: حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْ لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ مِنْ مُسَاوِيْهِ يَحْذُرُهُ النَّاسُ. ترجمہ: فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۳۶۱،الجارود بن یزید أبو الضحاك النیسابوری، ج۲،ص ۴۳۰)

(۵)عیب والے نام سے معروف ہونا: کوئی شخص اپنے کسی عیب کے ساتھ معروف ہو جیسے لنگڑا، اندھا تو اس صورت میں اسے اس نام سے پکارنے میں غیبت نہیں۔

(۶)اعلانیہ فسق کا مرتکب ہونا: جو شخص اعلانیہ فسق کا مرتکب ہو جیسے ہیجڑا، شراب کی مجلس قائم کرنے والا اور اعلانیہ شراب پینے والا۔ نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ اَلْقٰى جِلْبَابَ الْحَيَاءِ عَنْ وَّجْهِهٖ فَلَاغِيْبَةَ لَهٗ. ترجمہ: جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

(مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب ذکر الحیاء وما جاء فیہ، الحدیث ۱۰۲،ص ۸۷۔۸۸،بدون:عن وجھہ)

غیبت کے کفارے کا بیان:

جان لو! غیبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ شرمندہ ہو، توبہ کرے اور اپنے کئے پر افسوس کا اظہار کرے، تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حق سے باہر آجائے۔ پھر جس کی غیبت کی تھی اس سے معافی مانگے تاکہ زیادتی سے بریُ الذمہ ہو جائے۔ لیکن جب معافی مانگے تو غمگین اور شرمندہ ہو۔

اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''غیبت کرنے والے کے لئے استغفار کافی ہے، معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔''

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''**كَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهٗ** ترجمہ: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی اس کے لئے دعائے مغفرت کرو۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب کفارۃ الاغتیاب، الحدیث ۲۹۳، ج۷،ص ۱۸۸۔۱۸۹)

حضرت سیِّدُنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''جب تم اپنے بھائی کا گوشت کھاؤ (یعنی اُس کی غیبت کرو)، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کی تعریف کرو اور اس کے لئے بھلائی کی دعا مانگو۔'' بہتر یہی ہے کہ اظہارِ ندامت کے ساتھ ساتھ معافی مانگی جائے۔

سولہویں آفت: چغلی کھانا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ 0 (پ۲۹، القلم:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: بہت طعنے دینے والا بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا۔

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشادفرماتے ہیں: ''غیر ثابت النسب (یعنی بغیر نکاح کے پیدا ہونے والا) راز کونہیں چھپاتا۔''

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جوشخص (راز کی) بات کونہیں چھپاتا اور چغلی کھاتا ہے، تو یہ اس کے حرامی ہونے کی دلیل ہے، انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان سے اِستدلال کیا ہے:

عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍ 0 (پ۲۹، القلم:۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: دُرُشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

زَنِیم سے مراد حرامی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ 0 (پ۳۰، الھمزۃ:۱) ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے۔

هُمَزَةٍ سے مراد بہت زیادہ چغلی کھانے والا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ 0 (پ۳۰، اللھب:۴) ترجمۂ کنزالایمان: لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔

کہتے ہیں کہ وہ چغلی کھانے والی اور باتوں کو اِدھر اُدھر پہنچانے والی تھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (پ۲۸، التحریم:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ **اللہ** کے سامنے انھیں کچھ کام نہ آئے۔

حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: ''**لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ** ترجمہ: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ، الحدیث ۶۰۵۶، ص ۵۱۲)

قتّات سے مراد چغل خور ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیثِ مبارکہ وارد ہیں۔

چغلی کی تعریف:

چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات ظاہر کرنا جس کا ظاہر کرنا ناپسند ہو۔ خواہ وہ ناپسند کرے جس سے سنی گئی یا جس کے

بارے میں سنی گئی یا کوئی تیسرا آدمی ناپسند کرے۔خواہ بول کر یا لکھ کر اس کا اظہار ہو یا اشارہ، کنایہ سے ہو۔

پس چغلی کی حقیقت پوشیدہ بات کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ ہٹانا ہے۔

سترہویں آفت: منافقت:

منافقت یہ ہے کہ کوئی شخص آپس میں مخالف دو اشخاص میں سے ہر ایک کے پاس جائے اور ہر ایک سے اس کے موافق بات کرے، یہ عین نفاق ہے۔چنانچہ حضرت سیِّدُنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے،حضور سیِّدُ المبلغین ، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: جو شخص دنیا میں دو چہروں والا ہو بروزِ قیامت اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ذی الوجھین، الحدیث۴۸۷۳،ص۱۵۸۱)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ رحمت، شفیعِ امّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''بروزِ قیامت تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہیں جو اِدھر کچھ کہتا ہے اور اُدھر کچھ کہتا ہے۔'' دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:''جو ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے اور دوسروں کے پاس دوسرا چہرہ لے کر آتا ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب خیار الناس، الحدیث۶۴۵۴،ص۱۱۲۰)

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمت وآداب اللِّسان، باب ذم ذی اللِّسانین، الحدیث۲۷۷، ج۷، ص۱۷۸۔۱۷۹)

اٹھارہویں آفت: بے جا تعریف کرنا:

بعض مقامات پر تعریف کرنا منع ہے اور مذمت کرنا تو صریح غیبت اور عزت کے درپے ہونا ہے اس کا حکم گزر چکا ہے،تعریف کرنے میں چھ آفات ہیں، چار آفات کا تعلق تعریف کرنے والے سے اور دو کا تعلق اس کے ساتھ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

تعریف کرنے والے کے لئے آفات:

(۱)......حد سے بڑھ کر تعریف کرتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۲)......اظہارِ محبت کے لئے تعریف کرتا ہے اور اس میں ریاء کاری کو داخل کر دیتا ہے۔

(۳)......بعض اوقات بغیر تحقیق کے بات کرتا ہے اور اس پر مطلع نہیں ہوتا۔

(۴)......ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کو خوش کرتا ہے حالانکہ وہ ظالم یا فاسق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ نبیٔ اَکرم، رسولِ

محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغْضَبُ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ. ترجمہ: جب فاسق کی تعریف کی جائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ناراضگی فرماتا ہے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصَّمْت و آداب اللِّسان، باب الغیبة التی یحل......الخ، الحدیث ۲۳۰، ج۷، ص۱۵٤)

ممدوح کے لئے آفات:

دو اعتبار سے تعریف ممدوح (یعنی جس کی تعریف کی جائے اس) کے لئے نقصان دِہ ہے۔

(۱)......اس میں تکبر اور خود پسندی آجاتی ہے۔

(۲)......جب اس کی اچھی تعریف کی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس پر مطمئن ہوتا ہے اور اس کی کوتاہی کو بھول جاتا ہے لہٰذا اس کی نیکی کی کوشش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبیٔ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، وَيْحَكَ لَوْ سَمِعَهَا مَا اَفْلَحَ. ترجمہ: تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تیری خرابی ہو اگر وہ اسے سنتا تو کامیابی نہ پاتا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرة نفیع بن الحارث بن کلدة، الحدیث ۲۰۵۳۵، ج۷، ص۳۳٤ بتقدمٍ و تآخرٍ)

انیسویں آفت: گفتگو میں چھوٹی غلطیوں سے لاپرواہی کرنا:

خصوصاً ایسی گفتگو میں غلطیاں کرنا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صفات کے متعلق ہو۔ اس کی مثال حضرت سیِّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے اور میں چاہوں، بلکہ یوں کہے: جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے پھر میں چاہوں۔'' (ابن ماجة، ابواب الکفارات، باب النهی أن یقال ما شاء اللّٰه و شئت، الحدیث ۲۱۱۷، ص۲٦٠٤)

(یہ اس لئے فرمایا) کیونکہ عطفِ مطلق میں (یعنی واؤ کے ذریعے عطف میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا) شریک کہلانے کا وہم پایا جاتا ہے۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ "سَيِّدُنَا" فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُنْ سَيِّدَكُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ. ترجمہ: کسی منافق کو نہ کہو: اے ہمارے سردار! کیونکہ اگر وہ تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب لا یقول المملوك ربی و ربتی، الحدیث ٤٩٧٧، ص۱۵۸۸)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''جو شخص کہے: ''میں اسلام سے بری ہوں'' اگر وہ سچا ہے تو وہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے کہا اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کی طرف صحیح وسالم نہیں پلٹے گا۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب ماجاء فی الحلف بالبراء ۃ وبملۃ غیرالاسلام، الحدیث۳۲۵۸،ص۱۴٦۷،بتقدمٍ وتاخرٍ)

بیسویں آفت: صفاتِ باری تعالٰی کے متعلق سوال کرنا:

عام لوگوں کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام اور صفات کے بارے میں سوالات کرنا کہ وہ قدیم ہیں یا حادث؟ اور ان کا ایسی باتیں کرنا فضول ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ان چیزوں کے بارے میں جاننے کی بجائے عمل میں مشغولیت اختیار کریں کیونکہ اگر عام لوگ بھی ان مسائل میں دخل اندازی شروع کر دیں تو کفریہ کلمات میں جا پڑیں گے اور انہیں اس کا شعور تک نہ ہوگا اور ان کا اس معاملے میں سوال کرنا اسی طرح ہے جس طرح گھوڑوں کی رکھوالی کرنے والے کا بادشاہی رازوں کے متعلق پوچھنا۔

حدیثِ مبارک میں ارشاد ہے:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِیْلِ وَالْقَالِ، وَكَثْرَةِ السُّوَالِ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ.

ترجمہ: **اللہ** کے رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے بحث و مباحثہ کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یکرہ من قیل وقال، الحدیث٦٤٧٣، ص٥٤٣)

مختصر یہ کہ عام لوگوں کا حروف کے قدیم یا حادث ہونے کے متعلق بحث کرنا ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ کسی آدمی کی طرف خط لکھے اور اس میں چند امور کا ذکر کرے اور وہ ان امور پر عمل کرنے کے بجائے اس بات پر وقت ضائع کر دے کہ اس خط کا کاغذ پُرانا ہے یا نیا۔ پس ایسا شخص ضرور سزا کا مستحق ہوگا۔ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ.

باب:25

غُصہ،کینہ اور حَسَد کی آفات

جان لو! غصہ ایک چھپی ہوئی آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے۔جس طرح راکھ کے نیچے چھپی ہوئی چنگاری ہوتی ہے۔ اور یہ چھپے ہوئے تکبر کو باہر نکالتی ہے۔شاید غصہ اسی آگ سے ہو جس سے شیطان کو پیدا کیا گیا ہے۔

غصے کی مذمت کا بیان:

حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نے عرض کی:''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے کوئی مختصر سا عمل بتائیے؟'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''**لَا تَغْضَبْ** ترجمہ: غصہ نہ کرو۔'' اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا:''**لَا تَغْضَبْ** ترجمہ: غصہ نہ کرو۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ٦١١٦،ص٥١٦)

حضرت سیِّدُ نا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، نبی مُکرّم،نورِ مجسّم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''تم اپنے میں سے پہلوان کسے سمجھتے ہو؟'' ہم نے عرض کی:''جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''پہلوان وہ نہیں، بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب......الخ، الحدیث ٦٦٤١،ص١١٣٣)

رسولِ اکرم،نورِ مجسّم،شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

مَا غَضِبَ اَحَدٌ اِلَّا اَشْفٰی عَلٰی جَهَنَّمَ . ترجمہ: جو شخص غصہ کرتا ہے وہ جہنم کے کنارے پر جا پہنچتا ہے۔

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی ترك الغضب، الحدیث ٨٣٣١،ج٦،ص٣٢٠،مفهوماً)

غصے کی حقیقت:

جان لو! آدمی کی تخلیق اس انداز میں کی گئی کہ اس کی فنا اور بقا مقصود تھی لہٰذا اس میں غصہ رکھ دیا گیا۔یہ حمیت وغیرت کی قوت ہے جو انسان کے باطن سے پھوٹتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے غصہ کو آگ سے پیدا فرمایا اور اسے انسان کے باطن میں رکھ دیا پس جب وہ ارادہ کرتا ہے تو غصے کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جب جوش پیدا ہوتا ہے تو دل کا خون کھول کر رگوں میں پھیل جاتا ہے پھر وہ آگ کی طرح بدن کے بالائی حصے کی طرف اٹھتا ہے یا اس پانی کی طرح جو (برتن کے اندر) کھولتا ہے اور اس طرح وہ چہرے کی طرف اٹھتا ہے پس چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب اپنے سے کم مرتبے والے پر غصہ آئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو جلد سرخ ہو جاتی ہے

لیکن اگر اپنے سے بڑے پر غصہ آئے اور اسے خوف محسوس ہو تو خون ظاہری جلد سے اکٹھا ہو کر واپس چلا جاتا ہے، اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے لیکن اگر غصہ کسی برابر والے پر آئے تو خون سکڑنے اور پھیلنے کی وجہ سے چہرے پر زردی اور سرخی والی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں اور وہ مضطرب ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دل غصے کا مقام ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ انتقام لینے کے لئے دل کے خون کا جوش مارنا۔

انتقام لینے کے اعتبار سے لوگوں کے درجات:

اس اعتبار سے لوگوں کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ: تفریط ہے، مطلب یہ کہ غصے کا بالکل نہ پایا جانا یا اس کا کمزور ہونا ہے اور اس سے مراد حَمِیَّت و غیرت کا نہ ہونا ہے جو کہ مذموم ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے اس قول سے یہی مراد ہے کہ جس شخص کو غیرت دلائی جائے اسے پھر بھی غصہ نہ آئے، وہ گدھا ہے۔

دوسرا درجہ: اس سے مراد حالتِ اِعتدال ہے، یہی وہ وصف ہے جس کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ ۲۶، الفتح: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

تیسرا درجہ: اِفراط ہے، وہ یہ کہ بندہ حد سے نکل جائے اور اس پر غصہ اس قدر غالب آ جائے کہ اس کی عقل دین کی سیاست و طاعت میں نہ رہے۔ چنانچہ آدمی اس طرح ہو جائے جیسے مجبور ہوتا ہے اور یہ قابل مذمت ہے۔ اس کا ظاہر تبدیل ہوتا دکھائی دیتا ہے جو بدصورت ہوتا ہے اور اس کے باطن کی شکل اس سے بھی زیادہ بدصورت ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا غصہ میں آ گئیں تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''کیا تمہارے پاس شیطان آ گیا؟'' انہوں نے عرض کی: ''کیا آپ کے ساتھ شیطان نہیں؟'' فرمایا: ''میرے ساتھ بھی ہے، لیکن میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے مقابل میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اب وہ مجھے بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتا۔'' (المعجم الاوسط، الحدیث ۱۹۷، ج ۱، ص ۷۱)

(صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان ......الخ، الحدیث ۷۱۰۸، ص ۱۱۶۸)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم ارشاد فرماتے ہیں: ''رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم دنیا کے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے، جب حق آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو غصہ دلاتا تو کسی کو معلوم نہ ہوتا

(کہ غصہ آیا بھی ہے یا نہیں) اور نہ کوئی اس غصہ کی تاب لاسکتا یہاں تک کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم حق میں کامیاب ہوجاتے۔''

(الشمائل المحمدیة ﷺ للترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۲۱۵، ص ۱۳۵)

جان لیجئے! اگرچہ غصے کا مکمل طور پر ازالہ ممکن نہیں لیکن اسے کم کرنے کی کوشش کرنا تو ممکن ہے، خصوصاً جبکہ یہ ضروریاتِ زندگی میں سے بھی نہیں اور اس طرح کہ وہ اپنے نفس کو ذلت پہنچائے اور یہ جانے کہ اس ذلت اور کمینگی کے باوجود اسے برتری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اب ہم غصے کا علاج بیان کریں گے۔

غصے کا علاج

غصے کے علاج کی چند صورتیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ غصہ پی جانے کے ثواب سے آگاہ ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اپنے آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرائے اور یہ یقین رکھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اپنے آپ کو انتقام کے انجام سے ڈرائے کیونکہ دشمن بھی اسی طرح اسے تکلیف دینے پر کمربستہ ہے۔ اس طرح یہ طویل دشمنی بن جائے گی اور غصے کے وقت دوسروں کی شکل بگڑنے میں غوروفکر کرے اور اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے اور سوچے کہ غصے میں آنے والا حملہ کرنے والے درندے کی طرح ہوتا ہے اور بُردبار شخص انبیاءِ کرام علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (کے اَخلاق) کی نظیر ہوتا ہے۔

جب انسان غور کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا غصہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مشیّت کے مطابق ہوا ہے، اس کے ارادے کے مطابق نہیں ہوا اور اسی وجہ سے احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ غصے کا آنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ جب تو نے ان امور کو جان لیا تو تجھ پر لازم ہے کہ غصے کے وقت ''**اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ**'' پڑھ۔ نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسی طرح حکم فرمایا کہ غصے کے وقت ''**اَعُوْذُ بِاللّٰہِ**'' پڑھو۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، الحدیث ۶۱۱۵، ص ۵۱۶)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب غصہ آتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ان کا ناک پکڑ کر ارشاد فرماتے: ''اے عُوَیش (اسم عائشہ کی تصغیر)! یوں کہو: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے رب! میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کے غصے کو ختم فرما اور مجھے گمراہ کرنے والے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ فرما۔''

(عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول اذا غضب، الحدیث ۴۵۵، ص ۱۴۲)

(صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه......الخ، الحدیث ۷۲۱۳، ص ۱۱۷۵)

انسان کو چاہئے کہ غصے کے وقت یہ (مندرجہ بالا) الفاظ کہے، کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ چنانچہ **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بے شک غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں بھڑکتی ہے، کیا تم اس کی وجہ سے رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کی سرخی کو نہیں دیکھتے پس جب تم میں سے کوئی ایسی بات (یعنی غصہ) پائے تو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر اس طرح بھی غصہ ختم نہ ہو تو ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ماأخبرالنبیﷺ أصحابه بماهو کائن الی یوم القیامة، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲۔سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب مایقال عندالغضب، الحدیث ۴۷۸۲/۴۷۸۴، ص ۱۵۷۵)

فضیلتِ حِلم کا بیان:[1]

جان لیجئے! حلم (یعنی طبعی بردباری) غصہ پی جانے سے افضل ہے کیونکہ غصہ پینے سے مراد تکلفاً برداشت کرنا اور تکلفاً بُردبار بننا ہے جبکہ طبعی بُردباری عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور قوتِ غضب کا ٹوٹنا عقل کے ماتحت ہے اور اس کی ابتداء تکلفاً بُردبار بننے سے ہوتی ہے پھر یہ عادت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور بردباری تکلفاً برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے اسے بچا لیا جاتا ہے۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث ۲۶۶۳، ج ۲، ص ۱۰۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''علم حاصل کرو اور علم کے ساتھ سکون اور بردباری بھی طلب کرو۔ ان کے لئے نرمی اختیار کرو جن سے سیکھتے ہو اور جن کو سکھاتے ہو اور متکبر علماء میں سے نہ ہونا ورنہ تمہاری جہالت تمہاری بردباری پر غالب آجائے گی۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۱۶۵، عباد بن کثیر، ج ۵، ص ۵۴۲)

اللہ کے رسول، رسولِ مقبول، بی بی آمنہ کے مہکتے پھول عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں دعا کرتے ہوئے عرض کی: ''**اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِّیْ بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَجَمِّلْنِیْ بِالْعَافِیَةِ** ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے علم کے ساتھ غنا، بُردبادی کے ساتھ زینت، تقوی کے ساتھ عزت اور عافیت کے ساتھ خوبصورتی عطا فرما۔''

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الفصل السادس فی جوامع الادعیة، الحدیث ۳۶۶۰، ج ۲، ص ۸۱)

---

[1] ''غصہ وغضب کے وقت اطمینان سے رہنے اور غصہ کی شدت پر قابو پانے کا نام ''حلم'' ہے۔ اگر کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی وجہ سے غصہ کرنا لازم ہو تو ایسا غصہ حلم کے منافی نہیں اور اگر کوئی اس سبب پر بھی قابو پالے تو یہ بھی حلم ہی میں شامل ہے۔'' (الحدیقة الندیة، الخلق العشرون من الاخلاق الستین المذمومة......الخ، ج ۱، ص ۶۳۸)

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بلندی تلاش کرو۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! وہ کیا ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تم سے تعلق توڑے اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے اُسے عطا کرو اور جو تم سے جہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ۔'' (مکارم الأخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۳، ص ۳۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (پ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس سے مراد بردبار لوگ ہیں کہ جب ان سے جہالت کا سلوک کیا جائے تو وہ جہالت سے پیش نہیں آتے۔''

جب کوئی شخص تیری غیبت کرے، تجھے گالی دے یا عار دلائے تو تجھے بردباری کا رویہ اپنانا چاہئے کیونکہ اسی میں دارین کی نجات ہے، دنیا میں احترام کے اضافہ کا سبب ہے اور آخرت کے ثواب میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنُ اِمْرُؤٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیْکَ فَلاَ تُعَیِّرْہُ بِمَافِیْہِ.

ترجمہ: اگر کوئی تجھے تیرے کسی عیب کے سبب عار دلائے تو تُو اسے اس کے عیب کے سبب عار نہ دلا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الأزار، الحدیث ۴۰۸۴، ص ۱۵۲۱)

عفوو درگزر کی فضیلت کا بیان:

عفو کا معنی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ انسان کا حق ہو اور اسے چھوڑ دے جیسے قصاص، مال یا تاوان چھوڑ دینا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

خُذِ الْعَفْوَ (پ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو۔

اللہ رب العزت کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ط (پ۲، البقرۃ: ۲۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَو لاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر میں قسم کھاتا تو ان پر کھاتا: (۱) صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو (۲) کوئی شخص کسی دوسرے کی زیادتی کو **اللہ** عزَّوَجلَّ کی رضا جوئی کے لئے معاف کر دے تو بروزِ قیامت **اللہ** عزَّوَجلَّ اس کی عزت میں اضافہ فرمائے گا اور (۳) جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھول لیتا ہے **اللہ** عزَّوَجلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل أربعة نفر، الحدیث ۲۳۲۵، ص ۱۸۸۶)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''عاجزی وانکساری بندے کے مرتبے میں اضافہ کرتی ہے پس تواضع اختیار کرو **اللہ** عزَّوَجلَّ تمہیں رفعت عطا فرمائے گا، درگزر کرنا بندے کی عزت کو بڑھاتا ہے پس معاف کیا کرو **اللہ** عزَّوَجلَّ تمہیں عزت عطا فرمائے گا اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے پس صدقہ کرو **اللہ** عزَّوَجلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔''

(کنزالعمال، کتاب الاخلاق/قسم الاقوال، الباب الاول، الفصل الثانی، التواضع، الحدیث ۵۷۱۶، ج۳، ص ۴۸-۴۹)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِانْتَصَرَ. ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بددعا کی اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من دعا علی من ظلمه فقد انتصر، الحدیث ۳۵۵۲، ص ۲۰۱۷)

نرمی کی فضیلت کا بیان:

جان لو! نرمی قابلِ تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔'' (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند عائشة، الحدیث ۴۵۱۳، ج ۴، ص ۱۱۸-۱۱۹)

نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے:

اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ اَهْلَ بَيْتٍ اَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ. ترجمہ: **اللہ** عزَّوَجلَّ جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۴۴۸۱، ج ۹، ص ۳۴۵، اِذا أحب: بدله: اِذا أراد)

حسد کی مذمت کا بیان:[1]

حسد کینہ کے نتائج میں سے اور کینہ غصہ کے نتائج میں سے ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

ترجمہ: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، الحدیث ۴۹۰۳، ص ۱۵۸۳)

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی (مسلمان) بھائی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ملتی ہے تو حاسد انسان اسے ناپسند کرتا ہے اور اس بھائی سے نعمت کا زوال چاہتا ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ اس کا زوال چاہتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی نعمت مل جائے تو اسے **رشک** کہتے ہیں۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے:

اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ.

ترجمہ: مؤمن رشک کرتا اور منافق حسد کرتا ہے۔

(سِيَرُ أعلامِ النُبَلاء، الرقم ۱۲۸۶ـ الفضيل بن عياض بن مسعود بن بشر، ج۷، ص ۶۴۱، بتغيرٍ قليلٍ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ م بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ج حَسَدًا (پ۱، البقرة: ۱۰۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بہت کتابیوں نے چاہا کاش! تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں (اپنے دلوں کی) جلن سے۔

اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے خبر دی کہ کفار نے حسد کرتے ہوئے مسلمانوں سے ایمان کی نعمت کا زائل ہونا چاہا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط (پ۵، النسآء: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے **اللہ** نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔

---

[1]: "کسی کی دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یا یہ ارادہ کرنا کہ کسی کو یہ نعمت نہ ملے "حسد" کہلاتا ہے۔

(الحديقة الندية، الخلق الخامس عشر من الاخلاق الستين المذمومة......الخ، ج۱، ص ۶۰۰)

یہاں پرنہی سے مراد خاص اسی نعمت کے اپنی طرف منتقل ہونے کی تمنا کرنے سے روکنا ہے جبکہ کسی مسلمان کا یہ آرزو کرنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بھی اسی جیسی نعمت عطا فرمائے تو یہ آرزو مذموم نہیں اور اگر یہ چیز دین میں ہو تو قابلِ تعریف ہے۔(اسی کو رشک کہتے ہیں)

جان لو! حسد کے بہت سے اسباب ہیں اور وہ دشمنی، فخر، بغض، تکبر، خود پسندی، پسندیدہ مقاصد کے فوت ہونے کا خوف، حکومت کی خواہش، نفس کی خباثت اور اس کا بخل ہے اور یہ سب کے سب مذموم ہیں۔

حسد کا علاج یہ ہے کہ تم اس بات میں غور کرو کہ یہ دُنیا و آخرت میں نقصان دیتا ہے۔ جہاں تک دنیوی نقصان کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تجھے اس سے اَذیت ہوتی ہے اور تو دِن رات غم والم کا شکار رہتا ہے۔ اور دینی نقصان یہ ہے کہ تو (بندے پر) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت سے ناخوش رہتا ہے اور تیرا یہ رویہ اس نعمت والے کے لئے باعثِ ثواب اور تیرے لئے باعثِ گناہ ہے۔ جب تو یہ بات جانتا ہے کہ تو اپنے دشمن کا دوست نہیں بن سکتا (کہ اُسے فائدہ پہنچائے) تو تجھ پر ضروری ہے کہ تو تکلفاً حسد کو چھوڑ دے۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے، نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ فِـي الْـمُـؤْمِـنِ، لَـهُ مِـنْـهُـنَّ مَـخْـرَجٌ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ اَنْ لَا يَبْغِيَ.

ترجمہ: مؤمن میں تین خامیاں پائی جاتی ہیں اور اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ بھی ہے اور حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ حد سے نہ بڑھے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الفاء، الحدیث ۴۳۹۲، ج۲، ص۱۲۵)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَحْدَهٗ

(اور سب خوبیاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو یکتا ہے)

باب26:

دُنیا کی مذمت کا بیان

جان لو! دنیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اُس کے دوستوں اوراس کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی دشمن اس طرح ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کواس کے راستے پر چلنے نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب سے اسے پیدا فرمایا اس کے طرف نظرِرحمت نہیں فرمائی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دوستوں کی اس طرح دشمن ہے کہ وہ ان کے سامنے مزیّن ہوکرآتی ہے اوراپنی آرائش وتروتازگی سے انہیں دھوکا دیتی ہے حتیٰ کہ انہیں اس کے چھوڑنے میں صبرآزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمنوں کی اس طرح دشمن ہے کہ اپنے مکروفریب کے ذریعے آہستہ آہستہ انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اس میں قید ہو جاتے ہیں اوراس پر اعتماد کرتے ہیں۔اس طرح انہیں ذلیل ورسوا کر کے پہلے سے زیادہ محتاج کر دیتی ہے۔

دُنیا کی مذمت:

جان لو! انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کوآخرت کی طرف دعوت دینا تھااوراسی مقصد کے لئے آسمانی کتابیں نازل کی گئیں اوراکثرآیات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

مروی ہے،ایک مرتبہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا گزرایک مردہ بکری کے پاس سے ہوا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا:''کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے؟''صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:''جی ہاں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''اُس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جس قدر یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر وذلیل ہے،اگر دنیا کی قدروقیمت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کواس کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' (سنن ابن ماجة، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، الحدیث ٤١١٠،ص٢٧٢٧)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''اَلدُّنیا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ ترجمہ: دنیا مؤمن کا قیدخانہ اورکافر کی جنت ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر، الحدیث٧٤١٧،ص١١٩١)

نبیٔ مُکَرَّم،نُورِ مُجسَّم،رسولِ اَکرم،شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

اَلدُّنیَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَافِیْھَا اِلَّا مَاکَانَ لِلّٰہِ مِنْھَا. ترجمہ: دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے مگر اس میں سے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو۔

(مراسیل ابی داؤد، باب فی سب الدنیا،ص٢٠)

حضرت سیِّدُ نا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں، نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنی دُنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دو۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث۱۹۷۱۷، ج۷،ص۱۶۵)

سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ ترجمہ: دُنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔'' (موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الجزء الاوّل، الحدیث۹، ج۵، ص۲۲)

حضرت سیِّدُ نا زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ہم امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانی منگوایا، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں پانی اور شہد پیش کر دیا گیا۔ جب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو رو پڑے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے باقی صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو بھی رُلا دیا، پھر دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان تو خاموش ہو گئے مگر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ خاموش نہ ہوئے بلکہ مسلسل روتے رہے حتّٰی کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان خیال کرنے لگے کہ ہم آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کچھ پوچھ نہیں سکیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی انکھوں سے آنسو پونچھے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''اے خلیفۂ رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کس وجہ سے رو پڑے؟'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میں رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ تھا اور میں نے دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کسی چیز کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں حالانکہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ کس چیز کو اپنے سے دور فرما رہے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''یہ دنیا ہے جو مثالی صورت میں میرے سامنے آئی، میں نے اس سے کہا: مجھ سے دور ہو جا تو وہ دوبارہ آ کر کہنے لگی: ''اگر چہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم مجھ سے دور ہو جائیں گے لیکن آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے بعد والے مجھ سے دور نہیں ہو سکیں گے۔''

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

یَا عَجَباً کُلَّ الْعَجَبِ لِلْمُصَدِّقِ بِدَارِ الْخُلُوْدِ وَھُوَ یَسْعٰی لِدَارِ الْغُرُوْرِ.

ترجمہ: اس شخص پر بہت تعجب ہے جو ہمیشہ کے گھر کی تصدیق کرتا ہے حالانکہ وہ دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) کے لئے کوشش کر رہا ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، الحدیث۶۱، ج۸، ص۱۳۳)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ

وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں اس میں باقی رکھا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ جب بنی اسرائیل کے لئے دنیا خوب آراستہ وپیراستہ کی گئی اور پھیلا دی گئی تو وہ زیورات، عورتوں، خوشبو اور کپڑوں میں مست ہو گئے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب مااخبر النبی ﷺ......الخ، الحدیث ۲۱۹۱، ص ۱۸۷۲)

(الزھد لابن ابی الدنیا، الحدیث ۲۰، ج۱، ص ۲۱)

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا: ''دنیا کو رب نہ بناؤ ورنہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے گی، اپنا مال اس کے پاس جمع کرو جو اسے ضائع نہیں کرتا کیونکہ جس کے پاس دنیا کا خزانہ ہو اسے آفت کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس مال جمع کروانے والے کو آفت کا خوف نہیں ہوتا۔''

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: ''مؤمن دو خوفوں کے درمیان ہوتا ہے: ایک اس مدت پر جو گزر گئی اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بارے میں کیا معاملہ فرمائے گا، دوسری وہ مدت جو باقی ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کیا فیصلہ فرمائے گا۔ پس انسان کو اپنی ذات سے اپنی ذات کے لئے، اپنی دُنیا سے اپنی آخرت کے لئے، اپنی زندگی سے موت کے لئے اور اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے زادِراہ تیار کرنا چاہئے کیونکہ دُنیا تمہارے لئے اور تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! موت کے بعد معافی مانگنے کی کوئی جگہ نہیں اور دُنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۱، ج۷، ص ۳۶۰)

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ.

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ دُنیا میں جس چیز کو بلندی عطا فرماتا ہے اُسے پست بھی کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۱، ص ۵۴۵)

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا: ''کون ہے جو سمندر کی موج پر گھر بنائے تو تمہاری دنیا کی یہی مثال ہے لہٰذا اسے مستقل ٹھکانہ نہ بناؤ۔''

اسی طرح حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا: ''اے حواریو! دین کو سلامت رکھتے ہوئے تھوڑی دنیا پر راضی رہو جس طرح دنیا دار لوگ دنیا کو سلامت رکھتے ہوئے تھوڑے دین پر راضی ہو جاتے ہیں۔''

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ارشاد فرماتے ہیں: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا: ایک حصہ مؤمن کے لئے، ایک منافق کے لئے اور ایک کافر کے لئے۔ مؤمن اسے توشۂ آخرت بناتا ہے، منافق ظاہری زینت اختیار کرتا ہے اور کافر نفع اٹھاتا ہے۔'' اور ابوالحسن باہلی نے کہا:

يَا خَاطِبَ الدُّنْيَا إِلٰى نَفْسِهٖ　تَنَحَّ عَنْ خِطْبَتِهَا تَسْلَمِ
إِنَّ الَّتِيْ تَخْطُبُ غَدَّارَةٌ　قَرِيْبَةُ الْعُرْسِ مِنَ الْمَأْتَمِ

ترجمہ: اے دنیا کو نکاح کا پیغام دینے والے! اس بات سے باز آ جا، سلامت رہے گا کیونکہ جس سے تو نکاح کرنا چاہتا ہے وہ دھوکے باز ہے، اس سے شادی گناہ کے قریب کرتی ہے۔

إِذَا امْتَحَنَ الدُّنْيَا لَبِيْبٌ تَكَشَّفَتْ　لَهٗ عَنْ عَدُوٍّ فِيْ ثِيَابِ صَدِيْقٍ

ترجمہ: جب کوئی عقلمند دنیا کو غور سے دیکھتا ہے تو اسے دوست کے لباس میں دشمن نظر آتا ہے۔

يَا رَاقِدَ اللَّيْلِ مَسْرُوْرًا بِأَوَّلِهٖ　إِنَّ الْحَوَادِثَ قَدْ يَطْرُقْنَ أَسْحَارًا
أَفْنَى الْقُرُوْنَ الَّتِيْ كَانَتْ مُنَعَّمَةً　كَرُّ اللَّيَالِيْ إِقْبَالًا وَّإِدْبَارًا

ترجمہ: اے رات کو سونے والے! تو اس کے پہلے حصے پر خوش ہوتا ہے بے شک حادثات کبھی سحری کے وقت بھی پہنچتے ہیں وہ بستیاں جو نعمتوں سے بھرپور تھیں انقلاب زمانہ نے انہیں فنا کر دیا۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ دن تیر ہیں، لوگ نشانہ ہیں اور زمانہ ہر روز تمہاری طرف اپنے تیر پھینکتا ہے اور اپنے دنوں اور راتوں کے ذریعے تمہیں ہلاک کرتا ہے یہاں تک کہ تمہارے تمام اجزاء نہ لے لے پس تو حوادثاتِ زمانہ کی موجودگی میں کیسے سلامت رہ سکتا ہے، اگر تجھ پر وہ نقصان ظاہر کر دیا جائے جو ان دنوں نے تمہارے اندر کیا ہے تو ہر آنے والے دن سے تو گھبرا جائے اور ان لمحات کا گزرنا تجھ پر بھاری ہو جائے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تدبیر اس سوچ پر غالب ہے، ان آفات کے باوجود انسان دنیاوی لذات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور جب کوئی حکیم اُسے خمیر بناتا ہے تو یہ اندرائن (ایک قسم کا کڑوا درخت جس کا پھل بھی کڑوا ہوتا ہے) سے بھی زیادہ کڑوا ہوتا ہے اور اس کے ظاہری افعال کو دیکھ کر کوئی بھی اس کے عیوب کو بیان نہیں کر سکتا۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا کا مال اپنے خیالات کے اعتبار سے دھوکا ہے پھر اُس کے چلے جانے کے بعد افلاس ہے جو جھوٹے خواب و خیالات کے مشابہ ہے۔

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

اَلدُّنْيَا حُلْمٌ وَّاَهْلُهَا عَلَيْهَا مجَازُوْنَ وَمَعَاقَبُوْنَ وَهَالِكُوْنَ.　ترجمہ: دُنیا خواب کی طرح ہے لیکن دنیا والوں کو اسی پر جزاء و سزا اور ہلاکت ہوگی۔

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کُشا حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے حضرت سیِّدُ نا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دنیا کی مثال یوں لکھ بھیجی کہ یہ سانپ کی طرح ہے، اس کا جسم نرم وملائم ہے لیکن اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے لہٰذا اس میں جو چیز تمہیں اچھی لگے اس سے دور رہو کیونکہ وہ تیرے پاس بہت کم وقت رہے گی، اس کی جدائی پر یقین رکھتے ہوئے اس کے خیالات کو دُور کرو، دنیا کی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سے زیادہ پرہیز کرو کیونکہ جب دُنیا دار اس سے خوش ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے تو اس سے اسے ناپسندیدہ بات پہنچتی ہے، وَالسَّلام.

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْیَا کَمَثَلِ الْمَاشِیْ فِی الْمَاءِ، ھَلْ یَسْتَطِیْعُ الَّذِیْ یَمْشِیْ فِی الْمَاءِ اَنْ لَا تَبْتَلَ قَدَمَاہُ.

ترجمہ: دُنیا دار کی مثال پانی پر چلنے والے شخص کی ہے، تو کیا پانی پر چلنے والا اپنے پاؤں کو گیلا ہونے سے بچا سکتا ہے؟

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ۱۰۵۸۳، ج۷، ص ۳۶۱)

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَو لاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا کَمَثَلِ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اُصْبُعَہُ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ مَا یَرْجِعُ اِلَیْہِ.

ترجمہ: آخرت کے مقابلے میں دنیا اسی طرح ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا لے کر آتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فناء الدنیا ......الخ، الحدیث ۷۱۹۷، ص ۱۱۷۳)

دُنیا کی حقیقت وماہیت کا بیان:

جان لو! بے شک دنیا وآخرت کو تیری دو حالتوں سے تعبیر کیا گیا ہے، جو قریب ہے اس کا نام دنیا ہے اور یہ سب کچھ موت سے پہلے ہے اور جو دُور ہے اسے آخرت کہتے ہیں اور یہ سب موت کے بعد ہے اور دنیا میں علم وعمل ہی ایسی چیز ہے جو موت کے بعد تمہارا ساتھ دے گی، یہ (علم وعمل) آخرت کے معاملات میں شمار کئے جاتے ہیں، اگرچہ صوری اعتبار سے یہ اس عالم میں ہیں۔ جیسا کہ نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ: اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ.

ترجمہ: مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز بنائی گئی۔

(سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، الحدیث ۳۳۹۱/۳۳۹۲، ص ۲۳۰۷)

پس آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے نماز کو دنیا اور اس کی لذّات میں شمار فرمایا کیونکہ نماز کی حرکات ''**محسوسات و مشاہدات**'' میں داخل ہیں۔

دوسری قسم جو اس کے مقابل ہے اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن سے فوری لذت حاصل ہوتی ہے، موت کے بعد ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جیسے گناہ اور مباح چیزوں سے ضرورت سے زائد فائدہ اٹھانا۔

تیسری قسم ان دونوں کے درمیان ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اُخروی اَعمال پر مددگار ہو جیسے کھانے، پینے، لباس اور نکاح وغیرہ کے معاملات میں سے بقدرِ ضرورت حاصل کرنا اور یہ پہلی قسم کی طرح دنیا میں سے نہیں اور بعض حکماء نے ان تمام اقسام کو جمع کر دیا اور ارشاد فرمایا: ''تیری دنیا وہ ہے جو تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے غافل کر دے۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں دُنیوی خواہشات کو پانچ امور میں جمع فرمادیا:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ (پ ۲۷، الحدید: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جان لو! دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا۔

پس ان پانچ امور سے سات چیزیں حاصل ہوتی ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں جمع فرمایا:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ (پ ۳، ال عمران: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت، عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے۔

جان لو! بندے نے دنیا میں اپنے نفس اور مقصد کو بھلا دیا۔ اس کی مثال اس حاجی کی سی ہے جو راستے کی منازل پر ٹھہرتا ہے، جانور کو چارہ کھلاتا، اس کی خبر گیری کرتا ہے، اس کی صفائی کرتا اور اسے طرح طرح کے کپڑوں سے آراستہ کرتا ہے، اس کے لئے طرح طرح کی گھاس لاتا ہے اور برف کے ذریعے اس کے پانی کو ٹھنڈا کرتا ہے یہاں تک کہ قافلہ چلا جاتا ہے اور یہ حج اور قافلے کے جانے سے غافل ہوتا ہے اور اس بات سے بھی غافل ہوتا ہے کہ اس جنگل میں رہنے کی وجہ سے وہ درندوں کا لقمہ بن جائے گا جبکہ عقلمند آدمی اونٹنی کے معاملہ میں صرف بقدرِ حاجت بات پر اکتفاء کرتا ہے۔ اسی طرح آخرت میں سوچ بچار کرنے والا شخص اپنے لئے دنیا میں سے صرف اس چیز پر اکتفاء کرتا ہے جس سے وہ آخرت کے راستے پر چلنے کے لئے قوت حاصل کر سکے اور جن لوگوں پر شہوت وغفلت غالب ہوتی ہے وہ کھانے اور پہننے کے لئے کماتے ہیں اور کمانے کے لئے کھاتے اور پہنتے ہیں اور ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پہچان لیا اور اس کے لئے انہوں نے تیاری کی اور دیگر حاجات وضروریات سے بچتے رہے اور حاجت اور ضرورت کے مطابق ہی اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔

باب27: # بُخل اور حُبِّ مال کی مذمت

حُبِّ مال کی مذمت:

مال کی محبت کی مذمت تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین سے واضح ہے:

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ (پ۲۸،المنافقون:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں **اللہ** کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

﴿۲﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌؕ (پ۲۸،التغابن:۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

حُبُّ الْمَالِ وَ الشَّرَفِ یُنْبِتَانِ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ.

ترجمہ: مال اور شرف (یعنی بڑائی) کی محبت دل میں اس طرح منافقت پیدا کرتی ہیں جیسے پانی سبزی اگاتا ہے۔

(السنن الکبرٰی للبیهقی، کتاب الشهادات ،باب الرجل یغنی......الخ ،الحدیث۲۱۰۰۸،ج۱۰،ص۳۷۷۔۳۷۸،بتغیرٍ قلیلٍ)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''دو خونخوار بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس قدر نقصان نہیں کرتے جتنا نقصان مسلمان آدمی کے دین میں مال اور منصب کی محبت سے ہوتا ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماذئبان جائعان ......الخ، الحدیث۲۳۷۶،ص۱۸۹۰، ضارّیان بدله جائعان)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صلی صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

هَلَکَ الْمُکْثِرُوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِهٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰکَذَا وَهٰکَذَا وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ.

ترجمہ: زیادہ مال والے ہلاک ہوگئے سوائے اس کے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں کثرت سے اپنا مال خرچ کرے اور وہ تھوڑے ہیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، الحدیث ۸۰۹۱،ج۳،ص۱۸۰، بدون:عباد اللّٰه)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو دنیا کے لذیذ اور رنگ برنگے کھانے کھائیں گے، خوبصورت عورتوں سے نکاح کریں گے، نرم وملائم اور رنگ برنگے لباس میں ملبوس ہوں گے اور عمدہ اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوں گے، ان کے پیٹ تھوڑی چیز سے سیر نہیں ہوں گے اور ان کے نفس زیادہ پر بھی قناعت نہیں کریں گے، وہ دنیا کی طرف اس طرح جائیں گے کہ صبح وشام اسی کو مدِّ نظر

رکھیں گے اور حقیقی معبود کو چھوڑ کر اسے ہی اپنا معبود اور رب سمجھیں گے، ان کا معاملہ اسی طرح رہے گا اور وہ دنیا کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ جو آدمی ایسے زمانے کو پائے خواہ وہ تمہاری اولاد سے ہو یا تمہاری اولاد کی اولاد سے، اُسے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف سے قسم ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو نہ سلام کرے، نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرے، نہ ان کے جنازوں میں جائے اور نہ ہی اُن کے بڑوں کی عزت کرے اور جس نے ایسا کیا اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ۷۵۱۲، ج۸، ص۱۰۷، مختصراً)

سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''انسان کہتا ہے: میرا مال، میرا مال اور تمہارے لئے تو تمہارا مال وہی ہے جو تم نے صدقہ کر کے باقی رکھا یا کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیاسجن للمؤمن وجنة للکافر، الحدیث ۷۴۲۰، ص۱۱۹۱)

ایک شخص نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے موت پسند نہیں ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''کیا تمہارے پاس مال ہے؟'' اس نے عرض کی: ''جی ہاں! یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنا مال آگے بھیج دے کیونکہ مؤمن کا دل اپنے مال کے ساتھ ہوتا ہے اگر اُسے آگے بھیج دے تو اس سے ملنا چاہتا ہے اور اگر پیچھے چھوڑ دے تو اس کے ساتھ پیچھے رہنا چاہتا ہے۔''

(الزھد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، الحدیث ۶۳۴، ص۲۲۴)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''انسان کے دوست تین قسم کے ہیں، ایک موت تک اس کا ساتھ دیتا ہے، دوسرا قبر تک اور تیسرا محشر تک ساتھ دیتا ہے۔ انسان کی موت تک ساتھ دینے والا اس کا مال ہے، قبر تک ساتھ دینے والے اُس کے گھر والے ہیں اور محشر تک ساتھ دینے والا اس کا عمل ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، الحدیث ۶۵۱۴، ص۵۴۶، بتغیرٍ)

مال کی تعریف و مذمت کا بیان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بعض مقامات پر مال کو لفظِ خیر کے ساتھ ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنْ تَرَکَ خَیْرَا ۨ الْوَصِیَّۃُ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۰) ترجمۂ کنزالایمان: اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے۔

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزّت نشان ہے: ''نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ترجمہ: کیا ہی اچھا مال نیک بندے کے لئے ہے۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب التوکل والتسلیم، الحدیث ۱۲۴۸، ج۲، ص۹۱)

مال کے بھی وہی فضائل ہیں جو صدقہ اور حج کے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔

جان لو! عقلمند اور صاحبِ بصیرت لوگوں کا مقصد اُخروی سعادت پانا ہے اور مال اس کے لئے وسیلہ ہے، کبھی مال کے ذریعے تقویٰ اور عبادت پر قوت حاصل کی جاتی ہے اور کبھی اسے آخرت کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے اور جو شخص عیش وعشرت کے لئے مال حاصل کرتا ہے یا اس کے ذریعے گناہوں اور شہوت رانی میں منہمک ہوتا ہے تو یہ اس کے حق میں مذموم ہے۔

جان لو! مال کی مثال یہ ہے کہ یہ سانپ کی طرح ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق (یعنی علاج) بھی۔ اس کے فائدے تریاق ہیں اور اس کی آفات اس کا زہر ہے۔ پس جس شخص کو اس کا علم ہو اور وہ اس کے زہر سے بچنے اور اس کے تریاق سے نفع اٹھانے پر قادر ہو تو اس کے لئے یہ قابلِ تعریف ہے۔

قناعت اور لوگوں کے مال سے بے نیاز ہونے کی تعریف اور حرص کی مذمّت:

جان لیجئے! فقر قابلِ تعریف ہے لیکن فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس میں طمع نہ کرے اور یہ خوبی تب پیدا ہوسکتی ہے جب وہ کھانے، پینے اور لباس کے معاملے میں بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے، اور ادنیٰ اور کم مقدار پر اکتفاء کرے اور اپنی اُمید کو ایک دن یا ایک مہینے تک بڑھا دے تا کہ اس کے اندر فاقہ پر صبر کرنے کی قوت پیدا ہو جائے ورنہ یہ چیز اسے مال داروں سے طمع رکھنے، مانگنے اور ذِلت اختیار کرنے کی طرف لے جائے گی۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بے شک روح القدس (یعنی حضرت سیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی جان اپنا پورا رزق حاصل کئے بغیر نہیں مرتی پس تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے مانگو۔''

(التمهيد لابن عبد البر، باب الف، اسحاق بن عبد الله بن ابى طلحة، تحت الحديث ١٥، ج١، ص٢٣٩)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! إِذَا اشْتَدَّ بِكَ الْجُوْعُ فَعَلَيْكَ بِرَغِيْفٍ وَّكُوْزٍ مِّنْ مَاءٍ وَعَلَى الدُّنْيَا الدِّمَارُ.

ترجمہ: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تمہیں سخت بھوک لگے تو تمہارے لئے ایک روٹی اور پانی کا ایک پیالہ کافی ہے اور دنیا پر راکھ ڈالو (یعنی اسے چھوڑ دو)۔

(شعب الايمان للبيهقى، باب فى الزهد وقصر الأمل، الحديث ١٠٣٦٦، ج٧، ص٢٩٥)

قناعت پسندی کا حصول:

جان لیجئے! یہ تین چیزوں کا مرکب ہے: (۱) صبر (۲) علم اور (۳) عمل۔

(۱)......پہلی چیز عمل ہے یعنی معیشت میں اعتدال اور خرچ میں کفایت اختیار کرنا۔ جو شخص قناعت میں بزرگی چاہتا ہے اسے چاہئے کہ کم خرچ کرے۔ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے: ''اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ ترجمہ: تدبیر سے کام لینا نصف معیشت ہے۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب التاء، الحدیث ۲۲٤۰، ج۱، ص۳۰۷)

(۲)......دوسری چیز خواہشات کم رکھنا ہے تاکہ وہ کسی دوسرے حال میں بھی حاجت کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔

(۳)......تیسری یہ کہ وہ اِس بات کو جان لے کہ قناعت میں عزت ہے اور سوال کرنے سے بچت ہے جبکہ طمع میں ذلت ہی ذلت ہے، پس اس طرح فکرِ مدینہ کرتے ہوئے اس (حرص) سے جان چھڑا لے۔

سخاوت کی فضلیت:

جان لو! جب مال نہ ہو تو بندے کو قناعت اختیار کرنی چاہئے۔ اگر مال موجود ہو تو ایثار اور سخاوت سے کام لے، بخل نہ کرے۔ چنانچہ، **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: ''سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں زمین کی طرف جھکی ہوئی ہیں، جو شخص اس سے ایک ٹہنی لیتا ہے تو وہ اسے جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے، جو بخیل ہوتا ہے وہ اس کی ٹہنیوں سے ایک ٹہنی لے لیتا ہے اور وہ ٹہنی اسے نہیں چھوڑتی حتی کہ اسے جہنم میں داخل کر دیتی ہے۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ٦٦۔ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبۃ، ج۱، ص۳۸۳)

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی اصلاح سخاوت اور حسنِ اَخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کی عزت کرو۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبداللہ بن ابراھیم، ج۵، ص۳۱٤)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: ''فَاَکْرِمُوْہُ بِھِمَا مَا صَحِبْتُمُوْہُ ترجمہ: جب تک اس دین پر رہو ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کا احترام کرو۔'' (المرجع السابق)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

مَا جَبَلَ اللّٰهُ وَلِيًّا إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ. ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر ولی کو فطرتاً حُسنِ اخلاق اور سخاوت کی خوبی عطا فرمائی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ٢٤، احمد بن عبد الرحمٰن بن الحارث، ج١، ص٣٠٨)

حضرت سیِّدُنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کون سا ایمان افضل ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''أَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت۔'' (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللّٰہ، الحدیث ١٨٤٩، ج٢، ص٢٢٠)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دو تھیلوں میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم بھیجے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک تھال منگوایا اور ان دراہم کو لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب شام کا وقت ہوا تو فرمایا: ''اے لڑکی! ہماری افطاری لاؤ۔'' وہ روٹی اور زیتون لے کر آئیں۔ حضرت سیِّدَتُنا ام درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: ''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آج مال تقسیم فرمایا، اگر ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں تو ہم اس سے افطاری کر لیتے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم یاد دلاتی تو میں ایسا کر لیتی۔''

بُخل کی مذمت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿١﴾ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ ٢٨، الحشر: ٩)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

﴿٢﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط (پ٤، ال عمران: ١٨٠)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''بُخل سے بچو کیونکہ اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا، اُن کو ایک دوسرے کا خون بہانے اور حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانے پر برانگیختہ کیا۔''

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، الحدیث ٦٥٧٦، ص١١٢٩)

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''بخیل، مکّار، خیانت کرنے والا اور بد اخلاق جنت میں نہیں جائیں گے۔''

ایثار کی فضیلت:

جان لیجئے! سخاوت میں سب سے بلند درجہ ایثار کا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی ضرورت کے باوجود مال کے ساتھ سخاوت کرنا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (پ ۲۸ ، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

نبیٔ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ اِشْتَهٰى شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهٗ وَآثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ غُفِرَ لَهٗ.

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو پھر اپنی خواہش ترک کر دے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اس کی بخشش کر دی جائے گی۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم۱۲۸۹ ۔عمرو بن خالد، ج٦، ص۲۲۳)

رسولِ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں ایک مہمان آیا اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے پھر اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی کو چراغ بجھانے کا حکم دیا، خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ إِلٰى ضَيْفِكُمْ .

ترجمہ: تمہارا اپنے مہمان سے (حسنِ) سلوک سے پیش آنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند آیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب اکرام الضیف ......الخ، الحدیث۵۳۵۹،ص۱۰۴۵)

تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (پ ۲۸ ، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

بخل کا علاج:

جان لیجئے! بخل کا سبب مال کی محبت ہے اور مال کی محبت کے دو اسباب ہیں۔

(۱)...... پہلا سبب خواہشات کی محبت ہے جن تک مال کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں اور اس کے ساتھ لمبی زندگی کی اُمید بھی ہوتی ہے

کیونکہ اگر اسے یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ایک دن یا ایک مہینے بعد مر جائے گا تو پھر مال خرچ کرنے میں سخاوت سے کام لے اور اگر امید کم ہو تو اس طویل امید کی جگہ اولاد آجاتی ہے تو وہ اُن کے لئے مال روک کر رکھتا ہے۔

اسی لئے نبیِّ اَکرم، نورِ مجسّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَلْوَلَدُ مَبْخَلَۃٌ مَجْبَنَۃٌ مَجْھَلَۃٌ. ترجمہ: اولاد بخل، بزدلی اور جہالت میں مبتلا کرنے والی ہے۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الادب، باب بر الوالد والاحسان ......الخ، الحدیث ۳۶۶۶، ص ۲۶۹۶، بدون: مجھلۃ)

اور جب اس کے ساتھ ساتھ فقر کا خوف ہو اور رزق کے آنے کا پختہ یقین نہ ہو تو لامحالہ بخل مضبوط ہو جاتا ہے۔

(۲)......دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ مال سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اسے اس مال کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی کیونکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے اور اس کی اولاد بھی نہیں ہوتی لیکن وہ محض مال سے محبت کرتا ہے، یہ دل کا پرانا مرض ہے اور ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے ہیں۔ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو کسی پر عاشق ہو جاتا ہے پھر اس کے قاصد (یعنی پیغام دینے والے) سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور اسے بھول جاتا ہے کیونکہ درہم و دینار کا مقصد حاجات تک پہنچنا ہے جب کہ یہ شخص مقصد کو بھول گیا اور وسیلہ وواسطہ پر عاشق ہو گیا اور جو شخص درہم اور پتھر میں سوائے حاجات کے پورا کرنے کے کوئی فرق کرے، وہ جاہل ہے۔

جان لیجئے! بخل کا علاج یہ ہے کہ خواہشات اور امید کم کرے اور کثرت سے موت کو یاد کرے نیز ہم عصر لوگوں کی موت میں غور و فکر کرے، قبروں کی زیارت اور ان میں جو کیڑے مکوڑے ہیں، ان میں غور و فکر کرے اور ان احوال میں سوچ و بچار کرے۔ اور اگر دل کی توجہ اولاد کی طرف ہو تو اس کا علاج یوں کرے کہ ان کو پیدا کرنے والے نے ان کا رزق بھی پیدا فرمایا ہے اور کتنے ہی بچے ایسے ہیں جو میراث پاتے ہیں لیکن وہ ان کا رزق نہیں ہوتا اور کتنے ہی بچے ایسے ہیں کہ وہ مالِ وراثت نہیں پاتے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مال کی صورت میں انہیں رزق عطا فرما دیتا ہے۔ اگر اس کی اولاد نیک ہوگی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نیک لوگوں کا والی ہے اور اگر فاسق ہوگی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان جیسوں کو مسلمانوں میں زیادہ نہ کرے کیونکہ وہ اپنے مال سے گناہوں پر مدد حاصل کرتے ہیں اور بخل سے چھٹکارے کا نفع بخش طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ لوگ بخیلوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں اور سخاوت کرنے والوں کی تعریف کرتے اور ان میں رغبت رکھتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج ترجمۂ کنز الایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔

(پ۳، البقرۃ: ۲۶۸)

شاید یہ بات اسے فائدہ دے۔

فقر کی فضیلت اور غِناء کی مذمت

علمائے سوء کی مذمت:

منقول ہے، حضرت سیِّدُ نا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے **نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:** ''اے علمائے سوء (یعنی بدعقیدہ اور بُرے علماء)! لوگ تمہارے کہنے پر روزے رکھتے، نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے ہیں مگر تم خود اس پر عمل نہیں کرتے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور اس بات کا درس دیتے ہو جو خود نہیں جانتے، پس تم کتنا برا فیصلہ کرتے ہو کہ زبان سے توبہ کرتے ہو مگر خواہشات کی پیروی کرتے ہو، اس بات سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ اپنے ظاہر کو تو پاک وصاف کر لو لیکن تمہارے دل میلے کے میلے رہیں، میں سچ کہتا ہوں: ''**چھلنی** کی طرح نہ ہو جاؤ کہ اس سے صاف **آٹا نکل** جاتا ہے اور چھان رہ جاتا ہے ایسے ہی تم زبان سے **حکمت** کی باتیں کرتے ہو لیکن تمہارے دِلوں میں **کھوٹ** باقی ہے۔''

اے دنیا کے متوالو! جو شخص دنیا میں خواہشات کو نہیں چھوڑتا اور دنیا سے اس کی رغبت ختم نہیں ہوتی وہ آخرت کو کیسے پا سکتا ہے، میں تم سے سچ کہتا ہوں: ''تمہارے دل تمہارے اعمال کی وجہ سے روتے ہیں تم نے دنیا کو اپنی زبان کے نیچے اور عمل کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھا ہوا ہے، میں سچ کہتا ہوں: تم نے اپنی آخرت کو خراب کر دیا، تمہیں آخرت کو بہتر بنانے سے دنیا کو بہتر بنانا زیادہ پسند ہے، اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ لوگوں میں اور تم میں زیادہ نقصان والا کون ہے؟ تم پر افسوس ہے! کب تک اندھیرے میں چلنے والوں کو راستہ دکھاؤ گے اور خود حیران کھڑے رہو گے گویا تم دنیا والوں کو پکارتے ہو کہ وہ اسے تمہارے لئے چھوڑ دیں، ٹھہرو، رک جاؤ، تم پر افسوس ہے! اگر چراغ گھر کی چھت پر رکھ دیا جائے تو اندھیرے گھر کو کیا فائدہ ہوگا، اسی طرح اگر علم کا نور صرف تمہاری زبانوں پر ہو اور تمہارے دل خالی ہوں تو اس علم کا کیا فائدہ؟''

اے دنیا دارو! تم پرہیز گار بندوں کی طرح نہیں ہو اور نہ ہی آزاد معزز لوگوں کی طرح ہو، قریب ہے کہ دنیا تمہیں جڑ سے اکھاڑ کر منہ کے بل پھینک دے پھر تم اپنے نتھنوں پر اوندھے گر جاؤ پھر تمہارے گناہوں نے تمہیں پیشانی سے پکڑ رکھا ہو اور علم تمہیں پیچھے سے دھکا دے حتی کہ تمہیں تمہارے مالک کے سامنے یوں پیش کر دے کہ تم برہنہ جسم اور تنہا ہو اور وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر کھڑا کرے پھر تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا دے۔

اس سے ثابت ہوا کہ **فقر ہی اَولیٰ و افضل** ہے، جس نے غنا کو افضل کہا اس نے حضرت سیِّدُ نا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم، تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور سلف صالحین رحمہم اللہ المبین کو معمولی جانا، ہم اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جن لوگوں کو

نفس نے دھوکے میں مبتلا کیا اور ان کی بدبختی ان پر غالب ہے، وہ حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے ان کا فساد واضح ہو جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ (جب حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو) بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے لگے: ہمیں حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مال چھوڑ کر فوت ہونے کی وجہ سے (آخرت کا) ڈر ہے تو حضرت سیِّدُ نا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''سبحٰن اللہ! تمہیں حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا خوف کرتے ہو؟ انہوں نے تو پاک مال کمایا، پاک طریقے سے خرچ کیا اور پاک انداز میں چھوڑا۔'' یہ بات حضرت سیِّدُ نا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو وہ غصہ کی حالت میں حضرت سیِّدُ نا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں باہر نکل پڑے، ان کا گزر ایک اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پر سے ہوا تو اسے اٹھا لیا، پھر حضرت سیِّدُ نا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کرنے لگے۔

حضرت سیِّدُ نا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت سیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی تلاش میں ہیں تو وہ بھاگ گئے حتی کہ حضرت سیِّدُ نا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر داخل ہو گئے، جب حضرت سیِّدُ نا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیِّدُ نا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت سیِّدُ نا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر حضرت سیِّدُ نا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت سیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''اے یہودی عورت سے پیدا ہونے والے! ادھر آ، تیرا خیال ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مال چھوڑا ہے اس میں کوئی حرج نہیں حالانکہ نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے عرض کی: ''حاضر ہوں، یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بروزِ قیامت مال داروں کا سرمایہ بہت کم ہوگا مگر جس نے اس طرح دیا اور (یہ فرما کر) دائیں بائیں اور آگے پیچھے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ''ایسے لوگ کم ہیں۔'' پھر فرمایا: ''اے ابوذر! میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں حاضر ہوں۔''

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا ہو جسے میں راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کروں اور دنیا سے جاتے وقت میرے پاس اس میں سے صرف دو قیراط باقی بچیں۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! دو خزانے بچ جاتے تو بھی؟'' فرمایا: ''بلکہ دو قیراط۔'' پھر فرمایا: ''اے ابوذر! تم زیادہ چاہتے ہو اور میں کم چاہتا ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی یہی چاہتا ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ، الحدیث ۲۳۰۴، ص ۸۳۴)

(پھر حضرت سیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا) حضور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تو یہ فرماتے ہیں اور اے یہودیہ کے بطن

سے پیدا ہونے والے! تم کہتے ہو کہ حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ تو نے بھی جھوٹ بولا اور جو کوئی یہ کہے وہ بھی جھوٹا ہے۔ کسی نے بھی حضرت سیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بات کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ تشریف لے گئے۔''

منقول ہے، حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس یمن سے ایک قافلہ آیا تو مدینہ طیبہ میں شور مچ گیا، حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' بتایا گیا: ''حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اونٹ آئے ہیں۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا: ''رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے سچ فرمایا۔'' حضرت سیِّدُ نا عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اُم المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''میں نے جنت میں دیکھا کہ مہاجرین اور (عام) مسلمانوں میں سے فقیر لوگ دوڑے دوڑے داخل ہو رہے ہیں اور میں نے ان کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا کسی مال دار شخص کو داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور وہ ان کے ساتھ گھٹنوں کے بل چل کر داخل ہو رہے ہیں۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامة الباهلی، الحدیث ۲۲۲۹۵، ج۸، ص۲۸۹، بتغیرٍ)

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۴۸۹۶، ج۹، ص۴۲۴)

حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ سن کر فرمایا: ''میں یہ تمام اونٹ اپنے ساز و سامان کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور ان کے ساتھ جو غلام ہیں وہ بھی آزاد ہیں شاید کہ میں بھی ان کے ساتھ دوڑتا ہوا داخل ہو جاؤں۔

حضرت سیِّدُ نا عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہ نبوی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم میں ایک مقام حاصل تھا، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے عمران! ہمارے ہاں تمہاری قدر و منزلت ہے، اگر تم چاہو تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی عیادت کے لئے میرے ساتھ چلو۔''

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: ''میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔'' رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے دروازے پر جا کھڑا ہوا، نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: ''**السّلام علیکم**، اے بیٹی! کیا میں آ سکتا ہوں؟'' انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! تشریف لائیے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''میں بھی اور جو کوئی میرے ساتھ ہے وہ بھی؟'' انہوں نے پوچھا: ''آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کون ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''عمران بن حصین۔'' انہوں نے

عرض کی: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! میرے اوپر صرف ایک عباء (یعنی چغہ) ہے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اسے اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لیں۔ انہوں نے عرض کی: ''میں نے اپنا جسم تو چھپالیا، سر کیسے ڈھانپوں؟'' نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس ایک پرانی چادر تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا: ''اس سے اپنا سر لپیٹ لو۔'' پھر انہوں نے اجازت دی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لائے اور فرمایا: ''اے میری بیٹی! تم پر سلام ہو، تمہارا کیا حال ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے درد ہے، اور اس تکلیف میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہوگیا ہے کہ میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، مجھے بھوک نے نڈھال کر دیا ہے (یہ سن کر) رسول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم رو پڑے اور ارشاد فرمایا:

''**اے میری لختِ جگر!** نہ گھبرا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں چکھا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں میری تم سے زیادہ عزت ہے، اگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگوں تو وہ مجھے کھلائے گا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خاتونِ جنت کے کندھے پر اپنے دست اقدس سے تھپکی دی اور فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔'' انہوں نے عرض کی: ''فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا ہوگا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت مریم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت خدیجہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو، تم ایسے مکان میں رہو گی جس میں کوئی تکلیف اور شور وغل نہ ہوگا۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''اپنے چچا کے بیٹے (یعنی حضرت سیِّدُنا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) کے ساتھ قناعت اختیار کرو، میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی۔'' (حلیۃ الاولیاء، فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ، الحدیث ۱۴۵۰/۱۴۵۱، ج۲، ص۵۲، مفہومًا)

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۱۷۹، ج۱۱، ص۳۲۸، مفہومًا)

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

باب28:

حُبِّ جاہ اور ریاء کی مذمت

حبِّ جاہ:

جان لیجئے! بے شک جاہ ومنصب دِلوں کو پسند ہے، اِسے صرف صدیقین ہی ترک کرتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ''صدیقین کے ذہنوں سے نکلنے والی آخری چیز سرداری کی محبت ہے۔'' اب ہم چند فصلوں میں اس کی غرض بیان کرتے ہیں۔

جان لو! جاہ کا مطلب شہرت کا پھیل جانا ہے اور یہ مذموم ہے مگر اس شخص کے لئے نہیں جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنا دین پھیلانے کے لئے مشہور کردے۔ حضرت سیِّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبیٔ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

حَسْبُ إِمْرَئٍ مِنَ الشَّرِّ، إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، أَنْ يُشِيْرَ النَّاسُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِيْ دِيْنِهٖ وَدُنْيَاهُ.

ترجمہ: کسی انسان کے لئے برائی کے طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین یا دنیا کے معاملے میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کریں البتہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ محفوظ فرمائے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی اخلاص العمل للّٰہ......الخ، الحدیث ۶۹۷۷، ج۵، ص ۳۶۶۔۳۶۷)

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم ارشاد فرماتے ہیں: ''خرچ کرو لیکن شہرت نہ چاہو، اپنی شخصیت کو اس طرح بلند نہ کرو کہ تمہارا ذکر کیا جائے اور لوگ تمہیں جانیں بلکہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھو اور خاموشی اختیار کرو محفوظ رہو گے، اس طرح نیک لوگ تم سے خوش ہوں گے اور بدکاروں کو غصہ آئے گا۔''

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شہرت کو اچھا سمجھا اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تصدیق نہیں کی۔''

حضرت سیِّدُنا طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک گروہ کو اپنے ساتھ چلتے دیکھا تو فرمایا: ''یہ طمع کی مکھیاں اور جہنم کے بچھونے ہیں۔''

حضرت سیِّدُنا سلیمان بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم حضرت سیِّدُنا اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں دیکھا تو اپنا کوڑا بلند کر دیا، انہوں نے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین! دیکھئے، آپ کیا کر رہے ہیں؟'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ طریقہ پیچھے چلنے والے کے لئے ذِلّت اور آگے چلنے والے کے لئے فتنہ ہے۔''

حضرت سیِّدُنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، ایک دن حضرت سیِّدُنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ گھر سے نکلے تو

لوگ آپ کے پیچھے ہو لئے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''تم میرے پیچھے کیوں چلتے ہو؟ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس وجہ سے میں اپنا دروازہ بند رکھتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم میں سے کوئی آدمی میرے پیچھے نہ چلے۔''

حضرت سیِّدُنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر مَردوں کے پیچھے لوگوں کے جوتوں کی آوازیں آنے لگیں تو ایسے مواقع پر احمقوں کے دل کم ہی قابو میں رہتے ہیں۔''

گمنامی کی فضیلت:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے:

رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ، ذِیْ طِمْرَیْنِ، لَا یُؤْبَهُ، لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ، مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ.

ترجمہ: بہت سے بکھرے بالوں، گرد آلود چہروں اور دو پرانے کپڑوں والے لوگ، جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھالیں تو وہ اسے ضرور پورا فرماتا ہے، انہی میں سے حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب البراء ابن مالك، الحديث ٣٨٥٤، ص٢٠٤٧)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''دو بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس کئی لوگ ایسے ہیں جن کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر قسم کھا لیں تو وہ اسے پورا فرماتا ہے، اگر وہ یوں کہہ دے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت عطا فرماتا ہے لیکن اسے دنیا میں سے کچھ نہیں دیتا۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الراء، الحديث ٣٠٦٦، ج١، ص٤١٢)

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد الله بن مسعود، الحديث ٢٠٣٥ ج٥، ص٤٠٣-٤٠٤)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عزت نشان ہے: ''بے شک پراگندہ بالوں، گرد آلود چہروں اور دو بوسیدہ کپڑوں والے لوگ جنتی ہیں، جنہیں لوگ حقیر سمجھتے ہیں، جب وہ اُمراء کے پاس جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی، جب عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو ان سے نکاح نہیں کیا جاتا، جب وہ بات کرتے ہیں تو ان (کی بات سننے) کے لئے خاموشی اختیار نہیں کی جاتی، ان کی ضروریات ان کے سینوں میں حرکت کرتی ہیں، اگر بروزِ قیامت ان کا نور لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو تمام لوگوں کو کافی ہو جائے گا۔''

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحديث ١٠٤٨٦، ج٧، ص٣٣٣)

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی قبرِ انور کے پاس روتے ہوئے دیکھا، پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تھوڑا سا دِکھاوا بھی شرک ہے، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ متقی پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے، جب وہ غائب ہوں تو لوگ انہیں تلاش نہیں کرتے اور جب کہیں آئیں تو ان کو کوئی پہچانتا نہیں، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر گرد آلود اندھیرے مقام سے نجات پاتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الفتن، باب من ترجی له السلامة من الفتن، الحدیث ٣٩٨٩،ص٢٧١٦، ینجون: بدله: یخرجون)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (اے لوگو!) علم کے چشمے اور ہدایت کے چراغ بنو، گھروں کو (چٹائی کی طرح) لازم پکڑو، رات کے چراغ بنو اور تازہ دِل رہو، تمہارے کپڑے پرانے ہوں تو اہل آسمان تمہیں پہچانیں گے اگرچہ تم اہلِ زمین کے نزدیک کمتر سمجھے جاؤ۔''

حبِّ جاہ کی مذمت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًاؕ (پ ٢٠، القصص:٨٣)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

جان لیجئے! جاہ و مرتبہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں کے دلوں کا مالک ہو جائے جیسا کہ مال دار ہونے کا مطلب درہم و دینار کا مالک ہونا ہے اور جس طرح صاحب مال اپنے مال کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کا مالک اس کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچ جاتا ہے، جاہ و مرتبہ بھی ایک مقصد ہے اور جس طرح مال مختلف قسم کے پیشوں سے کمایا جاتا ہے اسی طرح مختلف معاملات کے ذریعے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے اور دل پختہ اعتقاد سے ہی مسخر ہوتے ہیں پس جس شخص کے دل میں کسی شخص کے کامل اوصاف کا پختہ یقین ہو جائے تو اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا بلکہ لوگوں کے دلوں کا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنا بندہ و غلام بنانا ہے اور جب مال محبوب ہے تو جاہ و مرتبہ اسے بدرجہ اَولیٰ پسند ہوگا۔

جان لیجئے! جاہ و مرتبہ بلندی اور ملکیت کو طلب کرنے والی روح کی غذا ہے جبکہ روح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عالَمِ اَمر سے ہے جو ربوبیت، بلندی اور لوگوں کو اپنا بندہ بنانے کا مطالبہ کرتی ہے، کمال کو پسند کرتی اور اسے طلب کرتی ہے، اسی بناء پر تم دیکھتے ہو کہ جو بھی جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ اس ارادہ سے جدا نہیں ہوتا (یعنی وہ بلندی وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے)۔

جان لیجئے! تعریف سے نفس کو خوشی اور فرحت ہوتی ہے کیونکہ تعریف میں اس کے کامل ہونے کا احساس ہوتا ہے اور نفس کامل سے محبت کرتا ہے اور اس کے برعکس مذمت کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ اس میں ناقص ہونے کا شعور پایا جاتا ہے اور نفس ناقص چیز کو ناپسند کرتا ہے۔

حبِّ جاہ کا علاج:

جان لیجئے! جو جاہ و مرتبہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو اس کا سارا مقصد حبِّ جاہ اور اس میں مزید اضافہ کی طلب ہی رہ جاتی ہے اور وہ مخلوق کے دلوں کا شکاری بن جاتا ہے اور یہ چیز اسے ریاء اور نفاق کی طرف لے جاتی ہے، اسی لئے نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے (یعنی مال و جاہ کی محبت کو) دو خونخوار بھیڑیوں سے تشبیہ دی جو بکریوں کے ریوڑ میں ہوتے ہیں۔'' (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماذئبان جائعان ......الخ، الحدیث۲۳۷۶،ص۱۸۹۰، ضاریان بدلہ جائعان)

سیِّدُ المبلغین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''**اِنَّـہٗ یُـنْبِـتُ النِّفَاقَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقَلَ** ترجمہ: یہ (یعنی مال و جاہ کی محبت دل میں) نفاق کو ایسے اُگاتی ہے جیسے پانی سبزی کو اُگاتا ہے۔''

(السنن الکبری للبیھقی، کتاب الشھادات، باب الرجل یغنی......الخ، الحدیث۲۱۰۰۸،ج۱۰،ص۳۷۷۔۳۷۸)

حبِّ جاہ کا علاج علم و عمل دو طریقوں سے ممکن ہے۔

(۱)......حبِّ جاہ کا علمی علاج:

اس کا علمی علاج یہ ہے کہ انسان یہ بات جان لے کہ اس کا مقصد دِلوں پر مالک ہونا ہے اور ہم نے بیان کر دیا ہے کہ اگر یہ بات صحیح طور پر حاصل ہو بھی جائے تو موت تک باقی رہتی ہے لہٰذا یہ باقی رہنے والے اعمال صالحہ میں سے نہیں بلکہ اگر مشرق و مغرب تک تمام روئے زمین کے لوگ تجھے سجدہ بھی کریں تو پچاس سال تک نہ سجدہ کرنے والے رہیں گے اور نہ تُو باقی رہے گا اور تمہارا حال جاہ و مرتبہ رکھنے والے ان لوگوں کی طرح ہو جائے گا جو مر چکے ہیں اور یہ وہی کمال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ یہ موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو لکھا: ''**اَمَّا بعد** (یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد)! گویا آپ وہ آخری شخص ہیں جس پر موت لکھی گئی ہے اور وہ مر گیا ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب میں لکھا: ''**اَمَّا بعد!** گویا آپ دنیا میں آئے ہی نہیں اور ہمیشہ آخرت میں رہے۔''

ان لوگوں کی نگاہ انجام کی طرف تھی اور انہیں معلوم تھا کہ جو چیز آنے والی ہے، وہ قریب ہے۔

(۲)......حبِّ جاہ کا عملی علاج:

ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے اس کا علاج کیا مثلاً اُن میں سے کسی نے حلال مشروب پیا جو شراب کے مشابہ ہے، لوگوں نے اسے چھوڑ دیا اور سوچا کہ یہ شراب پینے والا ہے، ان میں سے کوئی شخص زاہد معروف تھا، پس وہ حمام میں گیا اور کسی دوسرے کا لباس پہن کر نکلا اور راستے میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ لوگوں نے اسے پہچان لیا اور اسے پکڑ کر لباس اتروا کر خوب مارا اور کہا: ''یہ شخص چور ہے اور یوں لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔''

جاہ و مرتبہ کو ترک کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو کیونکہ جو شخص اپنے شہر میں گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو یہ بھی ریا کی ایک قسم ہے کہ لوگوں کو اس کی گوشہ نشینی کا علم ہوگا اور اس سے وہ لوگوں میں زیادہ مشہور و معروف ہو جائے گا۔

مدح کو پسند اور مذمت کو ناپسند کرنے سے خلاصی کیسے ممکن ہے؟

ہم نے بیان کیا ہے کہ جاہ و مرتبہ کی چاہت کا سبب کمال وہمی ہے تب تو نے جان لیا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں سوائے فوری (یعنی دنیاوی) فائدہ کے کچھ فائدہ نہیں جبکہ آخرت میں تو اس کا کوئی فائدہ ہے ہی نہیں۔ اگر مدح کسی دینی امر کے سبب ہو تو یہ بھی اسی طرح حرص ہی ہے کیونکہ دینی معاملے کا کمال تو اچھے خاتمہ کے ساتھ اور اس خطرہ سے چھٹکارے کے بعد ہی ہے۔

ریاکاری:[۱]

جان لیجئے! ریاکاری حرام ہے اور ریاءکار پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہوتا ہے، اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامین دلالت کرتے ہیں۔

چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝** (پ ۳۰، الماعون: ٤ تا ٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

---

[۱]: ''اخروی امور، اعمالِ صالحہ، علم دین پڑھنے اور پڑھانے میں دنیاوی فوائد کے حصول کی نیت کرنے کو ''ریا'' کہتے ہیں اور اس ارادۂ دنیا کے لئے اس پر کسی قسم کا جبر بھی نہ کیا گیا ہو۔'' ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی علیہ رحمۃ اللہ الولی ارشاد فرماتے ہیں: ''بندے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں لوگوں کی نیت کرنا ریاء ہے۔'' (الحدیقة الندیة، الخلق التاسع من الاخلاق الستین المذمومة، ج۱، ص ٤٦١)

﴿۲﴾ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۠ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضور نبیٔ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! نجات کس چیز میں ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

أَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُرِيْدُ بِهَا النَّاسَ. ترجمہ: بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے نہ کرے۔

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! شرکِ اصغر کیا ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ریاء کاری۔'' (پھر فرمایا) بروزِ قیامت جب بندہ اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو! کیا اُن کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محمود بن لبید، الحدیث ۲۳۶۹۲، ج۹، ص ۱۶۰)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''جُبُّ الْحُزْن (یعنی غم کے کنوئیں) سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! وہ کیا ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ. ترجمہ: جہنم میں ایک وادی ہے جو ریاکاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(سنن ابن ماجة، کتاب السنة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، الحدیث ۲۵۶، ص ۲۴۹۳)

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی سند کے ساتھ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت سیِّدُنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: ''مجھے کوئی حدیث سنائیے جو آپ نے نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہو۔'' راوی فرماتے ہیں: ''حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ رو پڑے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ خاموش نہ ہوں گے۔'' جب آپ خاموش ہوئے تو ارشاد فرمایا: میں نے نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اے معاذ! میں نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں حاضر ہوں۔'' تو پیارے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں، اگر تم نے اسے یاد رکھا تو وہ تمہیں نفع دے گی اور اگر ضائع کر دیا یا اس کی حفاظت نہ کی تو بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی دلیل کام نہ آئے گی۔''

(پھر فرمایا) اے معاذ! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے پہلے سات فرشتے پیدا فرمائے پھر آسمانوں کی تخلیق فرمائی پھر ہر دروازے پر ایک محافظ فرشتہ مقرر فرمایا۔ جب اعمال کے محافظ فرشتے بندے کے صبح سے شام تک کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں اور اس عمل میں سورج کی چمک جیسا نور رہتا ہے، جب وہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اور اس عمل کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں تو پہلے آسمان کا محافظ فرشتہ ان کو روک لیتا ہے اور کہتا ہے: ''اس عمل کو صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو، میں غیبت کا فرشتہ ہوں اور مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ غیبت کرنے والے کے عمل کو یہاں سے آگے بڑھنے نہ دوں۔''

اس کے بعد آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کے دیگر اچھے اعمال لے جاتے ہیں اور ان اعمال کو کثیر اور پاک سمجھتے ہیں جب دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے: ''ٹھہر واور یہ عمل صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو، میں فخر کا فرشتہ ہوں، اس شخص نے اپنا یہ عمل دنیا کے لئے کیا تھا، مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں کیونکہ وہ لوگوں میں بیٹھ کر اپنے اس عمل پر فخر کرتا تھا۔''

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مزید فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کے دیگر اعمال مثلاً صدقہ، روزہ اور نماز وغیرہ لے کر جائیں گے اور ان میں ایسا نور چمک رہا ہوگا کہ فرشتے بھی حیران رہ جائیں گے، جب تیسرے آسمان تک پہنچیں گے تو وہاں مؤکل فرشتہ کہے گا: ''ٹھہرو، اور اس عمل کو صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو، میں تکبر کا فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دوں، وہ مجالس میں لوگوں پر تکبر کیا کرتا تھا۔

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کا وہ عمل لے کر جاتے ہیں جو ستارے کی طرح چمکتا ہے اس میں تسبیح، نماز اور حج کی آواز ہوتی ہے، جس طرح شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ اسے لے کر چوتھے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے: ''ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو اور اسے اس کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو، میں خود پسندی کا فرشتہ ہوں، میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں کیونکہ یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اس میں خود پسندی کو داخل کر لیتا تھا۔''

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے مزید ارشاد فرمایا: ''پھر فرشتے کسی اور عمل کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ عمل دلہن کی طرح آراستہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے: ''ٹھہر جاؤ اور یہ عمل، عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو اور اس کے کندھوں پر رکھ دو، میں حسد کا فرشتہ ہوں، جب کوئی شخص اس کی طرح کچھ سیکھتا یا عمل کرتا تو یہ حسد کرتا تھا اسی طرح کسی بندے کو کوئی فضیلت حاصل ہوتی تو یہ اس سے حسد کرتا اور اس کی برائی بیان کرتا۔ مجھے میرے رب

عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں۔''

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کا نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ اور روزوں کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں، جب وہ چھٹے آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے: ''ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو کیونکہ جب کسی بندے کو کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی تو یہ اس پر رحم نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی مصیبت پر خوش ہوتا تھا، میں رحمت کا فرشتہ ہوں، مجھے میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دوں۔''

آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے مزید فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کا وہ عمل جو روزہ، نماز، نفقہ، زکوٰۃ، اجتہاد اور تقویٰ کی صورت میں ہوتا ہے جس کی آواز بجلی کی کڑک اور چمک سورج کی روشنی کی طرح ہوتی ہے اور اس کے ہمراہ تین ہزار فرشتے ہوتے ہیں جب یہ ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو وہاں کا مؤکل فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو، اور یہ عمل صاحبِ عمل کے منہ پر دے مارو، اس کے اعضاء پر مارو اور اس کے ذریعے اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو عمل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو میں اس کے راستے میں رکاوٹ بنوں اس شخص نے اپنے عمل سے غیر اللہ کا ارادہ کیا اس کا مقصد فقہاء کے نزدیک بلندی حاصل کرنا، علماء کے درمیان تذکرہ اور شہروں میں مشہور ہونے کا تھا اور ہر وہ عمل جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو وہ ریاء ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ریاء کار کے عمل کو قبول نہیں فرماتا۔''

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پھر فرشتے بندے کی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ، اچھے اخلاق، خاموشی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کو لے کر اُوپر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ آسمانوں کے فرشتے ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ تمام پردوں سے نکلتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں اس بندے کے خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کئے ہوئے اچھے اعمال کی گواہی دیتے ہیں۔'' حضور نبی کریم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے فرماتا ہے: ''تم میرے بندے کے اعمال کے نگران ہو جبکہ میں اس کے نفس کی نگرانی کرتا ہوں، بے شک اس نے یہ اعمال میرے لئے نہیں کئے بلکہ میرے علاوہ کسی اور کے لئے کئے ہیں، اس پر میری لعنت ہے۔'' تو تمام فرشتے عرض کرتے ہیں: ''اس پر تیری، ہم سب فرشتوں کی، ساتوں آسمانوں اور جو کچھ اس میں ہے، سب کی لعنت ہو۔''

حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں معاذ ہوں، (مجھے) کیسے نجات حاصل ہوگی؟'' آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! میری اتباع کرو اگرچہ تمہارے عمل میں کمی ہو، اے معاذ! اپنے قرآن پڑھنے والے بھائیوں

کے بارے میں کچھ کہنے سے اپنی زبان روک کر رکھو، اپنے گناہوں کو اپنے اوپر ڈالو، دوسروں کے ذمہ نہ لگاؤ، ان کو برا بھلا کہہ کر اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو، اپنے آپ کو ان پر بلند نہ سمجھو، دنیوی عمل کو آخرت کے عمل میں داخل نہ کرو، اپنی مجلس میں تکبر نہ کرو تاکہ لوگ تیرے برے اخلاق سے بچے رہیں، تیسرے آدمی کی موجودگی میں کسی سے سرگوشی نہ کرو، لوگوں پر اپنی عظمت کا اظہار نہ کرو ورنہ تم دنیاوی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے اور لوگوں کی بے عزتی نہ کرو ورنہ بروزِ قیامت جہنم میں اس کے کتے تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔" **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ (پ ۳۰، النّٰزِعٰت: ۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور نرمی سے بند کھولیں۔

"اے معاذ! کیا تم جانتے ہو، وہ کون ہیں؟" میں نے عرض کی: "یارسول اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون ہیں؟" آپ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "وہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو دانتوں سے نوچیں گے۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کون ان خصائل کی طاقت رکھ سکتا اور ان کتوں سے بچ سکتا ہے؟" تو آقائے نامدار صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے معاذ! یہ چیز ہر اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ آسان فرما دے، تیرے لئے یہی کافی ہے کہ تو لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے بھی وہی ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔" راوی کہتے ہیں: "میں نے کسی کو حضرت سیِّدُنا معاذ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا، وہ اس حدیث کے ڈر سے ایسا کرتے تھے۔"

(الترغیب والترھیب، المقدمة، باب الترھیب من الریاء......الخ، الحدیث ۵۹، ج ۱، ص ۴۸ تا ۵۱)

حضرت سیِّدُنا عکرمہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: "**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس کے عمل پر اتنا ثواب نہیں دیتا جس قدر ثواب نیت پر عطا فرماتا ہے کیونکہ نیت زیادہ پہنچنے والی ہوتی ہے اور اس میں ریاء نہیں ہوتی۔"

ریاء کی حقیقت کا بیان:

ریاء "رُؤْیَةٌ" سے ہے (یعنی دیکھنا) اور سُمعہ "سِمَاعٌ" سے ہے (یعنی سننا) ریاء کی اصل یہ ہے کہ اچھے اعمال دکھا کر لوگوں کے ہاں اپنا مقام بنانا اور لوگوں کے نزدیک مرتبے کا حصول کبھی عبادت کے ذریعے اور کبھی عبادت کے بغیر ہوتا ہے، عبادت کے علاوہ صورتوں میں ریاء یہ ہے مثلاً موٹے کپڑے پہننا، انہیں پنڈلی کے قریب تک لٹکانا، رنگ کا زرد ہونا، آنکھوں کو اندر کی طرف دھنسانا، بالوں کو بکھیرے رکھنا، آواز کو پست رکھنا، تکلف کے ساتھ وقار و سکون سے چلنا اور چادریں پہننا وغیرہ، یہ تمام چیزیں عبادت میں بھی ریاء کو شامل ہیں اور جب ان سے دکھاوے کا ارادہ ہو تو یہ حرام ہیں۔ اسی طرح علماء کے ریاکاری

کرنے سے مراد جلالتِ علمی کے اظہار کے لئے وعظ ونصیحت میں مسجع ومقفّٰی (یعنی فصاحت وبلاغت سے بھرپور) الفاظ استعمال کرنا ہے لیکن اگر اس سے ارادہ یہ ہو کہ لوگ اس طرح دین کے قریب ہوں گے تو درست ہے اور اسی طرح کبھی اصل وعظ میں وعظ کرنے والے کی نیت درست ہوتی ہے تو اس صورت میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال جائز ہے۔

اصل عبادت میں ریاء کاری یہ ہے کہ انسان لوگوں کے درمیان ہو تو طویل رکوع وسجود کرے تاکہ لوگ اسے عبادت گزار اور متقی سمجھیں اور کبھی وہ خلوت میں بھی اس چیز کا تکلف کرتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے بھی اس طرح کر سکے اور سمجھتا ہے کہ اس نے گھر میں طویل رکوع وسجدہ کرلیا اس لئے وہ ریاء سے بچ گیا اور اگر اس کا یہی عزم ہو تو بھی وہ دکھاوے میں مزید آگے نکل گیا اور وہ اس میں مخلص نہیں، پس ریاء کی صحیح تعریف یہی ہے کہ اس سے مراد جاہ ومرتبہ کا طلب کرنا ہے خواہ وہ عبادات کے ذریعے ہو یا بغیر عبادت کے، اگر بغیر عبادت کے ہو جیسا کہ مال میں سے حلال طلب کرنا تو وہ حرام نہیں مگر یہ کہ وہ مال دھوکا کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو اور یہ چیز مال اور مرتبہ دونوں میں برابر حرام ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حبِّ جاہ مکمل طور پر حرام ہے کیونکہ زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہ کچھ جاہ ومرتبہ کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح حاجت کو پورا کرنے کے لئے تھوڑا مال کمانا جائز ہوتا ہے اور حضرت سیِّدُنا یوسف علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کے فرمان سے یہی مراد ہے، جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمان میں ذکر فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ۱۳، یوسف:۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

پس جاہ ومرتبہ میں زہر وتریاق (یعنی نفع ونقصان) دونوں ہیں جیسا کہ مال کے بارے میں گزر چکا ہے اور جس طرح مال کی کثرت انسان کو سرکش اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کر دیتی ہے اسی طرح زیادہ جاہ ومرتبہ کا معاملہ ہے لیکن اگر تمہاری خواہش کے بغیر تمہیں بہت زیادہ عزت مل جائے، اور وہ تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل نہ کرے۔ پس تیرا اسے استعمال کرنا اسی طرح ہے جس طرح سخاوت، ایثار اور مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کے لئے مال کا استعمال کرنا ہے۔ اس کا وہی حکم ہے جو مالِ کثیر کا ہے جو پہلے گزر چکا ہے کیونکہ انبیاء کرام علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام اور ائمہ عظام وخلفاء راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی عزت سے بڑھ کر عزت کا حصول ممکن نہیں لیکن انسان کو چاہئے کہ اسے یہ چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ کرے اور نہ اس کے زوال پر اسے کوئی دکھ ہو، اس کا لوگوں کے پاس جاتے وقت اچھے کپڑے پہننا ریاء تو ہے لیکن یہ حرام نہیں کیونکہ اس میں عبادت کے ذریعے ریاء نہیں اور اس پر ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت دلیل ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے پانی

کے مٹکے میں دیکھ کر اپنا عمامہ شریف اور زلفوں کو درست فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**نَعَمْ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْعَبْدَ اَنْ یَتَزَیَّنَ لِاِخْوَانِہٖ اِذَا خَرَجَ اِلَیْھِمْ** ترجمہ: ہاں، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی طرف جاتے وقت ان کے لئے زینت اختیار کرے۔''

بے شک حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ عمل عبادت کے طور پر تھا کیونکہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مخلوق کو دعوت دینے پر مامور تھے اور اگر ان لوگوں کی نگاہوں میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا کوئی مقام نہ ہوتا تو وہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دعوت قبول نہ کرتے۔

جان لیجئے! ریاء کی مختلف صورتیں ہیں، اگر عبادت کرنے کا مقصد دکھاوا ہو تو یہ قطعی طور پر عبادت کو باطل کر دیتا ہے اور اس کی عبادت کی نیت میں ریاء غالب ہو تو یہ بھی ریاء کے حکم میں داخل ہے لیکن اگر ثواب اور ریاء دونوں کا ارادہ برابر ہو کہ اس میں سے ہر ایک کا مستقل ارادہ ہو تو اس نے نجات پائی، نہ اس کے لئے ثواب ہوگا نہ عذاب اور اس نے نفع پایا۔ اگر اصل عبادت کا ارادہ ہو لیکن ریاء اس پر غالب ہو اگرچہ ریاء عبادت پر مقدم نہ ہو اور اسی طرح اگر ریاء تو ہو مگر عبادت کے ارادے کی وجہ سے نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں شاید اس کا اصل عمل تو ضائع نہ ہوگا لیکن اس کے ثواب میں کمی ہوگی یا اس کو ریاء کے مطابق سزا ہوگی اور نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مندرجہ ذیل فرمانِ عالیشان اس کے دونوں ارادوں کے برابر ہونے پر محمول کیا جائے گا اور آخری قسم اس سے نکل جائے گی۔

چنانچہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**أَنَا أَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْکِ** ترجمہ: میں سب سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء، الحدیث ۷۴۷۵، ص ۱۱۹۵، الاغنیاء: بدلہ: الشرکاء)

جان لیجئے! اگر اصل ایمان میں ریاء ہو تو یہ نفاق ہے اور منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہمیشہ رہے گا لیکن اگر اصل ایمان کے بجائے اصول وفرائض میں ریاء ہو تو یہ پہلے سے کم ہے اور اگر نوافل یا عبادت میں ریاء ہو تو اس کا حکم گزر چکا ہے۔

ریاخفی کا بیان:

ریاءِ خفی وہ ہے جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے اور یہ مستقل طور پر بندے کو عبادت پر نہیں ابھارتا اور نہ ہی لوگوں کے سامنے عبادت کو کم کرنے میں مؤثر ہوتا ہے لیکن وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اسے عبادت کی وجہ سے پہچانیں، اس کی

عبادت وریاضت پر آگاہ ہوں اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے، یہی مخفی ریاء ہے۔

ریاءِ خفی کا علاج:

ریاء کا علاج اور اُسے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لے کہ ریاء کا سبب مال کی محبت، جاہ ومرتبہ اور حبِّ مدح ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس کے بعد یہ چیز ریاء دور کرسکتی ہے کہ اسے غور کرنا چاہئے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے باطن پر مطلع ہے اور عنقریب اس سے فرمائے گا: ''میں تیرے خیال میں سب دیکھنے والوں سے ہلکا تھا۔'' جب وہ اس بات میں غور کرے گا کہ اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف ہی لوٹنا ہے اور ریا کاری کا سلسلہ تو موت کے ساتھ ختم ہوجائے گا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ اسے ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

گناہ چھپانے کی رُخصت:

جان لیجئے! اخلاص کی اصل یہ ہے کہ ظاہر وباطن یکساں ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''علانیہ عمل کو اپنے اوپر لازم کرلو۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین! علانیہ عمل کیا ہے؟'' آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی شخص اس پر مطلع ہو تو تمہیں اس سے حیاء نہ آئے۔''

سیِّدُ المبلغین، جنابِ رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنِ ارۡتَکَبَ شَیۡئًا مِنۡ ھٰذِہِ الۡقَاذُوۡرَاتِ فَلۡیَسۡتَتِرۡ بِسِتۡرِ اللّٰہِ تَعَالٰی.

ترجمہ: جو شخص ان ناپاک کاموں میں سے کسی عمل کا ارتکاب کرے تو اسے چاہئے کہ اس پر پردہ ڈال دے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے پردہ ڈالا۔

(المستدرك، كتاب التو بة، باب من ألم فليستتر بستر الله، الحديث ٧٦٨٩، ج٥، ص٣٤٦۔٣٤٧، بدون: من ارتكب)

انسان کو چاہئے کہ وہ دوسرے لوگوں کے گناہ میں مبتلا ہونے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ اپنے آپ سے گناہ کے ارتکاب کو ناپسند کرتا ہے۔

ریاء کے خوف سے عبادات کو چھوڑنا جائز نہیں:

(حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) ''جب اصل ریاء عبادت پر برانگیختہ تو نہ کرے مگر اسے دورانِ عبادت ریاء میں پڑنے کا خوف ہو تو اسے چاہئے کہ وہ عبادت کو ترک نہ کرے کیونکہ شیطان کا مقصد عبادت چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اسے عبادت کو بجالانا چاہئے اور ریاء کو اس کی دواء سے دور کرنا چاہئے۔'' اسی وجہ سے بعض علماء کا یہ قول ہے کہ مخلوق

کے دیکھنے کی وجہ سے عبادت کو ترک کرنا ریاء ہے اور لوگوں کے لئے عبادت کرنا **نفاق محض** ہے۔

جان لیجئے! بعض عبادات ایسی ہیں جو مخلوق کے متعلق ہیں جیسے خلافت امامت، سلطنت، تدریس اور وعظ وغیرہ۔ چنانچہ، شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَیَوْمٌ مِنْ إِمَامٍ عَادِلٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ سِتِّیْنَ عَامًا.

ترجمہ: عادل حکمران کا ایک دِن عام آدمی کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۹۳۲، ج۱۱، ص۲۶۷، مفهوماً)

جان لیجئے! بے شک متقی لوگ ان عہدوں سے دور بھاگتے تھے کیونکہ ان میں بہت بڑے خطرے ہیں اس لئے کہ اس میں باطنی صفات کو مال، جاہ ومرتبہ کی محبت اور دیگر آفات کے ساتھ حرکت ہوتی ہے، اسی لئے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ وَالِیْ عَشِیْرَةٍ إِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَغْلُوْلَةً یَدُهٗ إِلٰی عُنُقِهٖ أَطْلَقَهٗ عَدْلُهٗ أَوْ أَوْبَقَهٗ جَوْرُهٗ.

ترجمہ: جو شخص کسی خاندان کا والی ہو وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہو گا اس کا انصاف اسے چھوڑائے گا یا اس کا ظلم اسے ہلاک کردے گا۔

(حلیة الاولیاء، راشد بن سعد، حدیث ۸۰۵۳، ج۶، ص۱۲۷)

پس عاقل کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ خطرہ کی جگہ سے بھاگے لہٰذا انسان اپنے نفس میں غور کرے، اگر ثواب کی طلب غالب ہے تو امارت قبول کرے اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی اس کا قائم مقام ظاہر ہو جائے اور اسے کفایت کرے تو وہ اسے غنیمت سمجھے اور اس سے غصہ نہ کرے، اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہو گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

باب29: # تکبر اور عُجب (یعنی خود پسندی) کی مذمت

تکبر کا بیان:[1]

اس میں چند فصول ہیں: جان لیجئے! تکبر مذموم ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیۡدٍ ۙ (پ ۱۳، ابراھیم:۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اورانہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش ہٹ دھرم نامراد ہوا۔

﴿۲﴾ سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ (پ۹، الاعراف:۱٤٦) ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

﴿۳﴾ کَذٰلِکَ یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (پ ۲٤، المؤمن:۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَا یَدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ مَنۡ کَانَ فِیۡ قَلۡبِہٖ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ مِنَ الۡکِبۡرِ. ترجمہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، الحدیث ۲٦۷، ص ٦۹٤)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلۡکِبۡرِیَاءُ رِدَائِیۡ، وَالۡعَظَمَۃُ اِزَارِیۡ، فَمَنۡ نَازَ عَنِیۡ وَاحِدًا مِنۡھُمَا اَلۡقَیۡتُہٗ فِیۡ جَھَنَّمَ. ترجمہ: بڑائی میری چادر اور عظمت میرا ازار ہے، تو جس نے ان دونوں میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑا کیا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔

(سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب البرأۃ من الکبر......الخ، الحدیث ٤١٧٤، ص ٢٧٣١)

---

[1]: ''خود کو دوسروں سے افضل و اعلیٰ اور بہتر سمجھ کر خوش ہونا ''**تکبر**'' کہلاتا ہے۔'' (الحدیقۃ الندیۃ، ج ١، ص ٥٤٣)

تکبر کا معنی:

تکبر نفس کی ایک صفت ہے جو نفس کے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہراً تکبر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس صفت کے لئے اَثر کی طرح ہے۔ **اللہ** کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا مانگی: ''**أَعُوْذُ بِکَ مِنْ نَفْخَةِ الْکِبْرِیَاءِ ترجمہ: میں تکبر کی پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔**''

(سنن ابن ماجة، ابواب اقامة الصلوات والسنة فیھا، باب الاستعاذة فی الصلاة، الحدیث۸۰۸، ص۲۵۲۵)

تکبر کی اقسام:

اگر تکبر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ہو یعنی وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو یہ مکمل کفر ہے، اگر رسولوں پر تکبر ہو کہ وہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کرتا تو یہ بھی مکمل کفر ہے اور تیسری قسم مخلوق پر تکبر کرنا ہے کہ وہ لوگوں پر بڑائی چاہے اور انہیں اپنی خدمت کرنے اور اپنے لئے عاجزی اختیار کرنے کی دعوت دے اور یہ کبریائی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ جھگڑا کرنے کی طرح ہی ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اور اگر تکبر مال وجاہ کے ساتھ ہو تو اس کا علاج پیچھے گزر چکا ہے، اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر آنا تو اچھی چیز ہی کے خلاف ہے (یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر نہیں آتا) اور اگر تکبر نیکیوں اور علم وعمل کی وجہ سے ہو تو اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو۔ جب انسان اعمال کے ساتھ لوگوں پر تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنا اَجر وصول کر لیا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس قریب ہے کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے اور یہی اس کے علاج کا طریقہ ہے۔ اور وہ جو اپنے اندر خیالات پاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے راحت حاصل ہوگی۔ پس جب اس کا نفس لوگوں پر برتری چاہنے پر ابھارے تو اسے عاجزی کا پیکر بننا چاہئے اور اس پر استقامت اختیار کرنی چاہئے تا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس سے نجات عطا فرمائے اور جب بھی اس کا نفس تکبر سے خلاصی چاہئے تو اسے چار امور کے ساتھ اپنے نفس کو آزمائے:

(۱)...... کیا وہ کسی دوسرے کی زبان پر حق کے ظاہر ہونے سے غصہ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بلندی چاہتا ہے یا نہیں؟

(۲)...... وہ محافل میں اپنے ہم عصروں کو اپنے سے مقدم جانے۔

(۳)...... وہ کھانا وغیرہ ضرورت کی اشیاء خود اپنے گھر اٹھا کر لائے کہ یہ سنت ہے اور اپنے گھر کے کام کاج میں اپنے غلام کا ہاتھ بٹائے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے، یہ سب سنت ہے۔ اور فقراء کی دعوت کو قبول کرنا، ان کے ساتھ بازار جانا اور ان کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنا اسی سے ہے۔

(۴)......مجلس میں عام کام کاج کے کپڑے پہنے کہ حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''اَلْبَذَاذَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ ترجمہ: پُرانا لباس پہننا ایمان سے ہے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب النھی عن کثیر من الارفاہ، الحدیث ۴۱۶۱، ص۱۵۲۶)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے:

مَنِ اعْتَقَلَ الْبَعِیْرَ وَلَبِسَ الصُّوْفَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْکِبْرِ. ترجمہ: جس نے اونٹوں کو باندھا اور اُونی لباس پہنا، وہ تکبر سے بچ گیا۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الملابس والاوانی، فصل فی التواضع فی اللباس، الحدیث ۶۱۶۱، ج۵، ص۱۵۳، بتقدمٍ وتأخرٍ)

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ حَمَلَ حَاجَتَہٗ اِلٰی بَیْتِہٖ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْکِبْرِ ترجمہ: جوشخص اپنی ضرورت کی چیز خود گھر اٹھا کر لائے، وہ تکبر سے بچ گیا۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی حسن الخلق، فصل فی التواضع، الحدیث ۸۲۰۱، ج۶، ص۲۹۲، بتغیرٍ)

جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لے کہ تمام امور میں میانہ روی بہتر ہے۔

پس قابلِ تعریف **تواضع** یہ ہے کہ انسان اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے ساتھ بغیر ذِلت کے عاجزی اختیار کرے۔

عُجب (یعنی خودپسندی) کا بیان:[۱]

جان لیجئے! خودپسندی قابل مذمت ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ (پ۱۰، التوبہ:۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے۔

﴿۲﴾ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (پ۱۶، الکھف:۱۰۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

﴿۳﴾ وَبَدَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مَا لَمْ یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ۝ (پ۲۴، الزمر:۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں **اللہ** کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو اُن کے خیال میں نہ تھی۔

---

[۱] عُجب یعنی خودپسندی کی تعریف یہ ہے کہ ''اپنے نیک عمل کو بڑا سمجھنا اور جس شرف کی وجہ سے اس نیک عمل کی سعادت ملی اس کو دل سے اچھا جاننا۔ عجب کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے کہ بندہ نعمتِ خداوندی کا شکر ادا نہ کرے اور اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا احسان نہ مانے بلکہ اس نعمت کو اپنا ذاتی کارنامہ سمجھے۔''

تکبر اور عجب میں فرق یہ ہے کہ ''اگر کسی دوسرے پر خود کو فوقیت دے تو تکبر ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے مقابلے میں نہ ہو بلکہ کسی کے مقابلے کے بغیر خود کو افضل واعلیٰ سمجھے تو اسے **عُجب** کہتے ہیں۔'' (الحدیقۃ الندیۃ، ج۱، ص۵۴۳۔۵۹۵)

سرکارِمدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

ثَلاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ. ترجمہ: تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) بخل، جس کی پیروی کی جائے (۲) خواہش، جس کی اتباع کی جائے اور (۳) آدمی کا اپنے نفس پر اترانا۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۵۴۵۲، ج۴، ص۱۲۹)

عُجب کی حقیقت:

خود پسندی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو علم وعمل میں کامل سمجھنے کی وجہ سے انسان کے دل میں تکبر پیدا ہو جائے۔ اگر اُسے اُس کمال کے زائل ہونے کا خوف ہو تو وہ خود پسند نہیں کہلائے گا اور اسی طرح اگر وہ اس کمال کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت سمجھ کر اس پر خوش ہو تو بھی خود پسندی نہیں بلکہ وہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل پر خوش ہے۔ اور اگر وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ یہ اس کی اپنی صفت ہے اور نہ اس کے زوال کی طرف متوجہ ہو اور نہ یہ سوچے کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے تو یہی چیز خود پسندی کہلاتی ہے اور یہی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے۔

عُجب کا علاج:

خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے انجام میں غور کرے اور بَلْعَم بن بَاعُوْرَاء کے بارے میں غور کرے کہ اس کا خاتمہ کیسے کفر پر ہوا اور اسی طرح ابلیس کی حالت ہے۔ پس جس شخص نے برے خاتمہ کے بارے میں غور کیا تو اس کے لئے اپنی کسی صفت کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہونا ناممکن ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم.

باب30: # غرور (یعنی خوش فہمی) کی مذمت کا بیان

جان لیجئے! یہ ہلاکت کے اسباب میں سب سے واضح سبب ہے۔

غرور (یعنی خوش فہمی) کے شکار لوگوں کی اقسام:

اس میں مبتلا لوگوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ہم ان میں سے چار اقسام ذکر کرتے ہیں۔

(۱)......علماء (۲)......عابدین (۳)......صوفیاء اور (۴)......دُنیادار و مالدار۔

غرور کی مذمت پر آیات کریمہ:

اللّٰہ ربُّ العزّت جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وقفة وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ O (پ ۲۱، لقمٰن: ۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں **اللّٰہ** کے علم (نام) پر دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی۔

﴿۲﴾ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ O (پ ۲۷، الحدید: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ **اللّٰہ** کا حکم آ گیا اور تمہیں **اللّٰہ** کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا۔

غرور کی مذمت پر احادیثِ مبارکہ:

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''عقلمند لوگوں کی نیند اور روزہ نہ رکھنا کیا ہی خوب ہے، یہ لوگ بیوقوفوں کی شب بیداری اور کوشش کو کس طرح ناقص کرتے ہیں اور صاحبِ یقین و تقوی کا ذرہ برابر عمل دھوکے کے شکار لوگوں کے زمین بھر عمل سے افضل ہے۔'' (موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث ۸، ج ۱، ص ۲۳، بتغیرٍ)

خوش فہمی یہ ہے کہ بندہ حقیقت کے خلاف چیز کا اعتقاد رکھے، یہ جہالت کی ایک قسم ہے اور نفس کا اس چیز سے سکون حاصل کرنا ہے جو اس کے خیال میں خواہش کے موافق ہو لہٰذا وہ شخص بھی دھوکے کا شکار ہے جسے اُس کا فاسد گمان اس دھوکے میں مبتلا کرتا ہے کہ یہ دنیا نقد اور یقینی ہے جبکہ آخرت کا معاملہ اُدھار اور شک کا ہے لہٰذا ہم اُدھار اور شک کے لئے نقد اور یقین کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ٘ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ (پ ۱، البقرة: ۸۶)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو۔

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ کفار ہیں، کبھی ان کو ایمان اچانک حاصل ہوتا ہے، کبھی دلیل و برہان کے ذریعے اور کبھی تقلید سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ مریض صحت کی امید رکھتے ہوئے حکیم کے کہنے پر دوا پیتا ہے لیکن اگر وہ کہے کہ میں اس وقت تک دوا نہیں پیؤں گا جب تک اس کے نفع بخش ہونے کا یقین نہ آ جائے تو یہ اس کی ہلاکت کی دلیل ہے۔ حالانکہ عقل تو برے گمان اور محض احتمال سے بچنے کا تقاضا کرتی ہے اور اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کے فرامین اور معجزات اس غور وفکر کرنے والے کو یقین کا فائدہ نہ دیں تو کم از کم اسے غالب گمان یا احتمال کا فائدہ بھی نہیں دیتے، جبکہ عقلمند تو احتمالِ محض سے بھی بچتا ہے۔ اسی لئے امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے کسی ملحد کو دلائل دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ''اگر تمہارا قول صحیح ہے تو میں نے بھی نجات پائی اور تم نے بھی اور اگر میرا قول صحیح ہے تو میں نے نجات پائی اور تم ہلاک ہوئے۔'' (امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی **احیاء علوم الدین** میں یہ قول نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آخرت پر یقین نہیں تھا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اس کی عقل کے مطابق کلام کر کے اس پر واضح کر دیا کہ اگر تمہیں آخرت پر یقین نہیں تو تم دھوکے میں مبتلاء ہو۔'')

کچھ لوگوں کو ان کے اس قول نے دھوکے میں ڈالا کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحیم وکریم ہے اور بعض لوگ اپنے آباؤ اجداد کے تقویٰ و پرہیزگاری سے وسیلہ پکڑتے ہیں اور یہ سب ناممکن ہے۔ جبکہ ان کا یہ قول صحیح ہے کہ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحیم وکریم ہے لیکن تمام آیاتِ قرآنیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا رحم وکرم یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے دنیا میں نیکیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ (پ۲۷، النجم:۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

﴿۲﴾ فَمَنْ یُّرِدِاللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ج (پ ۸، الانعام:۱۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے **اللہ** راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

پھر بندہ رزق کے معاملے میں اس کے کرم پر اعتماد کیوں نہیں کرتا حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (پ۲۸، الطلاق:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ** پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط (پ۲۸، الطلاق:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق کے معاملہ میں اپنی ذات پر توکل اور بھروسہ کرنے کا حکم فرمایا اور بندہ اس معاملے میں توتوکّل نہ کرے اور اس نے آخرت کے لئے عمل کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس معاملے میں توکل کرے تو یہ انتہائی درجے کا تضاد ہے اور جو شخص اپنے آباؤاجداد کی پرہیزگاری اور نسبی تقوی پر بھروسہ کرتا ہے اسے چاہئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور کرے جو حضرت سیِّدُنا نوح علیہ السلام کو فرمایا گیا:

اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ ج اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ز (پ۱۲، ھود:۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں، بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

نبیٔ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس فرمان میں غور کرے جب آپ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت اور ان کے لئے بخشش طلب کی تو آپ کو زیارت کی اجازت دی گئی لیکن استغفار کی اجازت نہ ملی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم رو پڑے۔''[1]

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کردے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے لمبی امیدیں رکھے۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی ،باب الکاف، الحدیث ۴۹۶۶،ج۲،ص۱۸۵الاحمق بدلہ العاجز)

---

[1]: امام جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ اللہ الوالی ''**التعظیم والمنة فی ابوی رسول اللہ** صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم **فی الجنّة**'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث سے اُن (یعنی والدین مصطفیٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) کا کفر لازم نہیں آتا کیونکہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو مقروض کا جنازہ پڑھنے اور اس کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمایا گیا تھا حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے۔

استغفار کی اجازت نہ ملنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجودیکہ توحید پرست تھیں، جنت سے برزخ میں ایسے امور کی وجہ سے رکی ہوں جو کفر نہ ہوں، اس بات کا تقاضا تھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو استغفار کی اجازت نہ دی جائے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو اس بارے میں اجازت دے۔''

یا دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلاشبہ موحِدہ تھیں مگر ان تک معاد و بعثت کا معاملہ نہ پہنچا تھا اور یہ بہت بڑی اصل ہے تو **اللہ** تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا تاکہ بعثت اور تمام شریعت پر ایمان لائیں یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے زندہ کرنے کو حجۃ الوداع تک مؤخر کردیا یہاں تک کہ شریعت کی تکمیل ہوگئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: ''اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (پ۶، المآئدۃ:۳) ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔ تو ان کو زندہ کیا گیا اور وہ تمام نازل تعلیمات پر ایمان لائیں، یہ معنی نہایت ہی نفیس اور عمدہ ہے۔''

(التعظیم والمنة فی ابوی رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلَّم فی الجنّة،،ص۱۱۰،۱۱۱)

جان لیجئے! ہمیشہ گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ دن رات اطاعت میں مشغول رہنے والا عقلمند، صاحبِ بصیرت برے خاتمہ سے خوفزدہ رہتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے التجا کرتا ہے کہ وہ اسے دنیا و آخرت میں پختہ قول کے ساتھ ثابت قدم رکھے اور وہ تقدیر کی ہلاکتوں سے ڈرتا ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ امید کی جگہ کہاں ہے؟ تو ہم جواب دیں گے کہ بے شک امید و خوف دو علامتیں ہیں، ہر ایک کا اپنا مقام ہے اور اُمید کے دو مقامات ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب انسان گناہوں کی کثرت کے سبب بخشش کو بعید سمجھے اور شیطان اسے دھوکے سے گمراہ کر کے رحمت سے مایوس کرے تو وہ توبہ کے ذریعے اپنی بخشش کی اُمید رکھے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ وہ اپنے لئے جنت کی نعمتوں اور بلند درجات کی امید رکھے جس طرح احادیث میں وارد ہے تاکہ وہ صرف فرائض پر اختصار نہ کرے۔

شیطانی دھوکے کے شکار لوگوں کی اقسام:

اب ہم شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہونے والے لوگوں کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

علماء: ان کے شیطانی دھوکے میں مبتلا ہونے کا ذکر **کتاب العلم** میں گزر چکا ہے، ''**علماء باللہ**'' وہ ہیں جن کے علم میں اضافے کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف ہو، نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ** ترجمہ: مجھے تمہاری نسبت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا زیادہ علم ہے اور تم سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب مالم یواجه......الخ، الحدیث ٦١٠١، ص٥١٥، بتغیرٍ قلیلٍ)

اور جس عالم کو اپنے باطنی عیوب کا علم نہ ہو یا وہ جانتا ہو لیکن ان عیوب کو زائل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ دھوکے میں مبتلا ہے اور اسے اس کا علم یقیناً فائدہ نہیں دے گا۔

عابدین: اور وہ لوگ جو مختلف قسم کی عبادات میں مشغول ہیں، یہ دھوکے سے محفوظ نہیں سوائے کچھ عقل مند لوگوں کے، جنہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہدایت کی توفیق بخشی۔ ان (یعنی دھوکے میں پڑنے والوں) میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے فرائض میں کوتاہی برتی اور سنتوں کو ان کے احکام و شرائط کے ساتھ ضائع کیا۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو وسوسے کی وجہ سے وضو کرتا اور لباس کو پاک کرنے میں مصروف رہتا ہے یہاں تک کہ فرض کا وقت ختم یا تنگ ہو جاتا ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی نیت صحیح نہیں ہوتی، اس میں وسوسہ غالب رہتا ہے یہاں تک کہ ان کی جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں وسوسے سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھنے پر ابھارتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ''بے شک ہم تو حروف کو مخارج کے ساتھ پڑھتے ہیں اور دوسری طرف توجہ نہیں دیتے، ان جیسوں کی مثال اس قاصد کی سی ہے جسے خط دے کر

بادشاہ کی طرف بھیجا جاتا ہے اور وہ مخارِجِ حروف کا خیال رکھتے ہوئے الفاظ کو بار بار دُہراتا ہے لیکن محفل کے آداب سے غافل ہو جاتا ہے، ایسا شخص اس لائق ہے کہ اسے پاگل خانے بھیج دیا جائے یا اسے سزا دی جائے۔

اور یہی حال اس شخص کا ہے جو حج و روزہ میں مشغول رہتا ہے اور دیگر عبادات بجالاتا ہے لیکن اُن کی شرائط کو پورا نہیں کرتا مثلاً توبہ واستغفار کرنا اور ظلماً چھینی ہوئی اشیاء واپس کرنا اور اعمال کی آفت کا علم نہیں سیکھتا نیز وہ علم نہیں سیکھتا ظاہر و باطن پاک رکھنے کے لئے جس کی اسے ضرورت ہے پس ایسا شخص اپنے علم سے دھوکے میں مبتلا ہے۔

صوفیاء: یہ قسم اصلی اور بناوٹی صوفیاء پر مشتمل ہے، ان کے مختلف گروہ ہیں۔

(۱)......ان میں سے کچھ وہ ہیں جو محض زیب وزینت اور ظاہری آداب کو پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ صوفی کے لئے یہی کافی ہے۔

(۲)......ان میں سے کئی ایسے ہیں جنھوں نے اس پر اضافہ کیا اور عمدہ قسم کی گدڑیاں پہنیں جو اعلیٰ قسم کے ریشم سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔ اُن کی مثال اُس بڑھیا کی سی ہے جس نے سنا کہ بہادر جوانوں کے نام بادشاہ کے دیوان میں لکھے جاتے ہیں وہ زِرہ پہنے ہوئے اسلحہ لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئی، بادشاہ نے اسلحہ اور قتال ومبارزت کے متعلق اس کو جانچنے کا حکم دیا۔ جب اس کے سر سے خود (یعنی لوہے کی ٹوپی) اور بدن سے زِرہ اتاری گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بڑھیا ہے۔ اس سے کہا گیا: یہ تو بادشاہ کی اہانت ہے۔ پس اسے پکڑ کر ہاتھی کے آگے ڈال دیا گیا اور اس پر سزا جاری کر دی گئی۔

(۳)......ایک گروہ وہ ہے جو صوفیاء کے علوم ومعارف کے چند الفاظ سیکھ کر معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ چیز ہلاکت کا باعث ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

(۴)......ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو نیک اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں اعمال کی ضرورت نہیں حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ انہیں اپنے لئے اعمال کی ضرورت ہے نہ کہ غیر کے لئے۔

(۵)......ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر قسم کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، نہ فرق کرتے ہیں نہ تمیز اور یہ بھی نہیں جانتے کہ حلال کی کثرت بھی ان کی شان کے خلاف ہے۔

(۶)......ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے لئے معرفت کا راستہ کھول دیا گیا لیکن جب انہوں نے اس کی خوشبو سونگھی تو وہیں کھڑے ہوگئے اور یہ خیال کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا وصال حاصل ہوگیا حالانکہ اس راستے کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کے پاس ٹھہر جاتا ہے تو اس کا قیام لمبا ہو جاتا ہے۔

(۵)......کچھ صوفیاء ایسے بھی ہیں جو ان سب سے آگے بڑھ گئے اور معرفت کی راہ میں انہیں جو انوار عطا ہوئے ان کی طرف توجہ نہ دی، نہ ان عطیات کی طرف متوجہ ہوئے جو انہیں میسر آئے اور نہ اُن پر ہی خوشی کا اظہار کر کے اس راہ سے ہٹے بلکہ وہ مسلسل سفر کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب عطا ہو گیا اور قرب کی حد تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس وقت یہ گمان کیا کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچ چکے ہیں حالانکہ وہ دھوکے میں مبتلا ہوئے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ستر نورانی پردے ہیں اور جب کوئی سالک (یعنی معرفت کی منازل طے کرنے والا) ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی پہنچتا ہے تو وہ گمان کرتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ تک پہنچ گیا۔ شاید جو قول اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا اُس میں اسی طرف اشارہ ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ج (پ۷،الانعام:۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔

اس سے آسمانی ستارہ مراد نہیں کیونکہ ان ستاروں کو تو آپ علیہ السلام بچپن میں بھی دیکھتے تھے اور ان کو پہچانتے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ معبود نہیں کیونکہ یہ ایک نہیں، بہت سے ہیں پھر حضرت سیِّدُنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ستارے سے کیسے مغالطہ کھا سکتے تھے جبکہ اس سے ایک عام اور جاہل شخص بھی دھوکا نہیں کھاتا۔ بلکہ اس سے آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی مراد انوارِ خداوندی میں سے ایک نور تھا اور یہ پہلا حجاب ہے جو سالک کے راستے میں آتا ہے۔ جب تک ان پردوں کو عبور نہ کر لیا جائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور یہ نور کے پردے ہیں، جو قرب و بُعد کے اعتبار سے بعض چھوٹے بعض بڑے ہوتے ہیں، انوار سماویہ میں سب سے چھوٹے ستارے ہی ہیں، اس لئے (انوارِ الٰہیہ میں سے) پہلے نور کے لئے بطورِ استعارہ اس کا نام استعمال کیا گیا کیونکہ یہ ان انوار میں سے سب سے چھوٹا ہے، سب سے بڑا سورج اور اِن دونوں کے درمیان چاند ہے۔

جب حضرت سیِّدُنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے آسمانِ دُنیا کو دیکھا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ (پ۷،الانعام:۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں کی۔

تو ایک نور کے بعد دوسرا نور اور ایک حجاب کے بعد دوسرا حجاب آتا گیا، جب بھی آپ علیہ السلام کے لئے انوارِ الٰہیہ عَزَّوَجَلَّ میں سے کچھ ظاہر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس کی عظمت اور نور کا مشاہدہ کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ حقیقت تک پہنچ گئے ہیں تو فرمایا: ''هٰذَا رَبِّیْ (پ۷، انعام:۷۶) ترجمۂ کنزالایمان: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔''

چنانچہ نورِ نبوت اور توفیقِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے آپ علیہ السلام پر ظاہر ہوا کہ آپ علیہ السلام کے آگے نور ہے۔ اس کے بعد جب بھی آپ علیہ السلام پر کوئی اعلیٰ درجہ ظاہر ہوا تو آپ پر یہ بھید کُھلا کہ پچھلا درجہ کمال کی چوٹی سے نچلے درجے پر ہے اور آپ

علیہ السلام اس بات پر مطلع ہوئے کہ اس کی ایک انتہاء ہے تو بولے:

لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ O (پ۷الانعام:۷۶) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

اسی طرح آپ علیہ السلام ہر رکاوٹ سے آگے بڑھتے گئے اور جب اس لامحدود ولامنتہی بارگاہ میں پہنچے تو آپ علیہ السلام کا دوسروں سے طمع ختم ہوگیا اور ارشاد فرمایا: (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک قول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مقدس کلام میں ذکر فرمایا)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (پ۷،الانعام:۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے۔

اور سالک اس وقت تک اِن انوار وحجابات تک نہیں پہنچتا جب تک وہ اپنے نفس کے حجابات سے نہ نکل جائے اور یہ بھی امرِ ربانی ہے بلکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے انوار میں سے ایک نور ہے، اِس سے مراد دل وروح کا وہ راز ہے جس پر حقیقتِ حق پوری طرح ظاہر ہوتی ہے حتّٰی کہ اس میں تمام عالم کی گنجائش پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اسے گھیر لیتا ہے اور اس میں سب کی صورت جھلکنے لگ جاتی ہے یہاں تک کہ اُسے لوحِ محفوظ کہا جاتا ہے۔ جب سالک اس تک پہنچ جاتا ہے تو اس کا نور پوری طرح چمکتا ہے، اس وقت اس میں ہر چیز کا وجود اپنی اصل حقیقت وماہیت کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے اور یہ پہلے مرحلے میں ایک فانوس کے پیچھے ہوتا ہے جو اس کے لئے ڈھانپنے والے کی طرح ہوتا ہے، جیسا کہ اِس پر قرآن مجید دلالت کرتا ہے، جب اس کا نور روشن ہوتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نور کی تجلی کے بعد جب اس کا جمال دِل میں منکشف ہوتا ہے تو بسا اوقات صاحبِ قلب اپنے دل کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اس میں ایسا واضح جمال دیکھتا ہے جو اسے دہشت زدہ کردیتا ہے اور بعض اوقات اسی شک وشبہ اور دہشت کے عالم میں اس کی زبان سبقت لے جاتی ہے اور وہ کہہ دیتا ہے: ''میں حق ہوں۔''[1]

پس اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق اس کی رفیق ہو اور الطافِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ اس کی پشت پر ہوں تو وہ چلتا رہتا ہے، وہاں کھڑا نہیں

---

[1]: اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن **فتاوی رضویہ شریف** میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ جن کو عوام ''**منصور**'' کہتے ہیں، منصور اِن کے والد کا نام تھا، اور ان کا اسم گرامی حسین۔ (آپ) اکابر اہلِ حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرَجہا مرتبۂ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں۔ وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یادِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مصروف ہوتیں۔ ایک دن ان کی آنکھ کھلی، بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتا نہ چلا، اُن کو وسوسہ گزرا، دوسری شب میں قصداً سوتے میں جان ڈال کر جاگتے رہے۔ وہ اپنے وقت پر اُٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہولئے، دیکھتے رہے۔ **آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور ان کے دہن مبارک (یعنی منہ شریف) کے برابر آلگا، انہوں نے پینا شروع کیا،** اِن سے صبر نہ ہوسکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے۔ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ بہن! تمہیں **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک جُرعہ (یعنی ایک گھونٹ) چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی ہر درو دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ...... بقیہ اگلے صفحہ پر

ہوتا پھر وہ انوارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی منازل کی دوری کو پہچان لیتا ہے، اگر نہ پہچان سکے تو ہلاک ہو جاتا ہے اور یہی دھوکے میں مبتلا ہونے کا مقام ہے کیونکہ تجلی کرنے والی شئے اور جس میں وہ تجلی کرتی ہے، دونوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ کوئی رنگین چیز شیشے میں دیکھی جائے تو شیشہ بھی رنگین نظر آتا ہے اور بندہ خیال کرتا ہے کہ یہ شیشے کا رنگ ہے اور جس طرح شیشے کے برتن میں ڈالی ہوئی چیز کا رنگ شیشے کے رنگ سے مل جاتا ہے (یعنی شیشہ کے برتن میں رنگین چیز ڈال دی جائے تو برتن بھی رنگین نظر آتا ہے) جیسا کہ اس شعر میں کہا گیا ہے:

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَاقَتِ الْخَمْرُ فَتَشَابَهَا فَتَشَاكَلَ الْاَمْرُ

فَكَاَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدَحٌ وَكَاَنَّمَا قَدَحٌ وَّلَا خَمْرُ

ترجمہ: شیشے کا برتن بھی صاف شفاف ہے اور شراب بھی پتلی ہے تو وہ دونوں ایک جیسے ہو گئے اور معاملہ مشتبہ ہو گیا گویا شراب ہے اور پیالہ نہیں اور پیالہ ہے شراب نہیں۔

عیسائیوں نے حضرت سیِّدُنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو اسی نظر سے دیکھا تو انہیں آپ علیہ السلام میں انوارالٰہیہ چمکتے ہوئے نظر آئے جس سے ان کو مغالطہ لگا جیسے کوئی شخص شیشے یا پانی میں ستارے کو دیکھے اور یہ خیال کرے کہ ستارہ شیشے یا پانی میں ہے، اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑنا چاہے، تو ایسا شخص دھوکے کا شکار ہے۔

(مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں) راہِ سلوک پر چلنے میں اس قدر دھوکے اور مغالطے ہیں جو کئی جلدوں میں بھی نہیں آسکتے شاید جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کو بھی چھوڑ نا زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس راستے پر چلنے والے کو دوسروں سے سننے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو اس راستے پر چلنے والا نہیں اسے سننے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ بعض اوقات اسے نقصان ہوتا ہے کیونکہ جب وہ ایسی بات سنتا ہے جس کو سمجھ نہیں پاتا اور گھبرا جاتا ہے لیکن اس کے سننے والے کو ایک فائدہ ہے کہ وہ سنے اور توفیقِ خداوندی اس کے شاملِ حال رہے، اور وہ یہ بات جان لے کہ جو کچھ اس کے مختصر ذہن، ناقص خیال، مزین سوچ میں ہے معاملہ اس سے بلند تر ہے اور اولیاء کرام کی بتائی ہوئی حکایات ومکاشفات کی تصدیق کرے لیکن جس پر بدبختی غالب ہو اور اس کے گناہوں نے اس کو گھیر لیا

بقیہ حاشیہ...... ہماری راہ میں قتل کیا جائے۔ انہوں نے کہنا شروع کیا، ''اَنَا لَا حَقُّ'' بیشک میں سب سے زیادہ اس کا سزاوار (یعنی حق دار) ہوں۔'' لوگوں کے سننے میں آیا، ''اَنَا الْحَقُّ'' (یعنی میں حق ہوں) وہ (لوگ) دعوی خدائی سمجھے، اور یہ (یعنی خدائی کا دعوی) کفر ہے۔ اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، ص ۵۷۷، حدیث نمبر ۶۹۲۲ پر ہے کہ) رسول اللہ (عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) فرماتے ہیں: ''مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ ترجمہ: جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کرو۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۲۶، ص ۴۰۰)

ہو وہ اسے اسی طرح جھٹلاتا ہے جس طرح اس سے پہلے سن کر جھٹلاتا تھا۔ فرمان خداوندی ہے:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (پ۱۹، الشعرآء:۲۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اوراب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

دنیا دار و مال دار: چوتھی قسم ان مال داروں کی ہے جو مساجد، سرائے اور پل بناتے ہیں اور ان پر اپنا نام لکھواتے ہیں اور اس سے اپنی شہرت اور لوگوں میں اپنا نام ہمیشہ باقی رکھنا چاہتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ مغفرت کا طمع رکھتے ہیں حالانکہ یہ دو وجہ سے خطا اور دھوکا ہے۔

(۱)......ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کی تعمیر ایسے اموال سے کرتے ہیں جو ظلم، غصب اور لوٹ مار سے حاصل ہیں، ان کے لئے بہتر تو یہ تھا کہ ایسے فلاحی کام کرنے کے بجائے ان اموال کو ان کے مالکوں کو لوٹاتے۔

(۲)......دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ان تعمیرات سے ریاکاری اور شہرت چاہتے ہیں حتّٰی کہ اگر انہیں کہا جائے کہ وہ ایسی جگہ دینار خرچ کریں جہاں ان کا نام نہ لکھا جائے تو ان کا نفس سخاوت پر آمادہ نہیں ہوگا حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر آگاہ ہے خواہ وہ اپنا نام لکھیں یا نہ لکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد صرف ریاء اور شہرت ہے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مالِ حلال سے مساجد تعمیر کرتے اور ان کی خوب زیب و آرائش کرتے ہیں، یہ بھی دو وجہ سے دھوکے میں ہیں: (۱) ایک تو یہ کہ شاید ان کے پڑوس میں کوئی فقیر بھوکا ہو جو مدد کا زیادہ مستحق ہو اور (۲) دوسری یہ ہے کہ وہ نمازیوں کو ان نقش و نگار اور زیب و زینت کی وجہ سے نماز سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ اس اعتبار سے دھوکے میں ہیں کہ انہوں نے برائی کو نیکی سمجھا اور اس پر حضرت سیِّدُنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے جب مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اِسے اونچائی میں سات ہاتھ بلند رکھیں اور نقش و نگار اور زیب و زینت نہ فرمائیں۔''[۱]

مختصر یہ کہ جو شخص کسی فقیر، مسکین یا نیکی کے دیگر کاموں پر مال خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے نفس سے پوچھے کہ کیا وہ پوشیدہ طور پر سخاوت کرنا پسند کرتا ہے؟ اگر اسے یہ پسند نہیں تو غالباً اس میں ریاکاری یا شہرت مقصود ہے۔

---

[۱]: **صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی **بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۴۰** پر نقل فرماتے ہیں: ''مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے، سونے چاندی کے پانی سے نقش و نگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے، مال وقف سے ایسا نہیں کرسکتا۔ بلکہ متولی مسجد نے اگر مالِ وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ہاں! اگر بانیٔ مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہوگیا تو متولی مسجد مالِ مسجد سے بھی نقش و نگار کرا سکتا ہے۔ بعض مشائخ دیوارِ قبلہ میں نقش و نگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں، کہ نمازی کا دل ادھر متوجہ ہوگا۔'' (بحوالہ الدر المختار و رد المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ج۹، ص۶۳۶)

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ اس تقسیم کے بعد کیا تدابیر واسباب ہوں گے؟ کیونکہ آپ نے بیان کیا ہے کہ کوئی گروہ دھوکے سے محفوظ نہیں۔

جواب: اگر تمہاری خواہش سچی ہو تو تدبیر واسباب کی طرف تمہاری رہنمائی کی جائے گی اور یہ اس کے لئے آسان ہے جس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آسان فرما دے لہٰذا جو شخص غار سے سونا چاندی نکالنے، سمندر کی گہرائی سے مچھلی پکڑنے اور فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کو اُتارنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس آسان کام سے عاجز نہیں ہوگا، جب انسان اعمال کی مصیبتیں پہچان لے اور یہ بات جان لے کہ ریاء، جاہ ومرتبہ اور شہرت جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، باقی نہیں رہتیں بلکہ موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں اور اپنے نفس کی ذِلت اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عزت وعظمت کو جان لے اور یہ بھی جان لے کہ دنیا دھوکا کا مقام اور آخرت ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے عمل نہ کرے اور ان آفات سے نہ بچے۔

سوال: اگر تم سوال کرو کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد کس چیز کا خوف ہوگا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اب اس بات کا خوف ہوگا کہ شیطان اس پر مسلَّط نہ ہو جائے اور کہے تو وہ آدمی ہے جو ان آفات سے بچ گیا اب تجھ پر ضروری ہے کہ تو مخلوق کو بلا کر وعظ ونصیحت کرے، یہ شیطان کی چال ہے کیونکہ جو شخص دنیا کے معاملہ میں اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس کے پاس دین کے ذریعے آتا ہے، ہم نے وعظ ونصیحت کی شرائط بیان کی ہیں، اگر وہ ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہوئے وعظ ونصیحت کرے، **ان شاء اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے توفیق حاصل ہوگی۔

حصّہ چہارم

مُنجِیَات

باب 31: توبہ کا بیان

حصّہ چہارم

مُنجِیات (نجات دِلانے والے اعمال)

باب 31:

توبہ کا بیان

جان لیجئے! توبہ اس معنی کا نام ہے جو تین امور سے ترتیب پاتا ہے: **(۱) علم (۲) حال (۳) فعل۔**

علم۔ گناہوں کے نقصانات کو جاننے کا نام ہے اور یہ بندے اور اس کے ہر محبوب کے درمیان حجاب ہے۔ جب انسان کو اس بات کی پہچان ہو جائے تو اس سے دل میں ایک حال اٹھتا ہے اور یہ محبوب کے نہ ملنے کے خوف کی وجہ پر پیدا ہونے والا غم ہے اور یہی ندامت ہے اور (دل پر) اس ندامت کے چھا جانے سے توبہ اور گذشتہ گناہوں کی معافی کا ارادہ پختہ ہوتا ہے۔

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: ''**اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ** ترجمہ: ندامت توبہ ہے۔'' (سنن ابن ماجة، ابواب الزھد، باب ذکر التوبة، الحدیث ۴۲۵۲، ص ۲۷۳۵)

کیونکہ ندامت علم کے بعد ہی ہوتی ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا۔

توبہ کا وجوب:

توبہ کے وجوب پر عقل بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

توبہ کی فضیلت:

جان لیجئے! آیات واحادیث توبہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں جس طرح عقل توبہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ **وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** ۝ (پ۱۸، النور: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** کی طرف توبہ کرو، اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

﴿۲﴾ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا** ط (پ۲۸، التحریم: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو! **اللہ** کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (پ۲،البقرة: ۲۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللّٰہ** پسند کرتا ہے، بہت توبہ کرنے والوں کو۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: ''توبہ کرنے والا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب ذكر التوبة، الحديث ۴۲۵۰، ص ۲۷۳۵، بدون :التائب حبيب الله)

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مسرت نشان ہے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ مؤمن بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو شخص کسی ناموافق ہلاکت خیز جگہ پر اُترے، اس کے پاس اپنی سواری بھی ہو جس پر اس کا کھانا پینا ہو، وہ سر رکھ کر گہری نیند سو جائے پس جب وہ بیدار ہو تو اس کی سواری جا چکی ہو، وہ اسے تلاش کرتا پھرے یہاں تک کہ اسے سخت گرمی اور پیاس لگے، جتنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے اور وہ کہے: میں اپنی اس جگہ کی طرف لوٹ جاتا ہوں جہاں میں تھا تاکہ وہاں جا کر سو جاؤں یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔ پس وہ مرنے کے لئے اپنی کلائی پر سر رکھ دے پھر جب وہ بیدار ہو تو دیکھے کہ اس کی سواری اس کے پاس موجود ہے جس پر اس کا کھانا اور پانی موجود ہے تو جس قدر وہ بندہ اس سواری کے ملنے پر خوش ہوتا ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کی توبہ سے اس سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے۔''

(صحيح البخاری، كتاب الدعوات، باب التوبة، الحديث ۶۳۰۸، ص ۵۳۱، بتغیرٍ)

توبہ کے وجوب پر ائمہ کرام کا اجماع ہے اگر تو کہے: توبہ کیسے واجب ہے؟ جبکہ یہ تو دِل میں پیدا ہونے والی ندامت کا نتیجہ ہے اور یہ بندے کے اختیار میں نہیں؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اس کا سبب اختیار میں ہے اور وہ عمل کی کوشش کرنا ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس واجب توبہ میں داخل ہے نہ اس وجہ سے کہ آدمی علم کو خود پیدا کرتا ہے بلکہ علم، ندامت، فعل، ارادہ اور قدرت سب اس قادرِ مطلق ذات کی طرف سے ہے پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا فرمایا۔ اربابِ بصیرت کے نزدیک یہی بات حق ہے اور اس کے علاوہ گمراہی ہے۔

اگر تم کہو: کیا بندے کو کام کرنے یا چھوڑنے کا اختیار نہیں؟ تو ہم جواب دیں گے: ہاں، ہے اور یہ ہمارے قول کے خلاف نہیں کہ ''ہر چیز **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے۔'' کیونکہ اختیار بھی تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا پیدا کردہ ہے اور بندہ اس اختیار میں بھی مجبور ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب صحیح ہاتھ اور لذیذ کھانا بھی پیدا کیا، معدے میں کھانے کا شوق اور دل میں یہ علم بھی پیدا کیا کہ یہ کھانا خواہش کی تسکین کا ذریعہ ہے اور یہ تردد بھی پیدا کیا کہ خواہش کے پورا کرنے کے ساتھ کیا یہ نقصان دہ تو نہیں؟ اور کیا اس کے کھانا کھانے میں کوئی رکاوٹ ہے یا نہیں؟ پھر علم بھی پیدا کیا کہ کوئی رکاوٹ نہیں۔ لہٰذا ان اسباب کے جمع ہونے پر کھانے کا ارادہ پختہ ہو جاتا ہے اور یہ سب امور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بنائے گئے طریقے سے ترتیب پاتے ہیں مثلاً **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہاتھ میں لکھنے

کے لئے حرکت اس وقت تک پیدا نہیں کرتا جب تک وہ اس میں صفتِ قدرت پیدا نہیں کرتا اور جب تک اس میں حیات پیدا نہیں کرتا نیز جب تک پختہ ارادہ نہیں کرتا۔ اور مضبوط ارادے کو اس وقت پیدا کرتا ہے جب خواہش اور میلانِ نفس پیدا فرماتا ہے اور یہ میلان اس وقت تک نہیں اُبھرتا جب تک اس بات کا علم پیدا نہ کرے کہ یہ میلان ابتداء یا انتہاء میں نفس کے موافق ہے اور علم کو بھی قدرت، ارادہ اور علم کی طرف لوٹنے والے دیگر اسباب کے بغیر پیدا نہیں فرماتا، پس علم اور طبعی میلان ہمیشہ پختہ ارادے کے پیچھے چلتے ہیں، اور قدرت اور ارادہ ہمیشہ حرکت کے تابع ہوتے ہیں اور ہر فعل میں اسی طرح ترتیب ہے اور یہ سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق ہے لیکن بعض مخلوق دوسری بعض کے لئے شرط قرار دی گئی ہے اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں اور اس کی اُس قضاء میں جاری ہو چکا ہے، جو پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہو جاتی ہے اور یہ مکمل ترتیب ہے، جو تبدیل نہیں ہوتی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (پ۲۷، القمر:۴۹) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

اور ان اندازوں میں سے ایک اندازہ قدرت، ارادہ، قصد اور علم پیدا کرنے کے بعد کاتب کے ہاتھ میں حرکت کو پیدا کرنا بھی ہے لہٰذا جب یہ چاروں امور تقدیر کے تحت مسخر انسان کے جسم پر غالب آجاتے ہے تو ظاہری علوم والے اور عالَم غیب اور ملکوت سے ناواقف لوگ کہتے ہیں: اے فلاں شخص! تحقیق تم نے حرکت کی، تم نے لکھا اور تم نے کنکری پھینکی وغیرہ جبکہ پردہ غیب اور ملکوت سے ندا دی جاتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے:

﴿۱﴾ **وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۚ** (پ۹، الانفال:۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ **اللہ** نے پھینکی۔

﴿۲﴾ **قَاتِلُوۡهُمۡ یُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَیۡدِیۡکُمۡ** (پ۱۰، التوبہ:۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: تو ان سے لڑو، **اللہ** انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔

یہاں آکر ظاہری علوم سے وابستہ لوگوں کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔ پھر بعض کہتے ہیں: بندہ مجبورِ محض ہے۔ کوئی کہتا ہے: وہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ کچھ اعتدال پر ہیں، پس وہ کہتے ہیں: بندہ اپنے افعال کو حاصل کرنے والا ہے۔ اگر ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں اور وہ عالَمِ غیب اور ملکوت کو دیکھ لیں تو ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک کسی اعتبار سے حقیقت کے مطابق کہتا ہے لیکن سب کے سب قصوروار بھی ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اس بات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اور اس کی آگاہی عالَمِ غیب کی طرف سے کھلنے والی کھڑکی سے نور کے چمکنے سے ہی ہو سکتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ غیب و ظاہر سے باخبر ہے، اور اپنے غیب پر سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو آگاہ نہیں فرماتا اور جو شخص سلسلہ

اسباب ومسببات کوحرکت دے اوران کے تسلسل کی کیفیت اوران کے **مسبِّبُ الاسباب** کے ساتھ تعلق کی وجہ جان لے تو اس پر تقدیر کا راز واضح ہو جائے گا اور اسے اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی خالق اور موجد نہیں۔

اعتراض: اگر تو کہے کہ آپ نے کہا ہے کہ انسان کو مجبورِ محض سمجھنے والے، اپنے افعال کا خالق ماننے والے اور اپنے افعال حاصل کرنے والا سمجھنے والے ایک اعتبار سے سچے ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں کوتاہی پائی جاتی ہے؟

جواب: تو میں جواب دوں گا: ہاں اور میں تمہیں یہ چیز ایک مثال سے سمجھاؤں گا، میں کہتا ہوں: ''نابینا لوگوں کی ایک جماعت نے سنا کہ ان کے شہر میں ہاتھی نامی ایک عجیب حیوان آ گیا ہے اور انہوں نے نہ کبھی اس کے بارے میں سنا تھا، نہ اس کی صورت دیکھی تھی۔ کہنے لگے: ہمیں اس کا مشاہدہ کرنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے اسے ہاتھ لگا کر پہچاننا چاہئے۔ پس وہ ہاتھی کے پاس چلے گئے اور اُسے ہاتھوں سے ٹٹولا، کسی کا ہاتھ اس کے پاؤں پر پڑا، کسی کا سونڈ پر اور کسی کا اس کے کان پر۔ پھر کہنے لگے: ہم نے ہاتھی کو پہچان لیا۔ جب واپس آئے تو دوسرے نابینوں نے ان سے پوچھا تو اُن کے جواب مختلف تھے، جس نے پاؤں کو چھوا تھا اس نے کہا: وہ ایک کھردرے ستون کی طرح ہے البتہ اس سے کچھ نرم ہے، جس نے اس کی سونڈ کو ہاتھ لگایا تھا اس نے کہا: جیسا تم کہتے ہو ویسا نہیں بلکہ سخت ہے، نرم نہیں چکنا ہے، کھردرا نہیں، ستون کی طرح بالکل موٹا نہیں بلکہ ستون ہی کی طرح ہے، جس نے اس کے کان کو چھوا تھا اس نے کہا: وہ ایک موٹا چمڑا ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک نے سچ کہا کیونکہ ہر ایک نے ہاتھی کی جتنی پہچان حاصل کی اتنی ہی خبر دی اور کوئی اس سے باہر نہیں نکلا لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے سوچا کہ ہم نے پورے ہاتھی کی پہچان حاصل کر لی ہے۔'' اس مثال سے عبرت حاصل کرو کیونکہ یہ اکثر ان چیزوں کی مثال ہے جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

اب ہم مقصد کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے وجوب توبہ کے تین اجزاء بیان کئے، اب ہم کہتے ہیں کہ گناہ سرزد ہونے پر فوراً توبہ کرنا **واجب** ہے کیونکہ گناہوں کو ترک کرنا ہمیشہ واجب ہے۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنا بھی ہمیشہ واجب ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا (پ ۱۸، النور: ۳۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** کی طرف توبہ کرو سب کے سب۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توبہ کرنا تمام لوگوں پر واجب ہے یہ اس لئے کہ کوئی بھی انسان اعضاء یا خیالات کے گناہوں سے خالی نہیں ہوتا اور اس کی کم از کم صورت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات سے غافل ہونا یا اس سے توجہ کا ہٹ جانا ہے اور **انبیاء کرام** علیہم السلام اور **صدیقین** رحمہم اللہ المبین کی یہ شان ہے کہ وہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

اور وہ اولیاء کرام جن کے سینوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا وہ جانتے

ہیں کہ ان کا ہر سانس ایسا نفیس جو ہر ہے جو کہ انمول ہے حتّٰی کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس کا مقابلہ ایک سانس سے کیا جائے تو یہ (دنیا و مافیہا) اس کی قیمت کے برابر نہیں ہو سکتا پس وہ اپنے اوقات کی حفاظت کرتے ہیں جبکہ دیگر لوگ اپنی غفلتوں میں پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کی موت کا وقت آجائے:

فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ (پ ۲۸، المنفقون: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کہنے لگے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب بندے کی نگاہوں سے پردہ اٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے موت کے فرشتے! مجھے ایک دن مہلت دے دے، تاکہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عذر پیش کر سکوں اور توبہ کروں اور اپنے لئے اچھا توشہ تیار کر لوں۔ فرشتہ جواب دیتا ہے: تو نے ساری زندگی ضائع کر دی اب کوئی دن نہیں مل سکتا۔ تو وہ کہتا ہے: مجھے ایک گھڑی مہلت دے دے۔ فرشتہ جواب دیتا ہے: تم نے تمام ساعتیں ضائع کر دیں اب کوئی ساعت نہیں پس اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور جان حلق میں آجاتی ہے اور اس افسوس کی حالت میں اس کی سانس سینے میں اُکھڑ جاتی ہے وہ گذشتہ نقصان کی تلافی نہ کرنے پر ناامیدی اور اپنی ساری زندگی ضائع کرنے پر حسرت و ندامت کے گھونٹ پیتا ہے۔ ان حالات کے صدمات میں اس کا اصل ایمان مضطرب ہو جاتا ہے۔ **و العیاذ باللہ**

جب اس کا دم نکلنے لگتا ہے تو اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس کی کوئی نیکی قبول ہو چکی ہو تو اس کی روح توحید پر نکلتی ہے اور یہی حسنِ خاتمہ ہے لیکن اگر اس کے لئے بدبختی کا فیصلہ ہو چکا ہو تو اس کی روح شک اور اضطراب پر نکلتی ہے۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اور یہی برا خاتمہ ہے، اسی کی مثل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَ لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ (پ ٤، النسآء: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی۔

﴿۲﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ (پ ٤، النسآء: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ توبہ جس کا قبول کرنا **اللہ** نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گناہ سرزد ہونے کے بعد نیکی کرے تو وہ اس برائی کو مٹا دیتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

مقبول توبہ کا بیان:

جان لیجئے! جب تمہیں قبولیت کا معنی معلوم ہوگیا تو تمہیں کسی بھی صحیح طور پر کی گئی توبہ کے قبول ہونے میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ نورِ بصیرت سے دیکھنے والے اور انوارِ قرآن سے فیض یاب ہونے والے لوگ جانتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہر قلبِ سلیم کو بروزِ قیامت قربِ خداوندی کا اعزاز حاصل ہوگا اور وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کر سکے گا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ دل اپنی اصل کے اعتبار سے سلامتی والا پیدا کیا گیا اور اس کی سلامتی گناہوں کا گردوغبار چھا جانے سے زائل ہوتی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ندامت کی آگ اس غبار کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہ کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں کے انوار کے سامنے گناہوں کے اندھیرے نہیں ٹھہرتے جیسے دن کی روشنی کے سامنے رات کے اندھیروں کا بس نہیں چلتا اور جس طرح صابن کی سفیدی سے میل کی کدورت باقی نہیں رہتی، اسی طرح توبہ واستغفار اور ندامت کے نور سے گناہ باقی نہیں رہتے سوائے اس کے کہ گناہوں کی کثرت اور ہمیشگی کی وجہ سے دل خراب ہوگیا ہو۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

﴿۱﴾ كَلَّا بَلْ سکتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ (پ ۳۰، المطففين: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

﴿۲﴾ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ ۱۰، التوبة: ۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔

یہ بات کفار اور منافقین کے بارے میں ہے جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ بات ان کے حق میں نہیں کیونکہ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتّٰى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ.

ترجمہ: اگر تم گناہوں کا ارتکاب کرو یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تمہیں ندامت ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب ذكر التوبة، الحديث ۴۲۴۸، ص ۲۷۳۵، مفهوماً)

کن چیزوں سے توبہ کرنا ضروری ہے:

تمام گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے جن کے بارے میں آپ گذشتہ مذمومہ صفات اور ان سے پیدا ہونے والی برائیوں کے بیان میں جان چکے ہیں، پس صغیرہ وکبیرہ تمام گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے اور کہا گیا ہے کہ ''صغیرہ گناہ پر اصرار سے وہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار سے کبیرہ گناہ باقی نہیں رہتا۔'' جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا تو جان لو کہ وہ گناہ جن کا غیر سے تعلق

ہوتا ہے ان سے توبہ دوسرے کے فیصلہ کرنے اور معاملہ اس کے سپرد کرنے کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے جس طرح قصاص، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، تاوان کی مختلف اقسام اور حدِ قذف وغیرہ۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو توبہ کا ارادہ کرے لیکن جو توبہ نہ کرے تو ہمیں چاہیئے کہ اس کے دل سے گناہوں پر اصرار کی گرہیں کھولنے کے لئے اسے گناہگاروں کے حالات سے ڈرائیں جو آیات واحادیث میں وارد ہیں اور اس شخص کا حال اور اس کی سزا کو بیان کریں جو توبہ کئے بغیر فسق وفجور کی حالت میں مرگیا اور اس پر یہ واضح کریں کہ کبھی دنیا ہی میں سزا مل جاتی ہے یہاں تک کہ اگر وہ آخرت کی سزا سے اندھا ہو جائے تو شاید دنیا کی سزا سے خوف کھا جائے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے **مدنی قافلوں** میں سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے **مدنی انعامات** کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے اِنْ شَاءَ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے **پابندِ سنت** بننے، **گناہوں سے نفرت** کرنے اور **ایمان کی حفاظت** کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

باب32:

صبر و شکر

جان لیجئے! ایمان کے دو حصے ہیں: ایک حصہ صبر اور دوسرا حصہ شکر ہے جیسا کہ احادیث اور آثار اس بات پر شاہد ہیں۔

قرآن و حدیث میں صبر کے فضائل:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبر کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْاؕ (پ۲۱، السجدة: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

﴿۲﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْاؕ (پ۹، الاعراف: ۱۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ ان کے صبر کا۔

﴿۳﴾ وَلَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْۤا (پ۱۴، النحل: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ دیں گے۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: "اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت کرنا۔"

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی حسن الخلق، الحدیث ۸۰۱۴، ج۶، ص۲۴۲)

نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: "اَلصَّبْرُ كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ ترجمہ: صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔"

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصبر، الحدیث ۱۶، ج۴، ص۲۴، الجنة: بدله: الخیر)

حقیقت صبر کا بیان:

جان لیجئے! صبر علم، حال اور عمل سے مرکب ہے، اس میں علم درخت کی طرح، حال ٹہنیوں کی طرح اور عمل پھل کی طرح ہے اور تو نے جان لیا کہ صبر میں دینی مصلحت ہے اور یہ ایسی قوت ہے جو صبر کا تقاضا کرتی ہے اور یہ صبر یا تو عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے سے یا شہوت کو ترک کرنے سے ہوتا ہے اور یوں وہ تمام احوال میں صبر ہی کی کسی قسم کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مباح کاموں میں بھی میانہ روی اختیار کرتا ہے اور حد سے نہیں بڑھتا اور جہاں تک عبادت پر صبر کرنے کا تعلق ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ وہ اس پر کچھ روز صبر کرے گا تو اس کے مقابلہ میں ہمیشہ سعادت پائے گا اور عبادت پر صبر میں اسے ضرورت ہے کہ اسے نہ ظاہر

کرے اور نہ ہی دکھاوے کے ذریعے ضائع کرے اور سب سے بڑا صبر خواہشات نفسانیہ اور اس کے موجبات سے بچنا ہے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ باتیں جن پر صبر کرنا لازمی ہے یہ ہیں کہ کوئی انسان اسے قول یا فعل کے ذریعے اذیت دے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: ''ہم کسی مسلمان کو اس وقت تک مؤمن شمار نہ کرتے تھے جب تک وہ اذیت پر صبر نہ کرے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَا ط وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ (پ۱۳، ابراھیم: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو **اللہ** ہی پر بھروسہ چاہئے۔

اور یہ صبر کبھی نفسِ فعل اور اس کے احتمال پر اور کبھی بدلے پر ہوتا ہے اور اس میں ایمان کا کمال ہے۔

صبر کی ایک دوسری قسم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرنا جو انسان کے اختیار میں نہیں، جس طرح بیماری کی مصیبت، بینائی کا چلا جانا، اعضاء کا خراب ہونا اور رشتے داروں کا فوت ہونا وغیرہ۔

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: ''قرآن مجید میں صبر کی تین صورتیں مذکور ہیں: (۱) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عائد فرائض کی ادائیگی پر صبر کرنا اور اس کے تین سو درجات ہیں (۲) جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حرام کیا اس پر صبر کرنا اور اس کے چھ سو درجات ہیں (۳) مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت صبر کرنا اور اس کے نو سو درجات ہیں۔''

صبرِ جمیل کی تعریف:

صبرِ جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ دوسروں میں پہچانا نہ جائے اور اس منزل تک رسائی طویل مدت تک طویل ریاضت سے ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

شکر:

شکر کی فضیلت یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط (پ۲۱، العنکبوت: ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک **اللہ** کا ذکر سب سے بڑا۔

﴿۲﴾ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

﴿۳﴾ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ۝ (پ۴، اٰل عمران: ۱۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عنقریب **اللہ** شکر والوں کو صلہ دے گا۔

﴿۴﴾ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ۝ (پ۲۲، سباء: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

''اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ. ترجمہ: کھانے والا شکر گزار صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب الطاعم الشاکر، الحدیث ۲۴۸۶، ص ۱۹۰۲)

حقیقتِ شکر کا بیان:

شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس بات کو جان لے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کوئی مُنْعِم (یعنی نعمت عطا کرنے والا) نہیں، پھر جب تم نے اپنے اعضاء، جسم، روح اور اپنی معاشی ضروریات کے معاملے میں اپنے اوپر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کے بارے میں تفصیلاً جان لیا تو تمہارے دِل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس نعمت و فضل پر خوشی پیدا ہوگی جو تجھ پر ہے پھر تم اس کے موجبات کے مطابق عمل بجالاؤ گے اور یہ دل، زبان اور تمام اعضاء کے ذریعے شکر ادا کرنا ہے۔

شکر کے مختلف طریقے:

قلب کے ذریعے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ دل میں تمام مخلوق کے لئے بھلائی رکھے اور دل کو ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں حاضر رکھے اور اس سے غافل نہ ہو۔ **زبان** سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ وہ زبان کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے شکر پر دلالت کرنے والی حمد کے ذریعے اس کا شکر ادا کرے۔ **اعضاء** کے ساتھ شکر ادا کرنا یہ ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں استعمال کرے اور گناہوں میں استعمال کرنے سے بچے اور **آنکھوں** کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اس پر پردہ ڈالے اور اس کے گناہوں کی طرف نہ دیکھے اور **کانوں** کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ جو عیب سنے اس پر پردہ ڈالے اور ان سے صرف مباح چیز ہی سنے۔

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک شخص سے پوچھا: ''تم نے صبح کیسے کی؟'' اس نے عرض کی: ''بھلائی کے ساتھ۔'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دوبارہ استفسار فرمایا، اس نے وہی جواب دیا حتّٰی کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے جواب دیا: ''میں نے بھلائی کے ساتھ صبح کی، میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔'' نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تم سے یہی بات چاہتا تھا۔''

(المعجم الاوسط، الحدیث ۴۳۷۷، ج ۳، ص ۲۱۶)

ہر شخص سے جب کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے، شکر ادا کر کے مطیع بن جائے یا شکوہ کر کے نافرمان ہو جائے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ شکر کا کیا معنی ہے اور شکر تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دوسری نعمت پر ہوتا ہے؟ ہم جواب دیتے

ہیں کہ حضرت سَیِّدُ نا داؤد اور حضرت سَیِّدُ نا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہما الصلوۃ والسلام نے عرض کی: ''(اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ) میں تیرا شکر کیسے ادا کروں کیونکہ جب تک مجھے دوسری نعمت حاصل نہ ہو، میں شکر ادا نہیں کرسکتا؟'' تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''جب تم نے اس بات کو جان لیا تو شکر ادا ہوگیا۔'' اور دوسری روایت میں ہے، جب تمہیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ نعمت میری طرف سے ہے تو تمہارا اس پر راضی ہونا ہی شکر ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں شکر کا مفہوم:

اگر تو کہے: ''میں یہ جواب نہیں سمجھا کیونکہ اسی طرح کے علم کا حاصل ہونا بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تیسری نعمت ہے تو جان لے! یہ توحید کے دروازے پر دستک دینا ہے اور بے شک وہی شکر قبول فرمانے والا ہے، اسی کا شکر ادا کیا جاتا ہے، وہ محبت فرمانے والا ہے اور اسی سے محبت کی جاتی ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں اور اس کی ذات کے سوا سب ہلاک ہونے والے ہیں، اور یہ بات ہر حال میں ازل و ابد کے اعتبار سے صحیح ہے کہ کسی بھی چیز کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا وجود نہیں جو قائم بالذات ہو اور بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی بالذات قائم ہے اور باقی ہر چیز اسی کے حکم سے قائم ہے، وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے پس جب اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تو وہی شاکر و مشکور ہے، وہی محبّ و محبوب ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا حبیب بن ابی حبیب علیہ رحمۃ اللہ المنیب نے اسی نظر سے دیکھا، جب انہوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان پڑھا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (پ ۲۳، صٓ: ٤٤)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا، کیا اچھا بندہ، بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

تو ارشاد فرمایا: ''تعجب کی بات ہے، خود ہی دیتا ہے اور خود ہی تعریف کرتا ہے۔'' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس نے اپنے دینے پر ان کی تعریف کی تو گویا اپنی تعریف کی۔ پس وہی تعریف کرنے والا اور اسی کی تعریف کی جاتی ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا شیخ ابو سعید میہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی نظر سے دیکھا، جب ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی:

یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ (پ ٦، المآئدۃ: ٥٤)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللّٰہ کے پیارے اور اللّٰہ ان کا پیارا۔

تو انہوں نے فرمایا: ''میری عمر کی قسم! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں چاہتا ہے، وہ انہیں پسند کرتا ہے، وہ انہیں پسند کرسکتا ہے کیونکہ وہ (اس طرح) اپنے آپ کو چاہتا ہے۔''

انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ محبّ ہے اور وہی محبوب ہے، یہ بلند رتبہ ہے، جب تک عام فہم مثال نہ بیان کی جائے تمہاری سمجھ میں نہیں آتا، تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جب کوئی مصنف اپنی تصنیف کو پسند کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو

پسند کرتا ہے، جب کوئی کاریگر اپنی مصنوع (یعنی بنائی ہوئی چیز) کو چاہتا ہے تو وہ اپنے آپ کو چاہتا ہے اور جب کوئی اپنے بیٹے کو اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے پسند کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو پسند کرتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے سوا ہر موجود چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے، اگر وہ اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے آپ سے ہی محبت کرتا ہے۔ یہ کیفیت توحید کی نگاہ سے دیکھنے کی صورت میں ہے اور صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسے فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں یعنی سالک اپنی ذات سے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے فنا ہو کر صرف اسی کو دیکھتا ہے اور دیگر لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے اور اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: بندہ کیسے فنا ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کا سایہ اتنا لمبا ہے جتنا اس کا قد ہے اور وہ رات دن میں کئی کلو غلہ کھا جاتا ہے؟ اور وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ان بزرگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن عارفین کے لئے شرط ہے کہ وہ جاہلوں کے مذاق کا نشانہ بنیں اور اسی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان میں اشارہ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ٥ (پ ۳۰، المطففین: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: شکر ادا کرنا یہ ہے کہ نعمت کو اسی راستے میں استعمال کیا جائے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے کسی غلام کی طرف گھوڑا بمع ساز و سامان بھیجا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر اس کے پاس آئے پس اگر وہ سوار ہو کر بادشاہ کے پاس آتا ہے اور اسے اس راستے میں استعمال کرتا ہے جس کے لئے اسے بھیجا گیا تو وہ اس نعمت کو اس طرح استعمال کرنے والا ہے جس مقصد کے لئے وہ ہے لیکن اگر وہ اس پر سوار ہو کر بادشاہ سے دور ہو جائے اور اس سے بھاگ جائے تو یہ حماقت اور نعمت کی ناشکری ہے۔

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ.

باب33:

رجاء اور خوف کا بیان

رجاء:

جان لیجئے! اُمید اور خوف سالکین کے مقامات اور طالبین کے احوال میں سے ہیں اور جب تک کوئی وصف عارضی اور زائل ہونے والا ہو، تو اُسے **حال** کہتے ہیں اور جب پختہ ہوجائے تو اُسے **مقام** کہا جاتا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں، جان لیجئے! اگر مستقبل میں کسی ایسی چیز کا انتظار ہو جس سے دل کو تکلیف ہوتی ہوا سے خوف کہا جاتا ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہو جس سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو اُسے امید کہا جاتا ہے۔ گویا اُمید دل کی راحت کا نام ہے جو محبوب چیز کے انتظار سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا کوئی سبب ہونا ضروری ہے لہٰذا جب اس کے اکثر اسباب پائے جائیں تو اس پر رجاء (یعنی اُمید) کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اس کا انتظار بغیر اسباب کے ہو تو اس پر غرور (یعنی دھوکے) کا لفظ صادق آتا ہے اور اگر اسباب کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو تو اس پر تمنا کا لفظ صادق آتا ہے۔

اہلِ معرفت جانتے ہیں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، دل زمین کی طرح ہے، جس میں ایمان بیج کی طرح ہے اور عبادت زمین کو سیراب کرنے، اُلٹ پُلٹ کرنے اور زمین کو زرخیز بنانے والی چیزوں کی طرح ہے اور دنیا میں غرق اور ڈوبا ہوا دل اس بنجر زمین کی طرح ہے جس میں بیج نہیں اُگتا اور یوم قیامت فصل کاٹنے کا دن ہے اور ہر شخص وہی کاٹے گا جو اس نے بویا ہوگا اور کھیتی کا بڑھنا ایمان کے بیج کے بغیر ناممکن ہے اور جب دل میں خبیث اور برے اخلاق ہوں تو ایمان بہت کم نفع دیتا ہے جس طرح بنجر زمین میں بیج نہیں اُگتا پس جس شخص کو عمدہ زمین، پانی، ضروری سامان اور تمام خرابیوں سے پاک زمین حاصل ہوجائے پس وہ اس میں اچھا بیج ڈالے پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل کا امیدوار بن کر کھیتی کے کٹنے کا انتظار کرے کہ وہ زمین کو بجلی کی گرج اور دیگر خرابیوں سے بچائے گا۔ پس اسی طریقے کا نام اُمید ہے۔

اور اگر انسان شور زدہ سخت زمین میں بیج ڈال دے کہ اس تک پانی نہ پہنچے پھر اس کے کٹنے کا انتظار کرے، تو اسے دھوکا کہتے ہیں اور اگر بیج اچھی زمین میں بوئے، لیکن اسے پانی نہ ملے اور بارش کے پانی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے کٹنے کا انتظار کرے تو اسے تمنا کہا جاتا ہے۔

پس تمہیں معلوم ہوگیا کہ جو شخص اپنے دل میں ایمان کی کھیتی بوتا ہے اور اس کو عبادات کا پانی دیتا ہے اور دل کو خباثت سے پاک کرتا ہے، جس طرح وہ زمین کو کانٹوں اور گھاس پھوس سے پاک کرتا ہے تو اسے امید رکھنی چاہئے لیکن جو ایسا نہیں کرتا وہ فضول تمنا کرنے والا اور دھوکے میں مبتلا ہے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کو کمزور کر دے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کرے اور بے وقوف وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے لمبی امیدیں رکھے۔'' (فردوس الأخبار للديلمی، باب الكاف، الحديث٤٩٦٦، ج٢، ص١٨٥، الاحمق بدله العاجز)

ایسے لوگوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ج (پ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اُن کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے، اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔

اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے واضح فرمایا کہ اس قسم کی امید کی کوئی حقیقت نہیں جب تک وہ تمام اسباب نہ پائے جائیں جن کا اس سے پہلے ہونا ضروری ہے، اس پر حضرت سیِّدُنا زید خیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: ''میں اس شخص کی علامت پوچھنے آیا ہوں، جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کی علامت بھی بیان فرما دیجئے جس سے بھلائی کا ارادہ نہیں فرماتا؟'' نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس سے پوچھا: ''تم نے صبح کس حال میں کی؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں بھلائی اور اہلِ خیر سے محبت کرتا ہوں اور اگر میں کسی نیکی پر قادر ہوتا ہوں تو اس کی طرف جلدی کرتا ہوں اور ثواب کے ملنے پر یقین رکھتا ہوں اور اگر مجھ سے کوئی عمل چھوٹ جائے تو اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق ہوتا ہوں۔'' تو نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کی یہی علامت ہے اور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا تیرے ساتھ دوسرا ارادہ ہوتا تو وہ تمہیں اس کی طرف لے جاتا، پھر اسے اس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو۔'' (حلية الاولياء، عبد الله بن مسعود، الحديث ١٣٠٠، ج١، ص٤٦١)

پس نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس شخص کی علامت بیان کی جسے بھلائی کے لئے منتخب کیا جاتا ہے اور اس سے رجاء کا معنی بھی معلوم ہوتا ہے۔

اُمید کی فضیلت اور ترغیب:

جاننا چاہئے! اُمید کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے افضل ہے، کیونکہ سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قریب وہ لوگ ہیں جو سب سے زیادہ اُس سے محبت رکھتے ہیں اور محبت اُمید کے ساتھ غالب ہوتی ہے، کیونکہ بھلائی کی اُمید

قرب ومحبت پیدا کرتی ہے، جبکہ خوف دور بھاگنے کا سبب بنتا ہے اور اسی کی طرف شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان میں اشارہ ہے:

لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ. ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کو اس حالت میں موت آئے، کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب الامر بحسن الظن باللہ عند الموت، الحدیث ۷۲۲۹، ص۱۱۷۶)

حضورانور، شافعِ محشر، محبوبِ داوَر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے، جو نزع کے عالم میں تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پوچھا: ''تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''میں اپنے آپ کو یوں پاتا ہوں کہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی امید بھی۔'' تو رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایسے وقت میں جس بندے کے دل میں یہ دونوں باتیں (یعنی امید اور خوف) جمع ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اُس کی امید کے مطابق عطا فرماتا ہے اور جس چیز سے اُسے خوف ہوتا ہے اس سے امن عطا فرماتا ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب الرجاء باللہ والخوف بالذنب عند الموت، الحدیث ۹۸۳، ص۱۷۴۵)

جاننا چاہئے! جس شخص پر اس حد تک مایوسی غالب ہو کہ وہ ناامید ہو جائے یا اس پر اتنا خوف غالب ہو کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان پہنچائے، تو یہ دونوں ایسے علاج کے محتاج ہیں جو ان کو راہِ اعتدال کی طرف لائے اور وہ شخص جس پر گناہوں کا غلبہ ہو، اس کے حق میں امید کے اسباب زہرِ قاتل ہیں اور وہ شہد کی طرح ہیں جس میں اس شخص کے لئے شِفاء ہے جس پر سردی غالب ہو اور اگر ایسا شخص اسے استعمال کرے جس پر حرارت غالب ہو تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لیکن جس شخص پر تمنا غالب ہو اور وہ نافرمان ہو تو اس کا علاج خوف پیدا کرنے والے اسباب سے کرنا چاہئے اور جس شخص پر خوف غالب ہو اس کا علاج امید سے کیا جائے، یہ دو حصے ہیں جن سے ہر ایک اپنی خاص حالت کے مطابق سیراب ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین، مولیٰ مشکل کشا حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: ''عالم وہ ہے جو نہ تو لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ناامید کرے اور نہ ہی اُس کی خفیہ تدبیر سے امن دِلائے۔''

جب علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، تو وہ دِلوں کے بھی طبیب ہیں لہٰذا یہ وہی چیز استعمال کریں، جو ہر مریض کی حالت کے مطابق ہے۔

اُمید کے حصول میں نافع دوا یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں پر غور کرے جو بدن کی صحت اور اعضاء کی سلامتی کی صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے عطا فرمائیں، پھر اس کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور اس کی اصلاح کے لئے

کھانے پینے کی اشیاء اوردوائیں پیدا فرمائیں اور امید کے اسباب کو قوت دینے والی چیز(یعنی رحمت)بنائی جس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

﴿۱﴾ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ (پ۲۴،الزمر:۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ،اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پرزیادتی کی **اللہ** کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بےشک **اللہ** سب گناہ بخش دیتا ہے۔

﴿۲﴾ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِؕ (پ۲۵،الشوریٰ:۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور زمین والوں کے لئے معافی مانگتے ہیں۔

﴿۳﴾ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗؕ (پ۲۳،الزمر:۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اوران کے نیچے پہاڑ۔اس سے **اللہ** ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

اس آیت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے واضح فرمایا کہ وہ ایمان والوں کوڈراتا ہے مگر یہ(عذاب) کافروں کے لئے ہے کیونکہ یہ انہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔کہ سرکارِوالا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک ومختار،حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَا عَذَابَ عَلَیْهَا فِی الْآخِرَةِ.

ترجمہ: میری امت، امتِ مرحومہ ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب مایرجی فی القتل، الحدیث۴۲۷۸،ص۱۵۳۴)

اس موضوع پر بے شمار آیات واحادیث وارِد ہیں۔حضرت سَیِّدُ نا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کی:''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!بروزِ قیامت مخلوق کا حساب کون لے گا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔''اس نے پوچھا:''کیا وہ خود حساب لے گا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہاں۔''(یہ سن کر)اعرابی ہنس پڑا،تو پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا:''اے اعرابی!کس وجہ سے ہنسے ہو؟'' اس نے عرض کی:''اِنَّ الْكَرِیْمَ اِذَا قَدَرَ عَفَا وَاِذَا حَاسَبَ سَامَحَ ترجمہ: بےشک کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کردیتا ہے اور جب حساب لیتا ہے تو بھی درگزر فرماتا ہے۔'' توشفیق آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشادفرمایا:''اعرابی نے سچ کہا،

آگاہ رہو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں، وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔'' پھر فرمایا: ''یہ حقیقت اعرابی سمجھ گیا۔

(شعب الایمان للبیھقی ،باب فی حشر الناس ،الحدیث:۲۶۲،ج۱،ص۲۴۶۔۲۴۷،مختصرًا)

اور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ. ترجمہ: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللّٰه تعالی وأنها تغلب غضبه، الحدیث ۶۹۷۰،ص۱۱۵۵)

خوف کا بیان:

جاننا چاہئے! خوف اور اُمید دولگامیں ہیں جن کے ذریعے اس شخص کو قابو کیا جاتا ہے جس کے دل میں جمالِ حق ظاہر نہ ہوا ہو اور جس نے دل کے ساتھ اس جمالِ حق کا مشاہدہ کرلیا، وہ خوف ورجاء سے بلند ہو گیا۔

حضرت سَیِّدُنا واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''خوف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور بندے کے درمیان حجاب ہے اور جب دِلوں پر حق ظاہر ہوجائے تو اُن میں اُمید وخوف کی کوئی فضیلت باقی نہیں رہتی۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے، کہ جب محبّ محبوب کے جمال کو حاصل کر لیتا ہے تو اُس کی توجّہ فراق کے خوف سے محبوب کے وِصال کو ضائع کر دیتی ہے، لیکن ہم اس وقت مقامات کی ابتداء کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اپنے اوپر خوف طاری کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان شدّتِ عذاب وحساب کے بارے میں وارِد ہونے والی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ میں غور وفکر کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت وجلال کے مقابلہ میں اپنی حالت دیکھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور کرے، (جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے)

ھٰؤُلَاءِ فِی الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِیْ، ھٰؤُلَاءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ. ترجمہ: وہ جنّت میں ہوں تب بھی مجھے پرواہ نہیں اور وہ دوزخ میں ہوں پھر بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمٰن بن قتادة السلمی، الحدیث ۱۷۶۷۶،ج۶،ص۲۰۵۔۲۰۶)

اور وہ جان لے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو ترک کرنے اور اس کے نواہی کا ارتکاب کرنے سے وہ دردناک عذاب کا مستحق ہوگا، اور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام جہانوں کو ہلاک کر دے تو پھر بھی اسے کوئی پرواہ نہیں اور اس مسکین نے گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کیا ہے تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کا زیادہ مستحق ہے، اگر اسے ہلاک کر دیا گیا تو اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی اور اس کی کیا حیثیت؟ جبکہ تمام رسولوں کے سردار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ

وَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ. ترجمہ: مجھے تمہاری نسبت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا زیادہ علم ہے اور تم سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔"

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس ......الخ، الحدیث ٦١٠١،ص ٥١٥، بتغیرٍ قلیلٍ)

(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وھو جنب، الحدیث ٢٥٩٣،ص ٨٥٥)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُ نا داؤد علٰی نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ و السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد! مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح چیر نے پھاڑنے والے درندے سے ڈرتے ہو۔"

اور درندے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تجھے ہلاک کر دے گا اور کوئی پرواہ نہیں کرے گا اور رسولِ اَکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔"

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الخوف من اللّٰه تعالٰی، الحدیث ٩٧٤،ج ١،ص ٥٤١، مفهومًا)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: "یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا اس آیت "وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (پ ١٨،المؤمنون: ٦٠) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں" سے چور اور زانی مراد ہیں؟" تو نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا

لَا بَلْ یَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُ وَیُصَلِّیْ وَیَخَافُ اَنْ لَا یُقْبَلَ مِنْهُ. ترجمہ: نہیں، بلکہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا، صدقہ دیتا اور نماز پڑھتا ہے پھر بھی عبادت کے قبول نہ ہونے سے ڈرتا ہے۔

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب التوقی علی العمل، الحدیث ٤١٩٨،ص ٢٧٣٢)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: "جس بندۂ مؤمن کی آنکھوں سے خوفِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے آنسو نکلتے ہیں، وہ اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر اسے ان کے نکلتے وقت کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جہنم کی آگ پر حرام فرما دیتا ہے۔"

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب الحزن والبکاء، الحدیث ٤١٩٧،ص ٢٧٣٢)

انبیاء کرام علیہم السّلام کا خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ:

ام المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے: "جب ہوا میں تبدیلی ہوتی اور سخت آندھی چلتی تو نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کھڑے ہو جاتے اور حجرۂ مبارکہ میں چکر لگاتے، کبھی اندر جاتے کبھی باہر تشریف لاتے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب التعوذ عند رؤیة الریح، الحدیث ٢٠٨٤/٢٠٨٥/٢٠٨٦،ص ٨١٨)

یہ سب کچھ عذاب الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے خوف کی وجہ سے تھا اور آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے سورۃ الحاقۃ کی ایک آیت کی تلاوت فرمائی تو بے ہوش ہو گئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ج (پ۹، الاعراف:۱۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور موسیٰ گرا بے ہوش۔

مروی ہے: ''رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے **اَبْطَح** (کے مقام) پر حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھی تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم بے ہوش ہو گئے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، الحدیث۲۹۶۷، ج۱، ص۶۹۱، مفھوماً)

نبی ٔمکرّم، رسولِ محتشم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے خدائے جبار عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے کانپ رہے ہوتے۔''

(العظمۃ لأبی الشیخ الأصبھانی، باب ذکر الموکلین فی السموات والأضین، الحدیث۳۶۵، ص۱۳۱، مفھوماً)

کہا جاتا ہے کہ جب ابلیس لعین پر ظاہر ہوا جو اس پر لازم ہو چکا تھا (یعنی مردود ہونا) تو حضرت سیّدنا جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام رونے لگے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: ''تم دونوں کیوں روتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''اے ہمارے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں۔'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''تم اسی طرح رہنا اور میری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ ہونا۔''

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا ابراہیم علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوفِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے ان کے دل کی دھڑکن ایک میل کے فاصلے سے سنائی دیتی۔''

حضرت سَیِّدُنا داؤد علیہ السلام کا خوفِ خدا عزوجل:

حضرت سَیِّدُنا مجاہد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام چالیس دن تک حالت سجدہ میں روتے رہے اور سر نہ اٹھایا، حتّٰی کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی اور اس نے آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کے سر کو ڈھانپ لیا، آپ کو ندا دی گئی: ''اے داوٗد (علیہ السلام)! کیا تم بھوکے ہو کہ تمہیں کھانا کھلایا جائے؟ یا پیاسے ہو کہ پانی پلایا جائے؟ یا بے لباس ہو تو کپڑے پہنائے جائیں؟'' ایک چیخ بلند ہوئی اور آپ علیہ السلام کے بدن کی گرمی سے لکڑی جل گئی، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام پر توبہ ومغفرت نازل فرمائی، انہوں نے عرض کی: یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری لغزشوں کو

میری ہتھیلی میں رکھ دے، تو آپ علٰی نبیناوعلیہ الصلوٰۃو السلام کی لغزش آپ علیہ السلام کی ہتھیلی میں رکھ دی گئی۔ پس آپ علیہ السلام جب بھی کھانے یا پینے یا کسی دوسرے کام کے لئے ہتھیلی کھولتے تو اسے دیکھ کر روتے۔ راوی فرماتے ہیں: ''آپ علیہ السلام کو پانی کا پیالہ دیا جاتا، تو اس کا تہائی حصہ خالی ہوتا، جب آپ علیہ الصلوٰۃو السلام اسے پکڑتے اور اپنی لغزش کو دیکھتے تو اسے ہونٹوں پر نہ رکھتے، حتی کہ پیالہ آنسوؤں سے بھر جاتا۔'' آپ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے وصال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا۔

آپ علیہ السلام اپنی دعاؤں میں یوں عرض گزار ہوتے: ''اے میرے معبود! جب مجھے اپنی خطا یاد آتی ہے، تو زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو جاتی ہے اور جب میں تیری رحمت یاد کرتا ہوں، تو میری رُوح میری طرف لوٹ آتی ہے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تیری ذات پاک ہے، میں تیرے بندوں میں سے طبیبوں کے پاس گیا، تاکہ وہ میرے گناہوں کا علاج کریں، تو ان میں سے ہر ایک نے تیری طرف رہنمائی کی، پس تیری رحمت سے مایوس ہونے والوں کے لئے خرابی ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا فضیل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دن حضرت سَیِّدُنا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش کو یاد کیا، تو آپ علیہ الصلوٰۃو السلام چیختے ہوئے، سر پر ہاتھ رکھ کر پہاڑوں کی طرف تشریف لے گئے، تو آپ علیہ الصلوٰۃو السلام کے گرد درندے جمع ہو گئے، آپ علیہ الصلوٰۃو السلام نے عاجزی کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: ''جاؤ، مجھے تم سے کوئی غرض نہیں، میں تو اسے چاہتا ہوں جو اپنی خطا پر روئے اور میرے سامنے روتا ہوا آئے، جو خطا کار نہیں اسے لغزشیں کرنے والے داوٗد سے کیا کام؟'' جب آپ علیہ السلام کو زیادہ رونے سے روکا جاتا، تو آپ علیہ السلام ارشاد فرماتے: ''مجھے رونے دو، اس سے پہلے کہ رونے کا دن چلا جائے، ہڈیاں جل جائیں اور آنتیں بھڑک اٹھیں اور اس سے پہلے کہ میرے بارے میں سخت قسم کے فرشتوں کو حکم دیا جائے، جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جس بات کا حکم دِیا جائے وہ بجالاتے ہیں۔''

حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سَیِّدُنا داوٗد علٰی نبیناوعلیہ الصلوٰۃو السلام سے لغزش ہوئی تو آپ علیہ السلام کی آواز بدل گئی، آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! صدیقین کی صاف آواز میں میری آواز بدلی ہوئی ہے۔''

مروی ہے کہ: ''جب آپ علیہ السلام کا رونا زیادہ ہو گیا اور اس سے آپ علیہ السلام کو فائدہ نہ ہوا تو آپ علیہ السلام نے دل میں تنگی محسوس کی اور آپ علیہ السلام کا غم زیادہ ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! کیا تجھے میرے رونے پر رحم نہ آیا؟'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی طرف وحی بھیجی: ''اے داوٗد علیہ السلام! تم اپنی لغزش بھول گئے اور رونا یاد ہے؟'' آپ نے عرض کی: ''اے میرے معبود! اے میرے سردار! میں اپنی لغزش کو کیسے بھول سکتا ہوں جبکہ میری حالت تو یہ تھی

کہ جب میں تورات پڑھتا تو جاری پانی رک جاتا، ہوا کا چلنا تھم جاتا، پرندے میرے سر پر سایہ کرتے اور وحشی جانور میرے محراب میں مجھ سے مانوس ہوتے، اے میرے معبود عَزَّوَجَلَّ! اے میرے سردار! یہ کیسی وحشت ہے جو میرے اور تیرے درمیان حائل ہے؟'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''اے داؤد علیہ السلام! وہ اطاعت کا اُنس تھا اور یہ لغزش کی وحشت ہے۔''

اے داؤد! آدم (علیہ السلام) میری مخلوق میں سے تھے، میں نے اُنہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی روح پھونکی، اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کروایا اور انہیں اپنی کرامت کا لباس پہنایا، انہیں اپنے وقار کا تاج پہنایا، انہوں نے تنہائی کی شکایت کی، تو میں نے اپنی بندی حوّا کو ان کے نکاح میں دیا، انہیں اپنی جنّت میں ٹھہرایا، لیکن جب ان سے لغزش ہوئی تو میں نے انہیں بے لباس کر کے اپنے قرب سے دُور کر دیا، اے داؤد (علیہ السلام)! مجھ سے سنو اور میں سچ ہی کہتا ہوں: تم نے سوال کیا تو ہم نے تمہیں عطا کیا، تم سے لغزش ہوئی تو ہم نے تمہیں مہلت دی اور اگر تم ہماری طرف رجوع کرو گے، تو ہم قبول کریں گے۔''

حضرت سَیِّدُنا یحیٰ بن ابی کثیر علیہ رحمۃ اللہ العلیم فرماتے ہیں: ''ہمیں خبر ملی کہ جب حضرت سَیِّدُنا داؤد علیہ السلام گریہ وزاری کرنا چاہتے، تو اس سے پہلے سات دن اس طرح گزارتے کہ نہ کھانا کھاتے، نہ پانی پیتے اور نہ اپنی عورتوں کے قریب جاتے، جب ایک دن رہتا، تو ان کے لئے جنگل میں منبر لایا جاتا، پھر آپ علیہ السلام حضرت سَیِّدُنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو حکم فرماتے کہ وہ شہروں اور ارد گرد والوں کو ندا دیں، گھنے درختوں اور جنگلوں میں اعلان کریں۔ یہ اعلان سن کر جنگلوں سے درندے آ جاتے، پہاڑوں سے کیڑے مکوڑے، ٹیلوں سے پرندے اور کنواری لڑکیاں اپنے پردوں سے نکل آتیں اور اس دن تمام لوگ جمع ہوتے۔ حضرت سَیِّدُنا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جاتے اور بنی اسرائیل آپ علیہ السلام کے ارد گرد ہوتے، ان کی ہر قسم علیحدہ طور پر آپ علیہ السلام کو گھیرے ہوتی، حضرت سَیِّدُنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام آپ علیہ السلام کے سر کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ آپ علیہ السلام اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ثناء شروع کرتے تو لوگ چیخیں مارتے اور دھاڑیں مار مار کر روتے، پھر آپ علیہ السلام جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تو کیڑے مکوڑے، وحشی جانور اور درندے مر جاتے پھر آپ علیہ السلام قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرتے اور اپنے آپ پر گریہ وزاری کرتے تو ہر قسم کی مخلوق میں سے ایک گروہ مر جاتا۔ جب حضرت سَیِّدُنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام مرنے والوں کی کثرت دیکھتے تو عرض کرتے: ''اے ابّا جان! آپ علیہ السلام نے سننے والوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بنی اسرائیل کے کئی لوگ نیز بہت سے وحشی جانور اور کیڑے مکوڑے مر گئے پس آپ علیہ السلام دعا شروع کر دیتے۔

آپ علیہ السلام حالت دعا ہی میں ہوتے تو بنی اسرائیل میں سے بعض عبادت گزار پکارتے: ''اے داؤد علیہ السلام! آپ نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جزاء طلب کرنے میں جلدی کی۔'' راوی کہتے ہیں: ''(یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا داؤد علیہ السلام بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے، جب حضرت سَیِّدُنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام یہ صورتِ حال دیکھتے، تو ایک

چار پائی لاکر آپ علیہ السلام کو اس پر اٹھا لیتے، اور کسی منادی کو حکم دیتے کہ وہ یوں پکارے: ''سنو! حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علیہ السلام کے ساتھ جس کا کوئی دوست اور قریبی تھا، وہ چار پائی لاکر اس کو اٹھالے، کیونکہ جو لوگ آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے، انہیں جنت اور دوزخ کے ذکر نے ہلاک کر دیا ہے، تو ایک عورت چار پائی لاتی اور اپنے قریبی رشتے دار کو اُٹھا کر لے جاتی اور کہتی: اے وہ شخص جو جہنم کے ذکر سے مرگیا، اے وہ شخص جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے ہلاک ہو گیا۔

پھر جب حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو اِفاقہ ہوتا اور آپ علیہ السلام اپنا دستِ مبارک اپنے سر پر رکھتے اور اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو کر اسے بند کر دیتے اور عرض کرتے: ''اے داوٗد کے معبود عَزَّوَجَلَّ! کیا تو داوٗد پر ناراض ہے؟'' اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے مسلسل مناجات کرتے رہتے حتی کہ حضرت سَیِّدُ نا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام تشریف لاتے اور دروزے پر بیٹھ کر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے، پھر اندر داخل ہوتے اور آپ علیہ السلام کے پاس جَو کی ایک روٹی ہوتی اور عرض کرتے: ''اے ابّا جان! اس روٹی کے ذریعے طاقت حاصل کیجئے۔'' چنانچہ آپ علیہ السلام اس سے جس قدر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا تناول فرماتے، پھر بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے آتے۔

حضرت سَیِّدُ نا یزید رقاشی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: ''ایک دن حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام لوگوں کو وعظ کرنے اور آخرت کا خوف دِلانے کے لئے باہر تشریف لائے، تو آپ علیہ السلام کے ساتھ چالیس ہزار افراد تھے، پھر ان میں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار آپ کے ساتھ واپس آئے، آپ علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں، یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام پر خوف کی حالت طاری ہوتی اور آپ علیہ السلام گر کر تڑپنے لگتے، تو وہ دونوں آپ علیہ السلام کے سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں تا کہ آپ علیہ السلام کے اعضاء اِدھر اُدھر بکھر نہ جائیں۔''

صحابہ کرام اور تابعین کا خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پرندے سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے پرندے! کاش میں تیری طرح ہوتا اور مجھے انسان نہ بنایا گیا ہوتا۔''

حضرت سَیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔''

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ مجھے مرنے کے بعد اٹھایا نہ جائے۔''

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''میں پسند کرتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہو جاؤں۔''

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر آنسوؤں کی دو سیاہ لکیریں تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے تھے، کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ من مانی نہیں کرتا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو تم کچھ اور ہی دیکھتے۔''

امیر المؤمنین، مولائے مشکل کشا حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ایک دن نمازِ فجر سے سلام پھیرا، اس وقت آپ کو کوئی رنج تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ اُلٹ پُلٹ کر رہے تھے پھر ارشاد فرمایا: ''میں نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو دیکھا ہے، لیکن آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، وہ اس حال میں صبح کرتے کہ رنگ زرد ہوتا، بال بکھرے ہوتے اور چہرہ غُبار آلود ہوتا، (رونے کی وجہ سے) ان کی آنکھوں کی درمیانی جگہ بکریوں کی رانوں کی طرح ہوتی، وہ حالتِ سجدہ وقیام میں قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے رات گزار دیتے، اپنی پیشانی اور پاؤں پر باری باری زور ڈالتے، صبح ہوتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کانپتے جس طرح آندھی کے دن درخت ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے حتیٰ کہ ان کے کپڑے گیلے ہو جاتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! گویا میں ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو غفلت میں رات گزارتے ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا حتّٰی کہ **ابنِ ملجم** نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔''

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور کئی دن تک آپ کی عیادت کی جاتی۔ ایک دن آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: ''کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میرا ذکر نہ ہوتا، کاش! مجھے میری ماں نہ جَنتی، کاش! مجھے بھلا دیا گیا ہوتا۔''

حضرت سَیِّدُ نا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (یعنی امام زین العابدین) جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا، آپ سے گھر والے پوچھتے: ''وضو کرتے وقت آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہو جاتی ہے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: ''کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے کا ارادہ کر رہا ہوتا ہوں؟''

منقول ہے، عرفہ کے دن حضرت سَیِّدُ نا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس حال میں دیکھا گیا کہ آپ گمشدہ بچے کی دل جلی ماں کی طرح رو رہے تھے جبکہ دیگر لوگ دعا مانگ رہے تھے یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ نے اپنی داڑھی کو پکڑا پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور عرض کی: ''اگر تو مجھے بخش بھی دے تب بھی مجھے تجھ سے حیا آتی ہے۔'' پھر لوگوں کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت سَیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ڈرنے والے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ان کے دل خوف کی وجہ سے زخمی ہوتے ہیں اور آنکھیں روتی ہیں، وہ کہتے ہیں: ''ہم کیسے خوش ہو سکتے ہیں حالانکہ موت ہمارے پیچھے ہے، قبر ہمارے سامنے ہے، قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے، جہنم کے اوپر ہمارا راستہ ہے اور ہمیں اپنے ربِّ عظیم کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا حماد علیہ رحمۃ اللہ الوہاب جب بیٹھتے تو قدموں کے بل بیٹھتے، آپ سے پوچھا جاتا: ''آپ اطمینان سے کیوں نہیں بیٹھتے؟'' تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے: ''وہ امن والوں کا بیٹھنا ہے، چونکہ میں گناہ گار ہوں، اس لئے امن میں نہیں ہوں۔''

حضرت سَیِّدُ نا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے دلوں میں جو غفلت ڈالی ہے تو یہ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے کہ کہیں وہ اس کے خوف سے مر نہ جائیں۔''

منقول ہے، ایک انصاری نوجوان کو جہنم کا خوف لاحق ہوا، نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم تشریف لائے اور اسے گلے لگایا پس وہ فوت ہو کر گر پڑا، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے رفیق کے کفن دفن کا انتظام کرو، جہنم کے خوف نے اس کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔'' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

جھنم کی آگ سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط دیوار

(۱)......حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔'' نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: ''کیا تُو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''ہاں۔'' ارشاد فرمایا: ''بے شک تو نے اپنے لئے آگ سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔'' (مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب من یموت لہ ولد الخ، رقم ۲۶۳۶، ص ۱۴۱۶)

ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے: ''جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مر جائیں اللہ عزوجل اپنی رحمت سے اسے اور ان بچوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔'' اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ''جس کے تین بچوں کا انتقال ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین الخ، رقم ۱۳۸۱، ج ۱، ص ۵۶۵)

باب 34:

زُہد وفقر کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج (پ۲۲، فاطر:۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! تم سب **اللہ** کے محتاج۔

جاننا چاہئے! فقیر وہ ہے جو اُس چیز کا محتاج ہو جس کا وہ مالک نہ ہو اور تمام لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فقیر ہیں کیونکہ وہ اپنے وجود کو قائم ودائم رکھنے میں اسی کے محتاج ہیں اور ان کے وجود کی ابتداء بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی سے ہے اور یہ چیز ان کی ملکیت میں نہیں، بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملکیت میں ہے، وہ غنیٔ مطلق ہے۔ اب ہم مال کے فقیر کا ذکر کرتے ہیں۔

مال کا فقیر:

وہ شخص جس کے پاس زندگی گزارنے کے لئے مال نہ ہو۔

اس فقیر کی مختلف حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: جب اس کے پاس مال آئے، تو وہ اسے ناپسند جانے اور اس سے دُور بھاگے، ایسا شخص زاہد ہے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ نہ تو وہ مال سے بھاگے اور نہ اس میں رغبت رکھے، لیکن جب مل جائے تو اسے ناپسند نہ کرے، ایسا شخص راضی رہنے والا ہے۔

تیسری حالت: مال کے نہ ہونے کے مقابلے میں اس کا پایا جانا اسے پسند ہو جب وہ آسانی سے بلا محنت مل جائے، لیکن اس کی طلب میں سرتوڑ کوشش نہ کرے۔

چوتھی حالت: وہ مال کا طالب ہو، اس میں رغبت رکھتا ہو لیکن عاجز ہونے کی وجہ سے اس کی طلب چھوڑ دے۔

پانچویں حالت: اس کے پاس جو مال موجود نہ ہو اس کا محتاج ہو جیسے بھوکا شخص جس کے پاس روٹی نہ ہو اور برہنہ شخص جس کے پاس اپنے لئے یا اہل وعیال کے لئے کپڑا نہ ہو اور ایسی حالت والا شخص اگر مال کی رغبت نہ رکھے تو یہ عجائب میں سے ہے اور یہی حقیقی زاہد ہے۔

اِن تمام احوال سے اعلیٰ حالت یہ ہے کہ انسان کے نزدیک مال کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو، خواہ اس کے پاس مال کم ہو یا زیادہ، اسے کوئی پرواہ نہ ہو، وہ مال طلب کرنے والے کو محروم نہ رکھے اور نہ ہی اس کی اپنی ضرورت اس کے دل میں کھٹکے جس طرح حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے، کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک لاکھ درہم بطور عطیہ

آئے، آپ نے انہیں تقسیم کر دیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دِل میں افطار کے لئے کسی چیز کا خیال تک نہ آیا، حتّٰی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ نے عرض کی: ''اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت لے لیتیں، تو ہم اس سے روزہ افطار کر لیتے۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم پہلے یاد دِلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی۔''

فقر کی فضیلت:

حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے استفسار فرمایا: ''لوگوں میں سے بہتر کون ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''وہ مال دار شخص جو اپنی جان اور مال میں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حق ادا کرتا ہے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ شخص اچھا ہے لیکن یہ شخص مراد نہیں، صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! پھر لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے اچھا ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ فقیر جس کو اس کی جدوجہد عطا کی گئی۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم۱۰۶۶۔عبد اللہ بن دینار، ج۵،ص۳۹۳)

مشہور حدیثِ پاک ہے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

تَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِي اَلْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ. ترجمہ: میری اُمّت کے فقراء مالدار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون ......الخ، الحدیث ۲۳۵۱،ص۱۸۸۸،بتغیرٍ قلیلٍ)

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو مٹی پر سویا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے اینٹ تھی، اس کا چہرہ اور داڑھی گرد آلود ہو چکی تھی اور اس نے ایک تہبند باندھ رکھا تھا تو آپ علیہ السلام نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! تیرا یہ بندہ دنیا میں ضائع ہو گیا۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''اے عیسٰی (علیہ السلام)! کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں اپنے بندے پر مکمل طور پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں تو اس سے تمام دنیا سمیٹ لیتا ہوں۔''

اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے: ''بے شک مجھے دو چیزیں پسند ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا، ایک فقر اور دوسرا جہاد۔''

ایک روایت میں ہے، حضرت سَیِّدُ ناجبرائیل علیہ السلام نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور استفسار فرماتا ہے: ''کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ میں ان پہاڑوں کو آپ کے لئے سونا بنادوں اور آپ جہاں بھی ہوں یہ آپ کے ساتھ رہیں؟'' نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے کچھ دیر سرِ اقدس جھکائے رکھا پھر فرمایا: ''اے جبریل! دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے جو عقلمند نہ ہو۔'' تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی: ''اے محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو قولِ ثابت پر قائم رکھے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۴۴۷۳، ج۹، ص۳۴۳۔۳۴۴)

(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب ما قالوا فی البکاء من خشیة اللّٰہ، الحدیث ۱۸۶، ج۸، ص۳۲۱)

مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُ ناعیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام اپنی سیاحت کے دوران ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو چادر میں لپٹے ہوئے سو رہا تھا، آپ علیہ السلام نے اسے جگایا اور فرمایا: ''اے سونے والے! اٹھ اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد کر۔'' اس نے عرض کی: ''آپ علیہ السلام مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لئے چھوڑ دیا ہے۔'' آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''اے میرے دوست! اگر یہ بات ہے تو سو جاؤ۔''

اللّٰہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے جنت میں جھانکا، تو اس میں اکثر فقراء کو پایا اور جہنم میں جھانکا، تو اس میں اکثر اُمراء کو پایا۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، الحدیث ۶۴۴۹، ص۵۴۲، اغنیاء: بدلہ: النساء)

حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے فقراء کے گروہ! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر دل سے راضی رہو، تب ہی اپنے فقر کا ثواب پاؤ گے ورنہ نہیں۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب الیاء، الحدیث ۸۲۴۲، ج۲، ص۴۷۵)

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُ نااسماعیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرف وحی بھیجی کہ مجھے شکستہ دِل لوگوں میں تلاش کرو، انہوں نے عرض کی: ''وہ کون ہیں؟'' فرمایا: ''سچے فقراء۔''

فقراء کی فضیلت پر احادیث و آثار شاہد ہیں اور مال کمانے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اللّٰہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافاً ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! آلِ محمد (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) کو بقدرِ کفایت روزی عطا فرما۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة، الحدیث ۲۴۲۷، ص۸۴۳۔۸۴۴)

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب من صفته وأخباره صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث ۶۳۰۹، ج۸، ص۸۶۔۸۷)

ضرورت سے زیادہ مال ودولت نقصان دِہ ہے اور ایسے رزق کو روکے رکھنا اُخروی لحاظ سے نقصان کا باعث ہے جیسا کہ روایات اس بات پر شاہد ہیں۔

سوال کرنے کی ممانعت:

جاننا چاہئے! کئی احادیث سوال کرنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔شہنشاہِ مدینہ،قرارِ قلب وسینہ،فیضِ گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ . ترجمہ: جو مالدار ہونے کے باوجود سوال کرتا ہے،وہ جہنم کی آگ زیادہ کرتا ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۵٦٢٠، ج٦،ص٩٦۔٩٧)

سوال کرنے کی اجازت:

اسی طرح سوال کرنے کی اجازت پر دلالت کرنے والی اَحادیث بھی وارِد ہیں۔حُسنِ اَخلاق کے پیکر،نبیوں کے تاجور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ . ترجمہ:سوال کرنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب حق السائل، الحدیث ١٦٦٥،ص١٣٤٧)

(امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں کہ) **اگر سوال کرنا مطلقاً جائز نہ ہوتا تو سائل کا حق نہ ہوتا۔اور سوال کرنے کی اجازت بقدرِ ضرورت وحاجت ہے،لیکن اگر اس سے زائد کا سوال ہو تو اس کی بالکل رُخصت (یعنی اجازت) نہیں۔**

سائلین کے احوال کا بیان:

حضرت سیِّدُنا بشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں: فقراء کی تین اقسام ہیں۔

(۱) وہ فقیر جو سوال نہیں کرتا اگر اسے کچھ دیا جائے تب بھی نہیں لیتا، یہ روحانی لوگوں کے ساتھ اَعلٰی عِلِیِّین میں رہے گا۔

(۲) وہ فقیر جو مانگتا تو نہیں مگر دیا جائے تو لے لیتا ہے، یہ مقرب لوگوں کے ساتھ جنَّتُ الفِرْدَوس میں ہوگا۔

(۳) وہ فقیر جو حاجت کے وقت مانگتا ہے وہ اَصحابِ یَمین میں سے صدیقین کے ساتھ ہوگا۔

اس سے فقراء کے پانچوں حالات ظاہر ہو گئے اور وہ چیز بھی واضح ہوگئی،جس کی ہم نے اس باب کی ابتداء میں

وضاحت کی اور اگر سوال ایسی ضرورت یا حاجت کے لئے ہو، جس کے بغیر گزارہ نہیں، تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ قربِ خداوندی کے درجے کو کم کر دیتا ہے۔

حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے حضرت سَیِّدُ نا شقیق بلخی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے دریافت فرمایا: ''جب آپ خراسان سے تشریف لائے تو اپنے فقراء دوستوں کو کس حال میں چھوڑا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا، کہ اگر انہیں دِیا جائے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو صبر کرتے ہیں۔'' جب انہوں نے اِن کا وصف یوں بیان کیا، کہ وہ سوال نہیں کرتے اور ان کی حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تعریف کی، تو حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے فرمایا: ''میں نے تو بلخ کے کتوں کو اس طرح چھوڑا ہے؟'' حضرت سَیِّدُ نا شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ''اے ابو اسحاق! آپ کے ہاں کے فقراء کس حال میں ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''ہمارے فقراء کا حال یہ ہے کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر دیا جائے، تو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔'' حضرت سَیِّدُ نا شقیق نے ان کے سر کو بوسہ دے کر فرمایا: ''یا شیخ! آپ نے سچ فرمایا۔''

خیر خواہی کا انوکھا انداز:

جاننا چاہئے! بعض اوقات بعض لوگوں کے ایسے احوال ہوتے ہیں کہ ان کے لئے سوال کرنا سوال نہ کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ منقول ہے کہ بعض لوگوں نے **حضرت سَیِّدُ نا ابوالحسین نوری** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی جگہ ہاتھ پھیلا کر لوگوں سے مانگتے ہوئے دیکھا، راوی فرماتے ہیں: مجھے یہ بات گراں گزری، پس میں نے حضرت سَیِّدُ نا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی سے یہ بات ذکر کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''یہ بات تجھے ناگوار نہ ہو، بے شک حضرت سَیِّدُ نا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہی لوگوں کو دینے کے لئے ان سے سوال کرتے ہیں، وہ اُن سے اس لئے سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں آخرت میں ثواب ملے اور وہ بغیر کسی کمی کے اجر پائیں گویا انہوں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان کی طرف اشارہ فرمایا: ''یَدُ الْمُعْطِی ھِیَ الْعُلْیَا ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۳۸٤، ج ۲، ص ۸۵)

بعض علماءِ کرام یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں: ''دینے والے کے ہاتھ سے مراد مال لینے والے کا ہاتھ ہے کیونکہ اسی (لینے والے) کی وجہ سے ثواب ملتا ہے اور قدر اسی کی ہے، جو کچھ وہ لیتا ہے اس کی قدر نہیں۔''

پھر حضرت سَیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترازو منگوایا اور ایک سو درہم تولے، پھر ایک مٹھی مزید درہم لے کر ان میں ملا دیئے اور فرمایا: ''یہ حضرت سَیِّدُ نا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے جاؤ۔'' میں نے دِل میں سوچا کہ کسی چیز کو اس لئے تولا جاتا ہے

کہ اس کی مقدار معلوم ہو لیکن انہوں نے کس طرح اس میں مجہول چیز (یعنی مٹھی بھر درہم) کو مِلا دیا، حالانکہ یہ تو دانا آدمی ہیں؟ لیکن مجھے یہ سوال کرتے ہوئے حیاء محسوس ہوئی اور میں وہ تھیلی لے کر حضرت سَیِّدُنا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا، تو انہوں نے بھی ترازو منگوایا اور ایک سو درہم تولے اور فرمایا: ''یہ ان کے پاس واپس لے جاؤ اور کہنا: میں تم سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا اور جو سو سے زائد تھے وہ رکھ لئے۔'' راوی کہتے ہیں: ''مجھے ان کے اس عمل سے مزید تعجب ہوا، چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''حضرت سَیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقلمند آدمی ہیں، وہ رسی کے دونوں سرے خود ہی پکڑنا چاہتے ہیں، انہوں نے ایک سو اپنے فائدے کے تولے، تاکہ آخرت کا ثواب ہو اور ایک مٹھی بلا وزن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ڈال دیئے تو جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے تھا میں نے وہ لے لیا اور جو کچھ انہوں نے اپنے لئے رکھا تھا، میں نے واپس کر دیا۔'' راوی فرماتے ہیں: میں نے وہ دراہم حضرت سَیِّدُنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو واپس کر دیئے، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رونے لگے پھر فرمایا: ''انہوں نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال واپس کر دیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔''

اے اسلامی بھائی! دیکھ! ہمارے اسلاف کے دل اور احوال کتنے صاف تھے اور ان کے اعمال کس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالِص تھے یہاں تک کہ ان میں سے **ہر ایک دوسرے کے دل کو دیکھ لیتا تھا** اور زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

زُہد کا بیان

زہد کیا ہے؟

زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ رغبت کو ایک چیز سے پھیر کر کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ کیا جائے، پس جو شخص فضول دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی بجائے آخرت کی طرف راغب ہو، تو وہ شخص دنیا میں زاہد ہے اور زہد کا بلند درجہ یہ ہے کہ انسان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ ہر چیز حتّٰی کہ آخرت سے بھی اعراض کرے اور زاہد کے لئے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے، کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور اس عمل کا ہونا ضروری ہے، جو اس سے اس حال میں صادر ہو اور یہی آخرت میں مکمل رغبت ہے اور عمل دِل اور اعضاء کی حفاظت کے ساتھ ان معاملات میں قیمت کو سپرد کرنے کا نام ہے، جو اس بیع کے منافی ہوں اور زہد کی فضیلت پر کئی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ **اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ۝** (پ۱۵، الکھف: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائیں ان میں کس کے کام بہتر ہیں۔

﴿۲﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ج وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ O (پ۲۵،الشوریٰ:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اُس کا کچھ حصہ نہیں۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اُسے دنیا ہی کی فکر ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے کام منتشر کر دیتا ہے اور اس کا سامان متفرق کر دیتا ہے، اس کی تنگدستی اس کے سامنے کر دیتا ہے اور دُنیا تو اسی قدر آئے گی، جو اس کی تقدیر میں لکھی ہے اور جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کو آخرت کی فکر ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے کام درست فرما دیتا ہے، اس کے سامان کی حفاظت فرماتا اور اس کے دل میں دنیا سے بے رغبتی ڈال دیتا ہے نیز اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آتی ہے۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب الهم بالدنيا، الحديث ٤١٠٥، ص٢٧٢٦، بتغيرٍ قليلٍ)

نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے خاموشی اور دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت عطا کی گئی ہے۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب الزهد فی الدنيا، الحديث ٤١٠١، ص٢٧٢٦، بتغيرٍ قليلٍ)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ محبت نشان ہے:

إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يُحِبَّكَ اللّٰهُ فَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا. ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت کرے تو دنیا میں زُہد اختیار کرو۔

(سنن ابن ماجة، ابواب الزهد، باب الزهد فی الدنيا، الحديث ٤١٠٢، ص٢٧٢٦، مفهوماً)

جب حضرت سَیِّدُنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رِسالت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم میں عرض کی: ''میں سچا مؤمن ہوں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا ہے، پس میرے نزدیک اس (دُنیا) کا سونا اور پتھر برابر ہیں، گویا میں جنّت اور دوزخ کے مابین ہوں اور گویا میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے پاس کھڑا ہوں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے (ایمان کی حقیقت کو) پہچان لیا، پس اس کو لازِم پکڑنا (پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا حارثہ کے متعلق فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نورِ ایمان سے منوّر کر دیا۔''

(الزهد الكبير للبيهقی، الحديث ٩٧٣، ص٣٥٥، مفهوماً)

لفظِ شرح کا معنیٰ:

جب سرکارِ مدینہ، قرارِقلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان فرامین مبارکہ، ''﴿۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (پ۲۳، الزمر:۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ **اللہ** نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ ﴿۲﴾ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (پ۸، الانعام:۱۲۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے **اللہ** راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔'' میں موجود لفظِ ''شَرْحٌ'' کے معنی پوچھے گئے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لئے سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ کھل جاتا ہے، عرض کی گئی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں دھوکے والے گھر (یعنی دنیا) سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور ہمیشہ والے گھر کی طرف متوجہ ہونا، نیز موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔''

(المستدرك، كتاب الرقاق، باب أعلام النور فى الصدور، الحديث ۷۹۳۳، ج۵، ص ٤٤٢، بتغيرٍ قليلٍ)

حضرت سَیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کَلِمَۂ طَیِّبَہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) پر ایمان رکھتے ہوئے آیا اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ ملایا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کچھ اور مِلانے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں واضح طور پر بیان فرمائیں؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اس سے مراد دنیا کی محبت، اس کی طلب اور اس کی اِتباع کرنا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں جیسی باتیں کرتے ہیں لیکن اعمال ظالموں جیسے کرتے ہیں، پس جو شخص کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) پر ایمان رکھتے ہوئے آیا اور اس (کے اعمال) میں ظالموں کے اعمال میں سے کچھ نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''

(الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى، الرقم ۱۷۷۵ ـ محمد بن عبد الرحمٰن، ج۷، ص ۵۵۰)

حضور نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سخاوت یقین میں سے ہے اور کوئی یقین والا دوزخ میں نہیں جائے گا اور بخل شک میں سے ہے اور شک کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

زُہد کے درجات:

زہد کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: یہ ہے کہ انسان تکلُّف کے ساتھ دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اور اپنی خواہشات کے باوجود اسے ترک کرنے کی کوشش کرے، تو ایسا شخص مُتَزَهِّدْ ہے اور ہوسکتا ہے وہ اس پر مداومت اختیار کر کے زُہد کو پالے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی وہ جس چیز کی طمع کر رہا ہے اس کی نسبت سے دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی شخص دو درا ہم کے لئے ایک درہم چھوڑ دیتا ہے اور یہ چیز اس پر دشوار نہیں ہوتی لیکن اس کی توجہ دُنیا اور اپنے نفس کی طرف بھی رہتی ہے (یعنی وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑی اہم چیز کو چھوڑا ہے) اور یہ بھی زہد ہے، لیکن اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔

تیسرا درجہ: سب سے اعلیٰ ہے اور وہ یہ کہ بندہ خوشی سے زہد اختیار کرے اور اپنے زہد میں مبالغہ اختیار کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کوئی چیز نہیں اس کی مثال اس شخص کی ہے، جس نے پتھر کو چھوڑا اور موتی لے لیا، پس وہ اس چیز کو اس کا بدلہ نہیں سمجھتا اور دنیا کی آخرت کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے حضرت سَیِّدُنا ابوموسیٰ عبدالرحمٰن علیہ رحمۃ اللہ المنّان سے پوچھا: ''آپ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''زہد کے بارے میں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: ''کس چیز میں زہد؟'' جواب دیا: ''دنیا میں'' (یہ سن کر) حضرت سَیِّدُنا ابو یزید علیہ رحمۃ اللہ الوحید نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے فرمایا: ''میرا خیال تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں گے، دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں جس میں زہد اختیار کیا جائے۔''

اہلِ معرفت اور مشاہدات و مکاشفات سے معمور دل رکھنے والوں کے نزدیک آخرت کے لئے دنیا کو ترک کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے، جو بادشاہ کے دربار میں جانا چاہتا ہے، لیکن دروازے پر موجود کتّا اسے روک لیتا ہے، وہ اس کے سامنے روٹی کا ایک لقمہ ڈالتا ہے تو وہ اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور وہ خود دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور بادشاہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کا حکم تمام مملکت میں نافذ ہونے لگتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ کیا وہ اپنے حاصل کئے ہوئے مقام کے مقابلے میں اس لقمے کو زیادہ اہمیت دے گا، جو اس نے کتے کے سامنے ڈالا؟ شیطان بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دروازے پر ایک کتّا ہے، جو لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے، حالانکہ دروازہ کھلا اور پردہ اٹھا ہوا ہے۔ اور دنیا روٹی کے ایک لقمے کی طرح ہے، اگر تم اسے کھاؤ تو اس کی لذت صرف چبانے کی حد تک ہے، پھر نگلتے ہی لذّت ختم ہو جائے گی، پھر اس کا بوجھ معدے میں باقی رہتا ہے اور بدبُو کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر اس بوجھ کو نکالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس جو شخص اسے بادشاہ کا قرب حاصل

کرنے کے لئے ترک کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہوگا؟ اور دنیا جو کسی شخص کو صحیح وسلامت حاصل ہوتی ہے آخرت کے مقابلے میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک لقمے کو دنیوی ملک کے ساتھ حاصل ہے، کیونکہ جس کی کوئی اِنتہاء ہو اسے غیر متناہی چیز سے کوئی نسبت نہیں اور دنیا عنقریب ختم ہونے والی ہے، اگرچہ اس کی عمر لاکھ سال ہو جائے اور وہ کدورتوں سے بالکل صاف ہو جائے پھر بھی اس کا انجام زوال ہی ہے۔

اے اسلامی بھائی! جب تو نے یہ بات جان لی تو یہ بھی جان لو! اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لئے اس کے سوا ہر چیز سے بے رغبت ہو جاؤ اور یہ چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کے دیدار) کی لذت اور اس کے سوا ہر نعمت سے زہد اختیار کرنے کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھانا، لباس، نکاح اور رہائش اختیار کرو، جس سے تمہارے بدن کا گزارہ ہو اور تم اپنا دِفاع کرسکو، یہی حقیقی زہد ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم.

دُنیا کی چھ چیزیں اور اُن کی حقیقت

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا: ''دنیا چھ چیزوں پر مشتمل ہے (۱) غذا (۲) مشروب (۳) لباس (۴) سواری (۵) نکاح اور (۶) خوشبو۔ (۱)......سب سے اعلیٰ غذا شہد ہے اور وہ مکھیوں کا لعاب ہے۔ (۲)......سب سے اعلیٰ مشروب پانی ہے اور اس میں نیک، بد، انسان اور حیوان سب برابر ہیں۔ (۳)......سب سے اعلیٰ لباس ریشم ہے اور وہ کیڑے سے بنایا جاتا ہے۔ (۴)......سب سے اعلیٰ سواری گھوڑا ہے اور اس پر مردوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ (۵)......نکاح میں سے سب اعلیٰ نعمت عورت سے صحبت کرنا ہے اور وہ شرم گاہ کا شرم گاہ میں جانا ہے۔ اور عورت اپنے بدن میں اچھے اعضا کو سنوارتی ہے، لیکن اس سے ارادہ سب سے بری چیز کا کیا جاتا ہے اور (۶)......سب سے اعلیٰ خوشبو مُشک ہے اور وہ ہرن کا خون ہے۔'' (الزھد وقصر الامل (مترجم)، ص۷۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

باب35:

توحید اور توکُّل کا بیان

توکُّل کا بیان:

اس کی فضیلت آیاتِ کریمہ واحادیثِ مبارکہ سے سمجھی جاسکتی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے:

﴿۱﴾ وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۝ (پ٦، المائدۃ: ٢٣) ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

﴿۲﴾ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (پ٢٨، الطلاق: ٣) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ** پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ۝ (پ٤، آل عمران: ١٥٩) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک توکّل والے **اللہ** کو پیارے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میں نے حج کے موسم میں تمام اُمتوں کو دیکھا، پس میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے میدانوں اور پہاڑوں کو گھیر رکھا ہے، مجھے ان کی کثرت اور انداز نے تعجب میں ڈال دیا، مجھ سے پوچھا گیا: ''کیا آپ اس بات پر راضی ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں راضی ہوں۔'' پوچھا گیا: ''ان کے ساتھ مزید ستر ہزار ہیں جو کسی حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔''

حضور نبیِ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ''وہ کون لوگ ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''جو جسم نہیں داغتے، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی تعویذات (یعنی ممنوع تعویزات) استعمال کرتے ہیں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

حضرت سَیِّدُنا عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی: ''یا رسول **اللہ** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان میں کر دے۔'' چنانچہ نبیِ رحمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: ''یا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔'' ایک دوسرے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: ''میرے لئے بھی دعا فرمایئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم پر سبقت لے گئے۔''

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاء والتمائم، الحدیث ٦٠٥٢، ج٧، ص٦٢٨، رأیت الأمم: بدلہ: عرضت علی الأمم)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔''

(جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللّٰہ، الحدیث ٢٣٤٤، ص١٨٨٧)

جب حضرت خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ''وَتَوَکَّلۡ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ (پ١٩، الفرقان:

۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔“ پڑھا تو ارشاد فرمایا: ”اس آیت کے بعد کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے پناہ لے۔“

حقیقتِ توحید اور اس کے درجات کا بیان

توحید توَکُّل کی اصل ہے:

جاننا چاہئے! توحید کے معنی کی وضاحت ”**لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ** (یعنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں)“ سے ہوتی ہے اور قدرت پر ایمان کی ترجمانی ”**لَہُ الْمُلْکُ** (یعنی اسی کی بادشاہت ہے)“ سے ہوتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے جود و حکمت پر ”**وَلَہُ الْحَمْدُ** (یعنی اسی کی لئے تمام خوبیاں ہیں)“ دلالت کرتا ہے پس جس شخص کے دل پر اس جملہ کا معنی غالب ہو تو وہ **مُتَوَکِّل** بن جاتا ہے۔ ان تمام کی اصل توحید ہے۔

مراتبِ توحید:

توحید کے چار مراتب ہیں، اخروٹ کی طرح اس کے چار حصے ہیں، جیسے (۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا اور (۴) چھلکے کا چھلکا۔[1]

پہلا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان چھلکے کے چھلکے کی طرح صرف اپنی زبان سے ”**لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ**“ کہے، یہ منافقین کا ایمان ہے، ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان دل سے کلمہ کے معنی کی تصدیق کرے اور یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تیسرا مرتبہ: یہ ہے کہ انسان کشف کے ذریعے ایمان کا مشاہدہ کرے اور یہ مقربین کا مقام ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کثرتِ اسباب دیکھے لیکن ان سب کو خدائے واحد عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے سمجھے۔

چوتھا مرتبہ: یہ ہے کہ بندہ صرف **اللہ** تعالیٰ کی جستجو میں رہے، یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے، صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے **فَنَا فِی التَّوحِید** کہتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ باطن کے توحید میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا، حضرت سَیِّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید کے فرمان کہ ”**مجھے اپنی یاد بھلادی گئی**“ سے یہی مراد ہے۔

---

[1]: امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی احیاء علوم الدین میں اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ”اخروٹ کے اوپر دو چھلکے ہوتے ہیں، اس کے اندر ایک مغز ہوتا ہے اور اس میں تیل ہوتا ہے جو مغز کا مغز ہے۔ (احیاء علوم الدین، ج ٤، ص ٣٠٤)

ان مراتب کی تفصیل:

پہلا مرتبہ صرف زبان سے توحید کا اقرار کرنے والے کا ہے اور اس کا مقصد تلواروں سے بچنا اور جان و مال کی حفاظت کا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ نبیِٔ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّی دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ** ترجمہ: جب وہ زبان سے اس (کلمہ) کا اقرار کرلیں گے، تو وہ اپنی جان اور مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے۔''

(جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الغاشیۃ، الحدیث ۳۳۴۱، ص ۱۹۹۵)

دوسرا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے جو دِل سے کلمہ کے معنی کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس میں شک نہیں کرتا لیکن اس کا باطن کشادہ نہیں۔ اگر وہ اس حالت پر فوت ہو جائے اور گناہوں پر مُوَاظبت کی وجہ سے اس کیفیت میں کمزوری پیدا نہ ہوئی ہو، تو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا اور بدعتی کا مکر (لوگوں کے دلوں پر لگی) عقیدہ توحید کی گرہ کو کھولنا ہے جبکہ (علمِ کلام کے ذریعے بدعتی کے مکروفریب سے بچانے والے) متکلم کی تدبیر دل کی گرہ کو مضبوط کر کے باندھنا ہے۔

تیسرا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے، جس کا سینہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے اور وہ کثرتِ اسباب کے باوجود ایک ہی ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ان اسباب کا صدور اسی وحدہٗ لاشریک سے ہی ہے۔

چوتھا مرتبہ اس مُوَحِّد کا ہے جس کے سامنے اور دل میں صرف ایک ذات ہوتی ہے، وہ تمام واسطوں اور اپنے آپ سے بے نیاز ہوتا ہے اور یہی حالت سب سے اعلیٰ ہے، یہ اخروٹ کے مغز سے نکلنے والے تیل کی طرح ہے۔

چوتھے مرتبے کے بارے میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہمارا کلام تو تیسرے میں ہے اور یہ وہ مُوَحِّد ہے جو ایک ہی ذات کو دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ ہر شئے کا صدور اسی ذاتِ واحد سے ہے، پس اس وقت اس کا دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نور سے چمکنے لگتا ہے، جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ ذیشان ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ **اللہ** نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

اعتراض: جس شخص کا دل نورِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے منور نہ ہو وہ کہتا ہے چوتھے مرتبے والا مُوَحِّد ہر چیز کو ایک کیسے سمجھتا ہے جبکہ وہ زمین و آسمان میں اسباب اور اعداد کی کثرت دیکھتا ہے؟

جواب: جاننا چاہیے! ان اسرار کو ظاہر کرنا ممکن نہیں کیونکہ بعض اہلِ معرفت نے فرمایا کہ ربوبیت کے رازوں کو ظاہر کرنا کفر ہے، ہاں! یہ بتانا ممکن ہے کہ کثرت کو عقل سے دیکھنا مشکل ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک شئے ایک اعتبار

سے کثیر ہو سکتی ہے اور ایک اعتبار سے قلیل۔ جس طرح انسان اپنے اجزاء کے اعتبار سے تو کثیر ہے لیکن اپنی حیثیت کے اعتبار سے وہ شخصِ واحد ہی ہے، وہ ایک کو دیکھتے ہیں جس میں کوئی عدد نہیں، اسی طرح خالق اور مخلوق میں سے ہر موجود کے کئی اعتبارات ہیں، ایک اعتبار سے واحد ہے اور مختلف اعتبارات سے کثیر۔ مثال کے طور پر انسان کو ہی لے لیجئے اگر چہ یہ مقصدِ غرض کے مطابق تو نہیں لیکن اس سے اس بات کی آگاہی ہو جاتی ہے کہ یہ ایک اعتبار سے کثیر اور ایک اعتبار سے واحد ہے اور اسی بات کی طرف حضرت سَیِّدُنا حسین بن منصور حلاج علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق نے اشارہ فرمایا، جب انہوں نے حضرت سَیِّدُنا خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ اکثر سفر میں رہتے ہیں تو پوچھا: ''آپ کیا کرتے ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''سفر میں رہتا ہوں تاکہ توکُّل میں اپنی حالت کو صحیح کر سکوں۔'' تو حضرت سَیِّدُنا حسین بن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''تو نے اپنے باطن کی تعمیر میں زندگی خرچ کر دی بتاؤ فنا فی التوحید میں کہاں ہو؟''

حضرت سَیِّدُنا خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیسرے مقام پر فائز تھے تو حضرت سَیِّدُنا منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے چوتھے مقام کی طرف بڑھنے کا مطالبہ کیا۔ اگر آپ سوال کریں کہ آپ چوتھے مقام کی تشریح نہیں کر سکتے تو تیسرے مقام ہی کی وضاحت کر دیں؟ تو میں یہ جواب دوں گا: جاننا چاہئے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی خالق نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا اور فقر، غناء، موت اور زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اجازت سے ہے اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس کے علاوہ ہر چیز سے بے پرواہ ہو گیا اور کسی چیز کی طرف نظر نہ کی کیونکہ ہر چیز اس کی قدرت سے مسخر ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جب بادشاہ کسی کو معاف کر دے، تو وہ شخص قلم و قرطاس (یعنی کاغذ) کی طرف نہیں دیکھے گا اور نہ ان کا شکر ادا کرے گا، بلکہ وہ کاتب کی طرف دیکھے گا جو بادشاہ ہے اس کا شکر یہ ادا کرے گا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ اسباب کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو قلم کی طرف دیکھتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور کاغذ و سیاہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جس مُوَحِّد کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے بادشاہ کا جمال قلم کو دیکھنے سے مدہوش کر دیتا ہے یا اس بات سے مدہوش کر دیتا ہے کہ اس کے دل میں قلم یا سیاہی کا وجود کھٹکے، نہ تو وہ اسے دیکھتا ہے، نہ اسے یاد کرتا ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ یہ جمادات میں تو ٹھیک ہیں جو کہ مسخر ہیں لیکن اسے اس انسان میں کیسے سمجھا جائے جو بھلائی، معافی، عطا کرنے اور منع کرنے میں خود مختار ہے اور یہ بات کیسے سمجھی جائے کہ اصل میں اسی نے یہ سب کچھ کیا ہے؟ میں جواب دیتا ہوں: اس وقت اکثر لوگوں کے قدم پھسل جاتے ہیں، البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخلص بندے محفوظ رہتے ہیں، شیطان کو ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہوتا، وہ بصیرت کے نور سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ کاتب مسخر و مجبور ہے، جس طرح تمام کمزور لوگ دیکھتے ہیں کہ قلم کاتب کے ہاتھ میں مسخر ہوتا ہے اس سلسلے میں کمزور لوگوں کو اسی طرح مغالطہ لگتا ہے، جیسے کوئی چیونٹی ایسے کاغذ پر چلے جس پر لکھا

جا رہا ہو، تو اس کی نگاہ کتاب کے ادراک سے قاصر ہو جاتی ہے، پس وہ قلم کی نوک کو دیکھ کر لکھنا اسی کی طرف منسوب کر دیتی ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے کمزور لوگوں کی بصارت ۔لیکن جن لوگوں کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی توفیق سے مدد فرمائی اور اپنے نور سے ان کے سینوں کو کھول دیا انہوں نے اس سے بڑھ کر مشاہدہ کیا، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے حق میں زمین و آسمان کے ہر ذرّے کی زبان کو اس قدرت کے تحت قوت گویائی عطا فرما دی، جس کے ساتھ ہر چیز بولتی ہے، حتی کہ یہ اپنی مناجات کے ساتھ ہر چیز سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح وتقدیس سنتے ہیں نیز وہ تمام اشیاء اپنی عاجزی کی شہادت ایسی زبان کے ساتھ دیتی ہیں جو تیز ہے، وہ حروف اور آواز کے بغیر گفتگو کرتی ہیں اور اس گفتگو کو وہ نہیں سن سکتے جو سننے کی قوت نہیں رکھتے اور اس عالم میں ہر ذرّہ اربابِ قلوب (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) کے ساتھ مناجات میں مصروف ہے اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا وہ سمندر ہے جس کی انتہاء نہیں، جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو۔

(پ۱۶، الکھف:۱۰۹)

پس یہ سب ذرّات اربابِ قلوب کے سامنے ملکوت کے اسرار بیان کرتے ہیں۔ اور راز فاش کرنا بُری عادت ہے، بلکہ (مشہور مقولہ ہے) ''**صُدُوْرُ الْأَحْرَارِ قُبُوْرُ الْأَسْرَارِ** یعنی آزاد لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے ہیں۔''

کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے رازوں کا امین ہو اور وہ لوگوں کے سامنے بادشاہ کے رازوں کو بیان کر دے؟ اور اگر ہر راز کو ظاہر کرنا جائز ہوتا تو حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم یہ ارشاد نہ فرماتے:

لَوْ عَلِمْتُمْ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا . ترجمہ: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۵۷۲، ج۸، ص۱۲۱)

بلکہ حضور سیّد عالَم، نورِ مجسّم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ان رازوں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے بیان فرما دیتے تاکہ وہ روئیں اور ہنسنے سے باز رہیں۔ نیز اگر راز کو ظاہر کرنا جائز ہوتا تو آپ تقدیر کا راز فاش کرنے سے منع نہ کرتے اور نہ ہی یہ فرماتے:

''جب ستاروں کا ذکر ہو تو خاموش رہو، جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش رہو اور جب میرے صحابۂ کرام کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث۱۴۲۷، ج۲، ص۹۶، بتقدمٍ وتأخرٍ)

اور نہ ہی آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بعض رازوں سے خاص فرماتے۔

اب ہم آپ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: نورِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی مشعل سے دیکھنے والے

ایک شخص نے سیاہی سے کاغذ کا چہرہ سیاہ ہوتا دیکھا تو پوچھا: تیرا چہرہ سیاہ کیسے ہوگیا؟ اس کا کیا سبب ہے؟ کاغذ نے جواباً کہا: تو نے اس مطالبہ میں مجھ سے انصاف نہیں کیا، میں نے خود اپنے چہرے کو سیاہ نہیں کیا، بلکہ سیاہی سے پوچھو وہ دوات میں جمع تھی، اس نے اپنے وطن سے سفر اختیار کیا اور ظلم و زیادتی کرتے ہوئے میرے چہرے کے صحن میں اتر آئی۔ اس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے سیاہی سے اس کے متعلق پوچھا تو سیاہی نے جواب دیا: تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا، میں تو پختہ عزم کئے دوات میں بیٹھی تھی کہ اس سے نہیں نکلوں گی مگر قلم نے مجھ پر ظلم کر کے مجھے بے وطن کر دیا، مجھے بکھیر کر سفید کاغذ پر پھیلا دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو لہٰذا مجھ سے سوال کرنے کے بجائے قلم سے پوچھو۔ وہ شخص کہنے لگا: تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے قلم سے اس کے ظلم و زیادتی کے بارے میں پوچھا: تم نے سیاہی کو بے وطن کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا: ہاتھ اور انگلیوں سے پوچھو، میں تو دریا کے کنارے ایک لکڑی کی صورت میں کھڑا تھا، سرسبز درختوں کے درمیان خوش و خرم تھا پھر ایک ہاتھ چھری لے کر آیا اور میرا چھلکا اتار لیا اور مجھے جڑ سے کاٹ کر میرے پورے جدا کئے، پھر مجھے تراشا، میرے سر کو شق کیا اور مجھے روشنائی کی سیاہی میں غوطہ زن کر دیا۔ وہی ہاتھ مجھ سے خدمت لیتا ہے اور مجھے سر کے بل چلاتا ہے، تم نے سوال کر کے میرے زخموں پر نمک چھڑکا اور مجھ پر عتاب کیا، مجھے چھوڑ دو اور اس سے پوچھو جس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اس نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے ہاتھ سے پوچھا: تم نے قلم پر کیوں ظلم کیا؟ اس نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا: میں تو گوشت، خون، پٹھے اور ہڈی کا مجموعہ ہوں، کیا تم نے کسی جسم کو خود بخود حرکت کرتے دیکھا ہے؟ میں تو ایک سواری ہوں جو مسخر ہے، مجھ پر ایک سوار ہے جسے قدرت اور روقت کہا جاتا ہے، وہی مجھے تمام روئے زمین میں دوڑاتا پھراتا ہے، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ڈھیلے، پتھر اور درخت کبھی اپنی جگہ سے خود بخود حرکت نہیں کرتے کیونکہ ان پر اس قسم کا مضبوط، غالب اور طاقتور سوار سواری نہیں کر رہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ مُردوں کے ہاتھ ان چیزوں میں صورتاً تو مساوی ہوتے ہیں پھر بھی حرکت نہیں کرتے، ہاتھوں اور قلم کے درمیان کوئی معاملہ نہیں اور میری حیثیت یہ ہے کہ میرے اور قلم کے درمیان کوئی معاملہ نہیں، قدرت سے میرے متعلق سوال کرو کیونکہ میں تو سواری ہوں جو مجھ پر سوار ہو وہ مجھے حرکت دیتا ہے۔

اس نے کہا: تم نے درست کہا۔ پھر اس نے قدرت سے اس کے معاملہ کے متعلق پوچھا کہ وہ ہاتھ کو کیوں استعمال کرتی ہے اور اس سے کیوں خدمت لیتی ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے ملامت و عتاب نہ کرو، بہت سے ملامت کرنے والوں پر خود ملامت کی جاتی ہے اور ملامت کا شکار ہونے والے کئی لوگ بے گناہ ہوتے ہیں، تم پر میرا معاملہ کیسے پوشیدہ رہ گیا اور تم نے کیسے گمان کر لیا کہ میں نے ہاتھ پر ظلم کیا ہے حالانکہ میں حرکت دینے سے پہلے اس پر سوار تھی، میں تو اسے حرکت نہیں دے رہی تھی

اور نہ ہی اسے مسخر کر رہی تھی بلکہ میں تو ساکن تھی۔ سوچنے والوں نے یہ گمان کیا کہ میں مردہ یا معدوم ہوں کیونکہ میں نہ تو حرکت کرتی تھی اور نہ کسی کو حرکت دیتی تھی یہاں تک کہ ایک مؤکل میرے پاس آیا، اس نے مجھے حرکت دی اور جھنجھوڑا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اب میں اس کی موافقت تو کر سکتی تھی لیکن مخالفت میرے بس میں نہ تھی، اس مؤکل کو ارادہ کہتے ہیں۔ میں تو اس کا نام ہی جانتی ہوں اور یہ جانتی ہوں کہ اس نے یکبارگی چڑھائی کر کے مجھے گہری نیند سے جگا دیا اور مجھ سے زبردستی وہ کام لیا کہ اگر میری رائے کو پوچھتا تو مجھے گنجائش تھی کہ میں اسے نہ کرتی اس نے کہا تم نے سچ کہا۔

پھر اس نے ارادے سے پوچھا: تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو نے اس خاموش وساکت قدرت کو حرکت میں لگا دیا اور اس قدر زبردستی کی کہ وہ چھٹکارا نہ پا سکی؟ ارادے نے جواب دیا: مجھ پر جلدی نہ کرو میرے پاس بھی عذر ہے اور تم مجھے ملامت کر رہے ہو، کیونکہ میں خود نہیں اٹھا بلکہ مجھے اٹھایا گیا ہے، میں اپنے ارادے سے نہیں گیا بلکہ مجھے سخت حکم اور پختہ ارادے سے بھیجا گیا۔ جانے سے پہلے تو میں ساکن تھا لیکن علم کا قاصد حضرت دل سے عقل کی زبان پر میرے پاس آیا کہ قدرت کو اٹھا دو تو میں نے مجبوراً اسے اٹھایا، میں تو مسکین ہوں اور علم وعقل کی قدرت کے تحت مسخر ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ کس سبب سے میں اس کے لئے مسخر کیا گیا اور اس کا حکم ماننا مجھ پر لازم ہوا لیکن اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ میں بالکل پرسکون تھا، جب تک یہ آنے والا نہ آیا تھا اور یہی حاکمِ عادل ہے یا ظالم؟ میں اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوں اور اس کی اطاعت کو لازم سمجھتا ہوں۔ جب یہ قطعی حکم دے دیتا ہے تو مجھے مخالفت کی تاب نہیں رہتی، مجھے میری عمر کی قسم! جب تک وہ خود اپنے دل میں متردِّد اور حکم میں حیران رہتا ہے تو میں خاموش رہتا ہوں لیکن اس کے حکم کا منتظر اور چوکس رہتا ہوں۔ جب اس کا حکمِ قطعی ہوتا ہے تو میں اپنی طبیعت کے مطابق اور اس کے اطاعت کے غلبہ کے تحت مجبور ہو جاتا ہوں اور قدرت کو اٹھاتا ہوں کہ وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرے تو میرے معاملے میں علم سے پوچھو، میں تو شاعر کے اس قول کے مصداق ہوں۔

مَهْمَا تَرَحَّلْتُ عَنْ قَوْمٍ وَقَدْ قَدَرُوْا　　　أَنْ لَا تُفَارِقَهُمْ فَالرَّاحِلُوْنَ هُمْ

ترجمہ: جب میں ایک قوم سے کوچ کر جاتا ہوں اور انہوں نے فرض کیا تھا کہ ہم ان سے جدا نہیں ہوں گے تو جدا ہونے والے وہ ہیں۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا۔ پھر وہ علم، عقل اور دل کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں جھڑکا کہ انہوں نے ارادے کو کیوں ابھارا اور قدرت کو حرکت دینے پر کیوں مجبور کیا؟ تو عقل نے جواب دیا: میں تو ایک چراغ ہوں، میں خود بخود نہیں جلتی، مجھے روشن کیا جاتا ہے۔ دل نے کہا: میں تو ایک تختی ہوں، میں خود بخود نہیں پھیلتی بلکہ مجھے پھیلایا جاتا ہے۔ علم نے یوں اظہارِ خیال کیا: میں تو ایک نقش ہوں جو دل کی سفید تختی پر اس وقت نقش کیا جاتا ہے جب عقل کا چراغ روشن ہوتا ہے، میں خود بخود منتقل نہیں ہوتا، دل کی یہ تختی کافی عرصہ مجھ سے خالی رہی، تم قلم سے میرے بارے میں پوچھو کیونکہ لکھائی تو قلم ہی سے ہوتی ہے، اس وقت

سائل عاجز ہوجاتا ہے، اس کا جواب اسے نفع نہیں دیتا تو وہ کہتا ہے: اس راستے میں میری تھکاوٹ بہت ہوگئی اور میں نے بہت منزلیں طے کرلیں، مجھے جس سے توقع ہوئی کہ وہ بتائے گا اس نے مجھے دوسروں کے حوالے کردیا لیکن کثرت سے پھرنے کی وجہ سے مجھے خوشی ہوئی کیونکہ ہر ایک سے ایسا کلام سنا جسے میرے دل نے قبول کیا اور ہر ایک نے اعتراض دور کرنے کے لئے واضح عذر پیش کیا۔ اب اے علم! تمہارا یہ کہنا کہ میں ایک نقش اور خط ہوں اور مجھے قلم نے لکھا ہے، یہ بات مجھے سمجھ نہیں آتی، مجھے تو ایک ہی قلم کا علم ہے جو لکڑی سے بنتا ہے، تختی جو لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے، خط روشنائی سے اور چراغ آگ سے روشن ہوتا ہے، میں نے اس منزل میں تختی، چراغ، خط اور قلم کی بات سنی لیکن ان میں سے کسی کو دیکھا نہیں، میں چکی کی آواز تو سنتا ہوں لیکن چکی نظر نہیں آتی؟ تو علم نے اسے جواب دیا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو تمہارے پاس پونجی کم، زادِ راہ قلیل اور سواری کمزور ہے اور جس راستے پر جار ہے ہو اس میں ہلاکتیں زیادہ ہیں، پس تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ یہ خیال چھوڑ دو، تم اس میدان کے مرد نہیں لہٰذا اس سے ہٹ جاؤ کیونکہ جس کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہو وہ کام اس کے لئے آسان کردیا جاتا ہے۔ اور اگر تم اس مقصد کے راستے کی تکمیل میں رغبت رکھتے ہو تو کان لگا کر سنو اور گواہ رہو۔

جان لو! تمہارے راستے میں یہ تین عالَم ہیں۔

(۱)......عالَم المُلک والشہادۃ: کاغذ، سیاہی، قلم اور ہاتھ کا تعلق اس عالم سے ہے اور ان منازل کو تم نے آسانی سے طے کرلیا ہے۔

(۲)......عالَمِ ملکوت: یہ پہلے کے بعد ہے۔ جب تم عالم ملک سے تجاوز کر جاؤ گے تو اِس کی منزل تک پہنچ جاؤ گے لیکن اس کے راستے میں بہت بڑے جنگل، بلند و بالا پہاڑ اور غرق کرنے والے سمندر ہیں اور مجھے نہیں معلوم کہ تم کس طرح اس میں سلامت رہو گے۔

(۳)......عالَم جبروت: یہ عالَمِ مُلک اور عالَمِ ملکوت کے درمیان ہے۔ تم نے اس کی تینوں منزلیں طے کرلی ہیں کیونکہ اس کی ابتداء میں قدرت، ارادہ اور علم کی منزل ہیں اور یہ عالَم ملک اور عالَمِ ملکوت کے درمیان واسطہ ہے کیونکہ عالَمِ مُلک کا راستہ آسان ہے جبکہ عالم ملکوت کا راستہ اس سے دشوار گزار ہے۔

عالَمِ جبروت، جو عالَمِ ملک اور عالَمِ ملکوت کے درمیان ہے، اس کشتی کی طرح ہے جو پانی اور زمین کے درمیان ہوتی ہے۔ اب نہ تو وہ پانی کے اضطراب کے حد میں ہے اور نہ ہی زمین کے سکون اور ٹھہراؤ کی حد میں۔ پس زمین پر چلنے والا شخص عالم الملک والشہادۃ میں ہے، اگر اس کی قوت تجاوز کرے اور کشتی پر سوار ہوجائے تو وہ اس طرح ہے جیسے عالَمِ جبروت میں چلتا ہے، اگر وہ اس منزل پر پہنچ جائے کہ بغیر تھکاوٹ اور بغیر کشتی کے پانی پر چل سکتا ہو تو وہ عالَمِ ملکوت میں چلتا ہے لیکن اگر تم پانی پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تو واپس آجاؤ کہ تم زمین سے آگے بڑھ گئے لیکن کشتی سے پیچھے رہ گئے، اب تمہارے سامنے صاف پانی باقی ہے

اور عالم ملکوت کا پہلا مشاہدہ وہ قلم ہے جس کے ساتھ علم لکھا جاتا ہے اور اس یقین کا حصول ہے جس کے ذریعے وہ پانی پر چلتا ہے۔ کیا تم نے حضرت سَیِّدُ نا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کے بارے میں حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے عرض کی گئی کہ وہ پانی پر چلتے تھے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ اِزْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ . ترجمہ: اگر وہ یقین میں بڑھ جاتے تو ہوا پر چلتے۔

(حلیۃ الاولیاء، وھیب بن الورد، الحدیث ۱۱۷۴۰، ج۸، ص۱۶۶)

(علم کی یہ باتیں سن کر) سوال کرنے والے سالک نے کہا: میں اپنے معاملے میں حیران ہوں اور جو تم نے راستے کا خطرہ بیان کیا ہے، اس بات سے میرے دل میں خوف پیدا ہوا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ میں اس خوفناک جنگل سے گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہوں یا نہیں، کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ علم نے جواب دیا: ہاں! اپنی آنکھیں کھولو، دونوں آنکھوں کی روشنی کو جمع کر کے میری طرف دیکھو۔ اگر تمہارے سامنے وہ قلم آجائے جس کے ساتھ مجھے دل کی تختی پر لکھا جاتا ہے تو تم اس راستے کے اہل ہو، کیونکہ جو آدمی عالَم جبروت سے بڑھ جائے اور ملکوت کے دروازوں میں سے پہلے دروازے کو کھٹکھٹائے تو اس پر قلم ظاہر ہو جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر پہلی مرتبہ ہی قلم واضح کر دیا گیا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نازل ہوا:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝ (پ۳۰، العلق: ۳۔۵)

ترجمۂ کنزالایمان: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

سالک نے کہا: اب میں نے اپنی آنکھ کھول لی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں بانس اور لکڑی کو نہیں دیکھتا اور نہ قلم کو جانتا ہوں مگر یہ کہ وہ اس طرح ہے۔ تو علم نے کہا: تم اپنے مقصود سے دور ہو گئے، کیا تم نے نہیں سُنا کہ گھر کا سامان صاحبِ خانہ جیسا ہوتا ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کسی چیز کے مشابہ نہیں؟ ایسے ہی اس کا دستِ قدرت دوسرے لوگوں کے ہاتھوں، اس کا قلم دوسرے قلموں، اس کا کلام دیگر کلاموں اور اس کا خط دوسری تحریروں جیسا نہیں۔ یہ عالَمِ ملکوت سے تعلق رکھنے والے امورِ الٰہیہ ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی ذات میں نہ جسم ہے، نہ کسی دوسرے کی طرح مکان میں ہے اور نہ ہی اس کا دستِ قدرت دوسرے ہاتھوں کی طرح گوشت، ہڈی اور خون کا مرکب ہے اور نہ اس کی تختی اور قلم لکڑی کا ہے، اس کا کلام آواز و حروف سے مرکب نہیں، اس کی تحریر نقوش سے پاک ہے اور اس کی روشنائی پھٹکڑی اور مازو (ایک رنگ کا نام ہے) سے پاک ہے۔ اگر تم ان چیزوں کو اس طرح نہیں دیکھتے تو میں تمہیں ہیجڑا سمجھتا ہوں، جو پاکیزگی کی مردانگی اور تشبیہ کی تانیث کے درمیان ہے، دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار، نہ ادھر کا نہ اُدھر کا۔

پس تم کس طرح اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات وصفات کواجسام سے اوراس کے کلام کوحروف اورآواز سے پاک قرار دو گے؟ جبکہ تم نے اس کے ہاتھ، قلم، تختی اور تحریر میں غوروفکر کرنا شروع کر دیا۔ اگر تم سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان: ''اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ترجمہ: بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو اپنی (پسندیدہ) صورت پر پیدا فرمایا۔''[1] (صحیح مسلم، کتاب البر، باب النھی عن ضرب الوجہ، الحدیث ۶۶۵۵، ص ۱۱۳۴) سے ظاہر معنی سمجھتے ہو جس کا اِدراک بصیرت سے ہوتا ہے نہ کہ بصارت سے تو محض اس کی پاکیزگی بیان کرنے والے بن جاؤ اور راستے کو لپیٹ دو کہ تم مقدّس وادی تک پہنچ چکے ہو اور دل کی گہرائی کے ساتھ اس بات کو سنو جو تمہارے دل میں ڈالی جاتی ہے۔ شاید تمہیں آگ کی طرف رہنمائی مل جائے اور تمہیں عرش کے پردوں کے پیچھے سے آواز دی جائے، جس طرح حضرت سَیِّدُنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو آواز دی گئی: ''اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّکَ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک میں تیرا رب ہوں۔''

جب سالک نے علم سے یہ بات سنی، تو اسے اپنے نفس کی کوتاہی کا شعور حاصل ہوا اور یہ کہ وہ تشبیہ وتنزیہ کے درمیان ہیجڑے کی صورت میں ہے تو اسے اپنے نفس پر اس قدر غصہ آیا کہ اس کی گرمی سے اس کے دل میں آگ بھڑک اٹھی۔ جب اس نے اپنے نفس کو کوتاہ نظری سے دیکھا اور قریب تھا، کہ اس کے دل کے چراغ کا تیل آگ کے پہنچے بغیر روشن ہو جائے اور جب اس کی گرمی کی وجہ سے اس میں علم پھونکا گیا، تو اس کے تیل نے شعلہ پکڑا اور وہ نُورٌ عَلٰی نُور ہو گیا پس علم نے اس سے کہا: اب اس فرصت کو غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو، شاید تم آگ پر رہنمائی حاصل کر لو چنانچہ اس نے آنکھ کھولی تو اس کے لئے قلمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ منکشف ہو گیا اور وہ ایسا ہی تھا جیسے تنزیہ کے سلسلے میں علم نے بیان کیا تھا۔ نہ لکڑی کا ہے، نہ بانس کا، نہ تو اس کا سر ہے اور نہ ہی دُم۔ وہ ہمیشہ انسانوں کے دلوں پر مختلف علوم لکھتا ہے اور ہر دل میں اس کا ایک سِر (یعنی راز) ہے حالانکہ اس کا اپنا کوئی سِر نہیں تو اس سے تعجب مکمل ہوا اور اس نے کہا: علم کتنا بہترین دوست ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے میری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے

---

[1]: اس حدیثِ پاک کے تحت مفسرِ شہیر، حکیم الامت مولانا **مفتی احمد یار خان نعیمی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں اسے حسین وجمیل فرمایا، خود فرماتا ہے: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O (پ ۳۰، التین: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔'' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ تو صورت سے پاک ہے پھر اس کی صورت کیسی۔ یا یہ اضافت شرف کے لئے ہے جیسے بیتُ اللّٰہ یا ناقۃُ اللّٰہ۔ بعض روایات میں ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورتِ رحمٰن پر پیدا فرمایا، اگر وہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب بھی یہ ہی ہوگا۔ خیال رہے کہ انسان اللّٰہ تعالیٰ کی بڑی کامل مخلوق ہے، اسے رب نے سننے، دیکھنے، بولنے اور سوچنے سمجھنے کی طاقت بخشی، اگر یہ ترقی کرے تو فرشتوں سے افضل ہو جائے، اگر نیچے گرے تو ابلیس سے بدترین ہو جائے اور اس کی ساری قوتیں سر اور چہرے میں جمع ہیں اس لئے اس پر مارنے سے منع فرمایا گیا۔''

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما لا یضمن من الجنایات، الفصل الاول، ج۵، ص۲۵۶۔۲۵۷)

کیونکہ اب میرے لئے ظاہر ہوگیا کہ اس نے قلم کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا وہ سچ ہے۔ بے شک میں اس قلم کو دیگر قلموں کی طرح نہیں دیکھتا۔ اس وقت اس نے علم کو رخصت کیا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: میں نے تمہارا بہت وقت لیا اور بہت بحث کی۔ اب میں ارادہ کرتا ہوں کہ قلم کے پاس حاضری کے لئے سفر کروں اور اس سے اس کا معاملہ پوچھوں۔

چنانچہ اس نے قلم کی طرف سفر شروع کر دیا اور اس سے پوچھا: تجھے کیا ہوا کہ تو ہمیشہ دلوں پر وہ علوم لکھتا رہتا ہے جن کے ذریعے ارادے تقدیر کی طرف اٹھتے ہیں اور پھر مقدورات کی طرف جاتے ہیں۔ اس نے کہا: تُم وہ سب کچھ بھول گئے ہو جو تم نے **عالم الغیب و الشہادۃ** میں دیکھا تھا اور قلم سے تم نے سوال کیا تو اس نے جواب دیتے ہوئے تمہیں ہاتھ کی طرف پھیر دیا؟ اس نے جواب دیا: میں نہیں بھولا۔ قلم نے کہا: میرا جواب بھی اس کے جواب کی طرح ہے۔ اس نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ تو اس جیسا نہیں ہے؟ قلم نے جواب دیا: کیا تو نے سنا نہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا؟ اس نے کہا: ہاں، سنا ہے۔ اس نے جواب دیا: میرے بارے میں اس سے پوچھو جسے **یمینُ الملک** کہا جاتا ہے۔ میں اس کے قبضہ میں ہوں، وہی مجھے پھیرتا ہے، میں اس کے حکم کے تابع و مسخر ہوں۔ پس تسخیر میں قلمِ الٰہی اور انسانی قلم میں کوئی فرق نہیں، فرق صرف ظاہری صورت کا ہے۔ سالک نے پوچھا: **یمینُ الملک** کون ہے؟ قلم نے جواب دیا: کیا تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ''**وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ**ط (پ ۲۴، الزمر: ۶۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔'' اس نے کہا: ہاں، سنا ہے۔ قلم نے کہا: قلمیں بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی ان کو اِدھر اُدھر پھیرتا ہے۔

اب سالک نے قلم سے یمین کی طرف سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ اسے دیکھا اور اس کے عجائبات کا مشاہدہ کیا جو قلم کے عجائب سے زیادہ تھے ان میں سے نہ تو کسی کا وصف بیان کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی شرح کی جا سکتی تھی، بلکہ کئی جلدوں میں اس کا سوواں حصہ بھی نہیں سما سکتا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وہ یمینِ قدرت ہے جو دیگر دائیں ہاتھوں کی طرح نہیں دستِ قدرت ہے لیکن دوسرے ہاتھوں کا سا نہیں، اور انگلی ہے لیکن دوسری انگلیوں جیسی نہیں، اس نے قلم کو اس کے قبضہ میں حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے لئے قلم کا عذر ظاہر ہوگیا، اس نے یمین سے اس کے معاملے اور قلم کو حرکت دینے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: میرا بھی وہی جواب ہے جو تو نے عالم الشہادۃ کے دائیں ہاتھ سے سنا (کہ اس نے کہا تھا) کہ قدرت سے پوچھو کیونکہ ہاتھ ذاتی طور پر کچھ نہیں کرسکتا، اسے قدرت ہی حرکت دیتی ہے پھر وہ عالم قدرت کی طرف گیا اور اس میں ایسے عجائب دیکھے جن کے سامنے پہلے کے عجائب معمولی معلوم ہوئے اور اس نے یمین کو حرکت دینے کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں نیک صفت ہوں تو

قادر سے پوچھ کیونکہ ذمہ داری صفت عطا کرنے والے پر ہوتی ہے صفت پر نہیں۔ اس وقت قریب تھا کہ سالک لغزش کھا جاتا اور زبان سوال کی جرأت کر جاتی لیکن اسے قولِ ثابت کے ساتھ استقلال نصیب ہوا اور اسے بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے پردوں کے پیچھے سے ندا دی گئی: ''**لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْـَٔلُوْنَ ۝** (پ ۱۷، الانبیآء: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔'' یہ سن کر اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت طاری ہوگئی، وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ایک مدت تک اپنی بے ہوشی میں تڑپتا رہا، جب افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے، تیری شان کس قدر عظیم ہے، میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، تجھ پر بھروسہ کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو ہی بادشاہ، واحد، جبار و قہار ہے، میں تیرے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی تیرے سوا کسی سے امید رکھتا ہوں، تیرے عذاب سے تیرے ہی عفو و درگزر میں پناہ چاہتا ہوں، تیری ناراضگی سے تیری رضا میں پناہ لیتا ہوں۔

اب ہم اپنے مقصد کی طرف پلٹتے ہوئے توکُّل کا معنی بیان کرتے ہیں، پس ہم کہتے ہیں: توکل سے مراد یہ جانتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر دل کا اعتماد کرنا ہے کہ اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز بھی خارج نہیں اور اس کا غیر نفع ونقصان پر قادر نہیں۔

توکُّل کے متعلق اسلاف کے اقوال:

حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ دَبیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: ''توکل کیا ہے؟'' انہوں نے مجھ سے استفسار فرمایا: ''تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہمارے اصحاب تو فرماتے ہیں کہ اگر درندے اور سانپ تمہارے دائیں بائیں ہوں تو بھی تمہارے باطن میں کوئی حرکت نہ ہو۔'' تو حضرت سَیِّدُنا ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے: ''ہاں! یہ توکل کے قریب ہے لیکن اگر اہلِ جنت، جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں عذاب دیا جا رہا ہو، پھر تم ان دونوں کے درمیان تمیز کرنے لگو، تو توکّل سے نکل جاؤ گے۔''

حضرت سَیِّدُنا ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ہر حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تعلق قائم رکھنا۔'' سائل نے عرض کی: ''مزید کچھ فرمائیے۔'' فرمایا: ''ہر اس سبب کو چھوڑ دینا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو۔''

توکُّل کے درجات:

توکل کے تین درجے ہیں:

(۱)...... پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اعتماد اس طرح ہو جس طرح اس کا اعتماد اس وکیل پر ہوتا ہے جس

کی سچائی، امانت، عنایت، ہدایت اور شفقت اسے معلوم ہوتی ہے۔

(۲)......دوسرا درجہ یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ اس کا حال ایسا ہو جیسے بچے کا حال اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا اور تمام امور میں اسی کی پناہ لیتا ہے اور یہی اس کا پہلا خیال ہوتا ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رحم وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے سوا کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

(۳)......تیسرا درجہ بیمار کی زردی کی طرح ہے کبھی ہمیشہ رہتی ہے اور کبھی زائل ہو جاتی ہے۔

اگر تم سوال کرو، کہ کیا ان احوال میں بندے کے ساتھ تدبیر اور اسباب کا تعلق باقی رہتا ہے؟ تو جان لیجئے! تیسرا درجہ تو تدبیر کی بالکل نفی کرتا ہے جب تک یہ حالت باقی رہے اور دوسرا مقام بھی ہر تدبیر کی نفی کرتا ہے، ہاں! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے فریاد کرنا اور سوال کرنا باقی رہتا ہے جیسے بچہ صرف اپنی ماں کو پکارتا ہے۔

مُتَوَکِّلِیْن کے اعمال کا بیان

بعض لوگوں کا گمان ہے کہ متوکل کو ایسا ہونا چاہیے، جیسے قصاب کے پھٹے پر گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوتا ہے لیکن یہ غلط ہے۔

اعمالِ متوکلین کی اقسام:

ہم کہتے ہیں، متوکلین کے اعمال دو اقسام میں منقسم ہوتے ہیں: (۱) نفع بخش چیز کا حاصل کرنا اور اس کی حفاظت کرنا (۲) نقصان دہ چیز کو دور کرنا اور اسے ختم کرنا۔

(۱) نفع بخش چیز کا حاصل کرنا: رہا نفع مند چیز حاصل کرنا تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق جاری ہوتا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا جیسا کہ سامنے رکھے ہوئے کھانے کو چبانا یا منہ تک لے جانا اور ایسا نہ کرنا بے وقوفی اور پاگل پن ہے اور وہ اسباب جن کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ اسباب کے بغیر ان کا حصول بہت مشکل ہے جیسے وہ شخص جو شہروں اور قافلوں سے دور ہو جائے اور ایسے جنگلوں میں سفر کر رہا ہو، جہاں لوگوں کی آمد و رفت بہت کم ہو اور ایسے سفر میں زادِ راہ ساتھ نہ لے جائے، مگر یہ چیز توکل میں شرط نہیں البتہ اگر وہ زادِ راہ کے بغیر ایسا کرے تو یہ **توکل کا اعلیٰ درجہ** ہے، اور وہ چیز جو بہت کم مقصود کی طرف لے جاتی ہے جیسا کہ کمانے کی تدبیر نہ کرنا تو یہ چیز توکل کو مکمل طور پر ختم کر دیتی ہے۔

توکل کا دوسرا درجہ: یہ ہے کہ آدمی کسی گاؤں یا شہر میں اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے تو یہ بھی توکل ہے کیونکہ ایسا شخص ظاہری کسب کو چھوڑ دیتا ہے لیکن یہ پہلے درجے سے کمزور ہے کیونکہ یہ تنہائی چھوڑ کر لوگوں کے سامنے ہوتا اور ایسی جگہ بیٹھتا ہے

جہاں لوگ اس کی خبر گیری کرتے ہیں۔

توکل کا تیسرا درجہ: یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق رزقِ حلال کمائے جیسا کہ کسب کے باب میں بیان ہو چکا ہے اور کہا گیا کہ یہ چیز اسے توکل سے خارج نہیں کرتی، لیکن یہ توکل کا سب سے کمزور درجہ ہے اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کا اعتماد سامان پر نہ ہو، اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ چوری یا مال کے ضائع ہونے پر غمزدہ نہ ہو۔

عیال دار کا توکُّل:

جاننا چاہئے! عیال دار کا اپنے اہلِ خانہ کے حق میں توکل کرنا درست نہیں کیونکہ اس کا اپنے حق میں مختلف امور کے ساتھ توکل کرنا تو صحیح ہے جیسے ایک ہفتہ تک کھانا کھانے سے رُکے رہنا اور اگر اسے کھانا وغیرہ نہ ملے تو اس کا مرنے پر راضی رہنا، پس یہ چیزیں اہل وعیال کے حق میں تصور نہیں کی جاسکتیں لہٰذا ان کے لئے کمانا ضروری ہے جیسے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں منقول ہے، کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے گھر والوں کے لئے کسب معاش کے لئے بازار تشریف لے گئے۔ یہ ہمارے ذکر کردہ تیسرے مقام کی مثال ہے اور بال بچوں کی وجہ سے سال بھر کے لئے کھانا جمع کر کے رکھنا ثابت ہے جبکہ وہ شخص جس کی اولاد نہ ہو اور اسے وراثت یا کسی اور سبب سے مال مل جائے تو **پہلی حالت:** یعنی توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت کے لئے ضرورت کے مطابق رکھ لے اور باقی ذخیرہ نہ کرے بلکہ فقراء میں تقسیم کر دے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ وہ چالیس دن یا اس سے کم کے لئے جمع کرے۔ اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ چیز اسے متوکلین کے گروہ سے نکال دے گی؟ اور کیا یہ اس درجہ سے محروم ہو جائے گا جس کا متوکلین سے وعدہ کیا گیا ہے؟

تیسری حالت: یہ ہے کہ وہ ایک مہینہ یا ایک سال کے لئے جمع کرے اور یہ چیز متوکلین کے درجہ سے محرومی کا سبب ہے۔ منقول ہے: حیوانات میں سے صرف تین حیوان جمع کرتے ہیں: چوہا، چیونٹی اور انسان۔

(۲) نقصان دہ چیز کو دور کرنا: دوسرا فن یہ ہے کہ وہ ضرر کو اپنے آپ سے دور کرے یا نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچے۔ مثال کے طور پر وہ گرنے والی دیوار، درندوں کے ٹھکانوں اور ٹوٹی ہوئی چھت سے بچے تو یہ چیز توکل کو باطل نہیں کرتی بلکہ یہ سب کچھ ثابت ہے اور یہ اسباب وہمی، ظنی اور قطعی تین اقسام میں منقسم ہوتے ہیں اور توکل کے لئے موہوم کو چھوڑنا ضروری ہے مثلاً دم کروانا اور اس جیسے دیگر اعمال۔ کیونکہ نبیِّ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے توکل کرنے والوں کا وصف اس طرح

بیان فرمایا کہ ”وہ دم کروانے، داغ لگانے اور فال لینے کو چھوڑ دیتے ہیں۔“ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کی یہ صفت بیان نہیں فرمائی کہ وہ سردی سے محفوظ رکھنے والا لباس نہیں پہنتے۔ ہاں! جب تک ممکن ہو وہ غیر کی تکلیف پر صبر کرے اور اسے برداشت کرے کہ یہ توکل کی شرائط میں سے ہے، جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (پ۲۲، الاحزاب:٤٨)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور **اللہ** پر بھروسہ رکھو اور **اللہ** بس (کافی) ہے کارساز۔

اسی پر قیاس کرتے ہوئے بعض حالات میں دوا کو ترک کرنے کا معاملہ ہے۔ یہ بھی اسی طرح ثابت ہے اور یہ متوکل کے مقام کی قوت کے اعتبار سے ہے۔

دو دن اور دو راتیں

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”کیا میں تمہیں ان دنوں اور دوراتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جن کی مثل مخلوق نے نہیں سنی، (۱) ایک دن وہ ہے جب اللہ عزوجل کی طرف سے آنے والا تیرے پاس رضائے الٰہی عزوجل کا مژدہ لے کر آئے گا یا اس کی ناراضگی کا پیغام۔ اور (۲) دوسرا دن وہ جب تو اپنا نامۂ اعمال لینے کے لئے بارگاہِ الٰہی عزوجل میں حاضر ہوگا اور وہ نامۂ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں میں۔ (اور دوراتوں میں سے) (۱) ایک رات وہ ہے جو میت اپنی قبر میں گزارے گی اور اس سے پہلے اس نے ایسی رات کبھی نہیں گزاری ہوگی اور (۲) دوسری رات وہ ہے جس کی صبح کو قیامت کا دن ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی رات نہیں آئے گی۔“

باب36:
محبت، شوق اور رضا کا بیان

جاننا چاہئے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت انتہائی بلند مقصد اور بلند درجہ ہے اور اس کے علاوہ شوق، اُنس اور رضا محبت کے تابع ہیں اور جن لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس لذت سے محروم رکھا انہوں نے اس کے ممکن ہونے کا انکار کیا ہے اور ہم آیات واحادیث کی روشنی میں محبّتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کو واضح کریں گے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط(پ۲،البقرة: ۱٦٥) ترجمۂ کنزالایمان: اور ایمان والوں کو **اللہ** کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

﴿2﴾ یُحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗۤ لا (پ٦،المآئدة: ٥٤) ترجمۂ کنزالایمان: وہ **اللہ** کے پیارے اور **اللہ** ان کا پیارا۔

حدیثِ پاک میں ہے: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) اس کے نزدیک اس کے اہل و مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالك بن النضر، الحديث ١٣١٥٠،ج٤،ص٤١٢)

(صحيح مسلم ،كتاب الايمان ، باب وجوب محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم......الخ ،الحديث١٦٨،ص٦٨٨)

مشہور روایت ہے کہ جب موت کا فرشتہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: ''کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی خلیل اپنے خلیل کو موت دے؟'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی کرتے ہوئے استفسار فرمایا: ''کیا تم نے کسی محبّ کو اپنے محبوب کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہوئے دیکھا ہے؟'' تو حضرت سَیِّدُنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا: ''اے موت کے فرشتے! ابھی میری روح قبض کرلو۔''

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دُعا مانگی: ''اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنۡ یُحِبُّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیۡ اِلٰی حُبِّکَ اِجۡعَلۡ حُبَّکَ أَحَبَّ إِلَیَّ مِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی اور اپنے محبین کی محبت عطا فرما اور اس (عمل) کی محبت عطا فرما جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے اور اپنی محبت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔''

(جامع الترمذی ، كتاب الدعوات ،باب دعاء داؤد ......الخ ،الحديث ٣٤٩٠،ص ٢٠١١، مفهومًا)

ایک اعرابی نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! قیامت کب قائم ہوگی؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''میں نے اس کے لئے نماز روزے کی کوئی زیادہ تیاری نہیں کی، البتہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے محبت کرتا ہوں۔'' تو محبوبِ ربُّ العالمین

صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی۔''

(صحیح البخاری، کتاب الادب ،باب علامة الحبِّ فی اللہ ......الخ ،الحدیث ٦١٧١/٦١٦٨،ص ٥٢٠)

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی بات پر خوش ہوتے نہیں دیکھا۔'' امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سچی محبت کا ذائقہ چکھ لیتا ہے تو یہ چیز اسے طلبِ دنیا سے بے نیاز کر دیتی ہے اور اسے تمام لوگوں سے وحشت دلاتی ہے۔''

محبت کا معنی:

محبّ کے نزدیک محبت کے لذیذ ہونے کی وجہ سے طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور بغض اس کی ضد ہے جو کسی چیز سے طبعی نفرت کا نام ہے، کیونکہ وہ طبیعت کے موافق نہیں ہوتی، اور جس چیز کی لذَّت بڑھتی ہے اس کی محبت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے، آنکھوں کی لذَّت دیکھنے میں، کانوں کی لذَّت سننے میں اور ناک کی لذَّت پاکیزہ خوشبوؤں میں ہے۔ اسی طرح ہر حِس کے موافق ایک چیز ہے جس سے انسان لذَّت حاصل کرتا ہے اور اسی سبب سے اس چیز سے محبت کرتا ہے۔

حضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ: اَلطِّیْبُ، اَلنِّسَاءُ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاةِ. ترجمہ: تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) خوشبو (۲) عورتیں اور (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(سنن النسائی ،کتاب عشرۃ النساء ، باب حب النساء ،الحدیث ٣٣٩١، ص ٢٣٠٧، مفهومًا)

حدیثِ پاک کی شرح:

اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ حواس کے لئے محسوس ہونے والی اشیاء کے علاوہ بھی محبوب چیزیں ہوتی ہیں جن سے وہ لذَّت حاصل کرتے ہیں کیونکہ نماز ان چیزوں میں سے نہیں جن سے حواسِ خمسہ (یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، پکڑنے اور چکھنے کی قوت) کے ساتھ لذت حاصل کی جائے کیونکہ باطنی بصیرت ظاہری نگاہوں سے قوی ہوتی ہے اور دل آنکھ سے زیادہ ادراک رکھتا ہے، عقل سے حاصل ہونے والا جمالِ معنوی ظاہری صورت کے جمال سے اعظم واکمل ہوتا ہیں۔ پس دل جن امورِ الٰہیہ شریفہ کا ادراک کرتا ہے وہ زیادہ مکمل وبلیغ ہوتے ہیں اور حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لہٰذا طبعِ سلیم کا ان کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے پس محبت کا معنی یہی ہوا کہ دل کا اس چیز کی طرف مائل ہونا جس کے پانے میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس لذت کا وہی شخص انکار کرتا ہے جس کو اس کی کوتاہی جانوروں کے درجہ میں بٹھا دیتی ہے اور اس کا ادراک حواس سے آگے بالکل نہیں بڑھتا۔

جاننا چاہئے! انسان کو سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہوتی ہے کیونکہ یہ نفس کے موافق چیزوں میں سے سب سے بڑی ہے اور وہ ہمیشہ باقی رہنا پسند کرتا ہے اور پھر اس سے محبت کرتا ہے، جو اس پر احسان کرے کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے، اور کبھی کسی چیز سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ چیز بذاتِ خود حسین وجمیل ہوتی ہے اور یہ محبت کی سب سے بڑی قسم ہے جس میں کوئی غرض شامل نہیں ہوتی، کیونکہ ہر خوبصورت چیز محبوب ہوتی ہے اور جو لوگ خیالات کی قید میں بند ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ جمال صرف محسوس چیز یا خیالی صورت میں ہوتا ہے۔

جبکہ ہم کہتے ہیں، یاد رکھئے! ہر چیز کی حسن وخوبی وہی ہے جو اس کے ممکن ولائق ہو، یہاں تک کہ ہم جانتے ہیں کہ گھوڑا ان اوصاف سے خوبصورت ہوتا ہے جن اوصاف سے آدمی حسین نہیں ہوتا، اور خط کو اس چیز کے ساتھ حسن حاصل ہوتا ہے جس چیز سے آواز اور تصور کو حسن حاصل نہیں ہوتا، حالانکہ یہ تمام چیزیں محبوب ہے اور اگر خیال کرنے والا تصور کرے تو یہ چیز حس کی طرف لوٹتی ہے، پس اخلاقِ حسنہ، علم، قدرت اور عقل ہر چیز حسین ومحبوب ہوتی ہے حالانکہ ظاہری حواس سے ان کا ادراک نہیں ہوسکتا، بلکہ انہیں نورِ بصیرت سے سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح امام الانبیاء صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم، آپ کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان، حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اور دیگر اربابِ مذاہب کی محبت ممکن ہے، حالانکہ یہ غیر محسوس ہے اور حواسِ خمسہ سے اس کا ادراک نہیں ہوتا، بلکہ جب اس نے بھلائی کی عادات کے مجموعے کو سنا اور ہر اس چیز کے بارے میں سنا جو محسوس نہیں، تو اس نے اسے اچھا جانا اور یہ اچھا سمجھنا نورِ بصیرت کے ذریعے ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا محبت کا مستحق کوئی نہیں، کیونکہ وہی اصل فطرت سے پیدا کرنے والا اور بخشنے والا ہے، پھر وہی دوام، بقاء اور سلامتی کا سبب ہے اور وہی ہر حال میں احسان فرمانے والا اور وہی حسین وجمیل ہے اور ہر حسن وجمال اسی کے وجود سے آشکار ہے۔

پس جو شخص انبیاء کرام علیہم والسلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور آئمۂ عظام سے اخلاقِ جمیلہ کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو تمام بھلائی اسی سے ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے وہ جمال ہے کہ ہر جمال میں اس کا اثر ہے اور تم نے جان لیا کہ ہر خوبصورت اپنی ذات کی وجہ سے محبوب ہوتا ہے اور تم نے یہ بات بھی پہچان لی کہ انسان کی خاصیت صفاتِ حمیدہ سے مزیّن ہونے پر قادر ہونا ہے حتی کہ کہا گیا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اخلاق اپناؤ، اور انسان کے باطن میں ایک حقیقت ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے مناسب ہے اور دل کے اندر ایک طبیعت ہے جسے نورِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کہا جاتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ **اللہ** نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

اور یہی وہ طبیعت ہے جس کے ذریعے اپنی قوت کے مطابق جمالِ ربوبیت کا ادراک کیا جاتا ہے۔ جب جمال محبوب ہوتو کیا وجود میں کوئی ایسی شئے ہے جو اس کے فضل وکرم سے عطا ہونے والے جمال سے زیادہ جلیل، اعلیٰ، اشرف، اعظم اور کامل ہو اور جس قدر اس کا ادراک ہو اسی قدر لذت حاصل ہوگی اور جس قدر لذت حاصل ہوگی اسی قدر اس سے محبت ہوگی۔

مدرکات کی اقسام:

جاننا چاہئے! مدرکات کی دو اقسام ہیں: ایک وہ جو خیال میں آتے ہیں جس طرح صورتیں اور دوسرے وہ جو خیال میں نہیں آتے جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات اور وہ اشیاء جن کا نہ تو جسم ہوتا ہے نہ ہی صورت جیسے علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ۔ جو شخص کسی انسان کو دیکھے، پھر آنکھیں بند کرلے، تو وہ اس کی صورت کو اپنے خیال میں پاتا ہے گویا وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے لیکن جب آنکھ کھول کر اسے دیکھتا ہے تو اسے دونوں کے درمیان فرق محسوس ہوتا ہے اور یہ فرق دونوں صورتوں میں اختلاف کی شکل میں نہیں ہوتا، بلکہ کشف اور زیادہ واضح ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے اور یہ اس شخص کی طرح ہے، جسے دن کا اُجالا پھیلنے سے پہلے صبح کی سفیدی میں دیکھا جائے اور پھر مکمل روشنی کے وقت دکھائی دے تو دونوں حالتوں میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص زیادہ ظاہر و واضح ہوتا ہے پس جب تو نے یہ جان لیا تو یہ بھی جان لے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا جاری کردہ طریقہ ہے کہ جب تک نفس اپنی بری صفات کے پردے میں ہوتا ہے وہ ان معانی کے مشاہدہ تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جو عالَم محسوسات اور خیال سے خارج ہوتے ہیں بلکہ نفس کے لئے وہ صفات اس طرح ہوتی ہیں جس طرح آنکھ کے لئے پلکوں کا بند ہونا۔ جس قدر وہ بُری صفات ختم ہوتی جاتی ہیں اسی قدر نفس کے کشف، وضاحت، لذّت اور محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا قرب بخشنے والے اسباب:

جاننا چاہئے! آخرت میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ محبت ہوگی کیونکہ آخرت سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری اور اس کی ملاقات کی سعادت حاصل کرنا ہے اور محبّ کے لئے محبوب کے پاس آنے سے بڑھ کر کیا نعمت ہوسکتی ہے جبکہ وہ ایک عرصہ سے اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ وہ کسی روکاوٹ کے بغیر دائمی مشاہدے پر قادر ہو، اور محبت میں اضافہ کے دو اسباب ہیں۔

(۱)...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ ہر خیال کو دل سے نکال دینا۔ کیونکہ برتن جب کسی چیز سے خالی ہوتو اس میں دوسری چیز کی گنجائش ہوتی ہے اور دنیاوی علائق کا ترک کرنا خالی ہونے اور تنہا ہونے کا سبب ہے اور اسی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا:

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ (پ۷، الانعام:۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** کہو، پھر انہیں چھوڑ دو۔

(۲)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کا کامل ہونا۔ پہلے کی مثال زمین کو کانٹوں اور گھاس پھوس سے صاف کرنا ہے اور دوسرے کی مثال زمین میں بیج ڈالنا تاکہ وہ اُگے اور اس سے معرفت کا درخت پیدا ہو اور وہ کلمہ طیبہ ہے جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝ (پ۱۳، ابراھیم:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

مَحَبَّتِ الٰهی عَزَّوَجَلَّ کا بیان

جب محبت ثابت ہو جاتی ہے تو محبوب کی طرف شوق صحیح ہو جاتا ہے اور اس بات پر احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں مروی ہے، حضرت سَیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سَیِّدُنا کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا: ''مجھے **تورات** کی کوئی خاص آیت بتائیے؟'' انہوں نے جواب دیا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلٰى لِقَائِيْ وَأَنَا إِلٰى لِقَائِهِمْ اَشَدُّ شَوْقًا. ترجمہ: نیک لوگوں کا مجھے ملنے کا شوق طویل ہو گیا اور مجھے بھی ان کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔

پھر فرمایا: اس آیت کے قریب یہ بھی لکھا ہے:

مَنْ طَلَبَنِيْ وَجَدَنِيْ، وَمَنْ طَلَبَ غَيْرِيْ لَمْ يَجِدْنِيْ. ترجمہ: جس نے مجھے تلاش کیا اس نے مجھے پا لیا اور جس نے میرے غیر کو تلاش کیا وہ مجھے نہیں پا سکتا۔

یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم سے بھی سُنی ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی روایات میں مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے فرمایا: ''اے داوٗد (علیہ السلام)! زمین والوں تک میری یہ بات پہنچا دو، کہ میں اس شخص کا حبیب ہوں جو مجھ سے محبت کرے، اس کا ہم نشین ہوں جو میرے پاس بیٹھے، اس کا مونس ہوں جو میرے ذکر سے مانوس ہو، اس کا رفیق ہوں جو میرا دوست ہو، جو مجھے اختیار کرے میں اسے اختیار کروں گا، جو میری اطاعت کرے میں اس کی بات مانوں گا، جو شخص یہ جانتے ہوئے یقینِ قلب کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسے اپنی ذات کے لئے قبول کرتا ہوں اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے آگے نہیں

بڑھتا۔جس نے سچی طلب کے ساتھ مجھے تلاش کیا،اس نے مجھے پالیا اور جس نے میرے غیر کو تلاش کیا وہ مجھے نہیں پا سکتا۔

اے زمین والو! تم جس دھوکے میں ہو،اسے چھوڑ دو،میرے کرم اور دوستی کی طرف بڑھو،مجھ سے اُنس حاصل کرو میں تم سے اُنس کروں گا اور تمہاری محبت کی طرف جلدی کروں گا،میں نے اپنے دوستوں کا خمیر اپنے خلیل حضرت ابراہیم (علیہ السلام)،اپنے ہم کلام حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور اپنے منتخب بندے حضرت محمد (صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کے خمیر سے پیدا کیا ہے،بے شک میں نے مشتاق لوگوں کے دِلوں کو اپنے نُور سے پیدا فرمایا اور اپنے جلال سے ان کو لطف اندوز کیا۔''

بعض اسلاف سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی صدیق بندے کی طرف الہام فرمایا:''میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں،وہ میرے مشتاق اور میں ان کا مشتاق ہوں،وہ مجھے یاد کرتے اور میں انہیں یاد کرتا ہوں،وہ مجھے دیکھتے اور میں انہیں دیکھتا ہوں،اگر تُو ان کے طریقے پر چلے،تو میں تجھ سے محبت کروں گا اور اگر ان کی راہ سے روگردانی کرے گا،تو میں تجھ سے ناراض ہوں گا۔''اس نے پوچھا:''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ!ان کی علامات کیا ہیں؟''

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:''وہ دِن کے وقت سائے کو یوں دیکھتے ہیں،جس طرح شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو دیکھتا ہے اور غروبِ آفتاب کے اس طرح مشتاق ہوتے ہیں جیسے پرندے مغرب کے وقت اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے،بستر بچھ جاتے ہیں،تخت لگا دیئے جاتے ہیں اور ہر محبّ اپنے محبوب سے تنہائی اختیار کر لیتا ہے تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں،میری بارگاہ میں اپنی پیشانیاں بچھا دیتے ہیں،میرے کلام کے ساتھ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری تعریف کرتے ہیں،کوئی چیختا تو کوئی روتا ہے،کوئی آہیں بھرتا تو کوئی شکایت کرتا ہے،کوئی قیام میں ہے تو کوئی قعدہ میں،کوئی حالتِ رکوع میں ہے تو کوئی سجدہ کر رہا ہے،وہ میری رضا کے حصول کے لئے جو مشقت اٹھاتے ہیں میں اسے دیکھتا ہوں اور میری محبت میں جو شکایت کرتے ہیں میں اُسے سنتا ہوں،میں انہیں پہلے تین اِنعام عطا فرماتا ہوں:

(۱)......اپنا نُور ان کے دل میں ڈالتا ہوں،تو وہ میرے بارے میں ایسے ہی خبر دیتے ہوں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں،

(۲)......اگر زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے،اِن کے وزن کے برابر ہو تو میں اسے ان کی نظروں میں کم کر دیتا ہوں،

(۳)......میری رحمت ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے،کیا کوئی جانتا ہے کہ میں جس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں،اسے کیا دیتا ہوں؟''

حضرت سَیِّدُنا داؤد علٰی نبیناوعلیہ الصلوٰۃ و السلام کے **واقعات میں منقول ہے کہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی طرف وحی بھیجتے ہوئے استفسار فرمایا:''اے داؤد علیہ السلام!کب تک جنت کا ذکر کرتے رہوگے اور مجھ سے میرے شوق کا سوال نہیں کروگے؟'' آپ نے عرض کی:''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ!تیرے مشتاق لوگ کون ہیں؟''فرمایا:''جو لوگ میرا شوق رکھتے ہیں،میں انہیں ہر کدورت سے پاک کر دیتا ہوں اور ہر خوف سے متنبہ کر دیتا ہوں اور ان کے دِلوں میں اپنی طرف ایک شگاف کر دیتا ہوں جس

سے وہ مجھے دیکھتے ہیں اوران کے دلوں کو اپنے دستِ قدرت سے اٹھا کر اپنے آسمان پر رکھ دیتا ہوں، پھر اپنے مقرّب فرشتوں کو بُلا تا ہوں، جب وہ جمع ہو جاتے ہیں تو مجھے سجدہ کرتے ہیں، میں کہتا ہوں: میں نے تمہیں اس لئے نہیں بلایا کہ مجھے سجدہ کرو، بلکہ اس لئے بلایا ہے، کہ تمہارے سامنے اپنے مشتاق بندوں کے دِل رکھوں اوران اہلِ شوق کے باعث فخر کروں، ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو اس طرح منوّر کرتے ہیں، جس طرح زمین والوں کو سورج روشنی دیتا ہے۔

اے داوٗد! میں نے مشتاق لوگوں کے دِلوں کو اپنی رضا سے بنایا اور اپنی ذاتِ اقدس کے نور سے ان کو زینت بخشی اور ان کو میرے لئے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدنوں کو زمین میں اپنی نگاہِ کرم کا مرکز بنایا، نیز ان کے دلوں میں ایک راستہ بنایا جس کے ذریعے وہ مجھے دیکھتے اور روز بروز اُن کا شوق بڑھتا جاتا ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے عرض کی: ''**اے میرے رب** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنے مُحِبّین کا دیدار کرا دے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ''اے داوٗد علیہ السلام لبنان کے پہاڑ میں جاؤ، وہاں چودہ آدمی ہیں، جن میں نوجوان بھی ہیں، بوڑھے بھی اور اُدھیڑ عمر بھی۔ جب ان کے پاس جاؤ تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: ''کیا تم اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے؟ تم تو میرے محبوب اور پسندیدہ دوست ہو، میں تمہاری خوشی پر خوش ہوتا اور تمہاری محبت کے لئے جلدی کرتا ہوں، چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ان کے پاس تشریف لے گئے، تو ان کو ایک چشمے کے پاس پایا، وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت میں غور وفکر کر رہے تھے۔ جب انہوں نے حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کو دیکھا، تو ان سے دور ہونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: ''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس اُس کا پیغام لے کر آیا ہوں۔'' چنانچہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ علیہ السلام کی بات توجہ سے سننے لگے نیز انہوں نے اپنی نگاہوں کو جھکا لیا۔

حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: ''میں تمہاری طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پیغام لے کر آیا ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں سلام بھیجتا ہے اور استفسار فرماتا ہے، کیا تم مجھ سے اپنی حاجت کا سوال نہیں کرتے؟ کیا تم مجھے نہیں پکارتے کہ میں تمہاری آواز اور تمہارا کلام سنوں اور میں ہر گھڑی تمہاری طرف شفیق مہربان ماں کی طرح دیکھتا ہوں؟ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں (یہ سن کر) ان کے آنسو رُخساروں پر بہنے لگے۔''

ان کے شیخ نے کہا: ''(اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!) تو پاک ہے، تو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، ہماری گذشتہ عمر میں ہمارے دلوں سے تیرے ذکر میں جو کوتاہی ہوئی ہے اسے معاف فرما دے۔''

دوسرے نے عرض کی: ”(اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!) تو پاک ہے، تو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، ہمارے اور تیرے درمیان جو معاملہ ہے اس میں ہم پر نظرِ رحمت فرما۔“

تیسرے نے کہا: ”(اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ) تیری ذات پاک ہے، تیری ذات پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں، کیا ہم دعا کی جرأت کریں حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہمیں کسی چیز کی حاجت نہیں، تو ہمیں ہمیشہ اپنی راہ پر رکھ اور یہ احسان ہم پر مکمل فرما۔“

چوتھے نے عرض کی: ”تو نے ہمیں مادہ منویہ سے پیدا فرمایا اور ہم پر احسان فرمایا کہ ہم تیری عظمت میں غور وفکر کرسکیں تو جو شخص تیری عظمت میں مشغول ہو، تیرے جلال میں غور وفکر کرنے والا ہو، کیا وہ کلام کی جرأت کرسکتا ہے؟ ہم تو تیرے نُور کا قرب مانگتے ہیں۔“

پانچویں نے کہا: ”ہماری زبانیں تجھ سے دعا کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں کیونکہ تیری شان عظیم ہے، تو اپنے اولیاء کے قریب ہے اور اہلِ محبت پر تیرے بے شمار احسانات ہیں۔“

چھٹے نے کہا: ”تو نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت عطا فرمائی اور اپنی ذات میں مشغولیت کے لئے ہمیں فراغت عطا فرمائی، پس تیرا شکر ادا کرنے میں ہماری کوتاہی کو معاف فرما۔“

ساتویں نے کہا: ”تو جانتا ہے کہ ہماری حاجت فقط تیری ذاتِ اقدس کا دیدار کرنا ہے۔“

آٹھویں نے کہا: ”(اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ!) تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور ہم پر جو فضل کیا ہے ہم ان کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں۔“

نویں نے کہا: ”ہمیں تیری مخلوق سے کسی قسم کی حاجت نہیں ہے، تو ہمیں صرف اپنے دیدار کی دولت عطا فرما۔“

دسویں نے کہا: ”تو مجھے دنیا اور دنیاداروں کو دیکھنے سے نابینا کردے اور میرے دل کو آخرت میں مشغول فرما۔“

گیارہویں نے کہا: ”میں نے جان لیا کہ تیری ذات بابرکت اور بلند شان والی ہے تو اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے پس تو ہم پر یوں احسان فرما کہ ہمارا دل ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف تیری ذات میں مشغول ہو جائے۔“

اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا داوٗد علی نبیناوعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میری طرف سے انہیں فرمادو: ”میں نے تمہارا کلام سنا اور جو کچھ تمہیں پسند ہے اسے قبول کیا پس تم میں سے ہر ایک اپنے رفیق سے جدا ہو جائے اور اپنے لئے زمین میں سرنگ بنالے کیونکہ میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردہ اٹھانے والا ہوں تاکہ تم میرے نور اور جمال کو دیکھ سکو۔“

حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے عرض کی: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! یہ لوگ کس طرح اس درجے کو پہنچے؟''

تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''انہوں نے حُسنِ ظن اختیار کیا، دنیا اور دنیاداروں سے کنارہ کشی کر کے میرے لئے خلوت اختیار کی اور مجھ سے مناجات کرتے رہے۔ اور اس منزل کو وہی شخص پا سکتا ہے جو دنیا اور دنیاداروں کو چھوڑ دے اور ان کے بارے میں گفتگو ہی نہ کرے اور میرے لئے اپنے دل کو (دنیاوی فکروں سے) خالی کر لے اور جب وہ مجھے تمام مخلوق کے مقابلے میں اختیار کرتا ہے تو میں اس پر لطف و کرم فرماتا ہوں، اس کے نفس کو فارغ کر دیتا ہوں، اپنے اور اس کے درمیان حجاب اٹھا دیتا ہوں یہاں تک کہ وہ مجھے اس طرح دیکھتا ہے جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسے اپنے نورِ ذات کے قریب کر لیتا ہوں، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری اس طرح کرتا ہوں جس طرح شفیق ماں اپنے بیٹے کی کرتی ہے، اگر وہ پیاسا ہو تو اسے سیراب کرتا ہوں، اسے اپنے ذکر کا مزہ چکھاتا ہوں۔

اے داوٗد (علیہ السلام)! جب میں اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتا ہوں، تو اس کا نفس دنیا اور اہلِ دنیا کی طرف نہیں دیکھتا اور میں دنیا کو اس کی نظر میں محبوب نہیں بناتا۔ وہ میری ذات میں مشغول ہونے سے نہیں اُکتاتا اور وہ میری طرف جلدی آنا چاہتا ہے، لیکن میں اسے موت دینے کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ وہ میری مخلوق میں میری نظرِ (رحمت) کا مقام ہے۔ وہ میرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور میں بھی اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔

اے داوٗد (علیہ السلام)! اگر تم اسے دیکھو، تو اسے لاغر جسم، ٹوٹے ہوئے نفس اور ٹوٹے ہوئے اعضاء والا پاؤ گے، اور جب وہ میرا ذکر سنتا ہے، تو اس کا دل ٹھکانے پر نہیں رہتا، میں فرشتوں اور آسمان والوں کے سامنے اس پر فخر کرتا ہوں تو اس کا خوف اور عبادت بڑھ جاتی ہے۔

اے داوٗد (علیہ السلام)! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اسے جنت الفردوس میں بٹھاؤں گا اور اپنے دیدار سے اس کے سینے کو شفاء عطا فرماؤں گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے، بلکہ رضا سے بھی اوپر کا مقام حاصل ہو جائے۔''

حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات میں یہ بھی ہے کہ میرے ان بندوں سے فرما دو جو محبت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہیں کہ اگر تم میری مخلوق سے پوشیدہ رہو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ اور میں اپنے اور تمہارے درمیان سے پردے اٹھا دوں تا کہ تم دل کی آنکھوں سے میرا دیدار کر لو، اگر میں تم سے دنیا کو لپیٹ دوں اور تم پر اپنا احسان عام کر دوں، تو دنیا تمہیں کیا نقصان دے گی؟ اور اگر تم میری رضا کے طالب ہو تو مخلوق کی ناراضگی تمہیں کیا نقصان دے گی؟''

حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کے واقعات میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی

فرمائی: ''تمہارا گمان ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو، اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے، تو اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال دو کیونکہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ اے داؤد (علیہ السلام)! مجھ سے خالص محبت کرو اور دنیا والوں سے میل جول رکھو، لیکن دین کے معاملے میں میری اطاعت کرو، لوگوں کی اطاعت نہ کرنا البتہ! ان کی جو بات میری محبت کے موافق ہو اسے اختیار کرو اور جو بات مشتبہ ہو تو اسے میرے حوالے کر دو، میرے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں تمہارے امور کی تدبیر اور ان کی پختگی میں جلدی کروں، میں تمہارا قائد ورہنما بنوں، تمہیں بن مانگے عطا کروں اور مشکلات میں تمہاری مدد کروں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف اسی بندے کو ثواب عطا کروں گا، جس کے اِرادہ وطلب کو آزمالوں کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور مجھ سے بے نیازی اختیار نہیں کرتا، جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو میں تم سے وحشت کو دور کر کے تمہارے دِل کو غنی کر دوں گا۔''

میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن ہو کر اپنے افعال کو دیکھتا ہے تو میں اسے اس کے سپرد کر دیتا ہوں اور اشیاء کی نسبت میری طرف کرو اور اپنے اعمال میں تضاد نہ آنے دو، ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور نہ تمہارے دوست تم سے نفع اٹھائیں گے اور نہ میری معرفت کی کوئی حد پاسکو گے، جس کی کوئی اِنتہا نہیں، جب تم مجھ سے زیادہ مانگو، تو میں تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور میرے زیادہ کی کوئی حد نہ پاؤ گے، پھر بنی اسرائیل کو خبر دو کہ میرے اور میری مخلوق کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہیں، لہٰذا ان کی رغبت اور اِرادہ اسی میں ہونا چاہئے جو میرے پاس ہے تاکہ میں ان کو وہ چیز عطا کروں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ ہر وقت مجھے اپنے سامنے خیال کرو اور دل کی نظر سے میری طرف دیکھو، ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جن کے دل میری محبت سے خالی ہیں۔''

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم: میں اس شخص کے لئے ثواب کا دروازہ نہیں کھولوں گا، جو میری اطاعت تجربے یا ٹال مٹول کے طور پر کرتا ہے۔ اے داؤد (علیہ السلام)! تم جنہیں سکھاؤ ان کے لئے تواضع اختیار کرو اور مریدوں پر زیادتی نہ کرو، اگر اہلِ محبت کو علم ہو جائے کہ مریدوں کا میرے نزدیک کیا مقام ہے تو وہ ان کے لئے زمین بن جائیں تاکہ وہ ان پر چلیں۔ اے داؤد (علیہ السلام)! اگر تم کسی مرید کو نشہ سے نکال کر پاک صاف کر دو، تو یہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ پسند ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور میں تمہیں کھرا کھوٹا پرکھنے والا لکھ دوں گا اور جسے میں کھرا کھوٹا پرکھنے والا لکھ دوں اس سے وحشت کو دور کر دیتا ہوں اور وہ مخلوق کا محتاج نہیں رہتا۔''

''**اے داؤد** (علیہ السلام)! میرے کلام کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور اپنے نفس کے ذریعے اپنی آخرت کے لئے تیاری کرو اور اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرو، ورنہ میں اپنی محبت کو تم سے چھپا دوں گا، میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ کرو اور اپنی

خواہش کو میرے لئے ترک کر دو۔ میں نے اپنی مخلوق میں سے کمزور لوگوں کے لئے خواہش کو جائز قرار دیا، مگر قوی و طاقتور لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خواہشات کرتے ہیں کیونکہ یہ میری بارگاہ میں کی جانے والی مناجات کی حلاوت کو کم کر دیتی ہیں، اور قوی و طاقتور لوگ خواہشات کریں، تو میری طرف سے ان کی ادنیٰ سزا یہ ہے کہ میں اُن کی عقلوں پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دوں گا، کیونکہ میں دنیا اور اس کی تروتازگی کو اپنے محبوب بندوں کے لئے پسند نہیں کرتا۔ اے داؤد (علیہ السلام)! میرے اور اپنے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ نہ بنانا جسے دنیا کی محبت نے مدہوش کر دیا ہو، وہ اپنے نشے کے باعث تجھے میرے حجابِ محبت سے دور کر دے گا، یہ لوگ میرے مریدوں کے لئے راہزن ہیں اور خواہشات ترک کرنے کے لئے ہمیشہ روزہ رکھ کر مدد حاصل کرو، روزے کو کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ میں دائمی روزے کو پسند کرتا ہوں۔''

''**اے داؤد** (علیہ السلام)! اپنے نفس سے دُشمنی کر کے میرے محبوب بنو اور اپنے نفس کو شہوات سے روکو، تاکہ میں تمہاری طرف نظرِ رحمت فرماؤں۔ دیکھو! میرے اور تمہارے درمیان پردے اُٹھ گئے ہیں، میں تمہاری خاطر مدارت اس لئے کر رہا ہوں کہ جب میں تم پر ثواب کا احسان کروں تو تم میرے ثواب پر قوت حاصل کرو اور اگر تم میری اطاعت کرتے رہو تو میں ہرگز اپنا احسان تم سے نہ روکوں گا۔''

یہ روایات عشق و محبت کے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ.

بندے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کا بیان:

اس بات پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا (پ ۲۸، الصف: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

﴿۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (پ ۲، البقرہ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

حضرت سیِّدُنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (فردوس الاخبار للدیلمی، باب التاء، الحدیث ۲۲۵۱، ج ۱، ص ۳۰۸)

پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰـهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (پ۲، البقرۃ:۲۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللّٰـه** پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے پس اس کے گزشتہ گناہ نقصان نہیں دیتے اگرچہ کثیر ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گزشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے محبت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذکر فرمایا: ارشاد خداوندی ہے:

يُحْبِبْكُمُ اللّٰـهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (پ۳، ال عمران:۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللّٰـه** تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِى الدُّنْيَا لِمَنْ يُّحِبُّ وَلِمَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِى الْاِيْمَانَ اِلَّا لِمَنْ يُّحِبُّ.

ترجمہ: بے شک **اللّٰـه** عَزَّوَجَلَّ دُنیا اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف اُسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۰، ج۸، ص ۱۶۱)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج ومَلال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ورضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ رفعت نشان ہے: ''جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اسے پست کردیتا ہے اور جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اس سے محبت فرماتا ہے۔

(المعجم الأوسط، الحدیث ۴۸۹۴، ج۳، ص ۳۸۲)

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، الحدیث ۷۷، ج۳، ص ۵۵۲)

حدیثِ قدسی میں ہے، **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ.

ترجمہ: جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

حضرت سَیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ **اللّٰـه** عَزَّوَجَلَّ بندے سے محبت کرتا ہے حتی کہ وہ محبتِ الٰہی میں اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔''

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ''بندہ نفلی عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۴۵)

اللہ عَزَّوَجَلَّ **کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے اور تمام اسباب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافعِ رنج ومَلال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے۔'' پوچھا گیا: ''چننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کا مال اور اولاد نہیں چھوڑتا۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۳، ج ۱، ص ۱۵۱)

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ''آپ اپنی سواری کے لئے دراز گوش (یعنی گدھا) کیوں نہیں خرید لیتے؟'' تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھ پر یہ بات شاق گزرے گی، کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری توجہ اپنی ذات سے ہٹا کر دراز گوش میں مشغول کردے۔'' حدیثِ پاک میں ہے:

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا إِبْتَلَاهُ، فَإِنْ صَبَرَ إِجْتَبَاهُ، وَإِنْ رَضِيَ إِصْطَفَاهُ.

ترجمہ: جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے پس اگر وہ صبر کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے چن لیتا ہے اور راضی ہو تو اسے منتخب فرما لیتا ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الالف، الحدیث ۹۷۶، ج ۱، ص ۱۵۱)

علماء کرام فرماتے ہیں: ''**بندے کی اللہ** عَزَّوَجَلَّ **سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس سے محبت کرتا ہے بندہ اسے اپنی محبوب ترین چیز پر ترجیح دیتا ہے اور بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتا اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کے بجائے بندے کو تنہائی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرنا زیادہ محبوب ہوتا ہے۔''

فضیلتِ رضا کا بیان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** اُن سے راضی اور وہ **اللہ** سے راضی۔

حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَتَجَلّٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فَیَقُوْلُ سَلُوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ: رِضَاکَ . ترجمہ: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مؤمنوں پر تجلی فرما کر ارشاد فرمائے گا: مجھ سے سوال کرو تو وہ عرض کریں گے: ہم تیری رضا کے طلب گار ہیں۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۲۰۸۴، ج ۱، ص ۵۶۶، بتغیرٍ)

پس دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا بہت بڑی فضیلت ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے، **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے استفسار فرمایا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم مؤمن ہیں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے پھر پوچھا: ''تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہم آزمائش پر صبر کرتے ہیں، فراخی میں شکر ادا کرتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فیصلوں پر راضی رہتے ہیں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ربِّ کعبہ کی قسم! تم مؤمن ہو۔'' (المعجم الاوسط، الحدیث ۹۴۲۷، ج ۶، ص ۵۶۷، بتغیرٍ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حکمت نشان ہے: ''قریب تھا کہ حکماء، علماء اپنی فقہ (یعنی سمجھ بوجھ) کی بدولت انبیاء ہوتے۔''

(الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث ۹۷۰، ص ۳۵۴، حکماء علماء: بدلھما: فقھاء حلماء)

حضرت سَیِّدُنا موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام نے عرض کی: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! کسی ایسے کام پر میری رہنمائی فرما، جس میں تیری رضا ہو، تاکہ میں وہ کام کروں۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''میری رضا اس میں ہے جو تمہیں ناپسند ہو اور تم ناپسندیدہ چیز کو برداشت نہیں کر سکتے۔'' آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس پر میری رہنمائی فرما۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میری رضا اس میں ہے کہ تم میرے فیصلے پر راضی رہو۔''

یاد رکھو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا بہت بڑا دروازہ ہے جو اس کی طرف راہ پا لیتا ہے وہ اعلیٰ درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والا مرید:

حضرت سَیِّدُنا ابوتراب نَخْشَبی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے ایک مرید کو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ اسے اپنے قریب رکھا کرتے اور اس کی ضروریات کو پورا کرتے اور مرید اپنی عبادت و وجد میں مشغول رہتا، ایک دن حضرت سَیِّدُنا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا: ''تمہیں حضرت سَیِّدُنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کرنی چاہیے۔'' مرید نے کہا: ''مجھے اُن

کی ضرورت نہیں۔'' حضرت سَیِّدُ نا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بار بار یہ بات کہی: ''تمہیں حضرت سَیِّدُ نا بایزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا دیدار کرنا چاہئے۔'' تو مرید جوش میں آ گیا اور اس نے کہا: ''آپ کو کیا ہو گیا، میں بایزید کو کیا کروں جبکہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کر لیا ہے اور اس نے مجھے بایزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔'' حضرت سَیِّدُ نا ابوتراب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے بھی غصہ آ گیا اور میں اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا۔''

میں نے کہا: ''تیری ہلاکت ہو، تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے پر مغرور ہے، حضرت سَیِّدُ نا بایزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ایک بار دیکھنا تیرے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ستر بار دیدار کرنے سے بہتر ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: وہ میری اس بات سے حیران ہو گیا اور انکار کرتے ہوئے کہنے لگا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' میں نے اس سے کہا: ''تیری ہلاکت ہو تو اپنے مقام کے مطابق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کرتا ہے، تو وہ تیری برداشت کے مطابق تجھ پر ظہور فرماتا ہے اور تو حضرت سَیِّدُ نا بایزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو دیکھے گا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ان کو جلوہ دکھاتا ہے۔'' پس وہ اس راز کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: ''مجھے ان کے پاس لے چلو۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا: ہم ایک ٹیلے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ان کا انتظار کرنے لگے کہ وہ جنگل سے ہماری طرف تشریف لائیں۔ آپ درندوں سے بھرے جنگل میں رہا کرتے تھے چنانچہ جب وہ ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک پوستین اپنی پیٹھ پر ڈال رکھی تھی۔

میں نے اس نوجوان سے کہا: ''یہ حضرت سَیِّدُ نا بایزید (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہیں۔'' نوجوان نے ان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہم نے اسے حرکت دی تو دیکھا کہ وہ مر چکا ہے، ہم نے باہم مدد سے اسے دفن کیا پھر میں نے حضرت سَیِّدُ نا بایزید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے عرض کی: ''میرے شاگرد کا آپ کی طرف دیکھنے سے انتقال ہو گیا۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تمہارا مرید سچا تھا، اس کے دل میں ایک راز تھا جو اپنے وصف کے ساتھ اس پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کا قلبی راز منکشف ہو گیا اور وہ اسے برداشت نہ کر سکا کیونکہ وہ کمزور مریدوں کے مقام پر تھا اس لئے فوت ہو گیا۔''

روایات میں ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی نبی کی طرف وحی فرمائی: ''میں اس شخص کو اپنا خلیل بناتا ہوں جو میرے ذکر سے نہیں اُکتاتا اور میرے علاوہ کسی کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا، اور نہ مخلوق میں سے کسی کو مجھ پر ترجیح دیتا ہے، اگر اسے آگ میں جلایا جائے تو وہ اس کی جلن سے تکلیف محسوس نہیں کرتا، اور اگر اُسے آروں سے چیرا جائے تو وہ درد محسوس نہیں کرتا۔''

جس شخص پر محبت اس حد تک غالب نہ ہو تو اسے کیسے معلوم ہو گا کہ محبت کے پیچھے کیا کرامات و مکاشفات ہیں، یہ سب چیزیں محبت کے بعد ہیں اور محبت ایمان کے بعد ہوتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان:

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے تین سو اخلاق ہیں، جو شخص توحید پر ہوتے ہوئے، ان میں سے ایک خلق کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات کرے گا وہ داخلِ جنت ہوگا۔'' امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''کیا اُن میں سے کوئی خلق مجھ میں بھی ہے؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

کُلُّهَا فِيْکَ يَا أَبَابَکْرٍ وَأَحَبُّهَا إِلَى اللهِ تَعَالٰى السَّخَاءُ. ترجمہ: اے ابوبکر! وہ تمام اخلاق تم میں پائے جاتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ خلق سخاوت ہے۔

(مکارم الأخلاق لابن ابی الدنیا، الحدیث: ۲۹، ص ۳۴ ـ ۳۵، مختصراً، بتغیرٍ)

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''میں نے ایک ترازو دیکھا جو آسمان سے لٹکایا گیا، اس کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا تو میرا پلڑا بھاری ہوگیا پھر ایک پلڑے میں میری امت کو اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رکھا گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلڑا بھاری ہوگیا۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرة نفیع بن الحارث بن کلدة، الحدیث ۲۰۵۲۸، ج۷، ص ۳۳۲ ـ ۳۳۳)

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامة الباھلی، الحدیث ۲۲۲۹۵، ج۸، ص ۲۸۹ ـ ۲۹۰)

ان سب باتوں کے باوجود نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات میں اس قدر مستغرق رہتے، کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے دل میں کسی اور کو خلیل بنانے کی گنجائش نہ تھی اسی لئے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا لیکن تمہارا دوست (یعنی نبی) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خلیل ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، الحدیث ۶۱۷۶، ص ۱۰۹۸)

حضرت سَیِّدُ نا شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''محبت لذّت میں دہشت اور تعظیم میں حیرت کا نام ہے۔''

مزید فرماتے ہیں: ''عشق ومحبت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی آگ ہے جسے وہ اپنے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کے دلوں میں بھڑکاتا ہے حتی کہ اس کی وجہ سے ان کے دلوں کے خیالات، ارادے، حاجات اور عوارض سب کچھ جل جاتا ہے۔''

اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

باب:37 نیت، اخلاص اور صدق کا بیان

نیت کا بیان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ نصیحت بنیاد ہے:

وَلَاتَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ ؕ (پ ۷، الانعام: ۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان ......الخ، الحدیث ۱، ص ۱)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ ذیشان ہے: ''لوگ چار قسم کے ہیں (ان میں سے دو یہ ہیں): پہلا وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم اور مال عطا فرمایا، وہ اپنے علم کے مطابق اپنا مال خرچ کرتا ہے، جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے: اگر مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فلاں کی مثل عطا کیا ہوتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا پس ان دونوں کا اجر برابر ہے۔'' (سنن ابن ماجة، ابواب الزھد، باب النیة، الحدیث ۴۲۲۸، ص ۲۷۳۴)

حضرت سَیِّدُنا اَحنف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، **اللہ** کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ باہم لڑائی کرتے ہیں، تو قاتل ومقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔'' عرض کی گئی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم! ایک تو قاتل ہے، لیکن مقتول کا کیا قصور ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیونکہ اس نے اپنے مدِّ مقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔''

(سنن ابن ماجة، ابواب الفتن، باب اذا إلتقی المسلمان بسیفھما، الحدیث ۳۹۶۴، ص ۲۷۱۵)

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''جو شخص غیر **اللہ** کے لئے خوشبو لگاتا ہے وہ بروزِ قیامت یوں آئے گا کہ اس کی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی، اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے خوشبو لگاتا ہے وہ بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی۔''

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المرأة تصلی ولیس فی رقبتھا......الخ، الحدیث ۷۹۶۳، ج ۴، ص ۲۴۷، بتقدمٍ وتأخرٍ)

نیت کی حقیقت کا بیان:

جاننا چاہئے! نیت، ارادہ اور قصد مترادف الفاظ ہیں جو ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ ایک قلبی حالت وصفت ہے جسے علم وعمل نے گھیر رکھا ہے، علم اس کے لئے مقدمہ وشرط کی طرح ہے اور عمل اس کے تابع ہے پس نیت اس ارادے کا نام ہے جو سابقہ علم اور اس کے ساتھ ملحق عمل کے درمیان ہوتا ہے جس سے کسی شئے کو جانا جاتا ہے اور اس سے ارادہ پیدا ہوتا ہے تا کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ وَنِیَّةُ الفَاسِقِ شَرٌّ مِنْ عَمَلِهٖ. ترجمہ: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۵۹۴۲، ج۶، ص ۱۸۵، نیة الفاسق ......الخ: بدله: عمل المنافق خیر من نیته)

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بِلا نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہٰذا نیت بہتر ہے کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے پس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہ گناہ ہے وہ نیتِ عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر دائمی اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حُسنِ نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ''بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اِکرام کرے۔''

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، فضل المشی الی المساجد، الحدیث ۲۹۴۳، ج۳، ص ۸۲)

(المعجم الکبیر، الحدیث ۶۱۴۵، ج۶، ص ۲۵۵)

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیّت کرے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے در پے نیکیاں ہیں جنہیں

نیت کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حُسنِ نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہئے، اسی طرح تمام حرکات وسکنات حُسنِ نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ارادہ ونیت کے بغیر کرتے ہیں۔

حضور نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بروزِ قیامت بندے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرمے، انگلیوں سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کا کپڑا چھونے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔'' (حلیة الاولیاء، احمد بن ابی الحواری، الحدیث۱٤٤٠٦، ج۱۰، ص۳۱، مختصرًا)

جو شخص اپنے اعمال پر ہمیشگی اختیار کرے، تا کہ وہ سنت کے مطابق اور اچھی نیت سے صادر ہوں تو وہ مقربین میں سے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ (پ۲۶، ق: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک تحریر لکھی اور اُسے پڑوسی کی دیوار سے خشک کرنے کا اِرادہ کیا، لیکن اُسے اچھا نہ جانا پھر سوچا: یہ تو معمولی مٹی ہے اور اِس میں حرج بھی کیا ہے؟ مگر جب تحریر پر مٹی ڈالی تو غیب سے آواز آئی: ''جو شخص مٹی کو معمولی سمجھتا ہے، وہ عنقریب جان لے گا کہ کل بروزِ قیامت وہ کتنا بڑا حساب پائے گا۔''

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی، اُس نے آپ کا کپڑا اُلٹا دیکھا تو آپ کو بتایا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسے درست کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا پھر روک لیا اور ٹھیک نہ کیا، اس شخص نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے پہنا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ غیر کے لئے اسے درست کروں۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: بروزِ قیامت ایک آدمی دوسرے آدمی سے اُلجھے گا اور کہے گا: ''میرا اور تیرا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے ہے۔'' دوسرا کہے گا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں تجھے نہیں جانتا؟'' وہ جواب دے گا: ''کیوں نہیں، تو نے میری دیوار سے ایک اینٹ لی تھی اور میرے کپڑے سے ایک دھاگا لیا تھا۔''

نیت اختیاری چیز نہیں:

ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات جاہل شخص نیت کے متعلق ہماری باتوں کو سُن کر کہتا ہے کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے پڑھانے، تجارت کرنے اور کھانے وغیرہ کی نیت کرتا ہوں، حالانکہ یہ سب دِل کی بات اور خیالات کی منتقلی ہے، نیت ان سے

جُدا ہے اور نیت یہ ہے، کہ انسان کا دِل اس کے مطلوبہ اہم مقصد کی طرف برانگیختہ اور مائل ہو خواہ وہ مقصد فوری ہو یا اس کا تعلق مستقبل سے ہو، اور جب تک کسی کام کی طرف دِل مائل نہ ہو اس وقت تک بالتکلف نیت فائدہ نہیں دیتی، بلکہ نیت تب کامل ہو گی جب کہ دل اس چیز کی طرف مکمل طور پر مائل ہو جیسا کہ ایک پیٹ بھرا آدمی کہے: ''میں بھوکا رہنے یا بھوک کی وجہ سے کھانے کی نیت کرتا ہوں۔'' یا کوئی (عشق ومحبت سے) خالی دِل والا کہے: ''میں فلاں سے عشق ومحبت اور اس کا احترام کرنے کی نیت کرتا ہوں اور یہ چیز اس کے باطن میں نہ ہو تو یہ محال ہے بلکہ نفس کا اس کام پر برانگیختہ ہونا اس وقت تک متصور نہیں ہوسکتا جب تک اس کا کوئی سبب نہ گزرا ہو کیونکہ دِل کا برانگیختہ ہونا کسی عرض اور داعی کے جواب میں ہوتا ہے، اس کی مثال نکاح ہے کہ جس شخص پر شہوت غالب ہو اور وہ نکاح کا ارادہ کرے پھر وہ بالتکلف نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اطاعت، آپ کی سنت اور نیک اولاد کی نیت کرے تو یہ نیت نہ کہلائے گی کیونکہ اس کے باطن میں نکاح کے یہ اسباب نہیں بلکہ صرف شہوت ہے۔

بعض اسلاف سے منقول ہے کہ وہ نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے بعض عبادات سے رُک جاتے تھے یہاں تک کہ حضرت سَیِّدُنا ابن سیرین علیہ رحمۃ اللہ المبین نے حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو فرمایا: ''میری نیت حاضر نہ تھی۔'' عظیم کوفی عالم حضرت سَیِّدُنا حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ''آپ ان کے جنازے میں کیوں شریک نہ ہوئے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''اگر میری نیت حاضر ہوتی تو میں جنازہ پڑھتا۔''

حضرت سَیِّدُنا طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیت کے بغیر کلام نہ کرتے، آپ سے حدیث بیان کرنے کا مطالبہ ہوتا لیکن آپ بیان نہ کرتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ میں بغیر نیت کے گفتگو کروں؟ جب میری نیت حاضر ہوگی تو کلام کروں گا، اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی گئی: ''ہمارے لئے دعا کیجئے۔'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب میری نیت ہوگی تو دعا کروں گا۔''

اخلاص کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ تقرُّب نشان ہے:

﴿۱﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۙ (پ ۳۰، البینہ:۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ **اللہ** کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۳)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں خالص **اللہ** ہی کی بندگی ہے۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، جو میں نے اپنے اُن بندوں کے دلوں میں بطورِ امانت رکھا ہے جن سے مجھے محبت ہے۔''

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب القاف، الحدیث ۴۵۳۹، ج ۲، ص ۱۴۵)

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے طویل عرصہ تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی، اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگا: ''فلاں قوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ایک درخت کی پوجا کرتی ہے، یہ سن کر وہ غصہ میں آ گیا اور اپنا کلہاڑا کندھے پر رکھ کر درخت کاٹنے کے ارادے سے چلا، راستے میں اُسے ایک بزرگ کے روپ میں شیطان ملا اور پوچھنے لگا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' عابد نے کہا: ''اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔'' شیطان کہنے لگا: ''تجھے اس سے کیا غرض کہ تو اپنی عبادت میں مصروفیت چھوڑ کر دوسرے معاملات میں پڑتا ہے۔'' عابد نے کہا: ''یہ بھی میری عبادت ہے۔'' شیطان نے پھر کہا: ''میں تجھے ہرگز یہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔'' پس وہ دونوں لڑ پڑے، عابد نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔''

شیطان نے کہا: ''مجھے چھوڑ و، میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔'' عابد نے اسے چھوڑ دیا۔'' شیطان اس سے کہنے لگا: ''اے فلاں! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تجھ سے یہ چیز ساقط کی ہے، تجھ پر فرض نہیں کی اور نہ تو اس درخت کی عبادت کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں کا گناہ تجھ پر ہوگا، روئے زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام ہیں، اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہتا تو اِن کی طرف اُن کو بھیج دیتا اور اُنہیں اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیتا۔'' عابد نے کہا: ''میں اسے ضرور کاٹوں گا۔'' شیطان اس سے پھر لڑا تو عابد پھر اس پر غالب آ گیا اور اُسے بچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا، جب ابلیس عاجز آ گیا تو اس نے کہا: ''میرے پاس تیرے لئے ایک تجویز ہے، جس سے میرے اور تیرے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اور وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے۔'' عابد نے پوچھا: ''وہ کیا؟'' اس نے کہا: ''مجھے چھوڑو، میں تمہیں بتاتا ہوں۔'' اس نے چھوڑ دیا تو شیطان نے کہا: ''تم ایک فقیر آدمی ہو، تمہارے پاس کچھ نہیں، تم لوگوں پر بوجھ ہو، وہ تمہاری خبر گیری کرتے ہیں، شاید تم چاہتے ہو گے کہ اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کروں، پڑوسیوں کی غم خواری کروں، خود سیر ہو کر کھاؤں اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤں۔'' عابد نے کہا: ''ہاں! یہ بات تو ہے۔'' شیطان نے کہا: ''تم درخت کاٹنے کا ارادہ چھوڑ و اور واپس چلے جاؤ، میں ہر رات تمہارے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا، جب صبح اٹھو تو انہیں اٹھا لینا، اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا نیز اپنے بھائیوں پر صدقہ کر دینا، یہ تمہارے لئے اور مسلمانوں کے لئے اس درخت کو کاٹنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جائے گا اور اس کے کاٹنے سے ان لوگوں کا کوئی نقصان نہ ہوگا اور نہ ہی تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوئی فائدہ ہوگا۔

عابد نے شیطان کی بات میں غور وفکر کیا اور سوچنے لگا: ''اس نے سچ کہا، میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ مجھ پر اسے کاٹنا لازم ہو اور نہ ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس کو کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کے نہ کرنے سے گنہگار ہو جاؤں گا، اور جو کچھ اس بزرگ

نے ذکر کیا ہے اس میں زیادہ نفع ہے چنانچہ اس نے شیطان سے اس عہد و پیمان پر قسم لی اور اپنے عبادت خانے کی طرف لوٹ آیا، صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے سرہانے دو دینار رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں اٹھالیا، دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اسے کچھ نہ ملا تو وہ غصے میں آگیا اور کلہاڑا اپنے کندھے پر رکھ کر درخت کی طرف چلا، راستے میں پھر بزرگ کی شکل میں شیطان ملا اور پوچھا: ''کہاں جارہے ہو؟'' عابد نے کہا: ''اس درخت کو کاٹنے جارہا ہوں۔'' شیطان نے کہا: ''**اللہ** کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو، تم اس پر قادر نہیں اور نہ اس کام کو کرسکتے ہو۔''

چنانچہ عابد نے اسے پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا تو شیطان نے کہا: ''اب ایسا نہیں ہوسکتا۔'' پھر شیطان نے اسے پکڑ کر پچھاڑ دیا، اب وہ عابد شیطان کے سامنے چڑیا کی طرح تھا اور ابلیس لعین اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہنے لگا: ''اپنے اس اِرادے سے باز آجاؤ، ورنہ تمہیں جان سے ماردوں گا۔'' عابد نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا، تو اس نے کہا: ''اے فلاں! تو مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ تو مجھ پر کیسے غالب آگیا، حالانکہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر غالب آگیا تھا اور اب تو غالب آگیا؟'' شیطان نے کہا: ''پہلی مرتبہ تجھے **اللہ** عزَّوَجَلَّ کے لئے غصہ آیا تھا اور تیری نیت آخرت کی تھی تو **اللہ** عزَّوَجَلَّ نے مجھے تیرے ہاتھوں مغلوب کردیا اور اس مرتبہ تجھے اپنی ذات اور دنیا کے لئے غصہ آیا تو میں نے تجھے پچھاڑ دیا۔'' یہ حکایت **اللہ** عزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی تصدیق کرتی ہے:

اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ۝ (پ ١٤، الحجر: ٤٠) ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے آپ کو مارتے ہوئے فرماتے: ''اے نفس! اخلاص اختیار کر تب ہی چھٹکارا پائے گا۔''

اخلاص کی حقیقت کا بیان:

جاننا چاہئے! ہر چیز میں ملاوٹ ممکن ہے جب وہ ملاوٹ سے پاک اور خالی ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اور جس فعل سے وہ عمل صاف ہوتا ہے اس کو اخلاص کہتے ہیں، **اللہ** عزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ۝ (پ ١٤، النحل: ٦٦) ترجمۂ کنزالایمان: گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لئے۔

جب کوئی کام ریاء سے خالی اور رضائے الٰہی عزَّوَجَلَّ کے لئے ہو تو وہ خالص ہوتا ہے۔

اِخلاص کے بارے میں مشائخ کرام علیہم رحمۃ اللہ السلام کے اقوال:

حضرت سَیِّدُنا سوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اخلاص یہ ہے کہ خود اخلاص پر بھی نظر نہ رہے، کیونکہ جو شخص اپنے

اخلاص میں اخلاص کو دیکھتا ہے تو اس کا اخلاص، اخلاص کا محتاج ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ''کون سی چیز نفس پر زیادہ سخت ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''اخلاص، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ بندے کی حرکت وسکون سب کچھ محض **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو۔''

حضرت سَیِّدُ نا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''اخلاص، اعمال کا کدورتوں سے پاک ہونے کا نام ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل ترک کرنا ریاکاری اور ان کے لئے عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اِن دونوں چیزوں سے محفوظ رکھے۔''

منقول ہے: ''اخلاص ہمیشہ مراقبہ میں رہنے اور تمام نفسانی خواہشات کو بھول جانے کا نام ہے۔'' **واللہ اعلم بالصواب**

صدق کی حقیقت کا بیان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد **اللہ** سے کیا تھا۔

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والاشان ہے: ''بے شک سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ.....الایۃ، الحدیث ۶۰۹۴، ص ۵۱۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ط اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا O (پ ۱۶، مریم: ۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا (نبی) غیب کی خبریں بتاتا۔

صدیق کا معنی:

جاننا چاہئے! لفظ صِدق چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے: (۱) گفتگو میں صدق (۲) نیت وارادہ میں صدق (۳) عزم میں صدق (۴) عزم کو پورا کرنے میں صدق (۵) علم میں صدق (۶) دین کے تمام مقامات کی تحقیق میں صدق۔

پس ان تمام معانی میں صدق سے متصف ہونے والا صدیق ہے کیونکہ صدق میں مبالغہ ہے اور ان مقامات میں جس قدر ممکن ہے وہ اس نسبت سے صادق کہلاتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

باب38:

مُراقَبہ ومُحاسَبہ کا بیان

جاننا چاہیے! یومِ محشر کے حساب پر ایمان لانا محاسبہ کے لئے تیاری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا. ترجمہ: اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

(جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث الکیس ......الخ، الحدیث ۲۴۵۹، ص۱۸۹۹)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ (پ۱۷، الانبیاء: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

﴿۲﴾ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ج (پ۱۵، الکھف: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو

﴿۳﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ (پ۲ البقرہ: ۲۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ **اللہ** تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو۔

جاننا چاہیے! جس شخص نے ہر لمحے اپنے نفس کا محاسبہ کیا قیامت کے دن اس کی حسرتیں کم ہوں گیں اور جس نے اپنا محاسبہ نہ کیا وہ ہمیشہ حسرت کا شکار رہے گا اور قیامت کے دن اسے زیادہ دیر رکنا پڑے گا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف (پ۴، ال عمران: ۲۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔

پس ایمان والوں نے اپنے نفوس کی نگہبانی اس طرح کی کہ پہلے ان سے شرط باندھی پھر مراقبہ (یعنی حضوریٔ دل سے خدا کا دھیان) کیا پھر سزا دی، پھر مجاہدہ کیا اور پھر جھڑکا۔

نفس کی نگہداشت

نفس کی نگہداشت کے لئے مندرجہ ذیل چھ مقامات ہیں، ہم اس کی تشریح کرتے ہیں۔

پہلا مقام: نفس سے شرائط طے کرنا:

جاننا چاہئے! راہِ آخرت میں عقل تاجر کی طرح اور نفس اس کے شریک کی طرح ہے کیونکہ عقل اسی کی مدد سے مقصود تک پہنچ سکتی ہے اور اگر نفس کو کھلی چھٹی دے دی جائے تو یہ امانت ادا نہیں کرتا، مگر حیاء اور ریاء کے طور پر۔ پس عقل اس بات کی محتاج ہے کہ وہ پہلے نفس سے شرائط طے کرے پھر اس کی نگرانی کرے، تیسرے مرحلے میں اس کا حساب لے اور اس کے بعد اسے سزا دے۔ پھر کچھ امور اُس کے سپرد کرے، اس پر چند شرائط عائد کرے، کامیابی کے راستوں پر اس کی رہنمائی کرے اور اس کو سخت حکم دے۔

دوسرا مقام: مراقبہ کرنا:

جب نفس خیانت کرنے والے شریک کی طرح ہو تو اسے ایک لمحہ کے لئے بھی ڈھیل نہیں دی جاسکتی تا کہ وہ خیانت نہ کرے، ورنہ نفع حاصل ہونے کے بجائے اصل مال ہی ضائع ہو جائے گا، لہٰذا حرکات وسکنات اور لحظات میں ہمیشہ کے لئے مراقبہ ہونا ضروری ہے۔ نبیٔ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:

اُعْبُدْ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ.

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے ہو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاحسان ......الخ، الحدیث ۹۳، ص ۶۸۱)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا○ (پ ٤، النساء: ١)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک **اللہ** ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن محمد نیشاپوری مرتعش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''مراقبہ یہ ہے کہ ہر لمحہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو ملاحظہ کرتے ہوئے باطن کا خیال رکھنا۔''

تیسرا مقام: عمل کے بعد نفس کا محاسبہ کرنا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج (پ ٢٨، الحشر: ١٨)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا۔

حدیثِ شریف میں ہے: ''عقل مند کے لئے چار گھڑیاں ہونی چاہئیں جن میں سے ایک ساعت وہ اپنے نفس کے محاسبہ کے لئے مقرر کرے۔''

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعدید نعم اللہ و شکرھا، فصل فی فضل العقل، الحدیث ٤٦٧٧، ج ٤، ص ١٦٤)

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ ''جب رات ہو جاتی تو آپ اپنے پاؤں پر درہ مارتے اور اپنے آپ سے پوچھتے کہ آج تم نے کیا عمل کیا؟''

پس اس سے معلوم ہوا کہ تمہیں دن کے آخری حصے میں اس دن کے اعمال کے بارے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

چوتھا مقام: کوتاہی پر سزا دینا:

اِحتساب کے بعد بھی اگر نفس عبادت میں کوتاہی برتے اور گناہ کا ارتکاب کرے، تو انسان اپنے نفس کو کھلی چھٹی نہ دے، کیونکہ اسے مہلت دینے کی صورت میں گناہوں کا اِرتکاب آسان ہو جائے گا، اگر نفس کی خواہش کے مطابق کوئی مشتبہ لقمہ کھائے تو اسے نفس کو بھوکا رکھ کر سزا دینی چاہئے، اگر کسی غیر محرم کو دیکھے تو آنکھ کو دیکھنے سے روک کر اور بیدار رکھ کر سزا دے، اسی طرح دیگر اعضائے جسم کو شہوت سے نہ رکنے پر سزا دے، اسی طرح آخرت کی راہ پر چلنے والوں کے بارے میں منقول ہے۔

پانچواں مقام: مُجاہدہ کرنا:

مجاہدہ یہ ہے کہ اگر نفس سے خیانت ظاہر ہو تو وہ اسے سزا دے اور اگر وہ نیکی نہ کرے اور اطاعت بجا نہ لائے تو نفس کا مجاہدہ کرے اور اسے سخت مجاہدات پر آمادہ کرے مثلاً اگر وہ نماز باجماعت یا نوافل میں سستی کرے تو پوری رات عبادت میں جاگنا اپنے اوپر لازم کرے، لیکن اگر وہ شب بیداری سے انکار کرے، تو اپنے نفس پر مجاہدہ کی فضیلت میں وارِد ہونی والی آیات و احادیث پڑھے۔

چھٹا مقام: جھڑکنا:

یاد رکھو! تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے، جو تمہارے پہلوؤں میں ہے۔ اسے یوں پیدا کیا گیا کہ وہ برائی کا حکم دینے والا، شر کی طرف مائل ہونے والا اور نیکی سے بھاگنے والا ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرو، اسے زبردستی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی طرف مائل کرو اور عبادات کرنے اور شہوات ترک کرنے کے ساتھ اسے پاک کرو۔ اگر تم اسے بالکل ڈھیل دے دو گے، تو وہ سرکش ہو جائے گا، بھاگ جائے گا اور تجھ پر غالب آ جائے گا، تو اس کے بعد تیری اطاعت نہ کرے گا۔ اگر تم اسے مسلسل جھڑکتے اور عتاب کرتے رہو گے، تو یہ تمہاری اطاعت کرے گا اور ترقی کر کے نفس لَوَّامہ بن جائے گا اور اسی طرح نفسِ لَوَّامہ نفسِ

مُطْمَئِنَّہ بن جائے گا، پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں داخل ہو جائے گا وہ اس طرح کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے راضی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہو گا، لہٰذا تم نفس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ رہو اور جب تک اس کی اصلاح نہ کر لو دوسرے کو نصیحت نہ کرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: ''اے ابن مریم! اپنے نفس کو نصیحت کرو، اگر اس نے نصیحت مان لی، تو لوگوں کو نصیحت کرنا ورنہ مجھ سے حیاء کرنا۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ O (پ ۲۷، الذٰریٰت: ۵۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

پس تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس پر توجہ دو اور اسے بار بار اس کی حماقت، جہالت اور دھوکا دہی بتاؤ اور اُسے کہو: تجھے شرم نہیں آتی کہ تُو لوگوں کو احمق و جاہل بتاتا ہے، حالانکہ تو خود سب سے بڑا جاہل ہے، بے شک تو جنت یا دوزخ کی طرف جائے گا اور تجھے کیا ہے کہ تو لہو ولعب اور ہنسنے میں مشغول ہے، حالانکہ تو ہر اس کام کے لئے مطلوب ہے، شاید تو موت کو دور سمجھتا ہے حالانکہ وہ قریب ہے، شاید موت آج دن، رات یا کل آجائے اور مستقبل میں واقع ہونے والی ہر چیز قریب ہی ہوتی ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ اچانک آئے گی اور اس سے پہلے کوئی قاصِد نہیں آئے گا۔

حکایت:

حضرت سَیِّدُنا منصور بن عمار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عبادت گزار کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرتے سنا، وہ کہہ رہا تھا: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے تیری مخالفت کے اِرادے سے تیری نافرمانی نہیں کی، تیرے مقام سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی نہیں کی اور نہ ہی (اپنے آپ کو) تیرے عذاب کے لئے پیش کرنا مقصود تھا اور میں تجھے حقیر بھی نہ سمجھتا تھا، لیکن میرے نفس نے اس کام کو میرے سامنے اچھا کر کے پیش کیا، میری بدبختی نے اس معاملے میں میری مدد کی اور مجھے تیری پردہ پوشی سے دھوکا ہوا، تو میں نے اپنی جہالت کی وجہ سے تیری نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی، اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا یا میں کس کی رسی کو پکڑوں گا، اگر تیری رسی مجھ سے چھوٹ جائے، بڑی خرابی تو یہ ہے کہ کل قیامت کے دن تیرے سامنے کھڑا ہونا ہوگا، جب ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا: تم گزر جاؤ اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائے گا: اُتر جاؤ تو کیا میں ہلکے پھلکے لوگوں کے ساتھ گزر جاؤں گا یا بوجھ والوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا؟ ہائے میری بربادی! جیسے جیسے میری عمر بڑھتی گئی گناہ بھی زیادہ ہوتے گئے، میں کب تک توبہ کرتا رہوں گا؟ اور کب تک دوبارہ گناہ کرتا رہوں گا؟ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے رب سے حیا کروں؟''

پس یہاں تمہارے لئے دو طریقے ہیں: ایک طریقہ اپنے نفس کو جھڑکنے کا ہے اور دوسرا طریقہ رب تعالیٰ سے مناجات کرنے اور نفس پر اس سے مدد طلب کرنے کا ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر قوت وطاقت سے براءت کا اظہار کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے آپ کو عاجز وحقیر سمجھنے کا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ تمہیں نفس کے شر سے محفوظ رکھے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ.

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے **مدنی قافلوں** میں سفر اور روزانہ **فکرِ مدینہ** کے ذریعے **مدنی انعامات** کا رسالہ پر کر کے ہر مدنی (اسلامی) ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے (دعوت اسلامی کے) ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے **اِنْ شَاءَ اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے **پابندِ سنت** بننے، **گناہوں** سے **نفرت** کرنے اور **ایمان کی حفاظت** کے لئے کڑھنے کا ذہن بنے گا۔

باب39:

تَفَکُّر کا بیان

حدیث شریف میں ہے:

تَفَکُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ. ترجمہ: (آخرت کے معاملے میں) گھڑی بھر کے لئے غور وفکر کرنا پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

(العظمة لابی الشیخ الاصبهانی، باب الامر بالتفکرفی آیات الله......الخ، ما ذکر من الفضل......الخ،الحديث ٤٤،ص٣٣)

قرآنِ مجید اور احادیثِ طیبہ میں غور وفکر، تدبّر اور عبرت حاصل کرنے پر اُبھارا گیا ہے کیونکہ یہ انوارِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کی چابی، بصیرت کا منبع اور علوم کے لئے جال ہے۔

تَفَکُّر کی فضیلت:

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے غور وفکر کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

(پ ٤، ال عمران: ١٩١)

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''ایک جماعت **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں غور وفکر کرنے لگی، تو نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کے بارے میں غور وفکر کرو اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں غور وفکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی قدرت کا اندازہ نہیں کرسکتے۔''

(العظمة لابی الشیخ الاصبهانی، باب الامر بالتفکرفی آیات الله......الخ، الحديث ٥،ص١٨)

مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے، جو غور وفکر کر رہے تھے، رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اِستفسار فرمایا: ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ گفتگو نہیں کرتے؟'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''ہم **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کے بارے میں غور وفکر کر رہے ہیں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اُس کی مخلوق میں غور وفکر کرو، مگر اس کے بارے میں غور وفکر نہ کیا کرو، کیونکہ مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے جس کی روشنی اس کی سفیدی یا جس کی سفیدی اس کی روشنی کی طرح ہے، اس کی مسافت تمہارے چالیس دنوں جتنی ہے، اس جگہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی ایسی مخلوق ہے جو پلک جھپکنے کی مقدار بھی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتے۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا شیطان ان (کے دل) میں

وسوسے نہیں ڈالتا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔''صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے پھر عرض کیا: ''یارسول اللہ عزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا وہ حضرت سیِّدُنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں؟'' ارشادفرمایا: ''ہاں، اوران کو یہ خبر بھی نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی کئے گئے ہیں یا نہیں۔''
(العظمۃ لابی الشیخ الاصبھانی، ما ذکرمن کثرۃ عبادہ اللہ فی ارضہ وما خصوا بہ من النعم، الحدیث ۹۶۰،ص ۳۲۵، بتغیرٍ)

حضرت سیِّدُنا عطاء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن میں اور حضرت سیِّدُنا عبید بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ اُم المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا، اُم المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پوچھا: ''اے عبید! تمہیں ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روکا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''**اللہ** کے رسول عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمان نے: ''زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا ترجمہ: ملاقات میں دیر کیا کرو، محبت میں اضافہ ہوگا۔''

پھر حضرت سیِّدُنا ابن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''آپ ہمیں رسول اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی کوئی انوکھی بات بتایئے، جو آپ نے دیکھی ہو؟'' یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا رونے لگیں اور فرمایا: رسول اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ہر معاملہ عجیب تھا، ایک رات آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم میرے ساتھ آرام فرما رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کے جسم کیساتھ میرا جسم مَس ہوا، تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم فرمایا: ''مجھے اپنے رب عزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے دو۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے، اس سے وضو فرمایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی داڑھی مبارک تر ہوگئی، پھر سجدہ کیا یہاں تک کہ زمین تر ہوگئی، اس کے بعد پہلو پر آرام فرما ہوگئے حتی کہ حضرت سیِّدُنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر نمازِ فجر کی اطلاع دی اور عرض کی: ''یارسول اللہ عزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ **اللہ** عزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اے بلال! تجھ پر افسوس! میں کیوں نہ رووں، آج رات مجھ پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی ہے: ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۰ (پ۴،آل عمران: ۱۹۰) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔'' پھر فرمایا: ''اس شخص کے لئے خرابی ہے جو اس آیتِ کریمہ کو پڑھے لیکن اس میں غور و فکر نہ کرے۔'' (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبۃ، الحدیث ۶۱۹، ج۲، ص۹، بتغیرٍ)

حضرت سیِّدُنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا گیا: ''ان آیات میں انتہائی غور و فکر کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ''ان کو پڑھا اور سمجھا جائے۔''

حضرت سَیِّدُ نا جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: ''سب سے بہتر اور اعلیٰ مجلس آدمی کا توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیٹھنا، معرفت کی بادِنسیم سے لطف اندوز ہونا اور دریائے محبت سے محبت کا پیالہ پینا اور حُسنِ ظن کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف دیکھنا ہے، پھر فرمایا: ان مجالس کا کیا کہنا، یہ کتنی شاندار ہیں اور ان کی شراب کس قدر لذیذ ہے اور جس کو یہ عطا کی گئی وہ نہایت ہی خوش نصیب اور مبارک باد کا مستحق ہے۔''

فکر کی حقیقت اور اس کا نتیجہ:

جاننا چاہئے! فکر کا معنی دل میں دو معرفتوں کو حاضر کرنا ہے تاکہ بندہ اس سے تیسری معرفت حاصل کرے اور اس کی مثال یہ ہے کہ وہ پہچان لے کہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور بہتر اور باقی رہنے والی کو اختیار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ غور وفکر کرنے کا مقصد دل میں علم کا حصول ہے پس یہ ہر حال اور فعل کے اعتبار سے نجات کو ثابت کرتی ہے اور یہ دونوں معرفتیں علم کا نتیجہ ہیں اور علم غور وفکر کرنے کا نتیجہ ہے۔

فکر کی گزرگاہیں:

جاننا چاہئے! بندہ کبھی اپنے نفس کی حالت کو دیکھتا اور اس میں غور وفکر کرتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور کبھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات، صفات اور افعال میں غور وفکر کرتا ہے۔ جہاں تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات میں غور وفکر کرنے کا تعلق ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تک رسائی صرف اس کے ذکر سے ہی ممکن ہے اور انسان جس قدر اس کی صفات، افعال، ملک وملکوت میں غور وفکر کرتا ہے تو اس پر جمالِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے ظاہر ہونے سے اس کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ چیز اسمائے الٰہیہ کے معانی، اس کی صفات میں تدبر کرنے، زمین وآسماں اور ستاروں میں غور فکر کرنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے سوا ہر چیز میں غور وفکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہر چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تخلیق وصنعت ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

﴿۱﴾ سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ (پ۲۵، حم السجدۃ: ۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: ابھی ہم اُنہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں (یعنی نشانیاں) دُنیا بھر میں۔

﴿۲﴾ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ (پ۲۶، الذٰریٰت: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور خود تم میں، تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔

پس غور وفکر کی گزرگاہ (یعنی اس کا مقام) تمہارا اپنا نفس اور اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق ہے۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَابِ۔

باب40:
موت اور اس کے بعد کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ (پ ۲۸، الجمعۃ:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔

بعض لوگ موت کو کبھی کبھار یاد کرلیتے ہیں اور جب اسے یاد کرتے ہیں، تو اسے ناپسند سمجھتے ہیں کیونکہ وہ دنیا میں مشغول ہوتے ہیں، تو ایسے شخص کو موت کی یاد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مزید دور کردیتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ مکمل طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہوکر اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتے ہیں، پس موت کی یاد توبہ کے مکمل ہونے کے ساتھ ان کے دلوں میں خشیّتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ، خوف، تیاری اور وفا میں اضافہ کردیتی ہے اور وہ شخص دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے موت کو ناپسند نہیں کرتا بلکہ زادِراہ کی کمی اور آخرت کی تیاری نہ ہونے کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتا ہے اور یہ ناپسند جاننا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کو ناپسند کرنا نہیں اور یہ مذموم بھی نہیں ہے، بلکہ وہ شخص آخرت کی تیاری کے لئے دنیاوی زندگی چاہتا ہے اور اسی محبت کے ساتھ اسے اسی تیاری میں موت آجائے تو موت اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات اور اس کے جوارِ رحمت کی طرف لے جائے گی۔ عارف ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے، کیونکہ موت کے ساتھ محبوب سے ملاقات کا وعدہ ہے اور محبّ، محبوب کی ملاقات کے وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیونکہ موت عام طور پر دیر سے آتی ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے، جب ان کی وفات کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا: ''میرا دوست (یعنی محبوب سے ملاقات کا وعدہ) میری بے سروسامانی کی حالت میں آیا، مجھے صرف ندامت سے کامیابی نہیں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں مجھے غناء کے مقابلہ میں فقر، صحت کے مقابلہ میں بیماری اور زندگی کے مقابلہ میں موت زیادہ پسند ہے تو مجھ پر موت آسان فرمادے یہاں تک کہ میں تجھ سے ملاقات کرلوں۔''

بلند مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اپنا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کردے، پس اپنے لئے زندگی وموت اختیار نہ کرے۔ موت کی محبت بندے کو مقامِ تسلیم تک پہنچادیتی ہے، تو وہ اپنے نفس کے لئے وہی چیز اختیار کرتا ہے، جو اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے پسند کرے۔

موت کے ذکر کی فضیلت:

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے: ''اَكْثِرُوْا مِنْ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ ترجمہ: لذّات کو ختم کرنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو۔'' (جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، الحدیث ۲۳۰۷، ص ۱۸۸۴)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''موت کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے اگر جانوروں کو معلوم ہو جائے تو تم ان میں سے کسی فربہ جانور کو نہ کھا سکو۔''

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث۱۰۵۵۷، ج۷، ص۳۵۳)

ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا شہداء کے ساتھ کسی اور کو بھی اٹھایا جائے گا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! جو آدمی دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔''

(قوت القلوب للشیخ ابی طالب محمد بن علی المکی، الفصل الثانی والثلاثون، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ج۲، ص ۵۳)

نبی رَحمت، شفیعِ اُمَّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ بشارت نشان ہے: ''تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ ترجمہ: موت، مؤمن کے لئے تحفہ ہے۔'' (المستدرك، کتاب الرقاق، باب لا یکون أحد متقیاً......الخ، الحدیث ۷۹۷۰، ج۵، ص ۴۵۵)

نور کے پیکر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ترجمہ: موت وعظ ونصیحت کے لئے کافی ہے۔ (شعب االایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصرالامل، الحدیث۱۰۵۵۶، ج۷، ص۳۵۳)

نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ایک مسجد کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ لوگ باتیں کر رہے اور ہنس رہے تھے، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''موت کو یاد کرو، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الموت والاستعداد له، الحدیث۹۶، ج۵، ص۴۲۳)

یاد رکھئے! بے شک موت کا معاملہ بڑا ہولناک ہے، اس میں غور و فکر کرنا دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) سے دور رہنے، خوش فہمی کا شکار نہ ہونے اور اس کے لئے تیاری کرنے کا باعث ہے، ہاں! جب انسان اسے مشغول دِل کے ساتھ یاد کرتا ہے، تو اس کا اثر دل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو موت کی یاد کے علاوہ ہر خیال سے پاک کر دے اور اس میں اس طرح غور و فکر کرے، جس طرح وہ خشکی یا سمندر کے سفر کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے، جس پر روانہ ہونے کا اس کا پختہ ارادہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل پر اسی کے بارے میں سوچ و بچار اور اس کے لئے تیاری کرنے کے علاوہ کوئی خیال غالب نہیں رہتا۔

اُمیدوں کو کم کرنا اور لمبی اُمیدوں کی مذمت:

حضور نبئ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا: ''جب تو صبح کرے، تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور جب شام کرے تو اس سے صبح کا ذکر نہ کر، اپنی زندگی میں موت

کے لئے اور اپنی صحت کی حالت میں بیماری کے لئے عمل کر لے، کیونکہ اے عبداللہ! تو نہیں جانتا کہ کل تیرا نام کیا ہوگا (زندہ یا مردہ)۔

(حلیۃ الاولیاء، عبد اللّٰہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث ١١٠٥، ج١، ص٣٨٦)

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، جنابِ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا ارشادِ مبارک ہے: ''مجھے تم پر دو باتوں کا بہت زیادہ خوف ہے: خواہش کی پیروی کرنا اور لمبی امید رکھنا، خواہش کی پیروی تو حق بات سے روکتی ہے اور لمبی امید دنیا سے محبت میں مبتلا کرتی ہے۔''

پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یاد رکھو! بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے بھی دنیا عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جسے ناپسند کرتا ہے مگر جب وہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو اسے ایمان (کی دولت) عطا فرماتا ہے، سن لو! کچھ لوگ دین والے ہیں اور کچھ دنیا والے، تم دین والے بنو، دنیا والے نہ بنو، یاد رکھو! دنیا پیٹھ پھیر کر جارہی ہے، جان لو! آخرت قریب آچکی ہے، خبردار! آج تم عمل کے دن میں ہو، اس میں حساب نہیں، عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اور وہاں کوئی عمل نہ ہوگا۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، الحدیث ٣، ج٣، ص٣٠٣۔٣٠٤)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و مَلال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اے لوگو! کیا تم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے حیاء نہیں کرتے؟'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ''یارسولَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! وہ کیسے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم وہ مال جمع کرتے ہو جسے کھاتے نہیں اور اس چیز کی اُمید رکھتے ہو جسے حاصل نہیں کرسکتے اور وہ مکان بناتے ہو جن میں تمہیں رہنا نہیں۔''

(شعب االایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث ١٠٥٦٢، ج٧، ص٣٥٤۔٣٥٥، لا تسکنون: بدلہ: لاتعمرون)

حضرت سَیِّدُ نا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، حضرت سَیِّدُ نا اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت سَیِّدُ نا زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک لونڈی ایک سو دینار میں خریدی اور ایک مہینے کا اُدھار کیا، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ بات سنی، تو ارشاد فرمایا: ''کیا تم اُسامہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) پر تعجب نہیں کرتے جو مہینے کا سودا کرتا ہے، یقیناً اُسامہ لمبی اُمید والا ہے، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! جب میں اپنی آنکھیں جھپکتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ کہیں میری پلکیں کھلنے سے پہلے ہی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میری روح قبض نہ فرمالے اور جب اپنی پلکیں اٹھاتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ کہیں انہیں جھکانے سے پہلے ہی موت کا وعدہ نہ آجائے اور جب کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو یہ گمان کرتا ہوں کہ موت کا اُچھو لگنے (یعنی موت آنے) سے پہلے اسے نہ نگل سکوں گا۔'' پھر فرمایا: ''اے لوگو! اگر تمہیں عقل ہے، تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ آنے والی ہے اور تم اسے آنے سے نہیں روک سکتے۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب قصر الامل، الحدیث ٦، ج٣، ص٣٠٤۔٣٠٥)

حضرت سَیِّدُ نا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پیشاب کے لئے تشریف لے جاتے اور مٹی سے طہارت فرماتے تھے، میں عرض کرتا: ''یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! پانی آپ کے قریب ہے۔'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے: ''میں نہیں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا یا نہیں۔''

(الزھد لابن المبارک، باب الاعتبار و التفکر، الحدیث ۲۹۲، ص ۹۹)

ایک روایت میں ہے، حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے تین لکڑیاں لے کر ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑھ دی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری کو اس سے دُور گاڑھا، پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو، یہ کیا ہے؟'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: ''**اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ** (**اللہ** عزَّوَجلَّ **اور اس کا رسول** صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم **بہتر جانتا ہے۔**'') آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''یہ (پہلی لکڑی) انسان ہے، یہ (اس کے قریب والی لکڑی) اس کی موت ہے اور وہ (دور والی لکڑی) اس کی امید ہے، انسان امید کو پانا چاہتا ہے، لیکن موت اس کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب قصر الأمل، الحدیث ۱۰، ج ۳، ص ۳۰۶)

سکراتِ موت کا بیان

سکراتِ موت کے وقت کیا کِیا جائے؟

جاننا چاہئے! اگر انسان کے سامنے موت کی سختیوں کے علاوہ کوئی اور چیز نہ بھی ہو، تو پھر بھی یہ اس لائق ہے کہ اُسے زندگی خوشیوں میں مبتلا نہ کرے اور اسے چاہئے کہ ہمیشہ اس میں غور وفکر کرتا رہے اور اس کے لئے خوب تیاری کرے، جیسا کہ کسی دانا کا قول ہے: ''سختیاں تمہارے سوا کسی اور کے قبضے میں ہیں، تم نہیں جانتے کہ وہ کب تمہیں ڈھانپ لیں۔''

حضرت سَیِّدُ نا لقمان حکیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ''اے بیٹے! موت ایسا معاملہ ہے کہ تم نہیں جانتے وہ کب تمہیں پہنچے، اس کے اچانک آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلو۔''

تعجب کی بات ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ توقع ہو کہ ایک لشکری (یعنی سپاہی) آکر اسے پانچ چھڑیاں مارے گا، تو اس کی زندگی بے کیف و بے سرور ہو جائے گی، پس جب ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے پاس ملک الموت علیہ السلام آئیں گے، تو اس کی زندگی بے مزہ کیوں نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے! سکراتِ موت کی حقیقی تکلیف صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس نے اُسے چکھا ہو اور جس نے اُسے نہیں چکھا وہ ان تکالیف پر قیاس کرکے اُسے جان سکتا ہے جو اُسے پہنچی ہوں یا مردوں کو حالتِ نزع میں سختی برداشت کرتے ہوئے دیکھ

کہ اس سے استدلال کر سکتا ہے اور قیاس کی صورت یہ ہے کہ وہ جان لے کہ ان تکالیف میں روح کو بہت کم درد ہوتا ہے اور موت وہ درد ہے جو صرف روح کو پہنچتا ہے اور اس کی تمام اعضاء میں شدّت ہوتی ہے تو یہ درد کس قدر عظیم ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے؟ جب آگ جسم کو جلا دے تو اس کا درد زخم سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ یہ روح کے تمام اجزاء کو پہنچتی ہے اور موت کی سختی میں درد کے باوجود چیخ وپکار کی آواز نہیں نکلتی، کیونکہ اس کی تکلیف دل پر غالب آجاتی ہے اور تمام اعضاء کا احاطہ کر لیتی ہے تو اس سے ہر عضو کی قوت ختم ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ مدد طلب کرنے کی قوت بھی باقی نہیں رہتی۔

موت کی سختی عقل کو بھی ڈھانپ لیتی ہے اور پریشان کر دیتی ہے، زبان کو گونگا کر دیتی اور اعضاء کو کمزور کر دیتی ہے۔ موت کے وقت انسان چاہتا ہے کہ روئے، چلّائے اور مدد طلب کر کے سکون حاصل کرے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر کچھ قوت باقی رہتی ہے تو رُوح کے نکلتے وقت اس کے حلق اور سینے سے غرغراہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس سے مٹی کا رنگ ظاہر ہوتا ہے جو اس کی اصل فطرت ہے اور روح کو اس کی تمام رگوں سے کھینچ لیا جاتا ہے، پھر درجہ بدرجہ اس کے بدن میں موت واقع ہوتی ہے، پہلے اس کے قدم ٹھنڈے پڑتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں۔ اور ہر عضو میں نئی سختی اور حسرت پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ گلے تک نوبت پہنچتی ہے اس وقت اس کی نظر دنیا والوں سے پھر جاتی ہے اور اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ والا شان ہے: ''جب تک غرغرۂ موت کی کیفیت پیدا نہ ہو بندے کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔''

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ان اللّٰہ یقبل العبد ما لم یغرغر، الحدیث۳۵۳۷،ص۲۰۱۶)

حضرت سیِّدُنا حسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے، نبیِّ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے موت کی تکلیف اور اس کے گلے میں رُکنے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یہ تلوار کی تین سو ضربوں کے برابر ہے۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب الخوف من اللّٰہ، الحدیث۱۹۲،ج۵،ص۴۵۳)

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے والدِ گرامی سے روایت بیان کی: ''جب مؤمن کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے جس تک وہ عمل کے ذریعے نہیں پہنچ سکتا، تو اس پر موت سخت کر دی جاتی ہے، تاکہ وہ موت کی سختیوں اور تکلیفوں کے بدلے جنت میں اپنا درجہ حاصل کر لے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہو جس کا بدلہ اسے نہ دیا گیا ہو، تو اس پر موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی نیکی کا عِوض حاصل کر لے، پھر اُسے جہنم کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔''

کسی بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اکثر مرض الموت میں مبتلا لوگوں کے پاس جا کر پوچھتے: ''تم موت کو کیسا

پاتے ہو؟'' جب وہ خود بیمار ہوئے اوران کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: ''یوں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملے ہیں اور گویا میری روح سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحسنِ انسانیت، مَحبوبِ رَبُّ العزت عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے:

مَوْتُ الْفَجْأَةِ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ وَأَسَفٌ عَلَى الْفَاجِرِ. ترجمہ: اچانک موت مؤمن کے لئے راحت اور فاجر کے لئے افسوس کا باعث ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة، الحديث ٢٥٠٩٦، ج٩، ص ٤٦٢)

دوسری مصیبت:

موت کے فرشتے کی شکل دیکھنا اور دل پر اس کے خوف کا طاری ہونا ہے۔ حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کے بارے میں مروی ہے، انہوں نے ملک الموت حضرت سَیِّدُ نا عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: ''کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں کسی گنہگار کی روح قبض کرتے ہو؟'' ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: ''آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔'' پھر ملک الموت علیہ السلام نے آپ کو اپنا چہرہ دوسری طرف کرنے کا کہا۔ آپ علیہ السلام نے چہرہ دوسری طرف پھیرا، پھر متوجہ ہوئے تو ایک سیاہ فام شخص کو دیکھا جس کے بال کھڑے ہیں، کپڑے سیاہ ہیں، اس سے بدبُو آرہی ہے اور اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دُھواں نکل رہا ہے (یہ دیکھ کر) حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام پر بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر افاقہ ہوا تو ملک الموت علیہ السلام اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اے ملک الموت علیہ السلام! گنہگار آدمی کو موت کے وقت تمہاری صورت دیکھ لینا ہی کافی ہے۔''

مَلَکُ الموت اور حضرت سَیِّدُ نا داوٗد علیہما السلام:

حضرت سَیِّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، نبیِٔ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''حضرت داوٗد علیہ السلام بہت غیرت مند تھے، جب آپ علیہ السلام باہر تشریف لے جاتے، تو دروازہ بند کر کے جاتے، آپ نے ایک دن دروازہ بند کیا اور تشریف لے گئے، آپ کی بیوی نے جھانکا، تو گھر میں ایک شخص تھا، انہوں نے پوچھا: ''اسے کون یہاں لایا ہے؟ اگر حضرت سَیِّدُ نا داوٗد (علیہ السلام) تشریف لے آئے تو مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔'' چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام تشریف لائے، آپ نے اسے دیکھا تو پوچھا: ''تو کون ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے ڈرتا ہوں، نہ دربان مجھے روک سکتے ہیں۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''خداعَزَّوَجَلَّ کی قسم! پھر تو تُو موت کا فرشتہ ہے اور حضرت داوٗد علیہ السلام نے کمبل اوڑھ لیا۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملك الموت واعوانه، الحدیث ۲۴۴،ج۵،ص۴۶۸)

روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ایک کھوپڑی کے پاس سے گزرے، تو آپ علیہ السلام نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے مجھ سے گفتگو کر۔'' اس نے عرض کی: ''اے روح اللہ علیہ السلام! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں، میں اپنی سلطنت میں اپنے سر پر تاج رکھے تخت پر بیٹھا تھا اور میرے اردگرد میرا لشکر اور میرے نوکر چاکر موجود تھے کہ اچانک موت کا فرشتہ میرے سامنے آیا، اسے دیکھتے ہی میرے تمام جوڑ ڈھیلے پڑ گئے، پھر میری جان نکل گئی، کاش! لوگوں کا وہ مجمع بکھرا ہوا ہوتا اور اُن کی اُنسیت کی جگہ تنہائی کی وحشت ہوتی۔''

مَلَکُ الموت اور حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم علیہما السلام:

حضرت سَیِّدُ نا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام بہت غیور تھے، آپ ایک گھر میں عبادت کیا کرتے تھے، جب باہر تشریف لے جاتے، تو اسے بند کر دیتے، ایک دن واپس تشریف لائے تو گھر کے اندر ایک آدمی کو پایا تو پوچھا: ''تمہیں میرے گھر میں کس نے داخل ہونے کی اجازت دی؟'' اس نے کہا: ''مجھے اس نے اجازت دی، جو مجھ سے اور آپ علیہ السلام سے زیادہ اس گھر کا مالک ہے۔'' آپ علیہ السلام نے پوچھا: ''تو کون ہے؟ کیا تو فرشتہ ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میں موت کا فرشتہ ہوں۔'' آپ علیہ السلام نے پوچھا: ''تم جس صورت میں مؤمن کی روح قبض کرتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو؟'' عرض کیا: ''جی ہاں! آپ علیہ السلام اپنا رُخ دوسری طرف پھیریں۔'' جب آپ علیہ السلام دوبارہ متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک نوجوان ہے اور آپ علیہ السلام نے اس کے حسن، عمدہ کپڑوں اور پاکیزہ خوشبو کا ذکر کیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے ملک الموت علیہ السلام! مؤمن کو موت کے وقت تمہاری صورت ہی کافی ہے۔''

کراماً کاتبین (یعنی اعمال لکھنے والے فرشتوں) کو دیکھنے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، حضرت سَیِّدُ نا وہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس شخص کی روح قبض ہوتی ہے وہ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک اپنے اعمال لکھنے والے دونوں فرشتوں کو نہ دیکھ لے، اگر وہ اِطاعت گزار ہو تو وہ اس سے کہتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ دے، تو نے کئی اچھی مجلسوں میں ہمیں بٹھایا اور کئی اچھے اعمال کے وقت ہمیں حاضری کا موقعہ دیا۔'' اور اگر فاجر ہو تو کہتے ہیں: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہماری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے، تو نے ہمیں کئی بری مجلسوں میں بٹھایا اور ہمیں قبیح کلام سنایا اور اس وقت مردہ ان کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔''

تیسری مصیبت:

گناہگاروں کوجہنم میں ان کا مقام دِکھانا اور مشاہدہ سے پہلے ان کو خوف دِلانا ہے، کیونکہ مرنے والے کی روح اس وقت تک نہیں نکلتی جب تک وہ ملک الموت علیہ السلام سے ان دونوں میں سے ایک کلمہ نہ سُن لے: (۱) اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ! تجھے جہنم کی خبر دی جاتی ہے (۲) اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولی! تجھے جنت مبارک ہو۔ (اہلِ عقل کا خوف اسی وجہ سے تھا)

مردہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے:

حضور نبیٔ اَکرم، نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

لَنْ يَخْرُجَ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ مَصِيْرُهُ، وَحَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ اسے معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا مقام کہاں ہے اور جب تک وہ جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب مقام المیت فی الجنة أم فی النار، الحدیث ۳۰۳، ج۵، ص۴۹۴، بتغیرٍ)

قریب المرگ (یعنی مرنے کے قریب شخص) کو کیا کرنا چاہئے؟

قریب المرگ (یعنی مرنے کے قریب) شخص کے لئے خاموش اور پُرسکون رہنا مستحب ہے اور اس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں حُسنِ ظن اور اس سے اپنی بخشش کی اُمید رکھے۔

سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''میت کے لئے تین باتوں میں بہتری کی توقع جانو: (۱) جب اس کی پیشانی پر پسینہ آجائے (۲) آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور (۳) ہونٹ خشک ہو جائیں۔ پس یہ رحمتِ الٰہی کے نزول کی علامت ہے۔''

(کنز العمال، کتاب الموت، الباب الثانی، الفصل الاول، الحدیث ۴۲۱۷۱، ج۱۵، ص۲۳۹، بدون: ویبست شفتاہ)

حضرت سَیِّدُنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: اپنے فوت ہونے والوں کو کلمہ **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ** کی تلقین کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموت ......الخ، الحدیث ۲۱۲۳، ص۸۲۱)

حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَإِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا. ترجمہ: بے شک یہ (کلمۂ طیبہ) ماقبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب المحتضرین، الحدیث ۲، ج۵، ص ۳۰۳)

حضرت سَیِّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسولِ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''موت کا فرشتہ ایک آدمی کے پاس آیا جو مر رہا تھا، اس نے اس کے دل میں دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا اس کے جبڑوں کو کھلا تو زبان کے کنارے کو تالو سے ملا ہوا دیکھا اور کہہ رہا تھا ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تو اس کلمۂ طیبہ کی بدولت اس کی بخشش ہو گئی۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب المحتضرین، الحدیث ۹، ج۵، ص ۳۰۴)

تلقین کرنے میں نرمی کی راہ اختیار کرنا مستحب ہے کہ شاید کمزوری کی وجہ سے زبان سے پڑھنا مشکل ہوتا ہے اگر وہ اس پر اصرار کرے گا تو اس بات کا ڈر ہے کہ قریب المرگ شخص کلمہ کو ناپسند سمجھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حُسنِ ظن رکھنا مستحب ہے۔

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) ''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي فَلْيَظُنَّ بِي خَيْرًا. ترجمہ: بندہ مجھے اپنے گمان کے مطابق پاتا ہے پس اسے میرے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب حسن الظن باللہ، الحدیث ۸۳، ج۱، ص ۹۴)

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب حسن الظن باللہ، الحدیث ۶۳۳، ج۲، ص ۱۵)

موت کے وقت مہلت نہیں دی جائے گی:

حضرت سَیِّدُ نا وہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک بادشاہ نے کہیں جانے کے لئے سواری تیار کی، اس نے پہننے کے لئے کپڑے منگوائے لیکن وہ اسے پسند نہ آئے، دوسرے کپڑے منگوائے وہ بھی پسند نہ آئے، کئی بار ایسا کرنے کے بعد اس نے اپنے پسندیدہ کپڑے پہنے، اسی طرح اس نے سواری منگوائی وہ بھی پسند نہ آئی یہاں تک کہ اس کے پاس مختلف سواریاں لائی گئیں، تو وہ سب سے اچھی سواری پر سوار ہوا، اتنے میں ابلیس آیا، اس نے اس کی ناک میں پھونک ماری، تو وہ تکبر سے بھر گیا پھر لشکر کو ساتھ لے کر چل پڑا اور وہ تکبر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی دوران ایک شخص آیا جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، اس نے سلام کیا تو بادشاہ نے جواب نہ دیا۔ اس نے بادشاہ کی سواری کی لگام پکڑ لی۔ بادشاہ نے کہا: لگام چھوڑ دو، تم نے بڑی گستاخی کی ہے۔ وہ کہنے لگا: مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا: میرے اترنے تک صبر کر۔ اس شخص نے کہا: نہیں ابھی۔ پھر اس نے لگام کو اچھی طرح دبایا۔ بادشاہ نے کہا: بول! کیا کام ہے؟ اس نے کہا: راز کی بات ہے۔ بادشاہ نے اپنا سر جھکا کر اس کے قریب کیا تو اس نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں۔ (یہ سن کر) بادشاہ کا رنگ بدل گیا اور زبان لڑکھڑانے لگی اور اسے کہنے لگا: مجھے اتنی مہلت دو کہ میں گھر جا کر اپنے کام مکمل کرلوں اور گھر والوں کو الوداع کہہ لوں۔ ملک

الموت علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب تجھے اپنے مال واسباب اور گھر والوں کو دیکھنا کبھی نصیب نہ ہوگا، پھر اس کی رُوح قبض کر لی اور وہ لکڑی کی طرح گِر پڑا، پھر اسی حالت میں وہ فرشتہ ایک بندۂ مؤمن سے ملا، اُسے سلام کہا، اس نے سلام کا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا: مجھے تم سے ایک کام ہے۔ اس نے کہا: بتایئے! فرشتے نے سرگوشی کی اور کہا: میں موت کا فرشتہ ہوں۔ اس آدمی نے کہا: خوش آمدید وصد مرحبا! مجھے ایک عرصہ سے آپ کا انتظار تھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے روئے زمین پر کسی غائب کی ملاقات آپ کی ملاقات سے زیادہ پسند نہیں۔ فرشتے نے اس سے کہا: آپ جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہیں، اسے پورا کیجئے۔ اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات سے زیادہ پسند اور اس سے بڑھ کر مجھے کوئی حاجت نہیں۔ فرشتے نے کہا: آپ جس حال میں چاہیں گے میں اسی طرح آپ کی رُوح نکالوں گا۔ اس نے پوچھا: کیا یہ آپ کے اختیار میں ہے؟ فرشتے نے جواب دیا: ہاں! مجھے یہی حکم ہے۔ اس شخص نے کہا: مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور حالتِ سجدہ میں میری روح قبض کر لینا چنانچہ ملک الموت علیہ السلام نے حالتِ سجدہ میں اس کی رُوح قبض کی۔''

حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن عبد اللہ مزنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے مال جمع کیا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو بیٹوں سے کہنے لگا: مجھے میرے مختلف اموال دکھاؤ، اس کے پاس بہت سے گھوڑے، اونٹ اور غلام لائے گئے۔ جب اس نے ان کی طرف دیکھا، تو حسرت سے رونے لگا۔ ملک الموت علیہ السلام نے اسے روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے تجھے یہ سب کچھ دیا ہے! جب تک میں تیری روح اور بدن کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر دوں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے کچھ مہلت دیجئے کہ میں اس مال کو تقسیم کر دوں۔ فرشتے نے کہا: اب تجھے مہلت نہیں، تو نے یہ کام اپنی موت کے آنے سے پہلے کیوں نہ کیا۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام نے اس کی رُوح قبض کر لی۔''

رسولِ اَکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال مبارک:

جاننا چاہئے! رسولِ خدا عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ذات زندگی اور وصال کے اعتبار سے بہترین نمونہ ہے۔ جب محبوبِ ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا بھی وصالِ ظاہری ہو گیا، تو پھر کسی اور کو دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ ہمیشہ رہیں گے۔

(پ۱۷، الانبیآء: ۳۴)

﴿۲﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔

(پ ٤، ال عمران: ۱۸۵)

آقائے دوجہاں علیہ الصلوۃ والسلام کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں:

حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَ تُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر فرمایا'' خوش آمدید! **اللہ** عزَّوَجلَّ تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہاری مدد فرمائے، میں تمہیں **اللہ** عزَّوَجلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور **اللہ** عزَّوَجلَّ سے تمہاری بھلائی کا طلب گار ہوں، میں اس کی طرف سے تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں، **اللہ** عزَّوَجلَّ کے شہروں اور بندوں کے سلسلے میں تکبر نہ کرنا، موت قریب آچکی ہے اور **اللہ** عزَّوَجلَّ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے، میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہونے والوں کو سلام کہنا۔''

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج۵، ص۳۹۴تا۳۹٦)

ایک روایت میں ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنے وصالِ ظاہری کے وقت حضرت سَیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: ''مَنْ لِأُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ ترجمہ: میرے بعد میری اُمّت کے لئے کون ہوگا۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُ نا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو خوشخبری سنا دو کہ میں انہیں اُن کی اُمّت کے بارے میں رُسوا نہیں کروں گا اور انہیں یہ بھی خوشخبری دے دو، کہ جب لوگوں کو (قبروں سے) اُٹھایا جائے گا، تو سب سے پہلے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم باہر تشریف لائیں گے، جب لوگ جمع ہوں گے تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہی ان کے سردار ہوں گے اور کوئی اُمّت جنّت میں داخل نہ ہوگی یہاں تک کہ آپ کی اُمّت اس میں داخل ہو جائے۔'' یہ سن کر پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''أَلْآنَ قَدْ قَرَّتْ عَيْنِيْ ترجمہ: اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۲٦۷٦، ج۳، ص٦۳، مفہوماً بدون الآنَ قَرَّتْ عَيْنِيْ)

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَ تُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور گردن کے درمیان وِصال فرمایا اور **اللہ** عزَّوَجلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لُعاب کو جمع فرما دیا، میرے پاس میرے بھائی حضرت سَیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم مسواک کی طرف دیکھنے لگے، تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: ''میں یہ مسواک ان سے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے لے لوں؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سرِ انور کے اشارے سے فرمایا: ''ہاں! میں نے ان سے وہ

مسواک لی، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اسے اپنے دہن مبارک میں داخل فرمایا تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو سخت محسوس ہوئی۔'' میں نے پوچھا: ''نرم کردوں؟'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سرِ انور سے اشارہ فرمایا: ''ہاں۔'' میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کر دیا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اس میں اپنا دستِ مبارک داخل کرتے اور فرماتے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔'' پھر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دستِ مبارک اُوپر اُٹھائے اور فرمایا: ''اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی، اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی ''یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے۔'' تو میں نے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔''

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، الحدیث ٤٤٤٩، ص ٣٦٥)

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! مجھ سے سوال کرو؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا موت قریب آگئی؟'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''یقیناً قریب آگئی اور بہت قریب آگئی۔'' حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ آپ کو مبارک ہوں، کاش! ہمیں اپنے انجام کا علم ہو جاتا؟ تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہمارا انجام بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ، سِدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، فردوسِ اعلیٰ، بھرپور پیالے، رفیقِ اعلیٰ، لطف اُٹھانے اور خوشگوار زندگی کی طرف ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا نبی اللہ! آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو کون غسل دے؟'' رسولِ کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: ''میرے اہل بیت میں قریبی شخص۔'' پھر ہم نے عرض کی: ''آپ کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟'' آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے جواباً فرمایا: ''میرے انہی کپڑوں، یمنی چادر اور مصری جُبّہ میں''

حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر نمازِ جنازہ کا طریقہ کیا ہوگا؟'' (راوی فرماتے ہیں) یہ سن کر ہم سب رو پڑے، حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صِدِّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگ گئے، تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''بس کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے، جب تم میرے غسل وکفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے چارپائی پر رکھ دینا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکل جانا، کیونکہ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر درود بھیجے گا۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ رحمت نشان ہے) ''ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (پ ٢٢، الاحزاب: ٤٣) ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔'' پھر وہ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود پاک پڑھنے کی اجازت دے گا، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے حجرے میں داخل

ہوں گے اور مجھ پر درود بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پھر حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بہت بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب پر رحمت فرمائے۔(آمین)

پھر تم سب لوگ قافلہ در قافلہ اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر درود و سلام پیش کرنا اور چیخ و پکار کر کے اور رو دھو کر مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے پہلے امام اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قریب والے مجھ پر درودِ پاک پڑھیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ''آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو قبر شریف میں کون اُتارے گا؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میرے اہلِ بیت میں سے قریبی لوگ، ان کے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں نظر نہیں آتے، لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہیں، اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۶، ج۳، ص ۶۳)

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج۵، ص ۳۹۴ تا ۳۹۶)

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''جس دن نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وصال ہوا، تو صبح کے وقت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے مزاج شریف میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کچھ سکون دیکھا اس لئے صحابۂ کرام علیہم الرضوان خوشی خوشی اپنے گھروں اور کام کاج کی طرف روانہ ہوگئے اور نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں۔ ہم اسی حالت میں تھے، گویا کہ اس سے پہلے ایسی امید اور خوشی نہ دیکھی تھی، تو نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس سے چلی جاؤ، یہ فرشتہ مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔'' چنانچہ حجرۂ مبارکہ سے میرے علاوہ سب عورتیں چلی گئیں۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا سرِ اقدس میری گود میں تھا، جب آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اُٹھ کر بیٹھ گئے، تو میں ایک کونے میں ہوگئی، فرشتے نے طویل گفتگو کی، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے بُلایا اور اپنا سرِ اقدس میری گود میں رکھ دیا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے دیگر عورتوں سے فرمایا: ''تم بھی اندر آجاؤ۔'' میں نے عرض کی: ''کیا یہ آہٹ جبرائیل علیہ السلام کی نہ تھی؟'' نبیٔ رحمت، شفیعِ امت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اے عائشہ! یہ ملک الموت علیہ السلام تھے، جنہوں نے میرے پاس آکر عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس اجازت کے بغیر نہ آؤں، اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اجازت نہیں، تو میں چلا جاتا ہوں اور اگر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اجازت دیتے ہیں، تو اندر آجاتا ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اجازت کے بغیر آپ کی روح مبارک قبض نہ کروں، پس آپ کیا فرماتے ہیں؟'' تو میں نے کہا: ''ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ حضرت جبریلِ امین علیہ السلام میرے پاس آجائیں، یہ اُن کے آنے کا وقت ہے۔''

حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم نے ایک ایسی بات کا سامنا کیا، جس کے بارے میں ہمارے پاس جواب یارائے نہ تھی پس ہم خاموش ہو گئے گویا ہم ایک بہت بڑے صدمے کی وجہ سے بے حس وحرکت ہو گئے، اس عظیم صدمے کی ہیبت کی وجہ سے اہلِ بیت میں سے کوئی شخص بھی بول نہ سکتا تھا۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اُسی وقت حضرت سَیِّدُنا جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے، مجھے ان کے آنے کا علم ہو گیا اور باقی لوگ باہر چلے گئے، وہ داخل ہوئے اور عرض کی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کی مزاج پُرسی فرماتا ہے، حالانکہ وہ آپ کا حال ہم سے بہتر جانتا ہے، مگر وہ آپ کو مزید کرامت وشرافت اور تمام مخلوق سے زیادہ عظمت وبزرگی عطا فرمانا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ (مزاج پرسی) آپ کی امت کے لئے سنت بن جائے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے درد محسوس ہو رہا ہے۔'' تو انہوں نے عرض کی: ''خوشخبری ہو! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو اس مقام تک پہنچانا چاہتا ہے جو اس نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے تیار کیا ہے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے جبرائیل! مَلَکُ الموت مجھ سے اجازت چاہتا ہے پھر آپ نے پوری بات بتائی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: ''اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ آپ کا مشتاق ہے، کیا اس نے آپ کو نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت نہیں مانگی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا، لیکن آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ آپ کے شرف کو پورا کرنے والا ہے اور آپ کا مشتاق ہے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''ملک الموت کے آنے تک آپ یہاں سے نہ جائیں۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے فاطمہ! میرے قریب آؤ۔'' وہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف جھکیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کے کان میں سرگوشی کی، انہوں نے سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ان میں بات کرنے کی سکت نہ تھی۔ پھر فرمایا: ''اپنا سر میرے قریب کرو۔'' وہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی طرف جھک گئیں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے سرگوشی فرمائی اور انہوں نے سر اُٹھایا تو مسکرا رہی تھیں، لیکن کلام کرنے کی سکت نہ تھی۔ ہمیں ان کی حالت سے تعجب ہوا۔ اس کے بعد جب ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے حضورِ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں آج انتقال کر جاؤں گا تو میں رو پڑی، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''میں نے دُعا کی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تجھے میرے ساتھ ملائے لہٰذا میں ہنس پڑی۔ اُمُّ المؤمنین فرماتی ہیں: ''(اسی دوران) حضرت ملک الموت علیہ السلام آ گئے اور سلام پیش کر کے اِجازت طلب کی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اجازت عطا فرمائی۔ فرشتے نے عرض کی: اے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''ابھی مجھے میرے رب تک پہنچا دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''کیوں نہیں، آج ہی ملا دوں گا، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا مشتاق ہے اور جس قدر ومنزلت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم

کو واپس بلا رہا ہے، اس طرح کسی کو نہیں بلایا اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے علاوہ کسی اور کے پاس بغیر اجازت کے جانے سے منع نہیں فرمایا لیکن آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا وقتِ وصال آچکا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

اُمُّ المؤمنین (حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں: ''پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: ''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ** ترجمہ: اے **اللہ** کے رسول عَزَّوَجَلَّ وصَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ پر سلامتی ہو۔ یہ میرا زمین پر اُترنا آخری بار ہے، وحی بھی لپیٹ دی گئی اور زمین بھی اور زمین پر مجھے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سوا کوئی کام نہ تھا، میری غرض صرف آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضری تھی، اب میں اپنی جگہ پر رہوں گا۔'' (ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) اس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! گھر میں کسی کو بولنے کی تاب نہ تھی، اور باہر سے مردوں کو بھی کوئی نہ بلاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کلام اس بڑے درجے کا تھا، ہم سب سہمے ہوئے اور خوفزدہ تھے۔ اُمُّ المؤمنین فرماتی ہیں: پھر میں اُٹھ کر آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا سرِ انور اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے سینۂ مبارک کو تھام لیا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر بیہوشی طاری ہوگئی حتی کہ غالب آگئی۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیشانی سے اس قدر پسینہ ٹپکتا تھا کہ میں نے کبھی کسی انسان کو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھا، میں وہ پسینہ پونچھتی تھی اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز نہیں دیکھی۔ جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں عرض کرتی: ''میرے ماں باپ، میری جان، گھر والے، مال و اسباب سب آپ پر قربان ہوں، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی پیشانی پر اس قدر پسینہ کیوں ہے؟ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! مؤمن کی جان پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی جان گدھے کی جان کی طرح اس کے نتھنوں سے نکلتی ہے۔'' اس وقت ہم سب عورتیں ڈر گئیں اور اپنے گھر کسی کو بھیجا، سب سے پہلے میرے بھائی تشریف لائے لیکن وہ آپ سے ملاقات نہ کرسکے۔ انہیں میرے والدِ ماجد نے میرے پاس بھیجا تھا، اور کسی کے آنے سے پہلے ہی آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سب کو روک رکھا تھا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کا معاملہ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کے سپرد کر رکھا تھا اور جب آپ پر بیہوشی طاری ہوئی تو آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے فرمایا: ''**بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی** ترجمہ: رفیقِ اعلیٰ کے پاس جانا ہے۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ٢٦٧٦، ج٣، ص٥٩ تا ٦٤، بتغیرٍ/الحدیث ١٠٤١٧، ج١٠، ص١٨٩)

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ، الحدیث ٢٦٤٠٧، ج١٠، ص١٤٣)

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''نبیِّ اَکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بروز سوموار

(یعنی پیر) چاشت اور دوپہر کے درمیان وصال فرمایا۔"

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَالتَّابِعِيْنَ أَجْمَعِيْنَ. ترجمہ: آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تمام آل، اصحاب اور تابعین پر اللہ عزَّوَجلَّ کی رحمتیں ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

جب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال آیا، تو حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے بطورِ مثال یہ شعر پڑھا:

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى ... إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْماً وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: آپ کی عمر کی قسم! دولت نوجوان کے کام نہیں آتی جب موت کا دن آجائے اور سینے میں دم گھٹ رہا ہو۔"

حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرے سے کپڑا اہٹایا اور فرمایا بات اس طرح نہیں، بلکہ یوں کہو:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝ (پ ۲۶، ق: ۱۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

(پھر فرمایا) میرے ان دو کپڑوں کو دھوکر انہیں میں مجھے کفن دے دینا کیونکہ فوت شدہ کے مقابلے میں زندہ آدمی نئے کپڑوں کا زیادہ حق دار ہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا اور حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ... رَبِيْعُ الْيَتَامٰى عَصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: سفید رنگ والے جن کے چہرے کے سبب بادل برستے ہیں، آپ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "یہ تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی شان ہے۔" صحابۂ کرام علیہم الرضوان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: "کیا ہم کسی طبیب کو نہ بلا لائیں جو آپ کا حال دیکھے؟" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔"

حضرت سَیِّدُنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور عرض کی: اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمیں وصیت فرمائیں۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "اللہ عزَّوَجلَّ تم پر دنیا کے خزانے کھول دے گا لیکن تم اس سے ضرورت کے مطابق لینا اور یاد رکھو! جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ عزَّوَجلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے پس اللہ عزَّوَجلَّ سے عہد شکنی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔"

جب امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت زیادہ بوجھل ہوگئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے چاہا

کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا نائب مقرر فرما دیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سَیِّدُ نا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سخت مزاج شخص کو ہمارا خلیفہ نامزد کیا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیا جواب دیں گے؟'' انہوں نے فرمایا: ''میں عرض کروں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر مخلوق میں سب سے بہتر انسان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان دونوں سے راضی ہو، آمین۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

حضرت سَیِّدُ نا عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جس صبح حضرت سَیِّدُ نا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا گیا، میں وہیں کھڑا تھا، ہمارے درمیان صرف حضرت سَیِّدُ نا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ حضرت سَیِّدُ نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفوں کے درمیان خلا دیکھتے تو فرماتے: اپنی صفیں درست کرلو۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ صفیں بالکل سیدھی ہو چکی ہیں، نمازیوں کے درمیان بالکل خلا نہیں رہا اور سب کے کندھے ملے ہوئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر تحریمہ کہی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ صبح کی نماز میں اکثر سورۂ یوسف اور سورۂ نحل میں سے قراءَت فرماتے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی رکعت میں کچھ زیادہ تلاوت فرماتے تاکہ بعد میں آنے والے بھی جماعت میں شامل ہو سکیں، ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع ہی کی تھی کہ ایک مجوسی غلام جو پہلی صف میں چھپ کر کھڑا تھا اس نے موقع پاتے ہی ایک دو دھاری تیز خنجر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت سَیِّدُ نا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنائی دی کہ مجھے کسی کُتّے نے قتل کر دیا یا کاٹ لیا ہے وہ مجوسی غلام حملہ کرنے کے بعد پیچھے پلٹا اور بھاگتے ہوئے تیرہ نمازیوں پر حملہ کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے، ایک نمازی نے آگے بڑھ کر اس پر کپڑا ڈالا اور اسے پکڑ لیا، جب اس بدبخت غلام نے دیکھا کہ اب میں پکڑا جا چکا ہوں، تو اپنے ہی خنجر سے خودکشی کرلی۔

مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سَیِّدُ نا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ''ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں چلے جاؤ اور ان سے عرض کرو: ''عمر نے آپ کو سلام بھیجا ہے، امیر المؤمنین کا لفظ نہ کہنا کیونکہ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں ہوں۔ اور ان سے عرض کرو: عمر اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے اس کے دوستوں کے ساتھ دفن کیا جائے اور حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قرب میں جگہ عطا فرمائی جائے۔'' حضرت سَیِّدُ نا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی تھیں، آپ رضی

اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''حضرت سَیِّدُ نا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں اور اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے دوستوں کے قرب میں دفن کیا جائے۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ''یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب میں یہ جگہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایثار کرتی ہوں، انہیں جا کر یہ خوشخبری سنا دو۔'' چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اجازت لے کر واپس تشریف لائے۔

جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما آ گئے ہیں تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''مجھے بٹھا دو۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو سہارا دے کر بٹھا دیا گیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا: ''اے میرے بیٹے! کیا خبر لائے ہو؟'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اجازت عطا فرما دی ہے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہو جائیں، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی پسندیدہ چیز عطا کر دی گئی۔'' یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''مجھے اس چیز سے زیادہ اور کسی چیز کی فکر نہ تھی، **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے میری پسندیدہ چیز مل گئی ہے۔''

پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''جب میری روح پرواز کر جائے تو مجھے اٹھا کر سرکار ابدِ قرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے روضۂ اقدس پر لے جانا، پھر بارگاہِ نبوت میں سلام عرض کرنا اور حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کرنا: ''عمر بن خطاب اپنے دوستوں کے ساتھ آرام کی اجازت چاہتا ہے، اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ملے تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفنا دینا۔''

پھر اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تشریف لائیں اور عورتوں نے ان کو چھپا رکھا تھا۔ جب ہم نے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا اندر داخل ہوئیں اور کچھ دیر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس روتی رہیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا اندر چلی گئیں، ہم نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ آپ کے اصحاب نے عرض کی: ''اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ! وصیت فرمائیے اور کسی کو اپنا نائب مقرر کیجئے۔'' آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''میں ان حضرات سے زیادہ کسی کو اس امر کا حق دار نہیں سمجھتا، رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ان سے رضا مندی کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی، حضرت سَیِّدُ نا عثمان ذو النورین، حضرت سَیِّدُ نا زبیر، حضرت سَیِّدُ نا طلحہ، حضرت سَیِّدُ نا سعد اور حضرت سَیِّدُ نا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام لئے۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تمہارے ساتھ موجود رہیں گے لیکن خلافت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔''

حسنِ اَخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''**لِیَبْکِ الْاِسْلَامُ عَلٰی مَوْتِ عُمَرَ** ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی موت پر پورے عالم اِسلام کو رونا چاہیئے۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ٦١، ج ١، ص ٦٧-٦٨)

امیرالمؤمنین حضرت سَیِّدُ ناعثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال:

حضرت سَیِّدُ نا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے متعلق مشہور حدیث ہے، حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں اپنے بھائی حضرت سَیِّدُ نا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرنے حاضر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے، میں داخل ہوا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے بھائی! آپ کا آنا مبارک ہو! بے شک میں نے رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو (خواب میں) کمرے کے اس روشن دان سے دیکھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم فرما رہے تھے: اے عثمان! ان لوگوں نے تمہارا گھیراؤ کیا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک ڈول میرے قریب کیا جس میں پانی تھا، میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو ان لوگوں کے خلاف تمہاری مدد کی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطاری کرو۔'' میں نے نبیٔ کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے پاس افطار کرنے کو پسند کیا۔'' چنانچہ اسی روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

جن لوگوں نے حضرت سَیِّدُ نا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخمی ہونے پر خون میں لت پت دیکھا تھا حضرت سَیِّدُ نا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے پوچھا: ''حضرت سَیِّدُ نا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون میں لت پت ہوتے ہوئے کیا فرمایا تھا؟'' تو انہوں نے جواب دیا: ''ہم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے سنا: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سَیِّدُ نا محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی اُمّت کو اتفاق واتّحاد عطا فرما۔'' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر حضرت سَیِّدُ نا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دُعا کرتے، کہ اللہ مسلمانوں کو اتفاق نہ دے تو مسلمانوں میں قیامت تک اتفاق نہ ہوتا۔''

امیرالمؤمنین حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کا وصال:

حضرت سَیِّدُ نا حنظلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جس صبح حضرت سَیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم زخمی ہوئے اس رات آپ لیٹے ہوئے تھے کہ ابنِ نبّاح نے طلوعِ فجر کے وقت آ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی اطلاع دی، آپ لیٹے رہے اور طبیعت پر کچھ بوجھ تھا، وہ دوبارہ تشریف لائے تو اسی طرح طبیعت بوجھل تھی۔ وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر چل پڑے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اُشْدُدْ حَيَازِيْمَكَ لِلْمَوْتِ　　فَاِنَّ الْمَوْتَ لَاقِيْكُمَا

وَلَاتَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ　　اِذَا دَخَلَ بِوَادِيْكُمَا

ترجمہ: (۱)......موت کے لئے تیاری کرو کیونکہ موت تمہارے پاس ضرور آئے گی۔

(۲)......اور موت سے خوف نہ کھاؤ جب وہ تمہاری وادی میں اُترے۔

جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے دروازے تک پہنچے، تو ابنِ مُلجم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا باہر تشریف لائیں اور وہ کہہ رہیں تھیں: ''نمازِ فجر کے وقت میرے ساتھ کیا ہوا، میرے خاوند (حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی صبح کی نماز میں شہید ہوئے اور میرے والد ماجد کو بھی نمازِ فجر کے وقت شہید کیا گیا۔

ایک قریشی کا بیان ہے: ''جب ابنِ مُلجم نے حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔''

قریبُ المرگ (مرنے کے قریب) لوگوں کے اقوال

حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال:

جب حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہونے لگا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''مجھے بٹھاؤ۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھایا گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر و تسبیح بیان کرنے لگے، پھر روتے ہوئے فرمایا: ''اے معاویہ! اب بڑھاپے اور کمزوری کے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر یاد آیا، اُس وقت کیا تھا جب جوانی کی شاخ تر و تازہ تھی۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ آپ کی آواز بلند ہوگئی اور بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کرنے لگے: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس گناہ گار سخت دِل بوڑھے پر رحم فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری لغزش سے درگزر فرما، میری خطا معاف فرما اور اپنے حلم و بردباری سے اس بندے کو اپنی طرف لوٹا جو تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں رکھتا اور نہ ہی تیرے سوا کسی پر بھروسہ رکھتا ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقتِ وصال:

جب حضرت سَیِّدُنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو انہوں نے عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں پہلے تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھ سے اُمید رکھتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو جانتا ہے کہ میں دنیا اور لمبی عمر کو اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ اس میں میرے لئے نہریں جاری ہوں اور درخت لگے ہوں بلکہ میں تو اسے اس لئے پسند کرتا تھا تاکہ گرمیوں کے موسم میں پیاس پر صبر کروں، زمانے کی تکالیف برداشت کروں اور مجالسِ ذکر میں علماء کے سامنے دوزانو بیٹھوں۔''

حضرت سَیِّدُنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کا وقتِ وصال:

حضرت ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے بوقتِ وصال پوچھا گیا: ''آپ کی کیا خواہش ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے ایک لمحہ پہلے مجھے اپنی موت کا علم ہو جائے۔''

قبر کی حالت اور قبروں کے پاس بزرگوں کے اقوال:

حضرت سَیِّدُنا ضحاک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا: ''یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! لوگوں میں سے سب سے بڑا زاہد کون ہے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قبر اور گلنے سڑنے کو نہ بھولے، دنیا کی زینت کو چھوڑ دے، فنا ہونے والی پر باقی رہنے والی کو ترجیح دے اور آنے والے کل کو اپنی زندگی میں شمار نہ کرے نیز اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرے۔''

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الزهد وقصر الأمل، الحدیث ١٠٥٦٥، ج٧، ص ٣٥٥_٣٥٦، من أهل القبور: بدله: فی الموتی)

حضرت سَیِّدُنا حسن بن صالح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جب قبرستان کو دیکھتے تو فرماتے: ''تمہارا ظاہر کتنا اچھا ہے! لیکن مصیبت تو تمہارے اندر ہے۔''

حضرت سَیِّدُنا داوٗد طائی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر رو رو کر کہہ رہی تھی:

عُدِمَتِ الْحَيَاةُ وَلَا نِلْتَهَا	إِذَا أَنْتَ فِي الْقَبْرِ قَدْ أَلْحَدُوكَ
فَكَيْفَ أَذُوقُ طَعْمَ الْكَرَا	وَأَنْتَ يَمُنَاكَ قَدْ وَسَّدُوكَ

ترجمہ: (۱)...... تیری زندگی ختم ہو گئی اور تو اسے دوبارہ نہ پا سکے گا جب لوگ تجھے قبر میں دفن کر دیں گے۔

(۲)...... مجھے نیند کا مزہ کیسے آئے، جبکہ لوگوں نے تجھے دائیں پہلو پر لٹا دیا ہے۔

پھر اس نے کہا: ''اے میرے بیٹے! کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ کیڑوں نے تیرا کون سا رخسار پہلے کھایا؟'' یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا داوٗد طائی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اولاد کی موت کے وقت کے آداب:

جب تمہارا بیٹا یا قریبی رشتہ دار فوت ہو تو موت کو ایک منزل جانو اور یہ خیال کرو کہ وہ شخص سفر میں تم سے آگے نکل گیا اور تمہیں اس کے پیچھے ضرور جانا ہے یا وہ تجھ سے پہلے وطن لوٹ گیا اور تمہیں اس کے بعد جانا ہے کیونکہ جب تمہیں معلوم ہوگا کہ عنقریب تم نے بھی اس سے ملنا ہے تو تم پر موت گراں نہ ہوگی۔

زیارتِ قبور:

کبھی کبھی قبروں کی زیارت کے لئے جانا **مستحب** ہے، پہلے ہمیں زیارتِ قبور سے منع کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُ نا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں، مردوں کو غسل دو کہ روح سے خالی جسم کی درستگی اور تدبیر بہت بڑی نصیحت ہے۔'' مزید فرمایا: ''نمازِ جنازہ پڑھا کرو، شاید یہ تمہیں غمزدہ کردے کیونکہ غمگین شخص رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے سائے میں ہوگا۔ (شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلاۃ ......الخ، فصل فی زیارۃ القبور، الحدیث ۹۲۹۱، ج۷، ص۱۵)

نبیٔ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

زُوْرُوْا أَمْوَاتَكُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَصَلُّوْا عَلَيْهِمْ فَإِنَّ لَكُمْ فِيْهَا عِبْرَةٌ.

ترجمہ: اپنے فوت شدہ لوگوں کی (قبروں کی) زیارت کرو، اُن کو سلام پیش کرو، اُن کے لئے دعائے رحمت کرو، کیونکہ اِس میں تمہارے لئے عبرت ہے۔

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الزای، الحدیث ۳۱۶۰، ج۱، ص۴۲۳)

موت کی حقیقت:

جاننا چاہئے! موت کی حقیقت روح کا جسم سے جدا ہونا ہے نہ کہ روح کا بالکل ختم ہوجانا۔ جیسا کہ آیاتِ مبارکہ، احادیثِ طیبہ اور معتبر ذرائع اس پر دلالت کرتے ہیں۔ پس جہاں تک آیاتِ مبارکہ کا معاملہ ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O (پ۴، ال عمران: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو **اللہ** کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

یہ آیت شہداءِ کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

کیا مُردے زندوں کا کلام سنتے ہیں؟

اسی طرح بدبختوں کے بارے میں حدیثِ مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ جب غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہوگئے تو نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ان کو پکار کر پوچھا: ''اے فلاں! اے فلاں! میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے وعدے کو سچا پایا، کیا تم نے بھی اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا پایا؟'' عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! آپ ان مُردوں کو پکار رہے ہیں؟'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت

میں میری جان ہے! یہ لوگ اس گفتگو کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض المقعد المیت ......الخ، الحدیث ۷۲۲۲/۷۲۲۳،ص۱۱۷۶)

ملائکہ رحمت کا میت کو تسلی دینا:

حضرت سیِّدُنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولِ اَکرم، نورِ مجسم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب مؤمن کی روح پرواز کرتی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے رحمت کے فرشتے اس سے اس طرح ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا میں خوشخبری دینے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔اور کہتے ہیں:''اپنے بھائی کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ آرام پائے، کیونکہ یہ سخت تکلیف میں تھا۔'' پھر وہ اس سے مختلف سوالات کرتے ہیں:''فلاں نے کیا کیا؟ فلاں عورت نے کیا کیا؟ کیا فلاں عورت کی شادی ہوگئی؟'' جب وہ اس سے پہلے مرنے والے کسی شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ''وہ شخص تو مجھ سے پہلے مرگیا تھا۔'' پس وہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝'' (پ۲،البقرة،۱۵۶) ترجمۂ کنزالایمان: ہم **اللہ** کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔'' پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں:''اسے اپنے ٹھکانے دوزخ میں پہنچادیا گیا۔''

(موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب ملاقاة الارواح، الحدیث ۲۷۴،ج۵،ص ۴۸۱۔۴۸۲)

قبر کا میت سے کلام کرنا:

سرکارِمدینہ، راحتِ قلب وسینہ، سلطانِ باقرینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے:''جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے:''اے انسان! تیری ہلاکت ہو، تجھے میرے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈالا؟ کیا تجھے معلوم نہ تھا، کہ میں فتنوں کا گھر، اندھیری کوٹھڑی، تنہائی اور وحشت کی جگہ اور کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہوں۔ تجھے میرے بارے میں کس چیز نے دھوکے میں ڈالا کہ تو میرے اوپر اکڑ اکڑ کر چلتا (یعنی ایک قدم آگے کرتا اور دوسرا پیچھے)، اگر وہ نیک ہو تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا قبر کو جواب دیتا ہے اور کہتا ہے:''کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا۔'' تو قبر کہتی ہے:''اگر یہ بات ہے تو میں اس پر سرسبز وشاداب ہوجاتی ہوں اور اس کا جسم نور میں بدل جائے گا اور روح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف پرواز کرجائے گی۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث۹۴۲،ج۲۲،ص۳۷۷۔المعجم الاوسط، الحدیث۸۶۱۳،ج۶، ص۲۳۲)

عذابِ قبر اور منکر نکیر کے سوالات

حضرت سیِّدُنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عزَّوجلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے لئے گئے۔ نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم اپنا

سرِ انور جھکا کر اس کی قبر کے پاس تشریف فرما ہوگئے پھر تین بار فرمایا: ''أَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

مؤمن کا سفرِ آخرت:

پھر آپ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: **بندۂ مؤمن** جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرشتوں کو بھیجتا ہے جن کے چہرے سورج کی مانند ہوتے ہیں، اُن کے پاس اس کی خوشبو اور کفن ہوتا ہے، وہ اس کے سامنے تاحدِّ نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ تمنا کرتا ہے کہ اُس کی روح اِس کے اندر داخل ہو۔ جب اس کی روح اوپر لائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: ''اے رب عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا فلاں بندہ حاضر ہے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اس کو واپس لے جاؤ! اور وہ کرامات دکھاؤ جو میں نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں، کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ (پ١٦، طٰهٰ: ٥٥)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے؟

جب لوگ واپس لوٹتے ہیں تو **مُردہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے** یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: ''يَا هٰذَا، مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِيْنُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟'' وہ جواب دیتا ہے: ''میرا رب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت (سیِّدنا) **محمد مصطفٰی** (صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم) ہیں۔'' وہ دونوں فرشتے اسے بہت زیادہ جھڑکتے ہیں اور یہ آخری آزمائش ہے جس میں میت کو مبتلا کیا جاتا ہے۔ پس جب وہ یہ جوابات دیتا ہے تو ایک منادی ندا دیتا ہے: ''تو نے سچ کہا اور یہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کا معنی ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ (پ١٣، ابراھیم: ٢٧)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

پھر اس کے پاس ایک آنے والا آتا ہے جو نہایت خوبصورت چہرے والا، عمدہ خوشبو اور حسین لباس میں ملبوس ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: ''تجھے تیرے رب کی رحمت اور باغات کی خوشخبری ہو، جن میں دائمی نعمتیں ہیں۔'' قبر والا کہتا ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے بھی بھلائی کی بشارت دے، تو کون ہے؟'' وہ کہتا ہے: ''میں تیرا نیک عمل ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں جانتا تھا کہ تو نیکی میں

جلدی کرنے والا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں دیر کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔'' پھر ایک منادی ندا دیتا ہے: ''اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔'' پس اس کے لئے جنتی بچھونا بچھایا جاتا اور جنت کی طرف دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جلد از جلد قیامت قائم فرما، تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

کافر کا سفرِ آخرت:

کافر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا رشتہ ختم ہونے لگتا ہے، تو اس کے پاس نہایت سخت کرّے (یعنی طاقتور) فرشتے آتے ہیں، اُن کے پاس آگ کا لباس اور گندھک کی قمیص ہوتی ہے، وہ اُسے گھیر لیتے ہیں۔ جب اس کی رُوح نکلتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان والے فرشتے اور تمام آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر دروازہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ اس میں سے گزرے۔ جب اس کی روح کو اُوپر لے جایا جاتا ہے، تو اسے پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ''اے رب عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا فلاں بندہ ہے اسے نہ آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ''اس کو واپس لے جاؤ اور میں نے اس کے لئے جو شر (یعنی بُرا عذاب) تیار کر رکھا ہے وہ اسے دِکھاؤ کیونکہ میرا اس سے وعدہ ہے:

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝ (پ ١٦، طٰهٰ: ٥٥)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

جب لوگ واپس پلٹتے ہیں، تو مُردہ اُن کے جوتوں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: ''یَا هٰذَا، مَنۡ رَبُّكَ؟ وَمَا دِيۡنُكَ؟ وَمَنۡ نَبِيُّكَ؟ ترجمہ: اے فلاں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟'' وہ جواب دیتا ہے: ''میں نہیں جانتا۔'' پس کہا جاتا ہے: ''تو نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔''

پھر اس کے پاس ایک نہایت بدصورت، بدبودار، بدلباس آتا ہے، وہ کہتا ہے: ''تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی اور دردناک دائمی عذاب کی خبر ہو۔'' کافر مردہ کہتا ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے بری خبر سنائے، تو کون ہے؟'' وہ جواب دیتا ہے: ''میں تیرا برا عمل ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تو اس کی نافرمانی میں جلدی کرتا اور اس کی فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے برا بدلہ دے۔'' پھر اس پر ایک بہرہ، اندھا اور گونگا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے، اس کے پاس لوہے کا ایک گُرز ہوتا ہے، اگر جن وانس اسے مل کر اُٹھانا چاہیں تو نہ اُٹھا سکیں، اگر اُسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ وہ اُسے ایک ضرب

لگا تا ہے تو وہ (کافر مردہ) مٹی ہو جا تا ہے پھر اس میں روح لوٹ آتی ہے، پھر وہ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک ضرب لگا تا ہے تو **جن وانس کے علاوہ زمین کی تمام مخلوق اُسے سنتی ہے۔** مزید فرمایا: پھر ایک نداد ینے والا ندا دیتا ہے: ''اس کے لئے آگ کی تختیاں بچھاؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔'' پس اس کے لئے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب مسئلة فی القبر، الحدیث ۴۷۵۳، ص ۱۵۷۲، مفهومًا)

(المستدرك، کتاب الایمان، باب مجیء ملك الموت عند قبض الروح......الخ، الحدیث ۱۱۴، ج ۱، ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے: ''مؤمن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے اور اُس کی قبر ستر گز کشادہ اور منوّر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو جاتی ہے اور کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ ''فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (پ ۱۶، طٰه: ۱۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: تو بے شک اس کے لئے تنگ زِندگانی ہے۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''**اللہ** عزَّوَجلَّ **اور اس کا رسول** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم **بہتر جانتا ہے۔**'' تو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کافر کو قبر میں یوں عذاب ہوتا ہے کہ اس پر ننانوے ''تِـنِّیـْن'' مسلّط کر دیئے جاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو ''تِنِّیْن'' کیا ہے؟ وہ ننانوے سانپ ہیں، ہر سانپ کے ستر سر (یعنی پھن) ہیں، وہ قیامت تک اس کے جسم کو کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہیں گے۔'' (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل فی احوال المیت فی قبره، الحدیث ۳۱۱۲، ج ۵، ص ۵۰، تسع و تسعون بدله سبعون)

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں، حبیبِ خدا عزَّوَجلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً وَلَوْ سَلِمَ اَوْ نَجَا مِنْهَا اَحَدٌ لَنَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ. ترجمہ: بے شک قبر دباتی ہے اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہتا یا نجات پاتا تو سعد بن معاذ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نجات پاتے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة، الحدیث ۲۴۷۱۷، ج ۹، ص ۳۹۲)

جب نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو منکر نکیر کے بارے میں بتایا تو انہوں نے عرض کی: ''یا رسول اللہ عزَّوَجلَّ وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم! کیا اس وقت میری عقل یونہی ہوگی؟'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں۔'' تو حضرت سیِّدُنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: ''اِذَنْ اَكْفِیْهُمَا ترجمہ: پھر تو میں ان کو کافی ہوں گا۔''

(التمهید لابن عبد البر، هاشم بن عروة بن الزبیر بن العوام، تحت الحدیث ۶۷۱، ج ۹، ص ۲۳۳، مفهومًا)

پس آپ کا یہ فرمانِ عالیشان اس پر دلالت کرتا ہے کہ موت سے عقل زائل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

صور کے پھونکے جانے اور مابعد کے حالات:

گزشتہ بیان سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں: موت کی ہولناکی وسختی کی شدّت، خوفِ عاقبت کا خطرہ، قبر کا اندھیرا اور اس کے کیڑوں کو برداشت کرنا، منکر نکیر اور ان کے سوالات، پھر اگر وہ بدبخت ہو تو قبر کا دردناک عذاب۔ اور فوت ہونے والے کے سامنے ان تمام سے بڑے خطرات یہ ہیں: صور پھونکنا، قیامت کے دن دوبارہ اٹھنا، جبّار وقہّار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہونا، ہر چھوٹے بڑے گناہ کی پُوچھ گُچھ، میزانِ عدل قائم کرنا، تاکہ بندہ اپنے اعمال کا وزن دیکھ لے، باریک اور تیز دھار پلِ صراط پر سے گزرنا اور فیصلہ ہونے کے بعد اعلان کا انتظار کرنا یا تو خوش بختی حاصل ہوگی یا بدبختی مقدّر رہے گی۔

ان تمام احوال اور ہولناک امور کی معرفت، ان پر قطعی طور پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا اور اس کے بعد گہرا غور وفکر کرنا ضروری ہے تاکہ تمہارے دل ان کی تیاری پر ابھارنے والے اعمال کی طرف مائل ہوں۔

اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں آخرت پر مضبوط ایمان نہیں اور نہ ہی ان کے دلوں کے اندر ایمان نے مقام پکڑا ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ وہ گرمیوں کی گرمی اور سردیوں کی سردی سے بچنے کے لئے خصوصی طور پر تیاری کرتے ہیں لیکن جہنم کی گرمی اور سردی سے بچنے کا انتظام کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ جہاں تک صور پھونکنے کا تعلق ہے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیۡہِ اُخۡرٰی فَاِذَا ہُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ۝ (پ ٢٤، الزمر: ٦٨)

ترجمۂ کنز الایمان: اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہوجائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے **اللّٰہ** چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

صَعِقَ کا معنی ہے: ''وہ مرجائیں گے، مگر جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے اور وہ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت عزرائیل علیہم السلام ہیں۔'' پھر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ملک الموت کو حضرت جبرائیل پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل علیہم السلام کی روح قبض کرنے کا حکم دے گا پھر ملک الموت علیہ السلام کو مرنے کا حکم ہوگا تو وہ بھی مرجائیں گے۔''

ثُمَّ نُفِخَ فِیۡہِ اُخۡرٰی فَاِذَا ہُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ۝ (پ ٢٤، الزمر: ٦٨)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔

پھر انہیں ننگے پاؤں، ننگے جسم میدانِ محشر کی طرف لایا جائے گا۔ ہر ایک اپنے پسینہ میں شرابور ہوگا اور ہر ایک کا پسینہ اس کے گناہوں کے مطابق ہوگا۔ پس ہر شخص سے گٹھلی کے سوراخ اور کھجور کے ریشے جیسی معمولی چیز کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ پھر میزان پر اس کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا اور اس وقت مدِّ مقابل سے ہونے والی زیادتیوں کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پھر انہیں پلِ صراط کی طرف لے جایا جائے گا، جس طرح عقیدے کے بیان میں گزر چکا ہے اور اس وقت ان سے پُوچھ گُچھ ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ O وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ O (پ ۲۳، الصّٰفّٰت:۲۳،۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ان سب کو ہانکو راہِ دوزخ کی طرف۔ اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

شفاعت کا بیان:

جاننا چاہئے! جب مؤمنین کے کچھ گروہوں پر عذاب ثابت کر دیا جائے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے حق میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء و علماء کرام رحمہم اللہ تعالی کی شفاعت قبول فرمائے گا اور ہر مقرَّب بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حوضِ کوثر کا بیان:

حضرت سَیِّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو نیند کا ایک جھونکا سا آیا، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مسکراتے ہوئے سرِ انور اُٹھایا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''یا رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ کس وجہ سے مسکرائے؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر ابھی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اس کی تلاوت فرمائی: ''**اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ O** (پ ۳۰، الکوثر:۱)'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے استفسار فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو؟ کوثر کیا ہے؟ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ **اور اس کا رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم بہتر جانتا ہے۔**'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس پر بہت برکت ہے، اس پر ایک حوض ہے جس پر میری امت آئے گی، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال .....الخ، الحدیث ۸۹۴، ص ۷۴۱)

اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں بھی اس پر جانا نصیب فرما۔ (آمین)

جہنم، اس کی سختیاں اور عذاب: اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین:

یاد رکھئے! سب لوگوں کو جہنم پر سے گزرنا پڑے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ نصیحت نشان ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ج كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا O (پ ۱۶، مریم:۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو! نجات کا حصول صرف تقوٰی پر ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ حقیقت نشان ہے:

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (پ ١٦، مریم: ٧٢) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے۔

یاد رکھئے! اس پر سے گزرنا تو یقینی ہے لیکن تقوٰی میں شک ہے جس پر نجات کا دارومدار ہے۔ اے مسکین! تو اپنے دل میں اس مقام کے ہولناک منظر کا شعور بیدار کر، جبکہ لوگ بڑی بڑی ہلاکتوں کا سامنا کرنے کی وجہ سے شدید مصائب میں مبتلا ہوں گے کہ اچانک مجرموں کو شاخ در شاخ اندھیرے گھیر لیں گے اور لپٹ جانے والی آگ ان پر چھا جائے گی، وہ اس کا جوش اور گھُٹی ہوئی آوازیں سنیں گے جو اس کے شدّتِ غیظ وغضب پر دلالت کر رہی ہوں گی، اس وقت مجرموں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو جائے گا اور وہ زمین پر گھٹنوں کے بل گر جائیں گے حتّٰی کہ بچ جانے والوں کو بھی برے خاتمے کا خوف ہوگا اور جہنم کا ایک فرشتہ پکارے گا: ''فلاں بن فلاں کہاں ہے جس نے دنیا میں لمبی امیدوں کی وجہ سے ٹال مٹول سے کام لیا اور برے اعمال میں عمر کو ضائع کر دیا؟'' وہ لوہے کے گرز لے کر اُس کی طرف دوڑیں گے، اور اسے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے اور گہرے جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیں گے اور اس سے کہیں گے: ''**ذُقْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ** ○ (پ ٢٥، الدخان: ٤٩) ترجمۂ کنزالایمان: چکھ، ہاں! ہاں! تو ہی بڑا عزّت والا، کرم والا ہے۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم)

جنت اور اس کی نعمتیں:

جاننا چاہئے! دوزخ کے مقابلے میں ٹھہرنے کا مقام جنّت ہے، آخرت میں جو شخص ان دو گھروں میں سے کسی ایک سے دور رہا وہ دوسرے میں جائے گا۔ جہنم کو یاد رکھو، تاکہ تمہارے دِل میں اس کا خوف پیدا ہو اور جب تمہارے دل میں غلبۂ خوف اور بکثرت گناہوں کی وجہ سے مایوسی پیدا ہونے کا ڈر ہو، تو جنت کو یاد کرو، تاکہ اس کی اُمید پیدا ہو۔

آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ طیّبہ میں جنتیوں کی صفات، ان کی نعمتوں، امن، کھانے پینے اور پھلوں کے بارے میں جامع بیان ہے اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ احادیثِ مبارکہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دیدار پر بھی دلالت کرتی ہیں اور یہ جنّت کا بلند ترین درجہ ہے۔

حضرت سَیِّدُنا جریر بن عبداللہ **البَجَلِی** رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان فرماتے ہیں، ہم نبیِّ کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''بے شک تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اُس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز (یعنی نمازِ فجر وعصر) ادا کرو۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ج (پ ١٦، طه: ١٣٠) ترجمۂ کنزالایمان: اوراپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولوسورج چمکنے سے پہلے اوراس کے ڈوبنے سے پہلے۔

(صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، الحديث ٥٥٤، ص ٤٥)

دیدارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ:

حضرت سَیِّدُنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط (پ ١١، یونس: ٢٦) ترجمۂ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اوراس سے بھی زائد۔

پھرارشادفرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ایک آواز سنائی دے گی: ''تمہارے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ایک وعدہ ہے، وہ اُسے پورا کرنا چاہتا ہے۔'' اہلِ جنت عرض کریں گے: ''وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا ہمارے نیکیوں کے پلڑے کو بھاری اور ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا گیا، ہمیں جنت میں داخل اور جہنم سے بچایا نہیں گیا؟'' آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ''پس پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زیارت کریں گے اور انہیں کوئی چیز دیدارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے بڑھ کر محبوب نہ ہوگی۔''

(صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب اثبات رؤية المؤمنين، الحديث ٤٤٩، ص ٧٠٩، بتغيرٍ قليلٍ)

(جامع الترمذی، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس، الحديث ٣١٠٥، ص ١٩٦٦)

دیدارِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں متعدد صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے حدیث مروی ہے اور یہ بہت بڑی خوبی اور انتہاء درجہ کی نعمت ہے اور ہم نے جتنی بھی نعمتیں تفصیلاً بیان کی ہیں، اس نعمت کے مقابلے میں وہ سب بُھول جاتی ہیں اور جنّتی جب زیارتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ سے مشرَّف ہوں گے، تو ان کو انتہائی مسرَّت ہوگی، بلکہ جنَّت کی کسی لذَّت کو لذَّتِ دیدارِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے کوئی نسبت نہیں، اس کا کچھ تذکرہ ہم نے محبت کے بیان میں کیا ہے۔

مختصر یہ کہ بندے کو چاہئے کہ جنت میں دیدارِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی نعمت کی خواہش نہ کرے، کیونکہ اس کے علاوہ دیگر نعمتوں میں تو اِنسان کے ساتھ چراگاہوں میں چرنے والے جانور بھی شریک ہیں۔ اس بات کو سمجھ لو فائدہ ہوگا۔

اختتامیہ

نیک فالی کے طور پر وسعتِ رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ پر دلالت کرنے والی اَحادیث کا بیان

حدیث پاک میں ہے: ''نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم (نیک) فال لینے کو پسند فرماتے تھے۔''

(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیر والفأل......الخ، الحدیث ۵۸۰۲، ص ۱۰۷۳)

ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل ورحمت اور مغفرت کی وسعت سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی کا اختتام بہتر فرمائے گا جس طرح ہم نے اس کتاب کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ومغفرت کی وسعت پر دلالت کرنے والی احادیثِ مبارکہ کے بیان پر مکمل کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ مغفرت نشان ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ (پ۵، النساء: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔

﴿۲﴾ وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝ (پ۵، النسآء: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر **اللہ** سے بخشش چاہے تو **اللہ** کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قلم کی ہر لغزش سے معافی طلب کرتے ہیں۔

حضور سیِّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک سو رحمتیں ہیں، جن میں سے ایک رحمت اس نے جنّوں، انسانوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کے درمیان رکھی۔ اسی کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اور ننانوے رحمتوں کو روک رکھا ہے، جن کے ذریعے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔'' (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی، الحدیث ۶۹۷۴، ص ۱۱۵۵)

مروی ہے، ''جب قیامت کا دن ہوگا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا: ''اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ وَاَنَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ترجمہ: بے شک میری رحمت، میرے غضب پر غالب آگئی اور میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔'' (تفسیر الطبری، سورۃ الانعام، تحت الآیۃ ۲، الحدیث ۱۳۱۰۶، ج۵، ص ۱۵۵)

اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت ہم مسلمانوں کے لئے اپنی شان کے مطابق مسکراتے ہوئے تجلّی فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا:

اَبْشِرُوْا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! فَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا وَقَدْ جَعَلْتُ فِی النَّارِ مَكَانَهٗ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا۔

ترجمہ: اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں خوشخبری ہو، میں نے تم میں سے ہر ایک کی جگہ جہنم میں کسی یہودی یا عیسائی کو بھیج دیا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی موسی الاشعری، الحدیث ۱۹۶۷۴، ج۷، ص ۱۵۵۔۱۵۶، بتغیرٍ قلیلٍ)

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے:

یُشَفِّعُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ فِیْ مِائَةِ أَلْفِ أَلْفٍ وَعَشْرَةِ اٰلَافِ أَلْفٍ. ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے گیارہ کروڑ افراد کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(المعجم الاوسط ، الحدیث ٦٨٤٠، ج٥، ص١٣٨)

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال، دافِعِ رنج ومَلال صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت ارشاد فرمائے گا: ''**أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْماً أَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ** ترجمہ: اس شخص کو بھی دوزخ سے نکال دو جس نے کسی دن میرا ذکر کیا ہو یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا ہو۔''

(جامع الترمذی، ابواب صفة جھنم، باب ماجاء ان للنار نفسین...... الخ، الحدیث ٢٥٩٤، ص١٩١٣)

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب تمام جہنمی اور مسلمانوں میں سے جن کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے گا، جہنم میں جمع ہوجائیں گے تو کفار مسلمانوں سے پوچھیں گے: ''کیا تم مسلمان نہیں تھے؟'' وہ جواب دیں گے: ''ہاں! کیوں نہیں۔'' تو وہ کہیں گے: ''تمہیں تمہارے اسلام نے کوئی فائدہ نہ دیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ جہنم میں ہو۔'' وہ جواب دیں گے: ''ہم نے گناہوں کا ارتکاب کیا، اسی وجہ سے ہمارا مؤاخذہ ہوا۔'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی یہ بات سنے گا تو مسلمانوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم فرما دے گا۔'' پس ان کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔ جب کفار یہ دیکھیں گے تو کہیں گے: ''کاش! ہم مسلمان ہوتے اور ہمیں بھی ان کی طرح جہنم سے نکال دیا جاتا۔'' پھر آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: ''**رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ O** (پ ١٤، الحجر: ٢) ترجمۂ کنز الایمان: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش! مسلمان ہوتے۔''

(تفسیر الطبری، سورۃ الحجر، تحت الآیة ٢/١، الحدیث ٢١٠٠٥، ج٧، ص٤٨٩)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے:

لَلّٰہُ أَرْحَمُ بِعَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِیْقَةِ بِوَلَدِھَا. ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے مؤمن بندے پر اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد ......الخ، الحدیث ٥٩٩٩، ص٥٠٨، مختصراً)

حضرت سیِّدُنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''بروزِ قیامت جس شخص کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں گی وہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوجائے گا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر برابر ہوں گی، اُس سے آسان حساب لیا جائے گا پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور نبیِّ رحمت صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جنہوں نے

دنیا میں اپنے کو ہلاک کیا اور ان کی پیٹھ پر بوجھ ہے۔''

مروی ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام سے فرمایا: ''قارون نے تم سے مدد مانگی تو تم نے اس کی مدد کیوں نہ کی، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو میں اس کی مدد بھی کرتا اور اسے معاف بھی کر دیتا۔''

حضرت سَیِّدُنا صنابحی علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں: ''میں حضرت سَیِّدُنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرض الموت میں تھے، میں رو پڑا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''صبر کرو، روتے کیوں ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم سے سنی ہوئی ہر حدیث، جس میں تمہارے لئے بھلائی ہو، تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے، آج میں وہ بھی تمہیں بیان کئے دیتا ہوں کیونکہ میرا نفس گھیر لیا گیا ہے۔

میں نے نبیِّ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''جس نے یہ گواہی دی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت (سَیِّدُنا) محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر دوزخ کو حرام فرما دے گا۔''

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات ......الخ، الحدیث ۱۴۲، ص ۶۸۶)

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ **اللہ** کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: بروزِ قیامت تمام مخلوق کے سامنے میرے ایک اُمّتی کو لایا جائے گا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر کی وسعت تاحدِّ نگاہ ہوگی، پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ استفسار فرمائے گا: ''کیا تم اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ کیا نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا؟'' وہ عرض کرے گا: ''یارب عَزَّوَجَلَّ! نہیں۔'' پھر ارشاد فرمائے گا: ''کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟'' وہ عرض کرے گا: ''نہیں، یارب عَزَّوَجَلَّ۔'' پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''لیکن تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے، آج کے دن تم پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔'' پس ایک کاغذ نکالا جائے گا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تحریر ہوگا۔'' وہ عرض کرے گا: ''اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلے میں اس پرچے کی کیا حیثیت ہے؟'' **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔'' حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، قاسمِ نعمت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ''پس یہ رجسٹر ایک پلڑے میں اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا۔'' مزید فرمایا: ''پس رجسٹروں والا پلڑا ہلکا اور پرچے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔''

(جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد أن لا الہ الا اللّٰہ، الحدیث ۲۶۳۹، ص ۱۹۱۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِ اللّٰهِ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم.

مآخذ و مراجع

نمبرشمار	کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	ضیاء القرآن پبلی کیشنزلاهور
2	کنز الایمان فی ترجمة القرآن	اعلیٰحضرت امام احمد رضاخان علیه رحمة الرحمٰن متوفّٰی ١٣٤٠ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنزلاهور
3	تفسیر قرطبی	امام محمد بن احمد القرطبی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٦٧١ھ	دارالفکر بیروت
4	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٥٦ھ	دار السلام ریاض
5	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٦١ھ	دار السلام ریاض
6	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٧٩ھ	دارالسلام ریاض
7	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٧٥ھ	دارالسلام ریاض
8	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب النسائی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣٠٣ھ	دارالسلام ریاض
9	سنن ابن ماجة	امام محمد بن یزید القزوینی ابن ماجه رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٧٣ھ	دارالسلام ریاض
10	صحیح ابن خزیمه	الامام ابوبکرمحمد بن اسحاق بن خزیمه رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣١١ھ	المکتب الاسلامی بیروت
11	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	الحافظ محمد بن حبان رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣٥٤ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
12	کتاب المراسیل لابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٧٥ھ	ملتان پاکستان
13	مسند ابی یعلی	ابو یعلی احمد الموصلی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣٠٧ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
14	مسند للامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٤١ھ	دارالفکربیروت
15	الزهد للامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٤١ھ	دارالغدجدید
16	فردوس الاخبارللدیلمی	الحافظ شهرویه بن شهر دار بن شهرویه الد یلمی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٥٠٩ھ	دار الفکر بیروت
17	البحرالزخار المعروف بمسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزاررحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٩٢ھ	مکتبة العلوم والحکم مدینه منوره
18	المعجم الکبیر	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣٦٠ھ	داراحیاء التراث بیروت
19	مسند الشهاب القضاعی	امام شهاب القضاعی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٤٥٤ھ	المکتبة الالفیة بیروت
20	موسوعه لامام ابن ابی الدنیا	الحافظ ابی بکر عبدالله بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٨١ھ	دارالکتب العلمیة
21	مکارم الاخلاق للخرائطی	امامابو بکر محمد بن جعفربن محمد خرائطی رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٣٢٧ھ	المکتبة الشاملةدارالفکر دمشق
22	مکارم اخلاق	الحافظ ابی بکر عبدالله بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا رحمة الله تعالیٰ علیه متوفّٰی ٢٨١ھ	دارالکتب العلمیة
23	أخلاق النبی علیه السلام	عبد الله بن محمد بن جعفر الشیخ الاصبهانی رحمة الله تعالیٰ علیه	المکتبه الشامله دمشق

24	مکارم اخلاق للطبرانی	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ
25	المعجم الاوسط	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہمتوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
26	المعجم الصغرللطبرانی	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہمتوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
27	کتاب الدعاء	الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیہمتوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
28	سنن الدارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ تعالی علیہمتوفّٰی۲۵۵ھ	باب المدینہ کراچی
29	الشمائل المحمدیہ للترمذی	امام محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۲۷۹ھ	داراحیاء التراث بیروت
30	المستد رک علی الصحیحین	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت
31	دلائل النبوۃ للبیھقی	الحافظ احمد بن الحسین البیھقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
32	السنن الکبریٰ للنسائی	امام احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
33	السنن الکبریٰ للبیھقی	الامام احمد بن الحسین البیھقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
34	شعب الایمان	الامام احمد بن الحسین البیھقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
35	الزھد الکبیر للبیھقی	الامام احمد بن الحسین البیھقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۵۸ھ	موسؤالکتب الثقافیۃ
36	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت
37	المصنف لابن ابی شیبۃ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت
38	مصنف عبدالرزاق	امام عبد الرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
39	التاریخ البغداد	الامام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
40	الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
41	حلیۃ الاولیاء	الامام الحافظ ابو نعیم الاصفھانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
42	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی رحمۃاللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
43	معرفۃ علوم الحدیث للحاکم	امام محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۴۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
44	سیراعلام النبلاء	امام شمس الدین محمد بن احمد الذھبی رحمۃاللہ تعالی علیہ متوفّٰی۷۴۸ھ	دار الفکر بیروت
45	المجرحین لابی حاتم	الحافظ محمد بن حبان رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
46	کتاب الزھدلابن مبارک	امام عبد اللہ بن مبارک المروزی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
47	مساوئ الأخلاق للخرائطی	امامابو بکر محمد بن جعفربن محمد خرائطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۳۲۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
48	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت

المكتبة الشاملة	محمد بن نصر رحمۃ اللہ تعالی علیہ	تعظیم قدر الصلاۃ	49
دار الکتب العلمیۃ بیروت	امام اسمٰعیل بن محمد بن الھادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۱۶۲ھ	کشف الخفاء ومزیل الالباس	50
المكتبة الشاملة	امام ابو بکر الشافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	(الفوائد الشھیر بالغیلا نیات	51
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	52
پشاور پاکستان	عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اللہ الغنی متوفّٰی ۱۱۴۳ھ	الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	53
رضا فاونڈیشن لاھور	اعلیحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	الفتاوٰی الرضویۃ	54
دار المعرفۃ بیروت	علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۰۸۸ھ	الدر المختار	55
دار المعرفۃ بیروت	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۲۵۲ھ	رد المحتار	56
کوئٹہ پاکستان	ملا نظام الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۱۶۱ھ وعلمائے ہند	الفتاوٰی الھندیۃ	57
دار الاحیاء التراث العربی	علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفّٰی ۵۹۳ھ	الھدایۃ	58
فاروقیہ بک ڈپو ہند	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۰۶۹ھ	نور الایضاح	59
مدینۃ الاولیاء ملتان	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۰۶۹ھ	مراقی الفلاح	60
دار المعرفۃ بیروت	علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۰۰۴ھ	تنویر الابصار	61
سھیل اکیڈمی لاھور	علامہ محمد ابراھیم بن حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۹۵۶ھ	غنیۃ المتملی	62
مخطوطہ	علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۸۷۹ھ	حلبۃ المُجَلّی	63
باب المدینہ کراچی	مولانا عبداللہ بن احمد بن مذحسود رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۷۱۰ھ	کنز الدقائق	64
دار الکتب العلمیۃ بیروت	علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۴۲۸ھ	مختصر القدوری	65
ادارۃ القران والعلوم السلامیۃ	محمد رؤس ،حامد صادق	لغۃ الفقھاء	66
انتشارات گنجیہ	شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۶۳۷ھ	تذکرۃ الاولیاء	67
فیروزسنز	مولوی فیروز الدین	فیروز اللغات	68
حجازی پبلی کیشنز لاھور	امام جلال الدین السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	التعظیم والمنۃ فی ابوی رسول اللہ ﷺ فی الجنۃ	69
دار صادر بیروت	ابو حامد امام محمد بن احمد طوسی غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی متوفّٰی ۵۰۵ھ	احیاء العلوم الدین	70
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور	صدر الشریعۃ مفتی محمد امجد علی الاعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	بہارِ شریعت	71
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی	امیر اہلِسنت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتھم العالیۃ	رفیق الحرمین	72
مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی	امیر اہلِسنت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتھم العالیۃ	نماز کے احکام	73
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور	عمدۃ الاذکیاء حضرت علّامہ مولانا محمد اشرف سیالوی دامت برکاتھم العالیۃ	کوثر الخیرات	74

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

شعبہ کُتُبِ اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ

(۱) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل(رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَۃِ الْجِیْرَانِ وَمُوَاسَاۃِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)

(۲) دعاء کے فضائل(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَا لِأَحْسَنُ الْوِعَاءِ)(کل صفحات:140)

(۳) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْدِ) (کل صفحات:55)

(۴) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ)(کل صفحات:199)

(۵) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق(اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ)(کل صفحات:125)

(۶) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِیِّ)(کل صفحات:100)(۷) ولایت کا آسان راستہ(تصورِ شیخ)(اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃُ)(کل صفحات:60)

(۸) شریعت وطریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءِ)(کل صفحات:57)(۹) معاشی ترقی کا راز(حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح)(کل صفحات:41)

(۱۰) ثبوتِ ہلال کے طریقے(طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَالٍ)(کل صفحات:63)(۱۱) ایمان کی پہچان(حاشیہ تمہید ایمان)(کل صفحات:74)

عربی کتب: از امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱۲) کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ (کل صفحات:74)۔ (۱۳) تَمْهِیْدُ الْاِیْمَان ۔ (کل صفحات:77) (۱٤) اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)۔ (۱۵) اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃِ (کل صفحات:60) (۱٦) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِیْ (کل صفحات:46) (۱۷) اَجْلَی الْاِعْلَامِ (کل صفحات:70) (۱۸) اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ (کل صفحات:93)

(۱۹، ۲۰، ۲۱) جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ(المجلد الاول والثانی والثالث)(کل صفحات:570، 672، 713)

شعبہ اصلاحی کتب

(۲۲) خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات:160)(۲۳) انفرادی کوشش (کل صفحات:200)(۲۴) تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)(۲۵) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(۲۶) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)(۲۷) نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)(۲۸) جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)(۲۹) کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)(۳۰) نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196)(۳۱) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً63)(۳۲) فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

(۳۳) مفتی دعوت اسلامی (کل صفحات:96)(۳۴) حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)(۳۵) تحقیقات (کل صفحات:142)(۳۶) اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

(۳۷) عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)(۳۸) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)(۳۹) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)

(۴۰) قبر کھل گئی (کل صفحات:48)(۴۱) آداب مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)(۴۲) ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)(۴۳ تا ۴۹) فتاوی اہل سنت (سات حصے)(۵۰) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)(۵۱) غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)(۵۲) تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

(۵۳) رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)(۵۴) مدنی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:68)(۵۵) دعوتِ اسلامی کی مدنی بہاریں (کل صفحات:220)

(۵۶) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)(۵۷) آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)(۵۸) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

(۵۹) فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)(۶۰) بدگمانی (کل صفحات:57)(۶۱) غافل درزی (کل صفحات:36)(۶۲) بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)

(۶۳) گونگا مبلغ (کل صفحات:55)(۶۴) کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)(۶۵) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)

(۶۶) قومِ جنّات اور امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَہ (کل صفحات:262)(۶۷) فیضان امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِیَہ (کل صفحات:101)

(۶۸) 40 فرامین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کل صفحات:87)

﴿شعبہ تراجمِ کتب﴾

(۶۹) جنت میں لے جانے والے اعمال(اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ)(کل صفحات:۷۴۳)

(۷۰)جہنم میں لے جانے والے اعمال..جلداول(الزواجرعن اقتراف الکبائر)(کل صفحات:853)

(۷۱)مدنی آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے(اَلْبَاہِرُفِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاہِرِ)(کل صفحات:112)

(۷۲)نیکیوں کی جزائیں اورگناہوں کی سزائیں(قُرَّۃُالْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْنِ) (کل صفحات:138)

(۷۳)سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟(تَمْہِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْشِ)(کل صفحات:28)

(۷۴)حسنِ اخلاق(مَکَارِمُ الْاَخْلَاق)(کل صفحات:74)(۷۵) بیٹے کونصیحت(اَیُّھَاالْوَلَد)(کل صفحات:64)

(۷۶)الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148) (۷۷) آنسوؤں کا دریا(بَحْرُالدُّمُوْع)(کل صفحات:300)

(۷۸)راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمِ طَرِیْقَ التَّعَلُّمْ)(کل صفحات:102)(۷۹)عُیُوْنُ الْحِکَایَات(مترجم)(کل صفحات:412)

(۸۰)شاہراہِ اولیاء(مِنْھَا جُ الْعَارِفِیْنَ)(کل صفحات:36)(۸۱)دنیا سے بے رغبتی اورامیدوں کی کمی(اَلزُّھْدُوَقَصْرُالْاَمَل)(کل صفحات:85)

﴿شعبہ درسی کتب﴾

(۸۲) تعریفاتِ نحویہ(کل صفحات:45)

(۸۳) کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(۸۴) نزھة النظر شرح نخبة الفکر (کل صفحات:175)

(۸۵) اربعین النوویہ (کل صفحات:121)

(۸۶) نصاب التجوید(کل صفحات:79)

(۸۷) گلدستہ عقائدواعمال(کل صفحات:180)

(۸۸) وقایة النحو فی شرح ھدایة النحو

(۸۹)شرح مایة عامل(کل صفحات:38)

(۹۰)صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی(کل صفحات:55)

(۹۱)المحادثة العربیة(کل صفحات:101)

(۹۲)شرح اربعین النوویہ فی الاحادیث الصحیحة النبویة(کل صفحات:155)

(۹۳)نصاب الصرف(کل صفحات:343)

(۹۴)دروس البلاغةمع شموس البراعة(کل صفحات:241)

(۹۵)مراح الارواح(کل صفحات:241)

﴿شعبہ تخریج﴾

(۹۶) عجائب القرآن مع غرائب القرآن(کل صفحات:422)

(۹۷) جنتی زیور(کل صفحات:679)

(۹۸تا۱۰۳) بہارِشریعت(چھ حصے)

(۱۰۴)اسلامی زندگی(کل صفحات:170)

(۱۰۵) آئینۂ قیامت(کل صفحات:108)

(۱۰۶)صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم(کل صفحات:274)

(۱۰۷)اُمہات المؤمنین(کل صفحات:59)

(۱۰۸)علم القرآن(کل صفحات:244)

(۱۰۹)اخلاق الصالحین(کل صفحات:78)

(۱۱۰)اچھے ماحول کی برکتیں(کل صفحات:56)

(۱۱۱)جہنم کے خطرات(کل صفحات:207)